

افضل التطبيق العصري على مسائل القدوري

متن قدوری پر عصر حاضر کے مسائل جدیدہ کا عمدہ انطباق

جلد اوّل

تصحیح، نظرثانی وزیرنگرانی

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

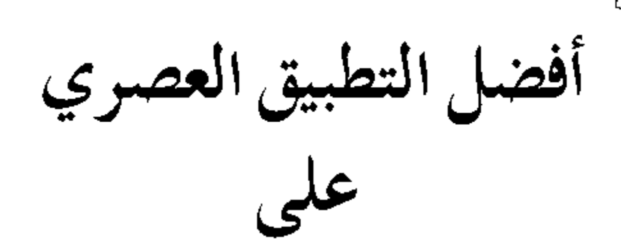
صدر دارالافتاء، جامعہ اکل کوا

تحریک وتحریض

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ





أفضل التطبيق العصري

على

مسائل القدوري

متن قدوری پر عصر حاضر کے مسائلِ جدیدہ کا عمدہ انطباق

(جلد اول)

تصحیح، نظر ثانی وزیر نگرانی

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دار الافتاء جامعہ اکل کوا

تحریک وتحریض

حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات جامعہ اکل کوا

مؤلف

مفتی محمد افضل اشاعتی

استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندوربار

تفصیلات

نام کتاب : **أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري**

مؤلف : (مفتی) محمد افضل اشاعتی

تصحیح ونظر ثانی : مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

زیر نگرانی : ″ ″

رابطہ : 9371321219

E-mail: afzalchoudhari777@gmail.com

صفحات : ۷۰۸

تعداد اشاعت : ۱۱۰۰

کمپوزنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا-8007006249

سنہ اشاعت : ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۹ء

قیمت

طباعت

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

ملنے کے پتے

شعبۂ دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

مکتبہ ''راجح'' جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

تفصیلی فہرست

کتاب الطهارة

باب المسح على الخفين

باب الحيض

باب الأنجاس

کتاب الصلاۃ

باب الأذان

باب شروط الصلاة

باب صفة الصلاة

باب صلاة المريض

باب سجود التلاوة

باب صلاة المسافر

باب الجمعة

باب الجنائز

كتاب الزكاة

باب صدقة الغنم

باب زكاة الفضة والذهب

باب عروض التجارة

﴿ باب زكاة الزروع والثمار ﴾

﴿ باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لايجوز ﴾

باب صدقة الفطر

كتاب الصوم

باب الإعتكاف

كتاب الحج

مراجع و مصادر



انتساب

☆ میں عرشِ معلیٰ کے ربِ عظیم کا تہہ دل سے شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس ناچیز کو علمِ دین سے آراستہ کر کے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی۔

☆ اپنے مشفق و مربی والدین کے نام جن کی آہِ نیم شبی اور دعائے سحر گاہی نے حصولِ علم کی راہیں کھولیں۔

☆ اپنے تمام مشفق اساتذۂ کرام کے نام جن کی مخلص تربیت و توجہات اور دعائیں قدم قدم پر میرے ساتھ رہیں، جس کی وجہ سے مجھے علمی کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

☆ مادرِ علمی ''جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا'' کے نام جس کی پُر نور آغوش میں' میں نے تعلیم و تربیت پائی، اور جس کے فیضانِ عشق نے مجھے خدمتِ دین جیسے جذبۂ صادقہ سے مالا مال کیا۔

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی
رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

کلماتِ دعائیہ

''المختصر القدوری'' فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہے، جسے ائمۂ احناف کے یہاں متن المتون کی حیثیت حاصل ہے، اسی وجہ سے جامعات ومدارسِ اسلامیہ کے نصابِ تعلیم میں داخل ہے۔

الحمد للہ! جامعہ میں بھی یہ کتاب داخلِ نصاب ہے۔ جامعہ کے نوجوان فاضل عزیزم مفتی محمد افضل اشاعتی جو آٹھ سال سے فنِ فقہ کی یہ مشہور کتاب پڑھاتے ہیں۔ اللہ نے موصوف کو فنِ فقہ میں مہارت دی ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اپنے استاذ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی کی زیرِ نگرانی قدوری کے متون پر مسائلِ جدیدہ کو بڑے عمدہ انداز میں منطبق فرمایا جو پہلی جلد کی شکل میں بابِ عبادات پر بنام ''أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري'' سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک انوکھا اور انمول کام ہے۔ جو مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ واساتذہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک موصوف کی اس کاوشِ جمیل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اہلِ علم کے لیے نافع ومفید بنائے۔

(حضرت مولانا) غلام محمد وستانوی (صاحب)
یکم رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
صدر شعبۂ افتاء جامعہ اکل کوا



الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين و على اله و أصحابه أجمعين إلى يوم الدين. قال الله تبارك و تعالى: و من يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا.

علم فقہ اللہ کی بہت بڑی نعمت اور خیر کثیر ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں، جس شخص کو حکمت عطا کی گئی اُسے خیر کثیر دیا گیا، جس کی تفسیر اربابِ تفسیر نے علم فروع یعنی علم فقہ سے کی ہے۔

ہمارے مدارسِ دینیہ میں علم فقہ نصاب میں داخل ہے، ہمارے طلبہ مالابدمنہ بزبان فارسی، نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ اور ہدایہ بزبان عربی پڑھتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ بہت سے طلبہ کو اُن کتابوں کے پڑھنے سے علم فقہ میں ایک گونا مناسبت و فقہی ملکہ حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن وہ جدید مسائل کے حل پر قادر نہیں ہو پاتے اور اُنہیں اس کا شعور نہیں ہوتا کہ ان کتابوں کے متون میں وہ کون سی متن ہے جس پر فلاں جدید مسئلہ منطبق ہوسکتا ہے، جس کی وجہ سے وہ جدید مسائل کے جوابات دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔

انتہائی خوشی و مسرت کی بات ہے کہ عزیزم مولانا مفتی افضل صاحب بمبوی اشاعتی زید مجدہٗ وزادہ اللہ علما وعملا - جو جامعہ کے فاضل اور اسی کے دارالافتاء سے متخصص فی الفقہ والافتاء ہیں اور شعبۂ عالمیت میں قدوری، ہدایہ، نورالایضاح اور شعبۂ افتاء میں السراجی فی المیراث کے قابل و مقبول مدرس ہیں- نے رفیق محترم و معتمد جامعہ علم و علما دوست حضرت مولانا حذیفہ سلمہ اللہ تعالیٰ من جمیع الاہوال والآفات زادہ اللہ شرفا وعلما کے ایما پر اس جانب توجہ فرمائی اور فقہ کا مقبول و معروف متن ''المختصر القدوری'' پر بڑا عمدہ، نفیس اور نایاب کام کیا کہ اس کتاب کے جس متن پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہوسکتا تھا منطبق فرمایا، وجہِ انطباق اور اس کی دلیل کو سلیقہ مندی کے ساتھ ذکر کیا۔

موصوف نے جب اِس کام کا آغاز فرمایا تو اِس حقیر سے مشاورت کی اور اس کام میں معاون و مساعد دی گئی ہدایات پر خوش اسلوبی سے عمل کرتے ہوئے ایک ذخیرہ تیار کیا اور کمپوز کر کے اُسے مسودہ کی شکل دی، اور خوش عقیدت و کمالِ احترام کے جذبات کے تحت اس گناہ گار کے سامنے نظر ثانی و تصحیح کے لیے پیش کیا، بندے نے اللہ رب العزت کی توفیق اور اس کی مدد سے پورے مسودے پر نظر ثانی کی، اور جہاں کوئی امر قابلِ اصلاح و تصحیح تھا اس کی نشان دہی کی، جس کی موصوف نے اصلاح و تصحیح کرالی۔

الحمد للہ! یہ کتاب جدید مسائل کے حل میں نہ صرف قدوری پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ واساتذہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے بل کہ اُن مفتیانِ کرام کے لیے لیے ایک عظیم ہدیہ ہے جو فتویٰ نویسی کے وقت دلائل کا اہتمام فرماتے ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ موصوف کے اس کتاب کو قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائے۔ اِسے اُن کے لیے، ان کے والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اِس عظیم دینی، عصری دانش گاہ (جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا) کے ارباب انتظام وانصرام کے لیے اس دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔

اس سے قبل کتاب ''افضل الراجی فی حل السراجی'' موصوف کے قلم سے منظر عام پر آچکی جسے اہلِ علم نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ مقبول عام ہوچکی۔ امید ہے کہ اہلِ علم اس کتاب کو بھی شوق کے ہاتھوں کتاب لیں گے، ذوق کی نگاہوں سے پڑھیں گے اور وہ دلوں میں وہ قرارِ تمکین پائے گی۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم و تب علينا إنك أنت التواب الرحيم،

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد و اله و صحبه أجمعين إلى يوم الدين!

فقط

العبد

محمد جعفر ملی رحمانی

۱۴۴۰/۵/۳۰-۲۰۱۹/۲/۶ء (بدھ)

حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی
مدیر التنفیذی جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا



الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی اٰلہ و أصحابہ أجمعین. أما بعد!

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. (پ۱۱/التوبة)

اللہ رب العزت نے دینِ اسلام کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لے رکھا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی ہر طرح سے حفاظت کے لیے حیرت انگیز نظام اللہ نے اختیار کیا ہے، عقائد کی حفاظت علم الکلام کے ذریعہ کی، علم تزکیہ کے ذریعہ دل اور احوالِ قلب کی حفاظت کا انتظام کیا، تجوید کے ذریعہ قرآن کے تلفظ کی حفاظت کی، تفسیر کے ذریعہ معانی قرآن کی حفاظت کی، حدیث کے ذریعہ اسلام کی تفصیلی تعلیمات اور قرآن کی شرح کی صورت میں اس کی حفاظت کا نظام بنایا؛ اسی طرح احکام کے ذریعہ انسان کو پیش آمدہ روز مرہ کے عملی مسائل کی حفاظت کا انتظام علمِ فقہ کے ذریعہ کیا، اور دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مختلف ذہین ترین شخصیتیں جن کو فقہا کہا جاتا ہے اس میدان میں بے

مثال خدمات پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ دورِ صحابہ، خلفائے راشدین اور دیگر متعدد صحابہ اس خدمت میں مشغول رہے، اس کے بعد تابعین کے دور میں بھی اس پر ماشاء اللہ بہت کام ہوا یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کا دور آیا۔ بس پھر کیا تھا! آپ نے اپنے تلامذہ اور رفقاء کے ساتھ اجتماعی جدوجہد کر کے اسے خوب سنوارا جو ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا، اور بعد میں آنے والوں کے لیے فقہ کی راہ قدرے آسان کر دی۔

سراج الامۃ امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ خاص امام محمد ابن الحسن الشیبانی نے فقہ پر پہلی مرتبہ بے مثال کتابیں تصنیف کی، اور گویا ایک نئے میدان کے شہسوار ٹھہرے، جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا، مادیت میں ترقی ہوتی رہی ویسے ویسے عملی میدان میں نئے نئے مسائل پیش آنے لگے، تو فقہاء نے "النوازل"، "الحوادث"، "نوازل الفقهية والواقعات"، "قضايا فقهيه معاصره"، "القضايا المستجدة" وغیرہ عنوان سے امت کے مسائل کے باب میں بھرپور رہنمائی کی اور مذکورہ عنوانوں سے بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہے۔

فقہ النوازل کی تاریخ:

ویسے تو ہر زمانہ میں پیش آمدہ جدید مسائل کی صورتوں کو علماء حل کرتے رہے؛ مگر اس علم کا مستقل وجود چوتھی صدی ہجری سے ہوتا ہے، اس طور پر کہ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب جو منظر عام پر آئی وہ امام ابواللیث السمرقندی کی ''فتاوی النوازل'' ہے، اس کے بعد بے شمار کام ہوا ہے، چند مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فتاوی النوازل- امام ابواللیث السمرقندی

(۲) مختارات النوازل-الامام المرغینانی (۳) نوازل ابن رشد

اس تیزی سے ترقی کی طرف جارہی ٹکنالوجی کے دور میں اس موضوع پر عرب و عجم میں کثرت سے کام ہورہا ہے۔ الدکتور نور الدین ابولحیہ نے "النوازل الفقهية و مناهج الفقهاء في التعامل معها" نامی کتاب میں بڑے عمدہ پیرائے میں کام کیا ہے، انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''نوازلِ فقہیہ'' یعنی پیش آمدہ جدید فقہی مسائل پر فقہاء نے جو کام کیا ہے، اس کے ٦ ر مناہج ہیں:

(١) المنهج الاستدلالي (٢) المنهج المذهبي

(٣) المنهج المذاهبي (٤) منهج التيسير

(٥) منهج التشديد (٦) المنهج المقاصدي

موصوف نے تفصیل کے ساتھ تمام مناہج پر سیر حاصل بحث کی جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ہمارے اس آخری دور میں یعنی استعمار کے جانے کے بعد عالمِ اسلام کے مختلف علاقوں میں بڑے مرتب انداز میں نوازل پر کام ہوا ہے، اور متعدد فقہ اکیڈمیاں قائم ہوچکی ہیں، مثلاً مکہ فقہ اکیڈمی، انڈیا فقہ اکیڈمی وغیرہ؛ برصغیر میں حکیم الامت حضرت تھانوی اور مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی کے بعد مولانا مفتی نظام الدین، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اور آپ کے تلامذہ کا کام قابلِ قدر ہے۔

بندے کو بھی اس موضوع سے کافی دلچسپی رہی ہے، بندے نے ۱۴۲۳ سے لے کر ۱۴۳۵ھ تک المختصر للامام القدوری کا درس جامعہ اکل کوا میں دیا، جو کتاب البیوع سے

ہوتا تھا اور زیادہ تر جدید مسائل کا تعلق معاملات ہی کے ابواب سے ہے، اور عام طور پر قدوری کے طلبہ کو مبتدی گردان کر نوازل سے تعرض نہیں کیا جاتا، اور ہدایہ میں خود کتاب کی طوالت کی وجہ سے نوازل سے اساتذہ تعرض نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہمارے فضلاء عام طور پر نوازل فقہیہ سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔

بندے کو اس پر شرح صدر ہوا کہ قدوری کے طلبہ کو نوازل سے آگاہ کر دینا چاہیے، لہٰذا ہر باب سے متعلق مسائل جدیدہ سے طلبہ کو واقف کرتا رہا، باب الصرف میں ایکسچینج (Exchange) کے مسائل، کتاب الربوٰ میں بینک (Bank) کے مسائل وغیرہ۔

مؤلفِ کتاب نے بندے سے اسی طرز پر پڑھا پھر جب انتظامی امور کی ذمہ داری بڑھ گئی تو مفتی افضل صاحب کو یہ کہہ کر کتاب سپرد کی کہ آپ نے جس انداز میں پڑھا ہے اس انداز میں پڑھائیں گے۔ ماشاء اللہ انہوں نے وعدہ وفائی کی اور ماشاء اللہ اسے اچھوتے انداز میں کتاب کی شکل بھی دے دی۔

واقعتاً بڑا وقیع کام کیا ہے، نظائرِ قدیمہ پر مسائلِ جدیدہ کی تطبیق کی، بندے کو بہت خوشی ہوئی کہ جامعہ کے ایک ہونہار سپوت نے ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا، اللہ شرف قبولیت سے نوازے اور امت کو خاص طور پر طلبہ وعلماء کو اس سے خوب فائدہ دے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین!

(مولانا) حذیفہ وستانوی (صاحب)

۱۰ ررمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶ رمئی ۲۰۱۹ء (جمعرات)



الحمد لمن أنزل "فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين و لينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون" والصلاة والسلام على من قال "من يرد الله به خيرًا يفقه في الدين" وعلى اله وأصحابه الهادين المهتدين. أما بعد!

میں اللہ رب العزت کا بے حد شکر گذار ہوں کہ اس نے میرے ہاتھوں اس کام کو پورا کروایا، جس کی تمنا حضرت الاستاذ حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی نے کی تھی۔

وہ تمنا و آرزو یہ تھی کہ متنِ قدوری پر مدلل انداز میں مسائلِ جدیدہ کو منطبق کی ہوئی کوئی کتاب مرتب کی جائے، حضرت الاستاذ نے تقریباً دس سال اسی طرز پر قدوری کی تدریس کی، اور جب امورِ انتظام کا بار بڑھ گیا تو قدوری کی تدریس میرے حوالے کی اور نہایت ہی شفقت کے ساتھ متنِ قدوری پر مسائلِ جدیدہ کے انطباق کے تعلق سے میری رہنمائی فرمائی۔

الحمد للہ! استاذ محترم کے ہدایات کے مطابق میں نے قدوری کی تدریس شروع کی، اور تدریس کے دوران ابتداء میں ہر ایسے متن کے ذیل میں جن پر مسائل جدیدہ کا انطباق ہوسکتا تھا میں نے جدید مسائل کو قلمبند کرکے طلبا کو پڑھانا شروع کیا، اور طلبا کو لکھی

ہوئی کاپی بھی دیتا رہا، جس کے بہت اچھے ثمرات ظاہر ہونے لگے، جس سے مجھے اور ہمت ملی، اور رفتہ رفتہ ایک ذخیرہ تیار ہوگیا، جسے میں نے استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی کو دکھایا تو حضرت نے بڑی خوشی ومسرت کا اظہار فرما کر کچھ ضروری ہدایات فرمائی جو اس مسودہ کو کتاب کی شکل دینے کا سبب بنی، اللہ رب العزت میرے تمام ہی اساتذۂ کرام کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

کچھ کتاب کے بارے میں:

کتاب میں کل چار امور ہیں:

(الف) رقم المتن : اس کے تحت قدوری کا صرف وہی متن لایا گیا ہے جس پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہوسکے۔

(ب) توضیح المسئله : اس کے تحت متن کی مختصر وضاحت لائی گئی ہے۔

(ج) تفریع من المسائل العصریة: اس کے تحت وہ مسائل جدیدہ لائے گئے ہیں جو ذکر کردہ متن پر منطبق ہوسکیں۔

(د) طریقة الإنطباق : اس کے تحت جدید مسئلہ متن پر کس طرح منطبق ہوا ہے اس کی وجہ ودلیل کو ذکر کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! آج کا دور علمی انحطاط کا دور ہے جس میں ہمیں جدید طرزِ تعلیم سے ہرگز منہ نہیں موڑنا چاہیے، ہمیں ہر وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو طلبہ کے لیے مفید ثابت ہو؛ چناں چہ فقہ حنفی میں ''المختصر القدوری'' پہلا وہ متن ہے جو مقبول ہوا، جس کی

عبارتیں ایسی جامع ہیں کہ ایک طرف اس میں فقہ حنفی کے تمام اجتہادات اور جواب دیئے گئے مسائل میں سے بنیادی اور اہم مسائل کو جمع کیا گیا ہے، تو دوسری طرف اُنہیں دقیق عبارتوں میں عصر حاضر کے سارے ہی جدید مسائل کا حل چھپا ہوا ہے، لیکن بد قسمتی سے ہم اس کو وہ اہمیت نہیں دے پا رہے رہیں جو اس کا حق تھا، اور ہمارے طلبا میں وہ فقہی بصیرت پیدا نہیں ہو پاتی جو ان مسائلِ جدیدہ کو متنِ قدوری سے نکالنے میں درکار ہے، اور ہم محسوس یا غیر محسوس طریقے پر اِس اعتراض کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ اہلِ مدارس وہی پرانی باتوں پر بحث کرتے ہیں، اُن کے پاس مسائلِ جدیدہ کا کوئی حل نہیں ہے، اور کہیں نہ کہیں ہمارے فضلا بھی عوام کو جدید مسائل بتانے سے کتراتے ہیں، جب کہ ہماری شریعت مُتَمّم و مکمل شریعت ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام دينا ۔ اِنہیں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب ہٰذا کو مرتب کیا گیا، جو اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے جس میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک ۱۲۷ر متون پر ۱۳۴ر مسائلِ جدیدہ کا عمدہ انطباق ہے؛ تا کہ ہمارے طلبہ میں کسی طرح وہ فقہی بصیرت پیدا ہو جس سے مسائل جدیدہ کا حل آسان ہو جائے۔

کتاب میں نوازل (مسائل جدیدہ) کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر جو تین باتیں ضروری ہوتی ہیں، اس کی پوری رعایت کی گئی ہے:

(الف) تصور نازلہ (Portry in the mind) یعنی کسی بھی شی پر حکم شرعی لگانے کے لیے اس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ تصورِ شی اصل ہے

اوراس پرحکم شرعی کا لگانا اس کی فرع ہے، اور بدونِ اصل فرع کا تصور نہیں ہوسکتا۔

(ب) تکییف نازلہ (Conditioning fitting) یعنی اصولِ شرعیہ میں سے کسی اصل کی طرف جدید مسئلہ کو پھیرنا۔

(ج) تطبیق نازلہ (Adaptation) یعنی نازلہ (جدید مسئلہ) پر حکم شرعی کو اتارنا اور چسپاں کرنا۔

نوٹ: ان اصول ثلثہ کی روشنی میں نوازل (مسائلِ جدیدہ) کا متنِ قدوری پر انطباق کی وجہ بڑی دلچسپ ہے۔

الحمدللہ! میرا تقریباً نو سال کا تجربہ ہے کہ طلبا میں اس طریقۂ تدریس سے ایک حد تک فقہی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے اخیر میں اہلِ علم حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی خطا نظر آئے تو امانت علمی کے تقاضے کے پیشِ نظر ضرور اطلاع کریں۔ اور اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ اللہ اس کتاب کے افادہ کو عام فرما کر میرے لیے اور میرے والدین واساتذۂ کرام کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

بندہ

محمد افضل اشاعتی

خادم جامعہ اکل کوا (۱۵ر جمادی الاخری ۱۴۴۰ھ)

از: محمد انس سعیدی، شیخ پوری/متعلم جامعہ اکل کوا

صاحبِ "أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري" کے مختصر حالات زندگی

حمدًا وسلامًا. أما بعد!

میرے محترم ومشفق استاذ گرامی قدر، بل کہ میرے روحانی والد محترم
جناب حضرت مفتی محمد افضل صاحب

ایک ہمہ جہت اور جامع فضل وکمال شخصیت کا نام ہے، ان کے مزاج میں لطافت، مزاح، شگفتگی اور نفاست، علم میں گہرائی، گیرائی اور عمیق فقاہت، معاملات میں دیانت وشفافیت، وضع قطع میں وجاہت وشرافت، بیان وکلام میں فصاحت وبلاغت صاف جھلکتی نظر آتی ہے، وہ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ، اوصاف حمیدہ سے پیراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے صابر وشاکر اور صالح ومتقی نوجوان عالمِ دین ہیں۔

تاریخِ ولادت باسعادت:

استاذ محترم ومکرم نے عروس البلاد ممبئی میں جناب محترم حاجی محمد تحصیل کے یہاں ۱راپریل ۱۹۸۵ء کو عالم نور میں قدم رکھا۔

آپ کے والد محترم ایک نیک صالح امانت دار تاجر تھے۔ بزرگوں کے صحبت

یافتہ،لوگوں میں محبوب، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ شفقت سے پیش آنا ان کے امتیازی اوصاف تھے، حاجی صاحب کو علم وعلما سے بہت پیار ومحبت اور بڑا والہانہ اور عمیق تعلق تھا،جس کی بنا پر انہوں نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کو بنیادی تعلیم کے آغاز کے لیے ۱۹۹۰ء کو پرائمری اسکول ’’مفتاح العلوم ممبئ‘‘ میں داخلہ کرادیا،مفتی صاحب نے وہاں چوتھی کلاس تک تعلیم حاصل کی اور ہر امتحان میں اعلیٰ پوزیشن سے کامیاب ہوتے رہے۔

دینی تعلیم کا آغاز:

۱۹۹۵ء کو آپ کے والد محترم اپنے لخت جگر کو کتاب وسنت کے علوم سے روشناس کرنے کے لیے ایشیا کی مشہور ومقبول دینی،علمی،عرفانی وروحانی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے ابتدائی شعبے ’’شعبۂ دینیات‘‘ میں داخلہ دلایا، بزرگ والد نے اپنے عزیز فرزند کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا،اور ڈھیر ساری دعاؤں کی سوغات سے نوازا،یہاں سے آپ کے جوہر اصلی کی آبیاری کا حسین آغاز ہوا،آپ نے اپنے مشفق و ماہر اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ناظرۂ قرآن ۱۹۹۷ء کو مکمل کیا۔

شعبۂ تحفیظ القرآن میں داخلہ:

آپ نے شعبہ دینیات کے مرحلے کو بحسن وخوبی مکمل کرنے کے بعد مدرسہ ہذا میں ہی ۱۴رشوال المکرّم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء بروز منگل داخلہ لیا اور ۳ر سال ۴رماہ کی مدت میں ۲۰رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۳۰راکتوبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات تکمیل حفظ قرآن کریم کی دولت وسعادت سے بہرہ ور اور مالا مال ہوئے۔

شعبۂ عالمیت کی تعلیم:

آپ نے شعبۂ تحفیظ القرآن سے فراغت پانے کے بعد علم کی صدائے ھل من مزید پر لبیک کہتے ہوتے بڑے ذوق وشوق اور دلجمعی سے اپنی علمی پیاس بجھانے کی جستجو لیے ہوئے شعبہ عالمیت وفضیلت کی صحرا نوردی شروع کی، اور ۱۰ ارشوال المکرّم ۲۰۰۰ء کو شعبۂ عالمیت میں آوارد ہوئے، اور مسلسل جدوجہد اور اَن گنت تکالیف وپریشانی جھیلنے کے بعد ۱۲ رشعبان ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ راگست ۲۰۰۹ء کو سند فضیلت حاصل کی۔

شعبۂ دارالافتا میں ورود:

آپ شعبۂ عالمیت سے سند فضیلت حاصل کرنے بعد اپنے ذوق علمی کو مزید تسکین وجلا بخشنے کے ارادے سے ۱۵ رشعبان ۲۰۰۹ء کو شعبۂ دارالافتاء میں داخل ہوئے، سال بھر فتویٰ نویسی کی مشق وتمرین کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاویٰ میں مہارتِ تامہ بہم پہنچانے کے لیے آپ نے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں، تاآں کہ اس شعبے سے بھی امتیازی نمبرات لیکر کامیاب وکامران ہوئے، اور ۱۲ رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۵ رجولائی ۲۰۱۰ء کو افتاء کی سند حاصل کی۔

درس وتدریس کے میدان میں:

آپ اپنی خداداد صلاحیتوں اور صالحیت کی بنا پر ہمیشہ اساتذۂ کرام اور رئیس الجامعہ خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی کے نورِ نظر اور مرکز توجہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اساتذۂ کرام کی دعاؤں کی برکت سے فراغت کے معاً بعد

ہی شعبۂ عالمیت کے استاذ کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آ گیا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء!

تدریس کا پہلا سال اور مفوضہ کتابیں:

تدریس کے سال اول میں ہی آپ نے بہت سی بنیادی اور اہم کتابوں کو بحسن وخوبی پڑھا کر اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا، اور طلبہ کے دلوں پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھا دیا۔

علم الصرف، قصص النبیین، ہدایۃ النحو، نور الایضاح، قدوری، شرح وقایہ وغیرہ پہلے سال آپ سے متعلق رہیں۔

علمی پختگی اور تدریسی مہارت کی بدولت بہت ہی جلد ہدایہ اولین آپ کے زیرِ تدریس آ گئی، پھر کچھ ہی عرصے بعد دار الافتاء اور عربی ششم میں سراجی جیسی اہم اور مشکل کتاب آپ سے متعلق کر دی گئی۔

تالیف وتصنیف کے میدان میں:

آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ قلم وقرطاس سے بھی اپنا رشتہ بڑا مضبوط اور استوار رکھا، جس کے نتیجے میں کچھ عرصہ قبل آپ کے اشہب قلم سے سراجی کی مکمل ومفصل شرح دو ضخیم جلدوں میں بنام "أفضل الراجي في حل السراجي" نکل کر مشہور و مقبول ہو چکی ہے۔ اور اب آپ کی جہد مسلسل کی بدولت ایک نہایت ہی جامع اور علمی کام کی تکمیل عمل میں آ رہی ہے، جسے ان شاء اللہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند بھی علمی حلقوں میں سراہا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، کیوں کہ اس کام کی ایک مدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

میں اس موقع پر اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کی بنا پر مزید کچھ کہے بغیر استاذ محترم ومکرم کی خدمت میں چند عربی اشعار بطور ہدیہ مورے پیش سلیماں پیش کر کے بات مکمل کر رہا ہوں۔

شُكْرًا لِكُلِّ مُعَلِّمٍ رَبَّانِي

وَ بِكَفِّه كَأْسَ الْعُلُوم سَقَانِي

مَا زِلْت أذكر فَضله وَ عَطَائه

يسقى الزُّهُور بهمة وَ تفَانِي

فَلَه الْمحبة وَ الْوفَاء مبجلا

وَلَه الدُّعَاء بِمَهجتِي ولسَاني

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷ رمئی ۲۰۱۹ء

بروز جمعہ، بعد نماز فجر

ازمولانا صادق صاحب اشاعتی ٹونڈاپوری

أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري

لغوی صرفی تحقیق:

أفضل : اسم تفضیل بروزن أفعل

فَضِل و فضُل فضلا–از باب سَمِعَ و کَرُمَ ثلاثی مجرد۔

معنی: صاحبِ فضل ہونا، صاحب فضیلت ہونا۔ (مصباح اللغات)

التطبیق: مصدر بروزن تفعیل

طبَق یُطبق تطبیقًا از باب تفعیل ثلاثی مزید فیہ۔

معنی:

(۱) عملی شکل دینا (۲) علمی قواعد کا اجرا

(۳) علمی یا قانونی ضوابط پر مسائل ومعاملات کی موقوفی

(۴) تنقید، مطابقت، عملی تشکیل (القاموس الوحید)

العصري : عَصْر، بروزنِ فَعْل بفتح العین وسکون الصاد–جمع عُصور و أَعْصُر وَ عُصُر و أعصار: زمانہ۔ (مصباح اللغات) ي: نسبتی، العصري کا معنی: موجودہ دور، نیا، ماڈرن، اَپ ٹو ڈیٹ۔ (القاموس الوحید)

مسائل القدوري: مسائل بروزن مفاعل جمع ہے،واحد مسئلۃ۔ مسائل بفتح المیم مصدر ہے، سأل یسأل سُؤالا و مسئلۃ ازباب فتح یفتح طلب کرنا، مانگنا، درخواست کرنا۔(مصباح اللغات) اورصاحب لغت ''معجم الفقہاء'' نے مسئلۃ کامعنی لکھا ہے "طلب الحاجة"۔اورمسئلہ کی تعریف لکھاہے : القضية المطلوب بيانها۔

القدوري:

مؤرخ ابن خلکان نے اپنی کتاب "تاریخ وفیات الأعیان" میں لکھاہے کہ قدوری "ق"اور"د"کے ضمہ اورواؤکے سکون کے ساتھ قِدرکی جمع ہے جس کے معنی ہانڈی ہے۔(الشرح الثمیری علی قدروی)

قدوری کی نسبت مصنف کی طرف کیوں؟

صاحبِ مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدوری کامطلب دیگ سازی ہے اب صاحب قدوری کواس طرف اس لیےمنسوب کرتے ہیں کہ یاتوان کے خاندان کےلوگ دیگ بناتے تھے یااس کی خریدوفروخت کرتے تھے۔(شرح الثمیری)

یاپھرآپ اس گاؤں کے باشندے تھےجس کانام قِدرتھااسی گاؤں کی طرف منسوب کرکےقدوری کہتے ہیں۔

نحوی ترکیب:

أفضلُ مبتدأٌ مرفوعٌ، التطبيقِ مضاف إليه مجرور.

العَصري صِفةٌ لِلتطبيق مجرور.

وجملة: أفضلُ التطبيق العصري في محل رفع لكونه مُبتدأ.

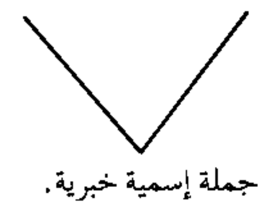
علىٰ مسائل القدوري.

علىٰ مسائل: جارٌ ومجرور متعلق بمحذوفٍ أي ثابتةٌ علىٰ مسائل القدوري.

القدوري: مضاف إليه مجرور.

وجملة :ثابتة علىٰ مسائل القدوري في محل رفع خبرُ مبتدأٍ.

أفضل التطبيق العصري مبتدأٌ، علىٰ مسائل القدوري خبرٌ



جملة إسمية خبرية.



مقدمة النوازل

﴿١﴾ نوازل کالغوی واصطلاحی معنی

﴿٢﴾ نوازل میں اجتہاد کے لیے ضروری اُمور

﴿٣﴾ نوازل میں اجتہاد، مجتہد اور محلِ اجتہاد

﴿٤﴾ اسبابِ نوازل، نوازل میں اجتہاد کا حکم اور اہمیت

﴿٥﴾ نوازل (مسائلِ جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ (تصور، تکییف، تطبیق)

﴿٦﴾ مسائلِ جدیدہ اور علمائے ہند کی خدمات

﴿۱﴾ نوازل کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لغوی معنیٰ:

نوازل، نازلۃ کی جمع ہے، اس میں حروف اصلی ”ن، ز، ل“ ہیں۔ بمعنیٰ ”سخت مصیبت“۔ لیکن یہ معنیٰ فقہی اصطلاح میں مراد نہیں ہے، اور کبھی کبھی نازلۃ کا اطلاق اس جدید پیش آمدہ مسئلہ پر بھی ہوتا ہے جس کے حکم شرعی کا استنباط فقیہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور چوں کہ فقیہ کو بھی اس جدید مسئلہ کی معرفت اور اس پر حکم صحیح کو اتارنے میں مشقت کثیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے بھی نازلۃ کو نوازل کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

فقہائے متقدمین سے نوازل کی تعریف پر کچھ منقول نہیں ہے، البتہ فقہائے متاخرین نے اس کی تعریف بیان کی ہے۔ نوازل اُن فتاوی اور واقعات کو کہتے ہیں جن کا استنباط متاخرین نے کیا ہو، اور اُس میں اہلِ مذہب سے کوئی روایت موجود نہ ہو، جیسا علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں: اعلم أن مسائل أصحابنا الحنفية على ثلاث طبقات ...... الثالثة الفتاوى والواقعات و هي مسائل استنبطها المجتهدون و المتأخرون لما سئلها عن ذلك و لم يجد فيها رواية عن أهل المذهب المتقدمين. (رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱۷)

﴿۲﴾ نوازل میں اجتہاد کے لیے ضروری اُمور

۱- **معرفتِ طبقاتِ فقہاء:** فقہاء کے سات طبقے ہیں:

(۱) مجتہدین مطلق (۲) مجتہدین فی المذہب (۳) مجتہدین فی المسائل

(۴) اصحابِ تخریج (۵) اصحابِ ترجیح (۶) اصحابِ تمیز (۷) مقلدِ محض

۲- **معرفتِ طبقاتِ مسائل:** درجہ بندی کے لحاظ سے مسائل کی تین قسمیں ہوں گی:

(۱) مسائلِ ظاہر الروایۃ: کتبِ ظاہر الروایۃ (جامعِ صغیر، جامعِ کبیر، سیرِ کبیر، سیرِ صغیر، زیادات، زیادات الزیادات، مبسوط) امام محمد کی تصنیف فرمودہ ہیں، ان کتابوں میں آپ نے ائمۂ مذہب سے مروی اقوال کو جمع فرمایا ہے، ان کو مسائلِ ظاہر الروایۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ امام محمد سے قابلِ اعتماد راویوں کے ذریعے منقول ہیں۔

(۲) مسائلِ نوادر: ان چھ کتابوں کے علاوہ امام محمد کی دیگر کتابیں بھی ہیں، مگر ان کو آپ کا کوئی ایک شاگرد ہی روایت کرتا ہے، اس لیے ان کے مسائل کو مسائلِ نوادر کہا جاتا ہے۔

(۳) مسائلِ نوازل: مجتہدین کے زمانہ گزر جانے کے بعد جو حوادث ونوازل (نئے مسائل) پیش آئے، اور ان کے احکام مجتہدین سے منقول نہیں تھے، بعد کے اکابر نے دلائل سے ان کے احکام بیان کیے، ایسے مسائل کو مسائلِ نوازل کہا جاتا ہے، فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی ''کتاب النوازل'' غالباً اسی قسم کے مسائل کا مجموعہ ہے۔

طبقاتِ مسائل کا جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ عند الإفتاء اس کا لحاظ رکھا جاسکے۔

۳- کلامِ شارع (کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ) میں مفہومِ مخالف معتبر نہیں۔

۴- عرف وعادت کا خیال رکھیں۔

لیکن اتنی بات یاد رہے کہ عرفِ عام اور عادتِ غالبہ ہی معتبر ہوتی ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے اعتبار سے ترکِ منصوص لازم نہ آتا ہو، بلکہ محض تخصیصِ نص لازم آتا ہو، رہا عرفِ خاص تو اس کا اعتبار ان دونوں صورتوں میں نہیں کیا جائے گا، وہ صرف عرف والوں کے حق میں اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ نہ ترکِ نص لازم آئے اور نہ تخصیصِ نص۔

''عرف'' سے مراد وہ عرف ہے جو عقل کی رو سے دلوں میں جم جائے، اور سلیم فطرتیں اس کو قبول کر لیں۔

''عادت'' سے مراد وہ بات جو کسی عقلی ربط کے بغیر بار بار پیش آئے۔

۵- عبادات میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

۶- مسائلِ قضاء میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جائے گا۔

۷- مسائلِ ذوی الارحام میں امام محمد کے قول پر فتوی دیا جائے گا۔

۸- قیاس اور استحسان میں تعارض کی صورت میں استحسان کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی، اِلا فی مسائل۔

۹- ظاہرِ روایت پر فتوی دیا جائے گا۔

۱۰- اختلافِ روایات کی صورت میں درایت (دلیلِ قوی) کا لحاظ کیا جائے گا۔

۱۱- کفر کے فتوی میں احتیاط برتا جائے گا۔

۱۲- **مرجوع عنہ قول منسوخ قول ہوتا ہے،** اس لیے اس صورت میں اس قول کو تلاش کرنا ضروری ہے، جس کی طرف مجتہد نے رجوع کیا ہے، اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔

۱۳- **کسی قول کا متون میں ہونا اس کی ضمنی تصحیح ہے۔**

﴿۳﴾ نوازل میں اجتہاد، مجتہد اور محلِ اجتہاد

اجتہاد: الاجتهاد اصطلاحًا : بذل الطاقة من الفقيه في تحصيل حكم شرعي ظني۔

(اجتہاد، دراصل کسی ایسے شخص کی طرف سے جو تفصیلی دلائل سے احکامِ شرعیہ کی تخریج واستنباط کی صلاحیت رکھتا ہو، غیر منصوص حوادث ومسائل کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش صرف کر دینے کا نام ہے، اور یہ کام انجام دینے والے کو مجتہد کہا جاتا ہے)۔

سوال: کیا آج کے زمانے میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا؟

جواب: علما کا ایک طبقہ اجتہاد کو شجرِ ممنوعہ قرار دیتا ہے، کہ اس کا نام آج کے زمانے میں زبان پر لانا گناہ، اور ایسا شخص مشکوک قرار پاتا ہے، اور متجددین علما وفقہا پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد صدیوں سے مسدود کر دیا، اور اس طرح اسلام عصرِ حاضر کا ساتھ دینے کا اہل نہیں رہا۔ گویا دونوں طبقے افراط وتفریط میں ہیں، حقیقت دونوں سے ہی دور ہے۔ جب کہ اصل مسئلہ اجتہاد کا نہیں، بلکہ صلاحیت واہلیتِ اجتہاد کا ہے، یعنی اگر دین تا قیامت ہے تو بابِ اجتہاد بھی تا قیامت کھلا رہے گا، دشواری یہ ہے کہ افراد میں اجتہاد کی مطلوبہ اہلیت وصلاحیت مفقود ہے، ورنہ قاضی کے تقرر کے لیے اجتہاد کو شرطِ صحت یا شرطِ اولویت قرار دینے کے کیا معنی رہ جاتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد کے عناصرِ

ترکیبی [مجتہد، مجتہد کی قسموں، محلِ اجتہاد اور طریقۂ اجتہاد] کو بیان کر دیا جائے، تاکہ مذکورہ بالا سوال کا جواب سمجھنے میں سہولت ہو۔

اجتہاد کے عناصرِ ترکیبی تین ہیں:

(۱) مجتہد (۲) محل اجتہاد (۳) طریقۂ اجتہاد

۱- مجتہد:

مجتہد میں اہلیتِ اجتہاد ضروری ہے، اگر اہلیتِ اجتہاد مفقود ہو، تو شریعت عقلِ عیار کے لیے بازیچۂ اطفال بن جائے گی۔

مجتہدین کی چند قسمیں ہیں:

(۱) مجتہد فی النصوص۔ واضعینِ اصولِ استنباط و متعیِّنِ مناہجِ فکر۔ (ائمہ اربعہ)

(۲) مجتہد مقلد فی الاصول۔ مجتہد فی تخریج الفروع واستنباط الجزئیات۔ (اصحاب وتلامیذ)

(۳) مجتہد مرجحین، مذکورہ بالا ائمہ سے منقول مختلف اقوال وروایات میں انہی کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں ترجیح دیتے ہیں۔ (مثلاً: ابن ہمام، مرغینانی، قاضی خان رحمہم اللہ وغیرہ)

(۴) مجتہد فی مقاصد التشریع والمصالح الشرعیۃ۔

(۵) مجتہد متجدد۔

خلاصہ یہ ہے کہ:...... "مجتہد مطلق مستقل" سے کوئی زمانہ خالی ہوسکتا ہے، مثلاً: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ۔

''مجتہد غیر مستقل'' ہر زمانے میں ہوسکتے ہیں۔ان کو مجتہد فی المذہب یا بالمذہب بھی کہا جاسکتا ہے۔

چوتھی قسم پر نظر کریں، تو آخری دور اور ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور حکیم الامت علامہ تھانوی رحمہ اللہ کے اجتہاد سے کون انکار کرسکتا ہے، یہ لوگ قواعدِ شرعیہ پر نظرِ عمیق رکھتے ہیں، اقوالِ سلف کی رعایت کرتے ہیں، خرقِ اجماع فیصلہ نہیں کرتے، مناطِ حکم (علتِ حکم) پر نگاہ رکھتے ہیں، فتاویٰ میں شدتِ احتیاط، ورع وتقویٰ کو برتتے ہیں، حالانکہ یہ نادرۂ روزگار شخصیات اپنے کو مقلد ہی گردانتے ہیں۔

إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام على الحلال ...... کی رعایت کرتے ہیں۔

المشقة تجلب التيسير ...... کا لحاظ کرتے ہیں۔

الأمر إذا ضاق اتسع ، وإذا اتسع ضاق ...... کا پاس رکھتے ہیں۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ذکاوت وفطانت اور ذہن رسا کی نعمت اللہ تعالیٰ نے چھین نہیں لی ہے، وسائلِ اجتہاد اور علوم ومعارف کے خزانوں تک رسائی، عہد متأخرین میں جس طرح آسان ہوگئی ہے، پہلے کبھی نہیں تھی، آج سلف کی محنت مدفون کتب خانوں سے نکل کر تیزی کے ساتھ سامنے آرہی ہے، جس کا تصور پہلے مشکل تھا، ان عظیم علمی خزانوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے: ﴿وأخرجت الارض أثقالها﴾ ، اصل مسئلہ ذکاوت و فطانت، فہم صحیح، وسائلِ علم اور خزانۂ علمی تک رسائی کا نہیں، اصل مسئلہ ہماری کوتاہ ہمتی، مشاغلِ علمیہ سے گریز، اور راہِ علم میں شب بیداری کے فقدان، فکر میں عدمِ توازن و بے

اعتدالی، خوفِ آخرت اور اُمورِ دین میں احتیاط کی کمی اور ورع وتقویٰ کے فقدان کا ہے۔ نتیجتاً اہلیت وصلاحیتِ اجتہاد ناپید ہونے کا ہے، اگر ان تمام نقائص کے ساتھ کسی کو اجتہاد کی اجازت دیں گے، تو پھر اس کا لازمی نتیجہ "ضلوا وأضلوا" ہی ہوسکتا ہے۔ (مثلاً: متجددین مجتہدین کا نمازِ جمعہ اتوار کو پڑھنا، کرسی پر نماز کا لازم ہونا، چھٹی جمعہ کی جگہ اتوار کو ہونا، وغیرہ، پانچویں قسم میں یہی لوگ مراد ہیں)۔

نیز چوتھی قسم کے مجتہدین کے لیے مندرجہ ذیل صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری ہے:

(۱)...... ماہر فی علوم القرآن؛ یعنی اسبابِ نزول کی واقفیت، عام وخاص، مفسَّر ومجمل، ظاہر وخفی، ناسخ ومنسوخ کی معرفت، حتی کہ بعض حضرات نے مجتہد کے لیے حافظِ قرآن ہونے کی شرط بھی لگائی ہے۔ (آیاتِ احکام پانچ سو ہیں، ویسے زیادہ تر حصہ سے حکم شرعی کا استنباط کیا جاتا ہے)۔

(۲)...... سنت رسول اللہ کا علم؛ یعنی حدیثِ قولی، فعلی، متنِ حدیث، سندِ حدیث، حالاتِ رُواۃ، جرح وتعدیل، متواتر، مشہور، خبر واحد سے واقفیت، روایاتِ متعارضہ کے مابین تطبیق یا ترجیح کے اُصول کی معرفت۔ (بقول بعض احادیثِ احکام پانچ سو یا تین ہزار ہیں، لیکن اسے محدود کرنا بھی صحیح نہیں، امام احمد سے کسی نے سوال کیا کہ ایک لاکھ حدیثوں سے کام چل جائے گا، فرمایا نہیں، اسی طرح پانچ لاکھ تک کا سوال کیا، تو فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ کام چل جائے گا۔

آج کے زمانے میں حادثہ ونازلہ پیش آنے کی صورت میں ان کتبِ مدونہ احادیث کی طرف ذہن متعلق مواد کی طرف منتقل ہوجائے بس اتنا کافی ہے، مذکورہ اُمور پر

متقدمین کام کر چکے،لہذا اب ان کی کتابوں کی طرف مراجعت کافی ہوگی۔

(۳)...... ناسخ ومنسوخ کی شناخت؛یعنی کسی نازلہ میں حکم لگاتے وقت یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کہیں حدیث مستدل منسوخ تو نہیں۔

(۴)متفق علیہ ومختلف فیہ مسائل کی شناخت؛ تاکہ خلافِ اجماع رائے قائم نہ کی جاسکے۔ (القول الصواب فی مسائل الکتاب، اور ترجیح الراجح علی الهدایة کا مطالعہ اس سلسلے میں مفید ومعاون ہوگا)۔

گویا اس طرح کے مسائل تین طرح کے ہوں گے:

(الف) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث نہیں آئے۔

(ب) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں کسی رائے پر علما کا اجماع ہوگیا۔

(ج) وہ مسائل جو عہد سلف میں زیر بحث آئے اور ان کے بارے میں علما کی رائے مختلف ہے۔

(امام صاحب کی مجلس میں علمائے سلف کی آراء پر بحث ہوتی تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ اپنی مجلسِ درس میں زیر بحث مسائل کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں سے امام کی آرا دریافت کرتے رہتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اپنے مخالف کی رائے سننے سے گریز نہ کرے، کہ بسا اوقات اس سے تنبہ ہوگا اور غلطی سے رجوع کرے گا، کبھی اپنی رائے کی صحت کا مزید یقین ہوگا، الغرض مجتہد کا یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ وہ کہاں سے، اور کس وجہ سے کہہ رہا ہے)۔

(۵)...... قیاس کا علم: یعنی اہلیتِ اجتہاد کے لیے ارکان وشرائطِ قیاس سے واقفیت ضروری ہے، مثلاً: مناطِ حکم کی تحقیق، تخریج وتنقیح، علتِ حکم کی تعیین کے اصول پر نگاہ، تخریجِ احکام کے دلائل کی ترتیب وترجیح کا سلیقہ۔

(٦) عربی زبان وادب کا علم: یعنی محاورات، مجازات، استعارات، ذکر و حذف، فصل ووصل کے اصول، الفاظِ مترادفہ، تعبیرات، عربی زبان، قواعدِ لغت-نحو و صرف، اصولِ بلاغت، اسالیبِ بیان کی معرفت۔

(۷) علم اصولِ فقہ: مصادرِ شرع سے استنباطِ احکام کے لیے اصول، علمِ اصولِ فقہ کا موضوع ہیں، اس لیے اجتہاد کی بنیاد ہی اصولِ فقہ پر ہے، جس سے مجتہد کبھی بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

(۸) مقاصدِ شریعت کا علم: مقاصدِ تشریع، مصالحِ انسانیہ، حالات اور عرف وعادت کی واقفیت بھی مجتہد کے لیے ضروری ہے، مصالح خواہ دنیوی ہو یا اُخروی، انفرادی ہو یا اجتماعی، اسی لیے عرف وعادت اور احوالِ ناس کے تغیر کا اثر احکام پر پڑتا ہے (گویا شریعتِ اسلامیہ میں تشدد نہیں، تکلیفِ مالا یطاق وشدید مشقت کا پابند انسان کو نہیں بنایا جاتا ہے)۔

تنبیه: مجتہد کی رائے پر دوسرے لوگ بھی عمل کریں گے، اس لیے مجتہد کا ثقہ، قابلِ اعتماد، صاحبِ ورع وتقویٰ ہونا ضروری ہے، نیز یہ کہ وہ معاملاتِ دین میں متساہل نہ ہو۔

۲-محلِ اجتہاد:

یعنی ان مسائل کا تعین بھی ضروری ہے، جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اگر محلِ

اجتہاد کا تعین نہیں ہوگا، تو محلِ منصوص کو اجتہاد کا نشانہ بنا کر نصوصِ شریعت کو منہدم کر دیا جائے گا، حالاں کہ ہر وہ اجتہاد جو نص سے معارض ہو، مردود ہے۔ ہر وہ مسئلہ جس کے بارے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ میں کوئی نص قطعی وارد ہو، ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً: نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کی فرضیت اِن نصوص سے ثابت ہے:

(۱) **نماز** : ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا﴾ ۔

''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔'' (النساء:۱۰۳)

(۲) **روزہ** : ﴿يا يها الذ ين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون﴾۔

''تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔'' (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

(۳) **زکاۃ** : ﴿واتوا الز كوة﴾ ''اور دو زکوۃ۔'' (سورۃ البقرۃ:۴۳)

(٤) **حج** : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطا ع اليه سبيلا﴾ ۔

''اور اللہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے، (مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے) یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک (پہنچنے کی) سبیل کی۔'' (آل عمران:۹۷)

اس طرح کے جو احکام ہیں، ان میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں، ہر مسلک و مذہب (خواہ وہ مسلک حنفی ہو یا مالکی، شافعی ہو یا حنبلی) میں اس قسم کے احکام ایک ہی طرح ہیں۔

۳-طریقۂ اجتہاد (کارِ اجتہاد):

استفراغِ وسع یعنی اپنی آخری کوشش حق وصداقت کی یافت کے لیے صرف کر دینا، یہ مجتہد کا کام ہے۔

کارِ اجتہاد میں مجتہد کے تین کام ہوتے ہیں:

(۱) تحقیقِ مناط (۲) تنقیحِ مناط (۳) تخریجِ مناط

مناط: لغوی معنی ہے؛ لٹکانے کی جگہ۔

مناط الحکم: یعنی علمائے اصول واخلاق کے نزدیک علتِ حکم کا نام ہے، جیسے حکمِ حرمتِ شراب کی علت "مسکر/نشہ پیدا کرنا" ہے۔

۱- تحقیقِ مناط:

اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) قاعدۂ کلیہ: جس کا ثبوت نص سے ہے، یا جس قاعدۂ کلیہ پر اجماع واتفاق ہے، مجتہد کا کام یہ ہے کہ زیرِ غور جزئیہ اس قاعدۂ کلیہ کا مصداق ہے یا نہیں، مثلاً: رخِ قبلہ فی الصلوۃ نص سے واجب ہے، لیکن کسی خاص مقام پر قبلہ مغرب میں ہے یا مشرق میں، جنوب میں ہے یا شمال میں، تحقیقِ مناط ہے۔

اسی طرح نفقۂ زوجہ واجب ہے، لیکن حالاتِ زوجین، اُن کے معیارِ زندگی، وقت اور ماحول کو سامنے رکھ کر کسی خاص مقدمے میں نفقہ کی خاص مقدار متعین کرنا تحقیقِ مناط ہے۔

(ب) علتِ حکم منصوص یا مجمع علیہ ہے، تو مجتہد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ زیرِ غور

جزئیہ میں تحقیق کرتا ہے کہ وہ علت یہاں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ مثلاً: سؤرِ ہرہ نص "إنها لیست بنجس، إنها من الطّوافین والطّوافات" کی روشنی میں نجس نہیں ہے، لیکن کیا یہ علت چوہے اور دیگر حشرات الارض میں بھی پائی جاتی ہے جو ہمیشہ گھروں میں چکر لگاتے رہتے ہیں، یہ تحقیق مجتہد کا کام ہے۔

۲-تنقیحِ مناط (وضاحت واِصلاح):

شارع کی طرف سے نسبتِ حکم اِلی السبب ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی کچھ اوصاف وقیود بھی مذکور ہوتی ہیں، جن کا حکم میں کوئی دخل نہیں ہوتا، اب مجتہد نص میں موجود ان اوصافِ مذکورہ کو چھان پھٹک کر اصل سببِ حکم کا اعتبار کر کے جزئیات پر اس حکم کو منطبق کرتا ہے، جن جزئیات میں وہ سبب موجود ہوتا ہے، مثلاً:

ایک اعرابی نے کہا: هلكت يا رسول الله، قال صلى الله عليه وسلم: ما صنعت؟ قال: واقعتُ أهلي في نهار رمضان، قال صلى الله عليه وسلم: اعتق رقبة۔ (کفارہ ادا کر) ......اس میں سائل اعرابی ہے، ماہِ رمضان میں جماع ہوا، دن میں جماع ہوا، اپنی بیوی کے ساتھ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کا حکم دیا، اصل سببِ حکم "کسی بھی مکلّف کا کسی بھی رمضان میں کسی بھی عورت کے ساتھ جماع کرنا" ہے، پس صاحبِ واقعہ کا اعرابی ہونا، اس سال رمضان میں واقعہ کا پیش آنا، اپنی زوجہ کے ساتھ پیش آنا محض اتفاقی چیزیں ہیں، ان کو حکم میں کوئی دخل نہیں اس لیے مجتہد ان اتفاقی قیود کو چھانٹ کر سببِ حکم معین کرتا ہے، اسی کو تنقیحِ مناط کہتے ہیں، اور اب حکمِ شارع موردِ پر منحصر نہیں رہتا بلکہ عموم وتوسع کا متقاضی ہوتا ہے۔

۳-تخریجِ مناط:

شارع نے علتِ حکم کی صراحت نہ کی ہو، تو مجتہد یہ کارِ مشکل انجام دیتا ہے، اور اس حکم کی علت اپنے اجتہاد سے مستنبط کر کے اشتراکِ علت کی صورت میں حکمِ منصوص کو دوسری جزئیات کی طرف منتقل کرتا ہے، مثلاً:

حدیثِ رسول "الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والبر بالبر ، والشعير بالشعير ، والتمر بالتمر ، والملح بالملح مثلا بمثل ، سواء بسواء، يدا بيد ، فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد" — میں اشیائے ستہ کو صراحۃً ربوا حرام میں شامل کیا، مجتہدین نے دیکھا کہ ان میں سے دو ثمن ہیں، بقیہ چار غذائی ہیں، لہٰذا انہوں نے علت ثمنیت و طعم متعین کیا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علت جنس وقدر کو مدارِ حکم قرار دیا، اور چاول کی بعوض چاول مع کمی وبیشی فروختگی حرام قرار دی، ...... تو اس طرح کی علت کی تخریج واستنباط "تخریجِ مناط" ہے۔

آج کے عہد میں اجتہاد:

آج کے عہد میں اس مسئلے کی خاص اہمیت اس لیے ہے کہ مجتہد کامل مفقود ہے، اور مسائل ایسے درپیش ہیں جو عہدِ سلف میں پیش نہیں آئے، تو ایسے علما اس میں اِقدام کریں جو کسی خاص باب میں اپنی وسعتِ علمی، کمال اور تحقیق کی بدولت مناطِ حکم کی تخریج کے اہل ہوں، تا کہ جدید مسائل کا حل ممکن ہو، جس فقیہ کو جس باب میں ملکہ اجتہاد حاصل ہو وہ اس میں اجتہاد کرے۔

مصادرِ شرعیہ اسلامیہ:

۱-**کتاب اللہ:** إن الحکم إلا للّٰہ ! ألا له الخلق والأمر !

۲-**سنت رسول اللہ:** مـا ینطق عن الھوی، إن ھو إلا وحي یوحی! أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرسول! من یطع الرسول فقد أطاع اللّٰہ! ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا ! وأنزلنا إلیك الذکر لتبین للناس ما نزل إلیھم !

۳-**اجماع:** اجماعِ قولی،سکوتی،صحابی،خلفائے راشدین،اختلافِ سابق واجماعِ لاحق۔

۴-**قیاس:** قیاسِ جلی،قیاسِ خفی۔

ان مصادرِ اربعہ کے علاوہ دیگر دلائل جن کو مجتہدین احکامِ شرعیہ کے استنباط کے لیے استعمال کرتے ہیں،مثلاً:(۱)استحسان (۲)استصلاح (۳)استصحاب (۴)عملِ اہلِ مدینہ(۵) قولِ صحابی (۶) براءتِ اصلیہ (۷)اخذ بالأخف(۸)تحری(۹)عرف (۱۰)تعامل (۱۱)عمومِ بلویٰ(۱۲)اخذ باقل ما قیل۔

یہ سب ایسی دلیلیں ہیں جو نہ نص ہیں، نہ اجماع اور نہ قیاس، یہ ادلہ مختلف فیہ تو ہیں، لیکن در حقیقت ان میں سے بعض دلائل ہر عہد کے مسائل کے مطالعہ، تجزیہ اور مشکلات کے حل میں مدد ومعاون ہوسکتے ہیں، ان ادلہ پر علماء کے لیے نگاہ رکھنا ضروری ہے، اس لیے ان میں سے بعض کا مختصراً تعارف پیش خدمت ہے:

(۱)استحسان: لغۃً کسی امر کو "حسن سمجھنا"، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الـذین یستمعون القول فیتبعون أحسنه﴾، ﴿وأمر قومك یأخذوا بأحسنھا﴾ ۔ارشادِ ابن مسعود ہے: "ما رآہ المسلمون حسنًا فھو عند اللّٰہ حسن"۔

اصطلاحاً: [۱] کسی قوی تر وجہ کے پیشِ نظر، کسی مسئلۂ خاص میں اس کے نظائر میں دیئے ہوئے حکم کے خلاف حکم دینا۔

[۲] کسی دلیلِ خاص کتاب یا سنت کی روشنی میں کسی مسئلہ کے حکم میں اس کے نظائر کے حکم سے عدول واستثناء استحسان ہے۔

[۳] دلیلِ کلی کے مقابلے میں مصلحتِ جزئی کا اعتبار کرنا استحسان ہے۔

اور یہ عدول یا استثناء کسی دلیل کی روشنی میں ہوتا ہے، جو کبھی نص ہوتی ہے یا اجماع، کبھی مصلحت، کبھی قوی تر قیاس، قیاسِ ظاہر کے خلاف، کبھی تعامل اور کبھی ضرورت وحاجت۔

تنبیہ: اپنی عقل وفہم یا خواہشِ نفس سے کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اسی کو حکمِ شرع تسلیم کر لینا استحسان نہیں ہے۔

(۲) استصلاح: لغۃً مصلحت مصدر کے معنی میں، یعنی وہ چیز جس میں صلاح قوی موجود ہو۔

اصطلاحاً: وہ نفع جو شارع حکیم کو بندوں کے لیے مقصود ہیں، یعنی حفاظتِ دین، حفاظتِ نفس، حفاظتِ عقل، حفاظتِ نسل، حفاظتِ مال اور اُن اُمور کا دفعیہ جن سے دین، نفس، عقل، نسل اور مال کو نقصان پہنچتا ہو۔

خلاصہ یہ کہ ہر وہ نفع جو ان اصولِ خمسہ مذکورہ سے متعلق ہو وہ "مصلحت/ استصلاح" ہے، چاہے وہ مفید ونافع کے حصول کے ذریعے ہو یا ضرر رساں اشیاء کو دور کر کے ہو۔

تنبیہ: مصلحت کی شناخت وتعیین اپنی عقل سے نہیں بلکہ شریعت کی روشنی میں مصلحت کی توثیق کروائی جائے گی، ورنہ انسان کی عقلِ عیار مفاسد کو مصالح اور مصالح کو مفاسد بنا کر شرع کے پورے ڈھانچے کو توڑ مروڑ کر رکھ دے گی۔

اقسامِ مصالح:

(الف) مصالحِ معتبرہ (مثلاً: مقاصدِ شرعیہ خمسہ کی حفاظت اور اُن پر عمل)۔

(ب) مصالحِ ملغاۃ/غیر معتبرہ (مثلاً: مساواتِ مرد وزن فی المیراث والطلاق کو لغو قرار دیا جانا)۔

(ج) مصالحِ مرسلہ (مثلاً: مصحفِ عثمانی پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا متفق ہو جانا تاکہ حفاظتِ دین میں خلل نہ ہو سکے، یعنی مجتہد پر اس مصلحت کا معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ وہ مصلحتِ شرعی ومقصدِ شرعی کو سامنے رکھ کر کوئی حکم پیش کرے)۔

(۲) استصحاب: لغۃً ساتھ رہنا۔

اصطلاحاً: الحکم بثبوت أمر في الزمان الثاني بناء على أنه كان ثابتا في الزمان الأول– یعنی زمانۂ ماضی میں کسی ثابت شدہ امر کو زمانۂ ثانی میں بھی بطورِ حکم تسلیم کرنا۔ (کسی حکم کا تسلسل جب تک کسی تبدیلی کا ثبوت نہ ہو)۔

(۳) قولِ صحابی: تمام صحابہ باجماعِ امت عادل ہیں، جو علم میں گہرائی وگیرائی، ورع و تقویٰ سے معمور، تفقہ میں ممتاز ترین، نزولِ قرآن کے بلا واسطہ مشاہد، نزولِ آیات کے پس منظر سے مکمل واقفیت، ارشاداتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد سے آشنائیت کے حامل تھے۔

(۴)سدذرائع: ذریعہ بمعنی وسیلہ اور سبب ہے۔ ہر وہ شئے جو کسی دوسری شئے کے حصول کا ذریعہ بنے۔

اصطلاحاً: وہ قول یا عمل جو بذاتِ خود مباح ہے، لیکن وہ کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے، مثلاً: بیع عند أذان الجمعۃ، بیع سلاح فی زمن الفساد۔(ولا تسبوا الذين يدعون إلخ...... وسيلة المقصود تابعة إلخ...... إن الوسيلة أو الذريعة إلخ)

(مقدمہ اسلامی عدالت: ص/۵۴-۱۲۱، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ، ط: قاضی پبلی شرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز نئی دہلی)

﴿۴﴾ اسبابِ نوازل، نوازل میں اجتہاد کا حکم اور اہمیت

بنیادی طور پر اسبابِ نوازل دو ہیں:

(۱)علمی وصنعتی ترقی وپیش قدمی (۲)فسق وفجور

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

"تحدث للناس أقضية بقدر ما أحدثوا من الفجور"

لوگ جس قدر فجور میں مبتلا ہوں گے اس قدر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔

(المنتقى شرح الموطا للباجي: ٦/١٤٠)

نوازل سے متعلق حکمِ اجتہاد اور اس کی اہمیت:

اسلام قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لیے دین ہے، اور اس میں اس کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور یہ حل اسی وقت ممکن ہے جبکہ امت کا ایک طبقہ جو اس کا اہل ہو، نوازل میں اجتہاد کر کے اس کے حکمِ شرعی سے لوگوں کو مطلع کریں، معلوم ہوا کہ نوازل میں اجتہاد واجبِ کفایہ ہے۔

اجتہاد فی النوازل کی اہمیت بنیادی طور پر ان تین باتوں سے عیاں ہوتی ہے:

(۱) اجتہاد فی النوازل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت ہر مکان و زمان کے لیے ہے۔

(۲) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ امت کو اس بات پر متنبہ و بیدار کیا جاتا ہے کہ جن مسائل میں وہ مبتلا ہو رہی ہے، وہ قواعدِ دین اور مقاصدِ شرعیہ کے مخالف ہیں۔

(۳) اجتہاد فی النوازل کے ذریعہ تمام شعبہائے زندگی میں احکامِ شرع پر عمل پیرا ہونے کی کھلی وصریح دعوت دی جاتی ہے وغیرہ۔

﴿۵﴾ نوازل (مسائلِ جدیدہ) کو حل کرنے کا طریقہ

(تصور، تکییف، تطبیق)

نوازل کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر یہ تین باتیں ضروری ہوتی ہیں:

(۱) تصورِ نازلہ (Portry in the mind)

(۲) تکییفِ نازلہ (Conditioning fitting)

(۳) تطبیقِ نازلہ (Adaptation)

تصور: کسی بھی شیٔ پر حکمِ شرعی لگانے کے لیے اس کا صحیح خاکہ ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ تصورِ شیٔ اصل اور اس پر حکمِ شرعی کا لگانا اس کی فرع ہے، اور بدونِ اصل فرع کا تصور نہیں ہوا کرتا۔

تصورِ شیٔ کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں:

(۱) فہمِ نفسِ نازلہ، کہ فی ذاتہ یہ کیا ہے؟

(۲) فہمِ اثراتِ نازلہ، کہ اس سے کون کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

تکییف: سے مراد اصولِ شرعیہ میں سے کسی اصل کی طرف کسی مسئلہ کو پھیرنا۔

تطبیق: سے مراد نازلہ پر حکمِ شرعی کو اتارنا، چسپاں کرنا۔

اب ان تینوں باتوں کو آپ درج ذیل مسئلہ سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، مثلاً مسئلہ بیمہ نازلہ ہے۔

بیمہ کی حقیقت یقین دہانی ہے، کمپنی بیمہ کرانے والے افراد کو بعض خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کراتی ہے، کمپنی بیمہ کے طالب شخص سے ایک متعینہ رقم بالاقساط وصول کرتی رہتی ہے، اور ایک معینہ مدت کے بعد اسے یا اس کے پسماندگان کو حسبِ شرائط واپس کرتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ فی صد کے حساب سے مزید رقم بھی بطور سود دیتی ہے۔ اس کی متعدد قسمیں ہیں، زندگی کا بیمہ (Life insurance)، املاک کا بیمہ (Goods insurance)، ذمہ داری کا بیمہ (Third party insurance)، مستندات کا بیمہ وغیرہ، عقد کی یہ صورت سود وقمار پر مشتمل ہے۔ (یہ ہے تصورِ نازلہ)

اب ہم نے اس عقد کو دلائلِ شرعیہ:

﴿یآ یها الذین آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة واتقوا الله لعلكم تفلحون﴾ (آل عمران ١٣٠)

﴿إن الـذيـن يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطن من المس﴾ (البقرة٢٧٥)

﴿يـآيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدة٩٠)

﴿يمحق الله الربوا ويربي الصدقت﴾ (البقرة٢٧٦)

﴿يآيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ (البقرة٢٧٨)

عـن جـابـر : "لـعـن رسـول الـلّـه صـلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه" (ابوداود: ۱۱۷/۲، صحیح مسلم:۲۷/۲)

کی طرف پھیرا، تو یہ سب دلیلیں سود وقمار کو حرام قرار دیتی ہیں۔ **(یہ ہے تکییف)**

اس لیے بیمہ حرام قرار پایا۔ **(یہ ہے تطبیق)**

سوال: کیا ہر شخص تصورِ نازلہ، تکییف اور تطبیق کے ذریعہ احکامِ شرعیہ معلوم کرسکتا ہے؟

جواب: نہیں ہرگز نہیں! اس کے لیے کچھ ضوابط ہیں:

۱- نئے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوشاں شخص کے لیے، مصادر ودلائلِ احکام سے پوری طرح واقف ہونا، مقاصدِ شرعیہ کا عالم ہونا، علمِ لسانِ عرب کا حامل اور اصولِ فقہ کا عارف ہونا، نیز غور وفکر میں اپنی پوری طاقت صرف کرنا ضروری ہے۔

۲- جس حکمِ شرعی کا استنباط کیا گیا اس کا کسی معتبر دلیلِ شرعی کی طرف منسوب ہونا لابدی ہے، کبھی یہ دلیل نص، اجماع، قیاس تو کبھی استصلاح وغیرہ ہوسکتی ہے۔

لمحۂ فکریہ:

نوجوان مفتیانِ کرام جن کو اللہ رب العزت نے فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق کی دولت سے نوازا، بسا اوقات جدید مسائل کے حل میں ان کے قلمِ افتاء سے نصوصِ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ اور مخالفتِ اجماع جیسی عظیم غلطیاں ہو جاتی ہیں، عامۃً اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں: (۱) تاویل واجتہاد (۲) بعض خارجی موثرات سے متاثر ہونا۔

جیسے بعض لوگوں نے سودی بینکوں کے معاملات کو حلال اور اس میں عمل کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ صریح نصوص کی مخالفت ہے، اور بعض لوگوں نے ٹی وی وغیرہ پر خبریں پڑھنے اور پروگرام پیش کرنے کے لیے عورتوں کی مشارکت کو جائز قرار دیا، حالانکہ یہ مقاصدِ شرعیہ اور قواعدِ کلیہ کے مخالف ہے۔

جب کہ دوسرے بعض خودساختہ مفتیان جو فقہی ملکہ، تصورِ صحیح اور فہمِ دقیق سے محروم ہونے کے باوجود جدید مسائل کے حل میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، اور فقہی ذوق وتحقیق سے عاری، مقاصدِ شرعیہ سے ناواقف، دلائلِ شرعیہ سے تہی دامن اور قرآن وحدیث کا خاطر خواہ علم نہ ہونے کی وجہ سے، اپنے فتوی میں محض عرف ورواج، عمومِ بلویٰ، تعامل اور ضرورت جیسی دلیلوں کو ذکر کر کے بہت سی ناجائز وحرام چیزوں کے حلال وجواز کا فتوی دیتے ہیں، جب کہ انہیں سمجھنا چاہیے کہ عرف ورواج کے بدلنے سے صرف وہی مسائلِ اجتہادیہ بدلتے ہیں، جن کی بناء فقہاء کرام نے اپنے زمانے کے عرف ورواج پر رکھی تھی، اور آج وہ عرف بدل چکا۔

اسی طرح عمومِ بلویٰ کا اعتبار مسائلِ منصوص میں نہیں ہوتا، بلکہ مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے، ورنہ آج غیبت، سودخوری، گانا، موسیقی اور غیر اسلامی تہواروں میں شرکت وغیرہ عام ہو چکا ہے، کیا اس ابتلا کی وجہ سے ان کی حرمتِ منصوصہ ختم ہو جائے گی؟

اسی طرح تعاملِ ناس سے ہر تعامل مراد نہیں، بلکہ وہی تعامل مراد ہے جس پر علمائے عصر نے کوئی نکیر نہ کی ہو۔

اسی طرح ضرورت وہی ہے جس کو شریعت نے ضرورت قرار دیا: "الضرورة بلوغه حداً إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب وهذا يبيح تناول الحرام"۔ ضرورت کی حد یہ ہے کہ آدمی ممنوع چیز کے استعمال نہ کرنے سے ہلاک ہو جائے یا ہلاکت سے قریب ہو جائے۔ (الموسوعة الفقهية: ۲۸/ ۱۹۱)

آج لوگوں کا یہ حال بن چکا ہے کہ ان کی زینتوں نے ضرورتوں کا درجہ لے لیا، تو کیا ہم ان کی وجہ سے ان کو محرماتِ شرعیہ کے استعمال کی رخصت دیں گے؟

اجتہاد و تدیُّن:

ہمارے دور کے مفتیانِ کرام کے لیے مسائلِ جدیدہ حل کرنے کے لیے دو چیزیں درکار ہیں:

(۱) اجتہاد: اجتہاد سے مراد ہے فقہاء کے اقوال و واقعات پر صحیح طور پر منطبق کرنا آتا ہو، اور یہ اجتہاد ختم نہیں ہوا، بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔

(۲) تدین: اس سے مراد ہے اغراض کا تابع نہ ہو، کہ کھینچ تان کر ناجائز کو حدِ جواز میں لائے۔

﴿٦﴾ مسائلِ جدیدہ اور علمائے ہند کی خدمات

علماء کی جانفشانی وجانشینی:

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا﴾ اسلام اپنی مکمل صورت میں سید الکونین کے ذریعہ روئے زمین پر آیا، اور دنیا میں پھیلی جہالت وتاریکی کو دور کیا، اپنی نور کی کرنوں سے سارے جہاں کو منور کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ خاتم النبیین ہیں، آپ پر جو ذمہ داری تھی وہ قدرتی طور پر آپ کی امت پر آپڑی، جس کی تعبیر بقول امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ یوں ہے: "قام أبوبكر يوم الرّدة مقام الأنبياء" کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد کے وقت انبیاء کی جانشینی فرمارہے تھے۔

چناں چہ ہندوستان میں اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مسعود ہی میں آچکا تھا، پھر محمد ابن القاسم کے ذریعے باقاعدہ سندھ میں حکومت قائم ہوئی، اور تیسری صدی میں محمود غزنوی کے ذریعے باقاعدہ وسیع اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی گئی، امت محمدیہ اور اس کے اکابر نے اس فرض کو محسوس کیا، اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غفلت نہیں برتی، اور ان شاء اللہ تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کہ وہ احکام شرعیہ کی راہنمائی فرماتے رہیں گے۔ ان اکابر علماء کی علمی بصیرت اور دقت نظر معترف ومسلم ہے، حالات وزمانہ پر گہری نظر رکھتے تھے، اور وسیع النظری کے ساتھ مسائل میں غور وفکر کیا کرتے تھے، کیوں کہ احکام شرعیہ میں جمود کا مزاج نہیں ہونا چاہیے۔

علمائے ہند نے علوم اسلامیہ پر بے مثال خدمات انجام دیں، جس کو "الثقافة الإسلامية في الهند" میں حضرت مولانا عبدالحی حسنی رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، تفسیر، حدیث، نحو، صرف، ادب، منطق، فلسفہ، علم کلام اور تاریخ وغیرہ تمام علوم میں بے شمار تصنیفات وتالیفات چھوڑیں، البتہ فقہ اور اصولِ فقہ پر خاص کام کیا ہے، خصوصاً فقہ حنفی پر۔

آج ایک طرف جدید، بے لگام تمدنی ترقی نے نت نئے مسائل کا طوفان لا کھڑا کر دیا ہے اور بقول خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ: "كلما زاد الفجور كثرت المسائل" کہ جس قدر فسق وفجور میں اضافہ ہوگا مسائل بھی اسی قدر بڑھتے جائیں گے۔ مثلاً: ٹیسٹ بے بی ٹیوب، انسانی دودھ اور منی بینک، تبدیلی جنس بذریعہ سرجری، جینیٹک اور کلوننگ کے مسائل، نیز دنیا کے سیاسی، معاشی اور اجتماعی نظام روزمرہ کی تبدیلیوں اور خصوصاً بینکنگ ومیڈیکل سائنس کی دنیا میں غیر معمولی انقلاب نے سینکڑوں ایسے مسائل پیدا کر دیئے جن کا اب سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس طرح کے پیچیدہ تمدنی اور صنعتی انقلاب کے بعد جدید مسائل بکثرت پیش آنے لگے، تو انہیں صحیح طور پر سمجھنے اور ان کے حل کے لیے انفرادی کوششوں کے بجائے اجتماعی بحث وتحقیق کا نظام زیادہ بہتر، اور اجتماعی طریقۂ استنباط زیادہ محفوظ اور مامون صورت، اور غلط رائے دہی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، سلف صالحین نے جہاں انفرادی کوششیں کی ہیں، وہیں اجتماعی طریقۂ کار بھی اختیار کیا ہے، کیوں کہ اجتماعی صلاحیت اور کوششوں کے ذریعہ انفرادی کوتاہیوں کی تلافی ہو جاتی ہے، چنانچہ عہد صحابہ میں حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا،...... ویسے اس بات کا احساس عالمی طور پر لوگوں کو ہے، اور جدید مسائل کے بارے میں اب تو پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری آچکی ہے، عالم اسلام میں مختلف اہلِ علم نے جن کو اللہ تعالیٰ نے دلِ دردمند اور فکر ارجمند سے نوازا ہے، فقہی مجامع یعنی فقہی اکیڈمیاں قائم کیے ہیں، مثلاً:

١ – "مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر – مصر"

٢ – "المجمع الفقه الإسلامي لرابطة العالم الإسلامي – بمكة المكرمة"
(اسلامی فقہ اکیڈمی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ)

٣ – "مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي"
(اسلامی فقہ اکیڈمی ماتحت تنظیم اسلامی کانفرنس)

٤ – "مجمع الفقه الإسلامي بجدة" (اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ)

٥ – "مجمع الفقه الإسلامي بالسودان" (اسلامی فقہ اکیڈمی سوڈان)

٦ – "هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية"

٧ – "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية بالمملكة العربية السعودية"

٨ – "رابطة علماء المغرب برباط"

٩ – "قطاع الإفتاء والبحوث الشرعية بالكويت"

١٠ – "المجلس الأوربي للإفتاء والبحوث بدبلن (إيرلندا)"
("یوروپی کونسل برائے افتاء وتحقیق" بقول مولانا بدرالحسن قاسمی: گوکہ اس کی عمر

ابھی تھوڑی اوراس کے جاری کردہ فتووں کی تعداد بھی کم ہے،لیکن بڑی نزاکت لیے ہوئے ہیں اور بعض فتووں سے اتفاق کرنا بھی مشکل ہے۔)

١١- "مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا"

١٢- "مجمع الفقه الإسلامي بالهند" (اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

یہ تو وہ اکیڈمیاں ہیں جو عمومی طور پر فقہ سے متعلق پیش آنے والے اکثر مسائل سے بحث کرتی ہیں، مگر بعض وہ بھی ہیں جو مخصوص مسائل پر بحث کرتی ہیں، جیسے:

١ - "الهيئة الشرعية بشركة الراجحي المصرفية للاستثمار"

(یہ مالیات پر نوازل کے بارے میں خدمت انجام دینے والا ادارہ ہے۔)

٢ - "الهيئة الشرعية العالمية للزكاة بالكويت" (زکوۃ سے متعلق مسائلِ جدیدہ پر بحث کرنے والا ادارہ)

٣ - "معهد خادم الحرمين الشريفين لأبحاث الحج" (یہ ادارہ نوازلِ حج پر بحث کرتا ہے)

٤ - "المنظمة الإسلامية للعلوم الطبية بالكويت" (اسلامی تنظیم برائے طبی علوم)

٥- "مجلس تحقیقات شرعیہ" (دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی، الہند) وغیرہ۔

٦- "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" (کراچی، پاکستان)

٧- "مجلس دعوت وتحقیق اسلامی" (بنوریہ ٹاؤن، پاکستان)

اور انفرادی طور پر بھی بے شمار کام ہورہا ہے، عالم اسلام کی یونیورسٹیاں جدید مسائل پر PHD کروارہی ہیں، مگران تمام کاموں میں علمائے ہند کا امتیاز اس معنی کرہے

کہ عام طور پر تقلید کے باب میں عالم عرب وغیرہ ڈھیلے اور کمزور ہیں، جب کہ علماء ہند تقلیدی اصول کو پیش نظر رکھ کر بڑی پختگی وعمدگی کے ساتھ کام کررہے ہیں، برصغیر میں جدید مسائل پر ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کام کیا ہے، مگر سب سے زیادہ اور معتدل کام علمائے دیوبند نے کیا ہے، برصغیر میں سواد اعظم فقہ حنفی کا پیروکار ہے، جب کہ سعودی عرب کی تعلیم گاہوں اور عدالتوں میں فقہ حنبلی کو فوقیت حاصل ہے، شام، عراق اور مصر وغیرہ میں فقہ شافعی ، مالکی اور حنفی قدم بہ قدم ہیں، اور تیونس، الجزائر، مراکش اور موریتانیہ میں اکثریت فقہ مالکی پر عمل کرنے والوں کی ہے، لیکن ضرورت پڑنے پر ایک مسلک کے ماننے والوں کا دوسرے مسلک کے کسی جزئیہ پر عمل کرنے کی گنجائش اکابر اہل علم نے تسلیم کی ہے، اور سب سے اچھی اور زندہ مثال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی "الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة " ہے، جس میں آپ نے ضرورت کی بنا پر مسئلہ کی مکمل تحقیق و تنقیح کرنے کے بعد فقہ مالکی پر عمل کو اختیار فرمایا ہے۔

"اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا" کے قیام کا مقصد قاضی صاحب کی زبانی:

کوئی بھی فقہ یا قانون اپنی حرکت سے ہی زندہ رہتا ہے، زندگی کی حرارت اور حرکت کسی بھی زندہ قانون میں نمایاں ہوتی ہے، بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قانون کی تطبیق بہت نازک اور ذمہ داری کا کام ہے، قانون میں حرکت اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگی اصول اور قواعد کلیہ اور تعبیر قانون کے مسلمہ ضوابط کی بنیاد پر ہی برقرار رہ سکتی ہے، فقہ اسلامی کی پائداری اور حالات اور زمانے کی تبدیلیوں کے باوجود انسانی زندگی میں انضباط پیدا کرنے اور صحیح رہنمائی دینے کی بھرپور صلاحیت دراصل ان اصولی احکام کی

رہین منت ہے جنہیں فقہاء نے کتاب وسنت سے مستنبط کیا ہے اور ہر عہد میں اس عہد کے حالات کو سامنے رکھ کر احکام فقہیہ کی تطبیق کا نازک فریضہ انجام دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا جب ایسی جامع شخصیتیں موجود تھیں جو کتاب وسنت، فقہاء کے اجتماعی اقوال، قیاس کے اصولوں اور استنباط کے طریقوں پر حاوی تھیں، شرع کے عمومی مصالح اور تشریع کے اغراض ومقاصد پر ان کی نگاہ تھی اور وہ زمانہ شناس بھی تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے عہد میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال اور ورع وتقویٰ کے ساتھ مقاصد شرع اور قوانین دین پر مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اپنے وقت کی مشکلات کا حل نکالا، ان اصحاب افتاء بزرگوں کا فتویٰ رائج سکّے کی طرح مسلم معاشرے میں قبول عام اختیار کرتا رہا۔

موجودہ حالات یہ ہیں کہ معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے افق پیدا کیے، دنیا ایک چھوٹی سی بستی بن گئی، معاشی اور اقتصادی امور میں نئی ترقیات نے نئے مسائل کھڑے کیے، جو لوگ اسلام پر چلنا چاہتے ہیں اور شریعت کو اپنی معاشرت، تجارت اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سیکڑوں سوالات پیدا ہو رہے ہیں جن کے بارے میں وہ علماء واصحاب افتاء کی طرف رجوع کرتے ہیں اور رہنمائی کے طالب ہیں۔ دوسری طرف ایسی جامع شخصیتوں کا فقدان ہوگیا جو علم وتحقیق کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کرسکیں اور جن کا تنہا فتویٰ بھی مسلم معاشرے میں قابل قبول ہو۔

اس لیے ضرورت تھی کہ اجتماعی فکر کی بنیاد ڈالی جائے اور علماء واصحاب دانش باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعہ ان مسائل کا ایسا حل نکالیں جو اصول شرع سے ہم آہنگ ہو

اور فکری شذوذ سے پاک ہو۔

یہی وہ مقصد تھا جس کے لیے ”مجمع الفقہ الاسلامی الہند“ کی تشکیل عمل میں آئی جس میں علماء اور فقہاء کے علاوہ ارباب علم و دانش، میڈیکل سائنس، معاشیات، سماجیات اور نفسیات کے ماہرین کو بھی شریک کیا گیا ہے، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس علمی اور تحقیقی عمل کی آواز بازگشت ہندوستان سے باہر بھی سنی جانے لگی ہے۔

نوٹ: اس مقالہ میں جدید مسائل پر کام کرنے والوں کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ہماری معلومات کے مطابق جن کی کتابیں ہمارے پاس دستیاب ہیں وہ مذکور ہیں۔

برصغیر میں جدید مسائل پر کام کرنے والے علمائے دیوبند:

برصغیر میں...... ہر دور میں علماء، اصحاب بصیرت فقہاء اور زمانہ کے نبض شناس مفتیان کرام پیدا ہوتے رہے ہیں، اور انہوں نے بہت ہی بلند پایہ علمی خدمات سرانجام دی ہے، فتاویٰ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، اور فتاویٰ تاتارخانیہ جیسی کتابیں اس کی روشن مثال ہیں، ہندوستان میں گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے فقہ و فتاویٰ کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر علماء دیوبند کو چُن لیا ہے، مثلاً......:

۱۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

(امداد الفتاویٰ، الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ، بوادر النوادر،......وغیرہ)

۲۔ حضرت مولانا مفتی نظام الدین رحمہ اللہ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ)

۳۔ حضرت مولانا ابو المحاسن سجاد رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ، کتاب الفسخ والتفریق)

۴۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔ (جواہر الفقہ، آلاتِ جدیدہ

کے شرعی احکام)

۵- قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ

(فتاویٰ قاضی، جدید فقہی تحقیقات، جدید فقہی مباحث، کلوننگ، اہم فقہی فیصلے، سہ ماہی رسالہ ''بحث ونظر'' جس میں مختلف جدید مسائل پر حضرت قاضی صاحب نے قلم اٹھایا، جدید تجارتی شکلیں، عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل،......وغیرہ)

۶- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ۔ (فتاوی دار العلوم)

۷- حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ۔ (فتاوی محمودیہ)

۸- حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ۔ (فتاوی رحیمیہ)

۹- مولانا محمد تقی امینی رحمہ اللہ۔ (اسلام اور جدید دور کے مسائل)

۱۰- مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ۔ (احکام تجارت اور لین دین کے مسائل، غیر مقلد مکتبہ فکر)

۱۱- حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، شہاب مبین لرجم الشیاطین/ رجم کی شرعی حیثیت، اسلام کا قانون زکوۃ وعشر اور نظام مالیات پر شبہات کا جواب)

۱۲- شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ۔ (فتاوی شیخ الاسلام)

۱۳- حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی۔ (مسائل سود مدلل)

۱۴- بحر العلوم حضرت مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی رحمہ اللہ۔ (حلال وحرام کے احکام المعروف بہ عطر ہدایہ)

۱۵- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔ (فتاویٰ حقانیہ)

۱۶- فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد پاکستانی رحمہ اللہ۔ (احسن الفتاویٰ)

۱۷- حضرت مولانا مفتی محمود صاحب۔ (فتاوی مفتی محمود)

۱۸- حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔ (امداد الاحکام)

۱۹- حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ۔ (امداد الاحکام)

۲۰- حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ۔ (خیر الفتاویٰ)

۲۱- حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ

(نوادر الفقہ، ضابط المفطّر ات فی مجال التد اوی، عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت)

۲۲- شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔

(فقہ البیوع، فقہی مقالات، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، انعام الباری شرح بخاری، اسلام اور جدید معاشی مسائل، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ عربی، احکام الذبائح، سود پر تاریخی فیصلہ، وغیرہ)

۲۳- ڈاکٹر مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی مدظلہ۔ (اسلامی قانون اور تصور ملکیت)

۲۴- حکیم محمود احمد ظفر۔ (اسلام اور ملکیت زمین، اسلام کا نظام زکوۃ)

۲۵- حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ۔ (جدید فقہی مسائل، نوازل فقہیہ معاصرہ عربی)

۲۶- مولانا عمران اشرف عثمانی۔ (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں)

۲۷- مولانا زبیر اشرف عثمانی۔ (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ)

۲۸- مولانا اعجاز صمدانی۔ (تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، مالی معاملات پر غرر کے

اثرات، غرر کی صورتیں، تجارتی کمپنیوں کالائحہ عمل شریعت کے دائرہ میں)

۲۹- مولانا مفتی ذاکرحسن نعمانی۔ (اسلامی معیشت ”معیشت کے بے شمار پیچیدہ مسائل کا حل“)

۳۰- مولانا برہان الدین سنبھلی۔ (موجودہ زمانہ کے مسائل کا حل)

۳۱- مولانا بدرالحسن قاسمی۔ (عصر حاضر کے فقہی مسائل)

۳۲- مولانا حشمت اللہ۔ (جدید معاملاتی مسائل)

۳۳- مفتی شبیر صاحب قاسمی۔ (ایضاح النوادر، ایضاح المسائل، انوار رحمت)

۳۴- مفتی محمد جعفر ملی رحمانی/مولانا حذیفہ وستانوی۔ (محقق ومدلل جدید مسائل)

۳۵- ڈاکٹر حافظ عبدالرحیم۔ (مضاربت سود کا اہم متبادل)

۳۶- مولانا عبیداللہ اسعدی۔ (الربا/سود کیا ہے؟ تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات)

۳۷- مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری۔ (فضیلت مسواک اور حقیقت ٹوتھ پیسٹ)

۳۸- مولانا موسی کرماڈی، لندن۔ (عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل اور ان کا حل)

۳۹- مولانا محمد عمر عابدین قاسمی۔ (حقوق اور ان کی خرید وفروخت)

۴۰- مولانا محمد اسامہ۔ (کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام)

۴۱- مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب۔ (خواتین کے لیے جدید مسائل، ڈیجیٹل تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام مع گانا بجانا قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۴۲- مفتی ثناء اللہ محمود۔ (خواتین کے بناؤ سنگھار اور لباس کے شرعی احکام)

۴۳- مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی۔ (خواتین کے دینی مسائل)

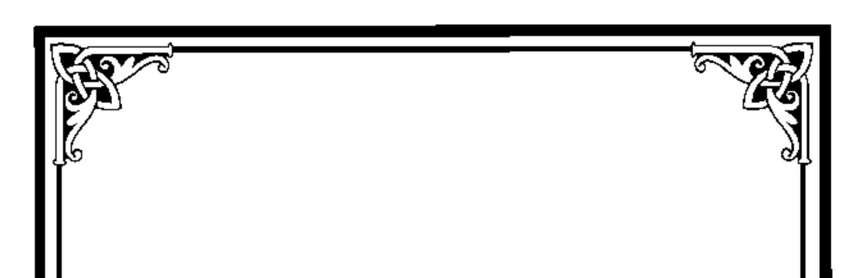
۴۴- علامہ غلام رسول سعیدی۔ (شرح اردو صحیح مسلم، بریلوی مکتبہ فکر)

۴۵۔ مفتی محمد انعام الحق قاسمی۔

(نماز، حج، زکوۃ، قربانی، تراویح، اعتکاف، عیدین، عقیقہ، غسل، میت، سفر اور تجارت وغیرہ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

۴۶۔ مفتی شبیر صاحب (فتاویٰ قاسمیہ)

۴۷۔ مفتی سلمان منصور پوری صاحب (کتاب النوازل)..........وغیرہ



كتاب الطهارة




﴿فرائض وضو کا بیان﴾

رقم المتن - ١

فَفَرْضُ الطَّهَارَةِ غَسْلُ الْأَعْضَاءِ الثَّلٰـثَةِ وَمَسْحُ الرَّأْسِ.

ترجمہ: وضو میں اعضائے ثلاثہ کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں وضو کے فرائض کا ذکر ہے۔ فرائضِ وضو میں تین اعضاء مغسول ہیں: (الف) چہرہ (ب) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت (ج) دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھونا، اور ایک عضو ممسوح ہے، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرنا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١)

مصنوعی اعضاء (Foboluos organ) کا حکم وضو میں

سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے اعضاء ہاتھ پاؤں دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کئے جاسکتے، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کئے جاسکتے ہیں۔ تو اول کا حکم عضو اصلی کی طرح ہوگا یعنی ان کا وضو وغسل میں دھونا فرض ہوگا، اور ثانی کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہے، یعنی انہیں وضو

وغسل میں دھونے کا حکم نہیں ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (۲)

نقلی چوٹی (Wig) کا حکم وضو میں

وہ وگ (Wig) جو آپریشن وغیرہ کے ذریعہ سر پر اس طرح فٹ کردی جائے کہ وہ سر سے جدا نہ ہو سکے، اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، وضو کرتے وقت اس پر مسح کرلینا کافی ہے(۲)۔ اور وگ کی دوسری قسم جسے بآسانی لگایا اور اتارا جاسکتا ہو، وہ ٹوپی کے حکم میں ہے، وضو میں اس کو اتار کر سر کا مسح کرنا ضروری ہے(۳)۔

---

(۱) عن عرفجة بن أسعد قال: أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذتُ أنفا من ورق فانتن علي، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن اتخذ أنفا من ذهب.

(السنن للترمذي: ۱/۳۰٦، باب ماجاء في شد الأسنان بالذهب)

وكذ الإناء المضبب بذهب أو فضة قال الشامي: أي الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال باب مضبب أي مشدود بالضباب وهي الحديدة العريضة التي يضبب بها، وضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ۹/٤۹٦، محقق ومدلل جديد مسائل ۱/۱۱٤، جديد فقهى مسائل: ۱/۸۸)

(۲) والصرام والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الغسل، وقيل كل ذلك يجزئهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳، كتاب الطهارة)

(۳) عن جابر بن عبد الله أنه سئل عن العمامة فقال لا حتى يمس الشعر الماء، قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول أبي حنيفة. (موطا إمام محمد: ص ۷۰، باب المسح على العمامة والخمار)

ولا يجوز المسح على العمامة ولا القلنسوة لأنهما يمنعان إصالة الماء الشعر.

(بدائع الصنائع: ۱/۱۰۸، الهداية: ۱/٦۱، الفتاوى الهندية: ۱/٦، فتاوى قاسميه: ۲۳/٦۲۳)

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول سمجھ لینا چاہیے کہ جو شئ کسی اصل شئ کے ساتھ متصل باتصالِ قرار کا درجہ اختیار کرلے، تو حکم میں وہ شئ متصل، اصل شئ میں داخل ہوتی ہے، یعنی اس متصل شئ کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو اصلِ شئ کا ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے زمین فروخت کی تو اس زمین میں لگے ہوئے درخت بھی بیع میں داخل ہو جائیں گے، اگر چہ بیع میں ان کے فروخت کرنے کی صراحت نہ کی گئی ہو؛ کیوں کہ درخت کو زمین کے ساتھ اتصالِ قرار حاصل ہے(۱)۔

اور اگر یہ متصل شئ کو اصل شئ کے ساتھ اتصالِ قرار کا درجہ حاصل نہ ہو، تو یہ متصل شئ حکم میں اصل شئ میں داخل نہیں ہوگی، یعنی اس متصل شئ کا وہ حکم نہیں ہوگا جو اس اصل شئ کا ہوتا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کھیتی کی زمین فروخت کی تو بیع میں کاشت یعنی کھیتی داخل نہیں ہوگی؛ کیوں کہ کھیتی کو زمین کے ساتھ اتصال تو حاصل ہے لیکن اتصالِ قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے(۲)۔

پس معلوم ہوا کہ اگر سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے اعضاء اور نقلی چوٹی بدنِ انسانی کے ساتھ متصل باتصالِ قرار کا درجہ رکھتے ہوں گے، تو ان کا حکم عضوِ اصلی کی طرح ہوگا، اور ان کا وضو و غسل میں دھونا فرض ہوگا، اگر جوائنٹ (Joint)

---

(۱) و من باع أرضا دخل ما فيها من النخل و الشجر في البيع و إن لم يسمه. (المختصر القدوري:ص٧٣)

(۲) و لا يدخل الزرع في بيع الأرض إلا بالتسمية. (المختصر القدوري:ص٧٣، كتاب البيوع)

التابع تابع لا يفرد بالحكم. (قواعد الفقه:ص٦٧)

کئے جانے والے اعضاء کو اتصال قرار کا درجہ حاصل نہ ہو، تو ان کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہوگا، یعنی ان کا وضو و غسل میں دھونا کافی نہیں ہوگا؛ بل کہ ان کو نکال کر ان کے نیچے بدنِ اصلی کا دھونا ضروری ہوگا۔

رقم المسئلة (۳)

ووٹر (Voter) کی انگشت پر روشنائی مانع وضو ہے یا نہیں؟

الیکشن (Election) کے موقع پر جو رنگ لگایا جاتا ہے وہ تیز اثر روشنائی کے حکم میں ہے، اسے ذی جرم (جسم والا) کے درجہ میں قرار نہیں دیا جائے گا، اس لیے اس کا وضو پر کوئی اثر نہیں ہوگا، اور اس کے ہوتے ہوئے وضو درست ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

وضو کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) اعضائے وضو کو پاک پانی سے دھونا کہ بال کے برابر بھی خشک نہ رہے۔

(ب) منافیٔ وضو کا نہ ہونا جیسے حیض، نفاس، حدث۔

(ج) بدن پر ایسی چیز کا نہ ہونا جو چمڑی تک پانی کے پہنچنے کو روک دے جیسے موم، چربی وغیرہ(۲)۔

---

(۱) و لا يمنع ما على ظفر صباغ، و لا طعام بين أسنانه، أو في سنه المجوف به يفتى.
(الدر المختار: ۱/۲۸۹، كتاب الطهارة، مطلب في أبحاث الغسل)
و لا يضر بقاء أثر كلون و ريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون و نحوه.
(الدر المختار: ۱/۵۳۷، باب الأنجاس، فتاوی قاسمیه: ۵/۶۸، المسائل المهمه: ۶/۴۲)

(۲) شرط صحته ثلاثة، عموم البشرة بالماء الطهور، و إنقطاع ما ينافيه من حيض و نفاس و حدث، وزوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم. (نورالإيضاح: ص ۳۳، فصل في الوضوء)

صحت وضو کی شروطِ ثلاثہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر جسم والی شئ بدن پر لگ جائے جو پانی کو بدن تک پہنچنے کے لیے مانع ہو، جیسے موم، چربی وغیرہ، تو وضو نہیں ہوگا۔ اور اگر بدن پر ایسی شئ لگ جائے جس کا کوئی جسم نہ ہو بل کہ صرف اس کا رنگ یا بو ہو، اور اس کو زائل کرنا دشوار ہو تو اس کی موجودگی میں وضو صحیح ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اولاً: اس کا کوئی جسم نہیں ہے کہ وہ جسم تک پانی کو پہنچنے میں مانع ہو۔ ثانیاً: اس کا زائل کرنا باعثِ حرج ہے اور شریعت نے حرج کو دور کر دیا ہے(۱)، اور رووٹنگ کی روشنائی بھی تہہ دار اور جسم والی نہیں ہوتی ہے کہ وہ مانعِ وضو ہو، اور وہ اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس کو دور کرنا بھی باعثِ حرج ہوتا ہے، اس لیے اعضائے وضو پر اس کی موجودگی وضو کے صحیح ہونے کے لیے مضر نہیں ہے۔

رقم المسئلة (٤)

اعضائے وضو پر پینٹ (Paint)، ناخن پالش (Nail Polish) لگا ہونے کی حالت میں وضو کا حکم

پینٹ اور ناخن پالش کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو کے صحیح ہونے

---

(۱) فما كان منها مرئيا، فطهارتها بزوال عينها، لأن النجاسة حلّت المحل باعتبار العين فتزول بزواله إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالته، لأن الحرج مدفوع، و هذا يشير أنه لا يشترط الغسل بعد زوال العين.
(الهداية: ١/٧٧، باب الأنجاس)

وفي الجامع الصغير سئل أبو القاسم عن وافر الظفر الذي يبقى في أظفاره الدرن، أو الذي يعمل عمل الطين، أو المرأة التي صبغت إصبعها بالحناء أو الصرام أو الصباغ قال كل ذلك سواء يجزيهم وضوءهم، إذ لا يستطاع الإمتناع عنه إلا بحرج، والفتوى على الجواز من غير فصل. (الفتاوى الهندية: ١/٤)

کے لیے ان کا اعضائے وضو سے ختم کرنا لازم ہے، اگر ان کے جسم کو ختم نہیں کیا گیا، صرف پانی بہادیا گیا تو وضو صحیح نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ مسئلہ کا انطباق بے غبار ہو جائے۔ بدن پر لگی ہوئی ہر وہ چیز جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو اس کا چھڑانا وضو وغسل میں ضروری ہے؛ بشرطیکہ اس کو چھڑانے میں کوئی حرج نہ ہو۔ مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایسی جسم والی شئ جو چمڑی تک پانی کے پہنچنے کو روک دے، صحتِ وضو کے لیے اس کا ختم کرنا لازم ہے۔ پینٹ اور ناخن پالش بھی جسم والے ہوتے ہیں اور ان کو ختم کرنا ممکن ہے، اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، اس لیے اس کا ختم کرنا صحتِ وضو کے لیے ضروری ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (٥)

پاؤں کی پھٹن میں واسلین (Vaseline) لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو کا حکم

اگر پاؤں کی وہ پھٹن جس میں واسلین بھری ہوتی ہے، اتنی گہری ہے کہ اس کے

---

(۱) وشرط صحته ثلاثة ...... وزوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم.

(نور الإيضاح: ص٣٣، فصل في الوضوء)

ولو كان جلد سمك أو خبز ممضوغ قد جف فتوضأ و لم يصل الماء إلى ما تحته لم يجز، لأن التحرز عنه ممكن. (الفتاوى التاتارخانية: ٢٠٧/١، نوع في بيان فرائضه، كتاب النوازل: ٩٥/٣)

(٢) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ٣٠١/٦)

اندر پانی کا پہنچانا تکلیف اور ضرر کا باعث ہو، تو اوپر سے پانی بہالینا کافی ہوگا، اس کو نکالنے کی ضرورت نہیں (۱)۔ اور اگر اندر پانی پہنچنے سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، تو موم لگے رہنے سے وضو اور غسل درست نہیں ہوں گے؛ بل کہ حتی الامکان موم کو نکال کر پانی بہانا ضروری ہے (۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ جسم کا ہر وہ حصہ جس پر بلا مشقت پانی پہنچانا ممکن ہے، اس کا دھونا فرض ہے، اور جہاں حرج ومشقت ہو وہاں دھونا اور پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔ پس مذکورہ ضابطے کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر پاؤں کی پھٹن میں لگی ہوئی واسلین، دوا وغیرہ کو نکالنا باعثِ ضرر ہو تو اس کا دھونا وضو وغسل میں ضروری نہیں ہوگا، اور اگر پھٹن سے دوا، واسلین وغیرہ کا نکالنا اور پھٹن میں پانی پہنچانا بغیر ضرر وحرج کے ممکن ہو

---

(۱) و لو ضرّه غسل شقوق رجليه جاز إمرار الماء على الدواء الذي وضعه فيها.

(نورالإيضاح: ۳۳، فصل في تمام أحكام الوضوء)

وإن كان يضره يجوز إذا أمر الماء على ظاهر ذلك. (كبيرى:ص۴۹، فصل في فرائض الغسل)

(۲) و إذا كان برجله شقاق فجعل فيها الشحم وغسل الرجل، و لم يصل الماء إلى ما تحته ينظر إن كان يضر إيصال الماء إلى ما تحته يجوز، و إن كان لا يضره لا يجوز.

(الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۰۷)

و إذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم أو المرهم إن كان لا يضره إيصال الماء لا يجوز غسله ووضوئه. (كبيرى:ص۴۹، فصل في فرائض الغسل)

المشقة تجلب التيسير. (قواعد الفقه: ص۱۲۲، كتاب النوازل: ۳/۹۳)

تو وضو وغسل میں اس پھٹن کی جگہ کا دھونا فرض ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (٦)

لپ اسٹک (Lipstick) کا حکم وضو میں

لپ اسٹک اگر تہہ دار ہے تو وہ کھال تک پانی کے پہنچنے سے مانع ہے، اس لیے اس کو لگا کر وضو درست نہیں ہوگا(۲)، اور اگر تہہ دار نہیں ہے محض رنگ ہے تو وہ وضو کے صحیح ہونے کے لیے مانع نہیں ہے(۳)۔

طريقة الإنطباق

وضو کے صحیح ہونے کے لیے تین شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعضائے وضو پر ایسی چیز نہ ہو جو کھال تک پانی کے پہنچنے کو روک دے؛ لہٰذا یہ شرط تہہ دار لپ اسٹک میں نہیں پائی گئی کیوں کہ تہہ دار لپ اسٹک ہونٹوں کے ظاہری حصے پر (جن کا دھونا فرض ہے) پانی کو پہنچنے سے مانع ہے، اس لیے اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو صحیح نہیں

---

(۱) ويجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة، كأذن و سرّة و شارب و حاجب، ولايجب غسل ما فيه حرج كعين، قال الشامي وجه السقوط أن علة عدم وجوب غسلها الحرج.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۲۸۵، مطلب في أبحاث الغسل)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية:٥/۱۰۷)

(۲) وشرط صحته ثلثة و زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد كشمع و شحم.

(نور الإيضاح:ص۳۲، فصل في الوضوء)

(۳) أو المرأة التي صبغت بإصبعها الحناء أو الصرام أو الصباغ، قال كل ذلك سواء يجزيهم وضوئهم إذ لا يستطاع الإمتناع عنه إلا بحرج. (الفتاوى الهندية:۱/٤، كتاب النوازل: ۳/۱۰۰)

ہوگا(۱)۔ اور اگر لپ اسٹک تہہ دار نہیں ہے محض اس کا رنگ ہونٹوں پر لگا ہے تو چوں کہ وہ پانی کے پہنچنے کو مانع نہیں ہے اس لیے وجودِ شرط کی وجہ سے وضو اس صورت میں ہو جائے گا(۲)۔

رقم المسئلة (۷)

کونٹیکٹ لینس (Contact lens) کے ساتھ وضو کا حکم

آج کل چشمہ کی بجائے کونٹیکٹ لینس کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے، یہ پلاسٹک کی گول شکل میں ہوتا ہے جو آنکھ کے گول کالے حصے کو ڈھانپ لیتا ہے، اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں وضو و غسل پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وضو و غسل درست ہو جائے گا(۳)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک بات جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ جو چیز موجبِ حرج ہو، شرعاً اس کو ختم کر دیا جاتا ہے(۴)، کونٹیکٹ لینس کے ساتھ وضو کے صحیح ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آنکھوں کے اندرونی حصے کا وضو و غسل میں دھونا باعثِ حرج ہونے کی وجہ سے وضو و غسل میں دھونا فرض ہی نہیں ہے، اور یہ لینس بھی آنکھوں کے اندر

---

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٦٢٣/٢)

(۲) شرط الشيء يسبقه. (موسوعة القواعد الفقهية: ٧٦/٦)

(۳) لا غسل باطن العينين قال الشامي لأنه شحم يضره الماء الحار والبارد.

(الدر المختار مع رد المحتار: ٢١١/١، كتاب الطهارة)

و إيصال الماء إلى داخل العينين ليس بواجب و لا سنة.

(الفتاوى الهندية: ٤/١، بدائع و الصنائع: ٢٦٧/١، المسائل المهمة: ٦٣/٥)

(٤) الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ١٠٧/٥)

ہی لگایا جاتا ہے، اس لیے یہ لینس صحتِ وضو کے لیے مانع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جب اصل عین کا دھونا ساقط ہوگیا تو اس میں لگائی ہوئی لینس کا بھی دھونا ساقط ہو جائے گا(۱)۔

رقم المسئلة (٨)

لیپی ہوئی مہندی (Applied Henna) پر مسح

اگر مہندی اس طرح لیپی گئی کہ بالوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی اوپر سے کھلا ہوا نہیں رہا، اور مہندی اتنی تہہ دار ہو کہ اوپر کی تری کا اثر بالوں تک نہ پہنچ پائے، تو ایسی لیپی ہوئی تہہ دار مہندی کے اوپر سے مسح کرنا درست نہیں ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

مسح کے شرعی معنی ہیں "إصابة اليد المبتلة العضو" تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا۔ معلوم ہوا کہ مسح کے صحیح ہونے کے لیے ہاتھ کی تری کا عضو تک پہنچنا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر مہندی تہہ دار ہے اور سوکھ گئی جس کی وجہ سے ہاتھ کی تری بالوں تک نہیں پہنچ پا رہی ہے تو مسح درست نہیں ہوگا، اور اگر مہندی ہلکی لگی ہو جو ہاتھ کی تری کو بالوں تک پہنچنے میں مانع نہ ہو تو مسح درست ہو جائے گا(۳)۔

---

(١) إذا سقط الأصل سقط الفرع. (قواعد الفقه للبركتي:ص٥٧)

(٢) و لا يمنع الطهارة و نيم و حناء و لو جرمه به يفتى صرح به في المنية عن الذخيرة في مسئلة الحناء و الطين و الدرن معللا بالضرورة، قال في شرحها و لأن الماء ينفذه لتخلله و عدم لزوجته و صلابته، و المعتبر في جميع ذلك نفوذ الماء و وصوله إلى البدن.

(رد المحتار مع الدر المختار: ١/ ٢٨٨، مطلب في أبحاث الغسل، كتاب النوازل:٣/ ٩٨)

(٣) المسح هو في اللغة إمرار اليد على الشيء، و إصطلاحا إصابة اليد المبتلة العضو. (البحر الرائق:١/ ٣٠)

رقم المسئلة (٩)

ٹیشو پیپر (Tissue paper) گیلا کر کے اعضائے وضو کو پونچھنے کا حکم

ٹرین اور ہوائی جہاز کے واش بیسن (Wash basin) کے پاس جگہ کم ہوتی ہے اور پیروں کو دھونے کی صورت میں وہ جگہ گیلی ہو جاتی ہے، جسے ہوائی جہاز کا عملہ اور دیگر مسافرین پسند نہیں کرتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی مسافر ٹیشو پیپر گیلا کر کے اپنے اعضائے وضو چہرہ، ہاتھ، پیر پر پھیر لے تو اس کا وضو درست نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

غَسل کہتے ہیں اعضائے وضو کو اس طرح تر کیا جائے کہ کم از کم ان سے کچھ قطرے پانی ٹپک جائے، اگر اس قدر تقاطر (قطروں کا ٹپکنا) نہ پایا جائے تو فرضِ غَسل ادا نہیں ہوگا، اور وضو بھی صحیح نہیں ہوگا۔ اور ٹیشو پیپر گیلا کر کے اعضائے وضو پر پھیرنے سے اعضائے وضو تر تو ہو جاتے ہیں لیکن تقاطر کا معنی نہیں ہوتا کہ شرعاً غَسل کا مفہوم متحقق ہو جائے، اس لیے

---

(١) فاغسلوا وجوهكم أي أسيلوا عليها الماء، وحد الإسالة أن يتقاطر الماء ولو قطرة عندهما و عند أبي يوسف لا يشترط التقاطر. (روح المعاني:٤/١٠٣، المائدة:٦)

ففرض الطهارة و غسل الأعضاء الثلاثة و مسح الرأس بهذا النص والغسل هو الإسالة و المسح هو الإصابة. (الهداية: ١/١٦)

المسئلة السادسة عشرة الغسل عبارة إمرار الماء على العضو، فلو رطب هذه الأعضاء، و لكن ما سال الماء عليها لم يكف، لأن الله تعالى أمر بإمرار الماء على العضو.

(التفسير الكبير للرازي: ٤/٣٠١، المسائل المهمة: ٨/٧٥، كتاب المسائل:١/١٤٨)

محض ٹیشو پیپر کو گیلا کر کے اعضائے وضو پر پھیرنے سے وضو درست نہیں ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (١٠)

بالوں پر جیل کریم (Gel cream) کے ہوتے ہوئے مسح کا حکم

بالوں پر لگانے کے لیے ایک کریم بنام ''جیل کریم'' مارکیٹ میں دستیاب ہے، اگر کوئی شخص اپنے سر کے بالوں پر اس کریم کو لگا لے تو اس کے ہوتے ہوئے سر کے بالوں کا مسح صحیح ہوگا؛ کیوں کہ وہ بالوں تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

مسح کہتے ہیں ''اِمرار الید المبتلة العضو'' یعنی گیلے ہاتھ کو اعضاء پر پھرانا، اس طور پر کہ ہاتھوں کی تری اعضاء پر لگ جائے۔ اور جیل کریم لگانے کے بعد وہ تیل کی طرح ہو جاتی ہے، اور بالوں کے ظاہر تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی ہے، اس لیے اس کے لگے ہوئے ہونے کی صورت میں مسح درست ہو جائے گا(۳)۔

---

(١) الغسل إسالة الماء على المحل بحيث يتقاطر و أقله قطرتان في الأصح، و لا تكفي الإسالة بدون التقاطر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص٥٧، فصل في أحكام الوضوء)

(٢) و لا يمنع الطهارة ونيم ....و درن و سخ و كذا دهن و دسومة، قال الشامي تحت قوله ودسومة هي أثر الدهن قال في الشرنبلالية، قال المقدسي: و في الفتاوى دهن رجليه ثم توضأ، و أمرّ الماء على رجليه، ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين.

(رد المحتار مع الدر المختار: ١/٢٨٨، مطلب في أبحاث الوضوء، الفتاوى الهندية: ١/٥، المسائل المهمة: ٦/٤٤)

(٣) والثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل كشمع و شحم قيد به، لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص٦٢)

﴿سننِ وضو کا بیان﴾

رقم المتن - ٢

وَ سُنُنُ الطَّهَارَةِ السِّوَاكُ.

ترجمہ: اور وضو کی سنتیں مسواک کرنا۔

توضيح المسئلة

وضو کی سنتوں میں ایک سنت مسواک کرنا ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١)

ٹوتھ برش (Tooth brush) مسواک کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟

مسواک میں دو چیزیں مطلوب ہیں: ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، دوسرے منہ اور دانتوں کی صفائی؛ ٹوتھ پیسٹ اور برش کے استعمال سے دوسری چیز تو حاصل ہو جائے گی، مگر اتباعِ سنت کا ثواب نہیں ملے گا(١)۔

---

(١) وإن كانت السنة تحصل لكل ما يزيل صفرة الأسنان، و ينظف الفم كالفرشاة و نحوها ...... و عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: السواك مطهرة للفم مرضاة للرب.

(فقه السنة للسيد سابق: ١/ ٣٤، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/ ٩٨،

فتاوى حقانيه: ٢/ ٤٩٩، منتخبات نظام الفتاوى: ١/ ٤٤)

طريقة الإنطباق

یہاں پہلے سنتِ شرعی کی تعریف سمجھ لینا چاہیے؛ چناں چہ سنت کی تعریف بعض علمانے "الطريقة المسلوكة في الدين من غير إفتراض و لا وجوب" سے کی ہے، یعنی سنت اس طریقے کا نام ہے جس کی دین میں پیروی کی جائے، لیکن اس کی اتباع بحیثیت فرض اور وجوب نہ ہو۔

اور بعض نے اس کی تعریف "ما صدر عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير على وجه التأسي" سے کی ہے، یعنی وہ امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بر سبیل پیروی صادر ہوئے ہوں، خواہ قول سے یا فعل سے یا سکوت سے۔ اب مسواک میں دو چیزیں مقصود و مطلوب ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: مطهرة للفم، مرضاة للرب– ایک منہ اور دانتوں کی صفائی اور دوسرے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ جہاں تک منہ اور دانتوں کی صفائی کی بات ہے، وہ تو ٹوتھ پیسٹ اور برش سے حاصل ہو جائے گی؛ لیکن اتباعِ سنت والا مقصود ٹوتھ پیسٹ اور برش سے حاصل نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مسواک کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر، تعامل اور توارث سے ثابت ہے، جس میں ٹوتھ پیسٹ اور برش مسواک کا نائب نہیں بن سکتا(۱)۔

---

(۱) والثالث سنة وهی الطريقة المسلوكة في الدين. (نور الأنوار: ص۱۷۰، فصل في المشروعات)

﴿ داڑھی (Beard) کے خلال کا حکم ﴾

رقم المتن - ۳

وَ تَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ.

ترجمہ: اور ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

توضیح المسئلة

واضح ہو کہ داڑھی کی دو قسمیں ہیں: گھنی اور ہلکی۔ اگر بالوں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو ایسی داڑھی ہلکی شمار ہوتی ہے، اور جس داڑھی میں چہرے کی کھال مستور ہو تو اس کو گھنی داڑھی کہا جاتا ہے۔ اول الذکر یعنی ہلکی داڑھی کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ جو کھال نظر آتی ہو اس کا دھونا بھی فرض ہے (۱)؛ گھنی داڑھی میں چہرے کی حدود میں جو داڑھی واقع ہو تو اس کا دھونا بھی فرض ہے (۲)؛ لیکن جو داڑھی لٹکی رہے اس کا دھونا فرض نہیں بل کہ

---

(۱) و يجب إيصال الماء إلى بشرة اللحية الخفيفة. (نور الإيضاح: ص۳۳ فصل في تمام أحكام الوضوء)
و أن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها. (الدر المختار: ۲۱٦/۱)

(۲) يجب غسل ظاهر اللحية الكثة في أصح ما يفتى به. (نور الإيضاح: ص۳۳ فصل في تمام أحكام الوضوء)
و غسل جميع اللحية فرض يعني عمليا أيضا على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع إليه، قال الشامي تحت قوله جميع اللحية و ظاهر كلامهم أن المراد بها الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن. (الدر المختار مع الشامية: ۲۱٥/۱)

خلال کرنا مسنون ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۲)

خضاب (Hair dye) والی داڑھی پر وضو کا حکم

بالوں پر خضاب لگانے سے کوئی تہہ نہیں پڑتی بل کہ صرف رنگ ہوتا ہے، اس لیے ایسے رنگ کی موجودگی میں وضو وغسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا(۲)۔

طريقة الإنطباق

وضو وغسل کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اعضاء پر ایسی جسم والی شئ نہ لگی ہو جو بدن تک پانی کو پہنچنے میں مانع ہو، اور خضاب ایک قسم کا رنگ ہوتا ہے جو بدن پر اپنا کوئی جسم نہیں چھوڑتا ہے کہ وہ اعضاء تک پانی کو پہنچنے سے مانع ہو، اس لیے خضاب والی داڑھی صحت وضو وغسل کے منافی نہیں ہے(۳)۔

---

(۱) و لایجب إیصال الماء إلی المسترسل من الشعر عن دائرة الوجه ...... لیس في الوضوء ...... و تخلیل اللحیة الکثة یکف ماءٍ من أسفلها. (نور الإیضاح:۳۳)

ثم لا خلاف أن المسترسل لا یجب غسله و لا مسحه بل یسن. قال الشامي تحت قوله المسترسل أي الخارج من دائرة الوجه. (الدر المختار مع الشامیة: ۱/۲۱۵)

(۲) و لا یمنع ما علی ظفر صباغ و لا طعام بین أسنانه أو في سنه المجوف به یفتی.

(الدر المختار: ۱/۲۸۹، مطلب في أبحاث الغسل، فتاوی حقانیه: ۲/۵۰۳)

(۳) و زوال ما یمنع وصول الماء إلی الجسد کشمع وشحم. (نور الإیضاح: ۳۳، فصل في الوضوء)

﴿نواقضِ وضو کا بیان﴾

رقم المتن - ٤

اَلْمَعَانِيُ النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوْءِ كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ.

ترجمہ: اور وہ امور جو وضو کو توڑ دیتے ہیں ان میں سے پیشاب پاخانہ کی راہ سے نکلنے والی ہر چیز ہے (جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)۔

توضیح المسئلة

نواقضِ وضو کی تین قسمیں ہیں:

(الف) جسم سے نکلنے والی چیزیں۔ (ب) جسم میں پہنچنے والی چیزیں۔

(ج) انسانی حالات۔

پہلی قسم کی دو صورتیں ہیں:

صورتِ اولیٰ: محض پیشاب پاخانہ کی جگہ سے نکلنے والی ہو، خواہ ان کا نکلنا عادت کے مطابق ہو، مثلاً پیشاب پاخانہ، یا عادت کے خلاف ہو، مثلاً پیپ اور کیڑا وغیرہ۔

صورتِ ثانیہ: جسم کے کسی اور حصے سے، مثلاً منہ اور زخم وغیرہ سے نکلنے والی ہو۔

قسمِ ثانی: جسم میں پہنچنے والی چیزیں، مثلاً حقنہ کرنا یعنی پیشاب پاخانہ کے راستے سے دوا وغیرہ پہنچانا۔

قسمِ ثالث: انسانی حالات، اس کی دو صورتیں ہیں: عادت کے طریقے سے ہو، مثلاً سونا، یا عادت کے خلاف ہو، مثلاً مغلوب العقل ہو جانا، جیسے بے ہوشی، پاگل پن۔

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ قسمِ اول کو بیان فرما رہے ہیں، یعنی سبیلین سے نکلنے والی اشیاء خواہ معتاد ہوں یا غیر معتاد، سب وضو کو توڑ دیتی ہیں (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳)

اِن ڈور کاپی (Indoors copy) کا حکم وضو میں

اِن ڈور کاپی ایک پتلی سی نلکی ہوتی ہے جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کر کے اندرونی معائنہ کیا جاتا ہے، اس کے داخل کرنے سے وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔

---

(۱) وَ إِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (المائده:٦)

عن صفوان بن عسال قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأمرنا إذا كنا سفرا أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام و لياليهن إلا من جنابة و لكن من غائط و بول و نوم.

(السنن للترمذي: ۱/۲۷، باب المسح على الخفين)

(۲) و كل شيء غيبه في دبره، ثم أخرجه أو خرج بنفسه ينقض الوضوء والصوم...... الحاصل أن الصوم يبطل بالدخول والوضوء بالخروج. (رد المحتار: ۱/۲۸۱، مطلب في ندب مراعاة الخلاف)

فإن عالجه بيده أو بخرقة حتى أدخله تنتقض طهارته، لأنه يلتزق بيده شيء من النجاسة.

(البحر الرائق: ۱/٦۱، كتاب الطهارة)

طريقة الإنطباق

سبیلین سے نکلنے والی شئ کے ذریعہ وضوٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ معتاد طریقے سے نکلے یا غیر معتاد طریقے سے، نکلنے والی شئ ناپاک ہو یا پاک، جیسا کہ "کل ما خرج من السبیلین" عبارت میں کلمۂ "ما" کے عموم سے مفہوم ہورہا ہے؛ نیز یہاں خروج سے محض ظہور مراد ہے سیلان ضروری نہیں ہے؛ کیوں کہ پیشاب پاخانہ کی جگہ محلِ ناپاکی نہیں ہے، اس لیے اس جگہ کھسک کر آجانا ہی نقض وضو کے لیے کافی ہوگا، خواہ اس میں سیلان کی کیفیت نہ بھی ہو؛ پس اس تفصیل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جب اِن ڈورکاپی کو پیچھے کے راستے سے داخل کرکے معائنہ کیا جائے گا اور پھر اس کو نکالا جائے گا تو ضرور کچھ ناپاکی اس پر چپک کر باہر آئے گی اور خروج شئ من السبیلین کا معنی پایا جائے گا جو نقضِ وضو کی علت ہے(۱)۔

---

(۱) وفي المعاني إخراجها عن إفادة ما هو المقصود بها (كل ما) أي شيء خرج من السبيلين أي مسلكي البول والغائط، أعم من أن يكون معتادًا أو لا، نجسًا أو لا، والمراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور، لأن ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة، فيستدل بالظهور على الإنتقال بخلاف الخروج في غيرهما فإنه مقيد بالسيلان. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/۳٦)

الحكم يدور مع علته عدمًا ووجودًا. (القواعد الفقهية :ص ۲۷۲)

﴿غیر سبیلین سے ناپاکی نکلنے کا حکم﴾

رقم المتن - ٥

وَالـدَّمُ وَالْقَيْحُ وَالصَّدِيْدُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَ إِلٰى مَوْضَعٍ يلحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيْرِ.

ترجمہ: خون، پیپ اور پیپ ملا ہوا خون جب بدن سے نکلے اور ایسے مقام کی جانب بہہ جائے جسے پاک کرنے کا حکم ہے۔

توضیح المسئلہ

اگر پیشاب پاخانہ کے راستہ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے ناپاکی، جیسے خون وغیرہ بہہ کر بدن کے ایسے حصے کی طرف پہنچ جائے جسے وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو اس کی وجہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "الوضوء من کل دم سائل" یعنی وضو ہر بہنے والے خون کے خروج سے واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ نکلنے کا مطلب ناپاکی کا محض ظاہر ہونا مراد نہیں ہے بل کہ اس میں بہنے کی بھی شرط ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک کا لفظ "دم سائل" اس کی طرف مشیر ہے؛ لہٰذا خون زخم کے منہ پر ہو، مگر بہا نہ ہو تو اس کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ سیلان و بہنے میں بالفعل بہنے کی شرط نہیں ہے، بل کہ اگر وہ اتنی مقدار میں ہو کہ بہہ سکتا ہو اور پھر اسے کسی طریقہ سے بہنے سے روک دیا تب بھی وضو برقرار نہیں رہے گا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤)

(إذا خرج من البدن)

انجکشن (Injection) سے خون نکالنے کی صورت میں وضو کا حکم

انجکشن میں خون اگر اتنی مقدار میں آجائے کہ وہ بہنے کے درجہ میں نہ ہوتو وضو نہیں ٹوٹتا(١)؛ اور اگر خون اتنی مقدار میں ہو کہ اپنے محل سے بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا(٢)۔

طريقة الإنطباق

وضو کے ٹوٹنے کے لیے دم سائل (بہنے والا خون) کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "الوضوء من کل دم سائل" اور بہنے کے لیے دم کثیر کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر انجکشن میں زیادہ خون نکلتا ہے جس میں بہنے کی صلاحیت ہو تو وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگایا جائے گا، اور اگر خون کی مقدار انجکشن میں کم ہو تو

(١) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس في القطرة والقطرتين من الدم وضوء حتى يكون دمًا سائلًا.

(سنن الدارقطني: ١/١٦٤، باب في الوضوء من الخارج من البدن الرقم: ٥٧٣)

القراد إذ مص عضو إنسان فامتلأ دمًا إن كان صغيرًا لا ينقض وضوئه، كما لو مصت الذباب أو البعوض. (الفتاوى الهندية: ١/١١، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

(٢) عن عمر بن عبد العزيز قال: قال تميم الداري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل دم سائل. (سنن الدار قطني: ١/١٦٣، باب في الوضوء من الخارج من البدن، الرقم: ٥٧١)

و إن كان كبيرا ينقض وكذا العلقة إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوئه.

(الفتاوى الهندية: ١/١١، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، فتاوى قاسميه: ٥/٧٨)

نقضِ وضو کی شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا(۱)۔

رقم المسئلة (١٥)

انجکشن (Injection) یا گلوکوز (Glucose) لگانے کا حکم

انجکشن لگانے یا گلوکوز چڑھاتے وقت سوئی میں زیادہ خون آ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اگر چہ وہ خون پھر دوا کے ساتھ اندر چلا جائے کیوں کہ ایک مرتبہ نکلنا پایا گیا، اور اگر سوئی میں خون کی مقدار قلیل ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

انجکشن لگانے سے عامتاً و عادتاً یا تو خون نکلتا ہی نہیں ہے، اور اگر نکلتا ہے تو وہ قلیل ہوتا ہے اور دونوں صورتوں میں نقضِ وضو کا حکم متعلق نہیں ہوتا؛ کیوں کہ نقضِ وضو کے لیے خون میں بہاؤ کی صفت ہونی ضروری ہے، اور وہ یہاں نہیں ہے(۳)؛ البتہ اگر انجکشن لگایا اور خلافِ عادت کسی وجہ سے زیادہ خون نکل گیا تو اب اس صورت میں نقضِ وضو کا حکم لگایا جائے گا کیوں کہ دم کثیر نقضِ وضو کا سبب ہے(۴)، اور وجودِ سبب پر وجودِ حکم متعلق ہوتا ہے(۵)۔

---

(١) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/٦٢٣)

(٢) والدم والقيح إذا خرجا من البدن فتجاوزا إلى موضع يلحقه حكم التطهير.
(الهداية: ١/٢٣، فصل في نواقض الوضوء، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/٩٧، فتاوى حقانيه: ٢/٥١٤)

(٣) الحكم ينتفي لإنتفاء سببه. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/١٩٥)

(٤) عن عمر بن عبد العزيز قال: قال تميم الداري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء من كل دم سائل. (سنن الدار قطني: ١/١٦٣، باب في الوضوء من الخارج من البدن، الرقم: ٥٧١)

(٥) الحكم يثبت بالسبب. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/٢٢١)

رقم المسئلة (١٦)

(فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير)

موتیا کے آپریشن (Cataract operation) کے دوران آنکھ کی پتلی میں نکلنے والے خون کا حکم

موتیا کے آپریشن کے دوران اگر آنکھ کی پتلی سے خون نکلا اور وہ اندر ہی اندر رہا، پلکوں تک یا آنکھ کے باہری گوشے تک نہیں آیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اور اگر یہ خون پتلی سے باہر آ گیا اور پلکوں میں لگ گیا یا آنکھ کے باہر کے گوشے میں لگ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

بطور تمہید کے یہاں ایک بات سمجھ لی جائے تا کہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ انسان کے اعضاء کی تین قسمیں ہیں:

(الف) من کل الوجوہ خارجِ بدن، جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ وغیرہ۔

(ب) من کل الوجوہ داخلِ بدن، جیسے گردہ، جگر، آنت وغیرہ۔

(ج) من وجہ داخل من وجہ خارج، جیسے منہ کا اندرونی حصہ، ناک کا اندرونی حصہ۔

ان اعضائے ثلاثہ میں سے دوسری قسم کا نہ تو وضو میں دھونا واجب ہے اور نہ غسل

---

(۱) الدم و القيح و الصديد وماء الجرح و النفطة و ماء البشرة و الثدي والعين و الأذن لعلة سواء على الأصح، و قولهم: والعين والأذن لعلة دليل على أن من رمدت عينه، فسال منها ماء بسبب الرمد ينتقض وضوءه، وهذه مسألة الناس عنها غافلون، و ظاهره أن المدار على الخروج لعلة، و إن لم يكن معه وجع. (رد المحتار: ١ / ٢٨٠، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف)

میں اور پہلی قسم کا وضو و غسل دونوں میں دھونا واجب ہے۔

اور تیسری قسم کا دھونا صرف غسل میں واجب ہے وضو میں نہیں؛ کیوں کہ باب غسل میں صیغۂ مبالغہ وارد ہوا ہے "فَاطَّهَّرُوْا" اور بابِ وضو میں صیغۂ تجرید "فَاغْسِلُوْا"۔

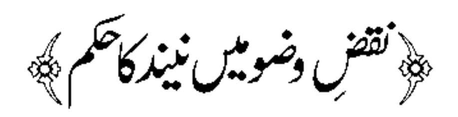
مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آنکھ کا اندرونی حصہ من کل الوجوہ داخل بدن ہے؛ کیوں کہ یہاں غسل بدن سے مراد بدن کا وہ ظاہر اور باطن حصہ مراد ہے جہاں پر پانی کا پہنچانا متعذر و دشوار نہ ہو، اور آنکھ کے اندرونی حصہ میں پانی کا پہنچانا باعثِ حرج ہے۔ اسی قاعدہ کی روشنی میں مسئلہ بیان کیا گیا کہ اگر موتیا کے آپریشن کے دوران خون نکل کر آنکھ سے باہر پلکوں پر نہ لگے تو وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ خون بدن کے اس حصے تک نہیں پہنچا جس کو حکم تطہیر لاحق ہے؛ اور اس کے برعکس صورت میں اگر خون نکل کر پلکوں پر لگ گیا تو چوں کہ پلکوں کا حکم ظاہر بدن کا ہے اور اس کے ساتھ حکمِ تطہیر لاحق ہوتی ہے اس لیے وضو کے نقض کا حکم لگایا جائے گا(۱)۔

---

(۱) قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن و اسم البدن يقع على الظاهر و الباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه، أو يتعسر كما في البحر، فصار كل من المضمضة و الإستنشاق جزءا من مفهومه، فلا توجد حقيقة الغسل الشرعية بدونهما. و يدل عليه أنه في البدائع ذكر ركن الغسل و هو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج.

(رد المحتار: ١/٢٨٤، كتاب الطهارة)

الحكم يدوم ما دامت علته و ينتفي بإنتفاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية:٣/٥٨)



رقم المتن - ٦

وَالنَّوْمُ مُضْطَجِعًا أَوْ مُتَّكِئًا أَوْ مُسْتَنِدًا إِلَى شَيْءٍ لَوْ أُزِيلَ لَسَقَطَ عَنْهُ.

ترجمہ: اور کروٹ پر سونا یا ٹیک لگا کر یا ایسی شئ کا سہارا لے کر کہ اگر اُسے ہٹا دیا جائے تو سونے والا شخص گر پڑے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں نواقضِ وضو حکمی کا بیان ہے، یعنی نواقضِ وضو میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کروٹ پر سوئے یا تکیہ وغیرہ کا ٹیک لگا کر سوئے یا کسی ایسی شئ کا سہارا لے کر سوئے کہ اگر وہ شئ ہٹادی جائے تو یہ شخص گر جائے؛ کیوں کہ اس طرح سونے میں بدن کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں، اور عادتاً کسی چیز کے نکلنے کا احتمال رہتا ہے اور جو بات عادتاً ہو وہ یقینی سی ہوتی ہے(۱)۔

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم نام وهو ساجد حتى غطّ أو نفخ ثم قام يصلي فقلتُ يارسول الله صلى الله عليه وسلم إنك قد نمت، قال إن الوضوء لا يجب إلا على مَن نام مضطجعا، فإنه إذا اضطجع استرخت مفاصله.

(السنن للترمذي: ١/ ٢٤، أبواب الطهارة، ما جاء في الوضوء من النوم)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷)

کرسی (Chair) پر بیٹھ کر سونا نقضِ وضو کا سبب ہے یا نہیں؟

کرسیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جس میں پشت کی جانب ٹیک لگانے کے لیے کوئی شئ نہیں ہوتی ہے، ان پر صرف بیٹھا جا سکتا ہے، اگر کوئی شخص ایسی کرسی پر بیٹھ کر سوتا ہے تو یہ نوم ناقضِ وضو نہیں ہے اگر چہ سونے والا جھونکا مار رہا ہو(۱)۔

اور دوسری وہ کرسی ہے جس میں پشت کی جانب ٹیک لگانے کے لیے آرام دہ سہارا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص ایسی کرسی پر پیچھے کی طرف ٹیک لگا کر سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایسی نیند جس میں قوتِ ماسکہ (خروجِ ریح کو قابو میں رکھنے والی صلاحیت) زائل ہو جائے، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛

---

(۱) عشرة أشياء لا تنقض الوضوء تمايل نائم احتمل زوالُ مقعدته. (نور الإيضاح:ص۳۸)

و لو نام قاعدًا فسقط على وجهه أو جنبه إن انتبه قبل سقوطه، أو حالة سقوطه، أو سقط نائما، وانتبه من ساعته لا ينتقض. (الفتاوى الهندية: ۱۲/۱)

(۲) والنوم مضطجعًا أو متكئًا أو مستندًا إلى شيء لو أزيل سقط عنه. (المختصر القدوري:ص٤)

وينقضه حكمًا نوم يزيل مسكته أي قوته الماسكة بحيث تزول مقعدته، و من الأرض و هو النوم على أحد جنبيه أو وركيه أو قفاه أو وجهه. (الدرالمختار:۱/ ۲۷۰، كتاب الطهارة)

اور جو نیند ایسی نہ ہو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ لہٰذا وہ کرسی جس کے پیچھے کی جانب ٹیک لگانے کے لیے کوئی آلہ نہیں ہوتا ہے اس پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ اس نوم میں قوتِ ماسکہ برقرار ہے۔ اور وہ کرسی جس کے پیچھے کی جانب آرام دہ سہارا ہوتا ہے، اس پر سونے والے کا وضو ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ اس نوم میں قوتِ ماسکہ زائل ہو جاتی ہے (۱)۔

﴿وضو میں بے ہوشی اور پاگل پن کا حکم﴾

رقم المتن – ۷

وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِغْمَاءِ وَالْجُنُوْنِ.

ترجمہ: اور وضو ٹوٹ جاتا ہے بے ہوشی کے سبب مغلوب العقل ہونے پر اور پاگل پن سے۔

توضیح المسئلة

اِغماء (بے ہوشی) ایک بیماری ہے جس میں اعضاء وقویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، اور

---

(۱) عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: وكاء السّهِ العينان فمن نام فليتوضأ. (السنن لأبي داود: ۱/ ۲۷ باب في الوضوء من النوم، كتاب الطهارة)

وكاء السه العينان، و المعنى اليقظة وكاء الدبر أي حافظة ما فيه من الخروج لأنه مادام مستيقظا أحس بما يخرج منه، و قال ابن الأثير: و معناه من كان مستيقظا كان إسته كالمسدودة الموكى عليها، فإذا نام انحل وكاءها كنى به عن الحدث بخروج الريح، وقال الطيبي إذا تيقظ أمسك ما في بطنه فإذا نام زال اختياره واسترخت مفاصله. (عون المعبود على السنن لأبي داود: ۱۲۰، باب الوضوء من النوم)

الحكم يدوم ما دامت علته و ينتفي بإنتفاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۳/ ۵۸)

اس میں عقل ختم نہیں ہوتی بل کہ مستور ہو جاتی ہے، اس کے برعکس جنون و پاگل پن میں عقل زائل ہو جاتی ہے اور یہ دونوں ہی ناقض وضو ہیں؛ کیوں کہ ان دونوں کا حکم اختیارات اور قدرت کے فوت ہونے میں نیند کا سا ہے؛ بل کہ اس سے بھی سخت ہے کیوں کہ سونے والا بیدار ہو کر ہوشیار ہو جاتا ہے جب کہ مجنون اور مدہوش شخص میں ہوشیاری کا معنی نہیں ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۸)

کیا شراب (Wine) پینا ناقضِ وضو ہے؟

شراب (Wine) پینے کے بعد اگر نشہ آجائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر بالکل نشہ نہ آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

نوم، اغماء، جنون میں سے ہر ایک کے ناقض وضو ہونے کی علت **استرخاء مفاصل** (اعضاء کا ڈھیلا پڑ جانا) ہے، اور یہ **علت** سکر (نشہ) میں بھی موجود ہے، اسی وجہ

---

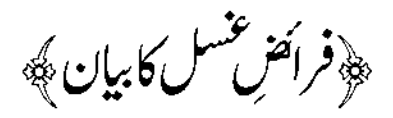
(۱) قال الشامي: تحت قوله (والجنون) صاحبه مسلوب العقل، بخلاف الإغماء فإنه مغلوب والإطلاق دال على أن القليل من كل منهما ناقض، لأنه فوق النوم مضطجعا.

(ردالمحتار: ۱/ ۲۷٤، مطلب نوم الأنبياء غير ناقض)

(۲) وكذا السكر ناقض أيضا، و حد السكر أي علامته أن لا يعرف السكران الرجل من المرأة، هذا حده عند أبي حنيفة في إيجاب الحد، لا في نقض الوضوء، و الصحيح في حده في النقض ما قال في المحيط، أنه إذا دخل في مشيته تحرك أي غير اختياره، فهو سكران بالإتفاق يحكم بنقض وضوئه لزوال المسكة به.

(كبيرى:ص ١٤١، فصل في نواقض الوضوء، فتاوى قاسميه: ٥/ ٧٩)

سے فقط شراب (Wine) کا پینا ناقض وضو نہیں ہے، بل کہ اس میں نشہ کی بھی قید ہے یعنی اگر شراب پینے سے نشہ آ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۱)۔



رقم المتن - ۸

وَفَرْضُ الْغُسْلِ الْمَضْمَضَةُ.

ترجمہ: غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔

توضیح المسئلة

غسلِ واجب یعنی حیض ونفاس یا جنابت کے غسل میں فرض کی تعداد تین ہیں:

(۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی پہنچانا (۳) سارے بدن کو ایک بار دھونا۔

ان فرائضِ ثلاثہ میں سے عبارت میں پہلا فرض مضمضہ کو بیان کیا گیا ہے، یعنی کلی میں منہ کے اندر اس طور پر پانی پہنچانا کہ اندر کے جبڑوں، دانتوں وغیرہ تک پانی پہنچ جائے (۲)۔

---

(۱) الحكم يدوم ما دامت علته و ينتفي بانتفاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية:۳/۵۸)

(۲) وفرض الغسل غسل كل فمه، و يكفي الشرب عبا أي لا مصًا فتح و هو بالعين المهملة، و المراد به هنا الشرب بجميع الفم.

(رد المحتار على الدر المختار:۱/۲۸۴، مطلب في أبحاث الغسل)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹)

داڑھ (Jaw tooth) میں مسالہ بھرے ہونے کی صورت میں غسل کا حکم

اگر داڑھ میں چاندی یا سونے کا مسالہ اس طرح بھر دیا جائے کہ آسانی سے اس کو نکالنا اور پھر لگانا ممکن نہیں ہے، تو وہ جسم کے جزوِ متصل کے حکم میں ہوگا اور اس کو نکالے بغیر غسل جائز ہو جائے گا(۱)۔

طریقة الإنطباق

اصل شیٔ کے ساتھ اگر کسی شیٔ کو متصل باتصالِ قرار کے طور پر جوڑ دیا جائے، تو وہ جوڑی جانے والی شیٔ اصلِ شیٔ کا درجہ پالیتی ہے۔ اس اصول سے معلوم ہوا کہ جب سونے چاندی کے مسالہ کو داڑھ میں اس طرح بھر دیا گیا کہ وہ دانتوں کے ساتھ متصل باتصالِ قرار کا درجہ اختیار کر گیا، تو اب اس کا حکم دانتوں کا ہی ہو گیا یعنی اس کے اوپر سے پانی کا گزر جانا غسل کے لیے کافی ہوگا(۲)۔

---

(۱) عن عرفجة بن سعد قال أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية، فاتخذت أنفا من ورق، فانتن علي، فأمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفا من ذهب.

(السنن للترمذي: ۱/۲۰۶، ما جاء في شد الأسنان، الرقم: ۱۷۷۰، فتاوى قاسميه: ۵/۱۰٤)

(۲) و من باع أرضا دخل ما فيها من النخل و الشجر في البيع و إن لم يسمه.

(المختصر القدوري: ص۷۳، كتاب البيوع) =

رقم المسئلة (۲۰)

کلی کے بجائے پانی پی جانے کا حکم

اگر کسی شخص نے غسل میں کلی تو نہیں کی؛ البتہ پانی منہ میں لے کر پی گیا تو دیکھا جائے گا کہ اس نے پانی پینے سے پہلے اسے منہ میں گھمایا ہے یا نہیں، اگر گھمایا ہے تو یہ کلی کے قائم مقام ہو جائے گا، اور اگر اس طرح پانی پیا کہ وہ پانی منہ کے سب کناروں تک نہیں پہنچا؛ بل کہ صرف زبان سے لگ کر حلق میں چلا گیا تو یہ کلی کے قائم مقام نہیں ہوگا اور غسل درست نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

غسل کے فرائض میں سے ایک فرض کلی کرنا ہے، اور مضمضہ کی تعریف یہ ہے کہ منہ کے تمام حصوں تک پانی پہنچ جائے، اب اگر کوئی شخص کلی کے بجائے پانی پیتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی: یا تو پانی پیتے وقت منہ کے تمام حصوں تک پانی پہنچ جائے گا، تو اس صورت میں غسل صحیح ہو جائے گا؛ کیوں کہ مضمضہ کا تحقق ہو گیا، اور اگر منہ کے سارے

= قوله دخل ما فيها من النخل و الشجر لأنه متصل بها للقرار فأشبه البناء.

(التنقيح الضروري على المختصر القدوري: ص۷۳، رقم الحاشية:۹)

الأصل أن الشيء قد يثبت الشيء تبعًا و حكمًا. (قواعد الفقه للبركتي: ص۱۶)

(۱) رجل اغتسل من الجنابة و لم يتمضمض إلا أنه شرب الماء، هل يقوم شرب الماء مقام المضمضة؟ قال إن كان الشرب أتى على جميع فمه يجزئه عن المضمضة، و إن كان مص الماء مصًا، فلم يأت جميع الفم لم يجزئه عن المضمضة.

(المحيط البرهاني: ۱/۸۵، في بيان فرائضه و سننه، حلبي كبير: ص۵۰، كتاب المسائل: ۱/۱۷٤)

حصوں تک پانی نہیں پہنچتا ہے تو مضمضہ کے عدمِ تحقق کی وجہ سے غسل صحیح نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مضمضہ غسل میں فرض ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٢١)

مصنوعی دانتوں (Duplicate teeth) کا حکم غسل میں

مصنوعی دانت دوطرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو کہ فکس (Fixed) ہوتے ہیں، اوردوسرے وہ جوفولڈ (Fold) ہوتے ہیں، جو فکس ہوتے ہیں ان کا حکم اصلی دانتوں کی طرح ہوگا، اور جوفولڈ ہوتے ہیں ان کا غسل میں نکالنا ضروری ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

جسم کا ہر وہ حصہ جس پر پانی کا پہنچانا بلامشقت ممکن ہے اس کا دھونا فرض ہے، اور جہاں پانی پہنچانا باعث مشقت وحرج ہو، وہاں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فکس دانتوں کا نکالنا اوراس کے نیچے پانی کا پہنچانا باعث مشقت ہے، اوراس میں حرج بھی ہے، اس لیے ان کے اوپر سے ہی پانی کا بہانا کافی ہوگا۔ اورفولڈ دانتوں کا نکالنا اوراس کے نیچے پانی پہنچانا نہ ہی باعثِ مشقت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج ہے،

---

(١) و حد المضمضة استيعاب الماء جميع الفم.

(الفتاوى الهندية: ١/٦، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رد المحتار: ١/٢٣٦)

(٢) و كذا الإناء المضبب بذهب أو فضة، قال الشامي أي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب مضبب أي مشدود بالضباب، و هي الحديدة العريضة التي يضبب بها، و ضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(رد المحتار مع الدر المختار: ٩/٤٩٦، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/١٦١)

اس لیے ان کو نکالنا غسل میں ضروری ہوگا(۱)۔

نیز فکس دانت اصل دانت کا درجہ رکھتے ہیں اس لیے غسل میں پانی دانتوں کے اوپر سے بہانا کافی ہوگا، انہیں نکالنے کی ضرورت نہیں ہے(۲)؛ لیکن دانت کی دوسری قسم فولڈ دانت اس کی حیثیت ایک زائد شئ کی ہوگی، اس لیے غسلِ واجب میں ان کو نکال کر ڈاڑھ تک پانی پہنچانا واجب ہوگا(۳)۔

رقم المسئلة (۲۲)

کیا دانتوں کا کیپ (Denture) صحتِ غسل کے لیے مانع ہے؟

بسا اوقات دانت خراب ہوجاتے ہیں تو دانتوں کے اوپر کیپ لگایا جاتا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے جام ہوجاتا ہے، آسانی سے نہیں نکلتا ہے، اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ محض اس کے اوپر سے پانی بہانا ہی کافی ہے، اور غسل درست ہوجائے گا(۴)۔

---

(۱) يجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن و سرّة و شارب، و لا يجب غسل ما فيه حرج كعين. قال الشامي وجه السقوط أن عدم وجوب غسلها الحرج.

(رد المحتار مع الدر المختار:۱/۲۸۵)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقية:۵/۱۰۷)

(۲) و من باع أرضا دخل ما فيها من النخل و الشجر في البيع و إن لم يسمه.

(المختصر القدوري: ص۷۳، كتاب البيوع)

الأصل أن الشيء قد يثبت الشيء تبعًا و حكمًا و إن كان قد يبطل قصدًا.(قواعد الفقه للبركتي: ص۱۶)

(۳) المضمضة اصطلاحا إستيعاب الماء جميع الفم. (ردالمحتار:۱/۲۳۶)

(۴) وكذا الإناء المضبب بذهب أو فضة. قال الشامي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب =

طريقة الإنطباق

اصل شئ کے ساتھ اگر کسی شئ کو متصل باتصالِ قرار کے طور پر جوڑ دیا جائے، تو وہ جوڑی جانے والی شئ کو اصل شئ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں بات صاف ہوگئی کہ جب دانتوں کے اوپر کیپ کو اس طرح لگا دیا گیا کہ اس کو آسانی کے ساتھ نکالنا ممکن نہیں رہا، تو اس کیپ کو اصل شئ دانت کا حکم حاصل ہو گیا یعنی اس کیپ پر پانی کا بہانا ایسا ہی ہے جیسے دانتوں پر پانی بہایا گیا(۱)۔

رقم المتن – ۹

وَ غَسْلُ سَائِرِ الْبَدَنِ.

ترجمہ: غسل کے فرائض میں سے سارے بدن کا دھونا۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں غسل کا ایک فرض بیان کیا گیا ہے کہ سارے بدن پر پانی بہانا

= مضبب أي مشدود بالضباب و هي الحديدة العريضة التي يضبب بها، و ضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(رد المحتار مع الدر المختار: ٩/٤٩٦)

و يدخل البناء و الشجر في بيع الأرض بلا ذكر لكونه متصلا بها للقرار فيدخل تبعًا.

(البحر الرائق–٥/٤٩١، كتاب البيوع، فتاوى قاسميه: ٥/١٠٦)

(١) الأصل أنه قد يثبت الشيء تبعًا و حكمًا و إن كان يبطل قصدًا.

معنى هذه القاعدة و مدلولها: الشرائط الشرعية يجب توافرها جميعا في المحل الأصلي، و لكن التوابع قد يتساهل في استيفائها بعض هذه الشروط لأنه قد يكون للشيء قصدا شروط مانعة، و أما إذا ثبت تبعًا أو ضمنًا لشيء آخر فيكون ثبوته ضرورة ثبوت متبوعه أو ما هو في ضمنه.

(موسوعة القواعد الفقهية: ٢/٤٠)

ضروری ہے، اگر ایک بال کے برابر بھی خشک رہ گیا تو غسل صحیح نہیں ہوگا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٣)

تنگ ایئر رنگ (Narrow earring) کا حکم غسل میں

ایئر رنگ یعنی کان کی بالی اگر اتنی زیادہ تنگ ہو کہ سوراخ میں پانی داخل نہ ہو سکتا ہو تو اس کو حرکت دینا اور پانی کا پہنچا ضروری ہوگا، اور اگر کان کا سوراخ کشادہ ہو تو نہ حرکت دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بالی کو نکالنے کی ضرورت ہے؛ کیوں کہ کشادگی کی وجہ سے پانی کانوں کے سوراخ میں پہنچ جاتا ہے(۲)۔

---

(١) و أما ركنه فهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة، حتى لو بقيت لمعة لم يصبها الماء لم يجز الغسل وإن كانت يسيرة، لقوله تعالى: و إن كنتم جنبًا فاطهروا.

(البحر الرائق: ١/٨٦، كتاب الطهارة)

(٢) ولو كان خاتمه ضيقا نزعه أو حركه وجوبًا كقرط، و لو لم يكن بثقب أذنه قرط، فدخل الماء فيه أي الثقب عند مروره على أذنه أجزاه كسرّة وأذن دخلهما الماء و إلا يدخل أدخله و لو باصبعه، و لا يتكلف بخشب ونحوه، و المعتبر غلبة ظنه بالوصول. (الدر المختار. ١/٢٨٩، كتاب الطهارة)

ويجب تحريك القرط الخاتم الضيقين، و لم يكن قرط فدخل الماء الثقب عند مروره أجزاه كالسرة و إلا أدخله، كذا في فتح القدير، و لا يتكلف في إدخال شيء سوى الماء من خشب و نحوه.

(البحر الرائق: ١/٨٨، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/٩٧)

طريقة الإنطباق

غسل کے سلسلے میں یہ ضابطہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کا ہر وہ حصہ جس پر بلا مشقت پانی پہنچانا ممکن ہے اس کا دھونا فرض ہے، اور بدن کا وہ حصہ جہاں پانی کا پہنچانا دشوار اور باعثِ حرج ہے وہاں پانی کا پہنچانا اور اس حصے کو دھونا فرض نہیں ہے(۱)، اس ضابطہ کے روشنی میں معلوم ہوا کہ کانوں کا سوراخ اگر تنگ ہے تو وہاں پانی کو حرکت دے کر یا بالی کو نکال کر پانی کا پہنچانا ممکن ہے، اس لیے وہاں یعنی کان کے سوراخ میں پانی پہنچانا فرض ہوگا، اور اگر سوراخ کشادہ ہے تو بالی کو حرکت دینا واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کشادگی کی وجہ سے پانی بغیر حرکت دیئے ہوئے ہی سوراخ میں پہنچ جائے گا۔

رقم المسئلة (٢٤)

غسلِ جنابت میں صابن (Soap) کا استعمال

غسلِ واجب میں سارے بدن پر ایک مرتبہ پانی کا بہانا فرض ہے(۲)، صابن وغیرہ کا استعمال کرنا فرض نہیں ہے؛ البتہ صابن وغیرہ کا استعمال نہ صرف جائز ہے بل کہ

---

(١) ويجب أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرّة كأذن و سرّة وشارب، قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن، واسم البدن يقع على الظاهر و الباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه أو يتعسر كما في البحر. (ردالمحتار مع الدر المختار: ١/٢٨٤،٢٨٥)

(٢) قال الشامي: أقول فيه أن الغسل في الإصطلاح غسل البدن، و اسم البدن يقع على الظاهر و الباطن إلا ما يتعذر إيصال الماء إليه أو يتعسر كما في البحر، ويدل عليه أنه في البدائع ذكر ركن الغسل و هو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج.

(ردالمحتار: ١/٢٨٤، مطلب في أبحاث الغسل)

مستحسن ہے تاکہ اچھی طرح نظافت حاصل ہو جائے (۱)۔

طريقة الإنطباق

بابِ غُسل میں غَسل کی فرضیت محض بدن کے سارے حصے تک ایک مرتبہ پانی کا پہنچانا ہے، البتہ مزید نظافت وطہارت کے غرض سے بدن کا ملنا یا صابون وغیرہ کا استعمال کرنا امر مستحسن ہے؛ کیوں کہ جو شیٔ مقصودِ شیٔ میں معاون کی حیثیت رکھتی ہو، وہ شیٔ کے خلاف نہیں ہوتی بل کہ مستحسن ہوا کرتی ہے، اس کی نظیر وہ مسئلۂ فقہیہ ہے جس میں مردے کو ایسے پانی سے غسل دینا افضل ہے جس کو بیری کے پتے یا اشنان کے پتے سے جوش دیا گیا ہو۔ معلوم ہوا کہ اصلِ شیٔ خالص پانی خود تو طہور ہے لیکن پھر بھی مزید طہارت ونظافت کے غرض کے پیش نظر پانی میں بیری یا اشنان کے پتے کو ڈال کر جوش دیئے ہوئے پانی سے غسل کو افضل قرار دیا گیا (۲)۔

---

(۱) ثم يغسل رأسه و لحيته بالخطمي لأن ذلك أبلغ في التنظيف، فإن لم يكن فبالصابون و ما أشبه.

(بدائع الصنائع: ۲/۳۰۹، فصل في كيفية غسل الميت)

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يغسل رأسه بالخطمي و هو جنب يجتزي بذلك و لا يصب عليه الماء.

(السنن لأبي داود: ۱/۳٤ باب في الجنب يغسل رأسه بالخطمي)

(۲) وصُب عليه ماء مغلي بسدر أو حرض و إلا فالقراح و هو الماء الخالص.

(نور الإيضاح: ص ۱۲۷ باب أحكام الجنائز)

﴿سننِ غسل کا بیان﴾

رقم المتن – ۱۰

وَ سُنَّةُ الْغُسْلِ أَنْ يَّبْدَأَ الْمُغْتَسِلُ يَدَيْهِ وَ فَرْجَهُ وَيُزِيْلَ النَّجَاسَةَ إِنْ كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهِ.

ترجمہ: اور غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا اپنے ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے اور نجاست دور کرے، اگر اس کے بدن پر نجاست ہو۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ غسل کا مسنون طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ پہلے دونوں ہاتھ دھولے، کیوں کہ وہ آلۂ تطہیر ہے، پھر شرمگاہ کو اچھی طرح دھوئے کیوں کہ شرمگاہ عامتاً جنابت حیض وغیرہ کی صورت میں نجاست سے خالی نہیں ہوتی، اور اگر بدن پر کسی قسم کی کوئی نجاست ہو تو اس کو بھی دور کرے، تاکہ وہ پانی کی وجہ سے اور نہ پھیلے(۱)۔

---

(۱) وغسل اليدين لأنهما آلة التطهير ولقوله عليه الصلاة والسلام فلايغمس اليد في الإناء حتى يغسلها، أما غسل الفرج فلأنه لايخلو حال الجنابة عن النجاسة، وأما غسل النجاسة لئلا تزداد بإصابة الماء.

(المعتصر الضروري :ص۳۸، كتاب الطهارة)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۵)

رحم میں کاپرٹی (Copper T) رکھنے کی حالت میں غسل حیض کا حکم

بسا اوقات کسی عورت کو کمزوری یا کسی اور عذر کے پیش نظر ڈاکٹرنی رحم کے منہ پر ایک کاپرٹی رکھتی ہے جو کہ (T) کی شکل میں ہوتی ہے، اس میں ریشم کا تار لگا ہوا ہوتا ہے جو کہ شرمگاہ سے باہر لٹکا رہتا ہے، اس کے رکھنے سے حمل قرار نہیں پاتا، لیکن حیض ہر ماہ برابر جاری رہتا ہے تو اس صورت میں غسل حیض کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کاپرٹی کے تار کا وہ حصہ جو شرمگاہ کے ظاہری حصہ پر لٹکا ہوا ہے، اس کو دھولیا جائے گا، جب اس کو خوب صاف کرلیں گی تو عورت کو غسل شرعی حاصل ہو جائے گا، اس کے بغیر پاک نہیں ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

فقہاء کے اصطلاح میں غسل سے مراد بدن کا دھونا ہے، اور اس کا رکن بدن کے ان تمام حصوں پر ایک مرتبہ پانی کا پہنچانا ہے، جہاں بغیر کسی حرج کے پانی کا پہنچانا ممکن ہو (۲)، اور فرج خارج بدن کے ان حصوں میں سے ہے جہاں پانی کا پہنچانا بغیر کسی حرج

---

(۱) ويجب على المرأة غسل فرجها الخارج في الجنابة والحيض و النفاس.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱٤، الباب الثاني في الغسل)

يفترض في الإغتسال أحد عشر شيئا غسل الفم ...... والفرج الخارج. (نورالإيضاح :ص ٤٠)

(۲) الغسل في اللغة اسم للماء الذي يغتسل به، لكن في عرف الفقهاء يراد به غسل البدن.

وأما ركنه فهو إسالة الماء على جميع ما يمكن إسالته عليه من البدن من غير حرج مرة واحدة، حتى =

کے ممکن ہے، اسی لیے اگر کاپرٹی (Copper T) کا کوئی جز فرج خارج میں ہو تو غسل حیض میں اس پر لگے ہوئے خون کو دھونا ضروری ہوگا (۱)۔

﴿نواقضِ غسل کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۱

وَالْـمَعَانِيُ الْمُوْجِبَةُ لِلْغُسْلِ إِنْزَالُ الْمَنِيِّ عَلٰى وَجْهِ الدَّفْقِ وَالشَّهْوَةِ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ.

ترجمہ: اور منی کے کود کر شہوت کے ساتھ نکلنے پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔

توضیح المسئلة

مصنفؒ نے مذکورہ عبارت میں موجباتِ غسل کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اگر منی کود کر اور شہوت کے ساتھ نکلتی ہے تو حنفیہ کے یہاں انزالِ منی سے غسل واجب ہوتا ہے، خواہ یہ خروجِ منی بالشہوہ مرد سے ہو یا عورت سے، حالتِ نوم میں ہو یا حالتِ بیداری میں، نیز حنفیہ کے نزدیک وجوبِ غسل کے لیے منی کا مع الشہوت نکلنا شرط ہے یعنی وجوبِ غسل

= لو بقيت لمعة لم يصبها الماء لم يجز الغسل، و إن كانت يسيرة لقوله تعالى ﴿وإن كنتم جنبا فاطهروا﴾ أي طهروا أبدانكم واسم البدن يقع على الظاهر و الباطن، فيجب تطهير ما يمكن تطهيره منه بلا حرج.
(بدائع الصنائع: ۱/۲٦۷، فصل في أحكام الغسل)

(۱) ويجب على المرأة غسل الفرج الخارج، لأنه يمكن غسله بلا حرج.
(بدائع الصنائع: ۱/۲٦۷، فصل في أحكام الغسل)

کے لیے بالاتفاق منی کے اپنی جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت کا پایا جانا شرط ہے؛ مگر عضوِ تناسل سے نکلتے وقت شہوت شرط ہے یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔

حضراتِ طرفینؒ کے نزدیک منی کے اپنے مستقر سے جدا ہوتے وقت شہوت کا ہونا شرط ہے، اور اسی قول پر فتویٰ ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی کے آلۂ تناسل سے جدا ہونے کے وقت شہوت ہونا شرط ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲٦)

غسل کے بعد ذکر میں پھنسی ہوئی منی (Sperm) کے نکلنے پر غسل کا حکم

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی اور پھر غسل کیا، اور بعد میں منی نکلی تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر زیادہ چلنے یا پیشاب کے بعد یا نیند کے بعد ایسا ہوا ہو تو اس پر غسل کا اعادہ واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر ہمبستری کے بعد پیشاب کرنے یا نیند یا زیادہ چلنے سے پہلے منی آئی ہے تو طرفینؒ کے نزدیک اس پر اعادۂ غسل ضروری ہے، جب کہ امام

---

(۱) ثم الشهوة شرط وقت الإنفصال عند أبي حنيفة و محمد، وو قت الخروج عند أبي يوسف حتى إذا انفصل عن مكانه بشهوة، و أخذ رأس العضو حتى سكنت شهوته، فخرج بلا شهوة، يجب الغسل عندهما لا عنده. (شرح الوقاية: ۱/۷٦، كتاب الطهارة)

قال الشامي: ظاهره الميل إلى اختيار ما في النوازل، و لكن أكثر الكتب على خلافه حتى البحر و النهر و لا سيما قد ذكروا أن قوله قياس، وقولهما استحسان و أنه الأحوط فينبغي الإفتاء بقوله في مواضع الضرورة.

(رد المحتار: ۱/۲۹۷، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل)

یوسفؒ کے نزدیک اس پر غسل کا اعادہ واجب نہیں ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

طرفینؒ کے مفتی بہ قول کے مطابق اصول یہ ہے کہ وہ منی جو اپنی اصل جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو، اس کے جسم سے باہر نکلنے پر غسل فرض ہو جائے گا، خواہ باہر نکلتے وقت شہوت ہو یا نہ ہو، اور خواہ فوراً نکلے یا دیر سے نکلے(۲)؛ لہٰذا اگر مجامعت کے بعد غسل کیا، پھر منی بغیر شہورت کے نکلے تو طرفینؒ کے نزدیک دوبارہ غسل واجب ہوگا؛ کیوں کہ یہ وہی منی ہے جو مجامعت کے وقت اپنی قرارگاہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی تھی، اور وہ اب نکلی ہے اگرچہ بغیر شہوت کے ہی نکلے؛ کیوں کہ عضوِ تناسل سے شہوت کے ساتھ نکلنا طرفین کے نزدیک شرط نہیں ہے۔

اور اگر مجامعت کے بعد سو گیا یا پیشاب کیا یا زیادہ چل لیا پھر غسل کیا اور غسل کے بعد منی بلا شہوت کے نکلی تو دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اب یہ نئی منی شمار ہوگی جو بلا شہوت کے اپنی اصل قرارگاہ سے جدا ہوئی ہے سابقہ منی نہیں ہے(۳)۔

---

(۱) ولو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى ثم خرج بقية المني فعليه أن يغتسل عندهما خلافا لأبي يوسف، و لكن لا يعيد تلك الصلاة في قولهم جميعًا، و لو خرج بعد ما بال أو نام أو مشي لا يجب عليه الغسل إتفاقًا كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱٤، الباب الثاني في الغسل)

و إن اغتسل قبل أن يبول ثم خرج بقية المني يجب الغسل ثانيًا عندهما لا عنده.

(شرح الوقايه: ۱/ ۷٦، كتاب الطهارة، رد المحتار، ۱/ ۲۹۷، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/ ۷۰۱)

(۲) و تعتبر الشهوة عند انفصاله عن مكانه لا عند خروجه. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱٤)

(۳) إن المجامع إذا اغتسل قبل أن يبول أو ينام، ثم سال منه بقية المني من غير شهوة، يعيد الإغتسال =

﴿مباشرت فاحشہ کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۲

وَالْتِقَاءُ الْخَتَانَيْنِ مِنْ غَيْرِ إِنْزَالٍ.

ترجمہ: اور غسل واجب ہو جاتا ہے دونوں شرمگاہیں ملنے پر خواہ انزال نہ ہوا ہو۔

توضيح المسئلة

موجباتِ غسل میں سے دوسرا موجب مرد اور عورت کی شرمگاہوں کا مل جانا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسِ ادخال ہی موجبِ غسل ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب دونوں شرمگاہیں مل جائیں اور حشفہ (سپاری) غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے(۱)۔

= عندهما خلافا له، فلو خرج بقية المني بعد البول أو النوم أو المشي لا يجب الغسل إجماعا.

(البحر الرائق: ۱۰۳/۱، كتاب الطهارة)

قال الشامي: تحت قوله (وشرطه أبو يوسف) أي شرط الدفق و أثره الخلاف يظهر فيما لو احتلم أو نظر بشهوة فامسك ذكره حتى سكنت شهوته، ثم أرسله فأنزل وجب عندهما لا عنده، و كذا لو خرج منه بقية المني بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشي الكثير أي لا بعده، لأن النوم والبول والمشي يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة، فيكون الثاني زائلا عن مكانه بلا شهوة، فلا يجب الغسل إتفاقا.

(ردالمحتار: ۲۹۷/۱، مطلب في تحرير الصاع و المد والرطل)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا جلس بين شعبها الأربع =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۷)

عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby tube) داخل کرنے کا حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس میں مرد کے مادۂ منویہ کو لے کر عورت کے رحم میں غیر فطری طور پر بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے، عورت کی شرمگاہ میں بے بی ٹیوب (Baby Tube) داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

وجوب غسل کا سبب نفس خروجِ منی یا دخولِ منی نہیں بل کہ اصل علت اس میں لذت اور تسکین قلب ہوتی ہے جو شہوت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، ٹیسٹ ٹیوب میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے، اور اس میں صرف مادۂ منویہ عورت کے رحم میں بذریعہ مشین پہنچایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے وہ لذت وتسکین نہیں جو مرد کے جماع کرنے سے عورت کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کی نظیر عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے یا غیر آدمی کے ذکر وغیرہ کو داخل کرنے کی ہے جو موجب غسل نہیں ہے۔ اسی طرح

= وأجهد نفسه فقد وجب الغسل أنزل أو لم ينزل.

(سنن الدارقطني: ۱۱۹/۱، باب في وجوب الغسل بالتقاء الختانين)

(۱) عشرة أشياء لا يغتسل منها ...... و إدخال أصبع و نحوه في أحد السبيلين. (نورالإيضاح:ص ٤٠)

و لا عند إدخال أصبع و نحوه، كذكر غير آدمي و ذكر خنثى، و ميت، و صبي لا يشتهي، و ما يصنع من نحو خشب في الدبر أو القبل على المختار. (الدر المختار: ۳۰٤/۱، مطلب في تحرير الصاع،

فتاوى حقانيه: ۵۳۳/۲، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱۰۱/۱)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی صورت بھی موجب غسل نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۲۸)

نیرودھ (Condom) لگا کر جماع کرنے کا حکم

نیرودھ لگا کر مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوجاتا ہے (۲)۔

طريقة الإنطباق

نفسِ اِلتقاء ختانین (دونوں شرمگاہوں کا مل جانا) جب سپاری غائب ہوجائے تو بغیر انزال کے موجبِ غسل ہے، بشرطیکہ دونوں کو ایک دوسرے کی حرارت محسوس ہو، اسی لیے فقہا نے اس ایلاج (دخول) کو موجبِ غسل قرار نہیں دیا جو موٹے کپڑے کے ساتھ ہو، اور اس میں فرجِ داخل کی حرارت محسوس نہ ہو؛ کنڈوم اگرچہ ذکر پر ملفوف (لپٹا) ہوتا ہے، مگر یہ غلاف اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں بھی لذت کا احساس ہوتا ہے، اور طرفین ایک دوسرے سے لذت یاب ہوتے ہیں، اسی لیے نقضِ غسل کی علت شہوت کے پائے جانے کی وجہ سے کنڈوم کے ساتھ ادخال بدونِ انزال بھی موجبِ غسل ہے (۳)۔

---

(۱) عشـــــرة أشياء لا يغتسل منها ...... و إدخال أصبع و نحوه في أحد السبيلين على المختار لقصور الشهوة. (مراقي الفلاح: ٤٢) – إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ۳/ ١٢٤٤)

(۲) ولو لف على ذكره و أولج و لم ينزل، قال بعضهم يجب الغسل، وقال بعضهم لا يجب، و الأصح إن كانت الخرقة رقيقة بحيث يجد حرارة الفرج و اللذة، وجب الغسل و إلا فلا، و الأحوط وجوب الغسل في الوجهين. (الفتاوى الهندية: ١/ ١٥، ردالمحتار: ١/ ٣٠٣، فتاوى حقانيه: ٢/ ٥٣٢، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/ ١٠١)

(۳) أولج حشفته أو قدرها ملفوفة بخرقة إن وجد لذة الجماع وجب الغسل و إلا لا، على الأصح. (الدرالمختار: ١/ ٣٠٣) =

﴿پانی کے احکام﴾

رقم المتن - ۱۳

وَالطَّهَارَةُ مِنَ الْأَحْدَاثِ جَائِزَةٌ بِمَاءِ السَّمَاءِ وَالْأَوْدِيَةِ وَالْعُيُوْنِ وَالْآبَارِ وَمَاءِ الْبِحَارِ.

ترجمہ: اور ہر طرح کے حدث سے حصولِ طہارت جائز ہے بارش کے پانی' وادیوں' چشموں اور سمندروں کے پانی کے ذریعہ۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ ان پانیوں کا ذکر فرما رہے ہیں جن سے طہارت حاصل کرنا درست ہے، ان میں سے ایک آسمان کا پانی ہے جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے: وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا - یعنی ہم نے آسمان سے ماءِ طہور، پاکیزہ پانی اتارا، آیتِ کریمہ میں آسمان کے پانی کو طہور کہا گیا اور چوں کہ وادیوں' چشموں' سمندروں کا

= ولو لف ذكره بخرقة وأولجه ولم ينزل فالأصح أنه إن وجد حرارة الفرج واللذة وجب الغسل وإلا فلا. والأحوط وجوب الغسل في الوجهين لقوله صلى الله عليه وسلم إذا إلتقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل أنزل أو لم ينزل. (مراقي الفلاح: ٤١)

العلة هي سبب وجود الحكم المبني عليها فإذا وجدت العلة وجد الحكم.

(موسوعة القواعد الفقهية: ٦/٣٩٦)

پانی بھی آسمان کا ہی ہوتا ہے اس لیے وہ بھی طہور ہوگا، اور ان پانیوں سے طہارت حاصل کرنا درست ہوگا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۹)

فلٹر کئے ہوئے پیشاب (Filtered urine) کا حکم

پیشاب نجس ہے، اگر اُسے فلٹر کیا جائے تب بھی نجس ہی رہے گا؛ کیوں کہ فلٹر کرنے سے محض اس کی بدبو زائل ہوتی ہے، حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے؛ لہٰذا اس سے انتفاع جائز نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

پیشاب نجس شئ ہے اور فلٹر کرنے سے اس کی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، صرف بدبو زائل ہوتی ہے، اور حکم حقیقت کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ پیشاب ہی ہے، اس لیے اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں ہوگا؛ لہٰذا فلٹر کرنے کی وجہ سے اگر اس کا نام بدل جاتا ہے تو بھی اس سے طہارت حاصل کرنا درست

---

(۱) مما ينبغي أن ينبه له أن نجس العين، و مثله المحرم أكله و شربه لايجوز للمسلم أن يتقصد تحويله إلى مادة أخرى، فإن الله إذا حكم بنجاسة شيء فإنه يحكم بحرمة الإستفادة منه، كالبول و الغائط و دم الحيض والنفاس والميتة وهذا لا يقتصر على النجس وحده، بل عام في كل الأعيان النجسة و مثلها الأعيان المحرمة ...... و على ذلك فإن ما حرم الله أكله هو كالنجس لا يجوز بيعه كما لايجوز تحويله إلى شيء آخر فيباع و ينتفع به. (قضايا طبية معاصرة:۱/ ۳۲۱، ۳۲۲، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/ ۱۱۲، جديد فقهي مسائل: ۱/ ۱۰۸)

نہیں ہوگا کیوں کہ نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے(۱)۔

رقم المسئلة (۳۰)

آبِ زمزم (Pure water) سے وضو وغسل کا حکم

زمزم کا پانی ایک متبرک پانی ہے، اس کے آداب واحترام کا خیال رکھنا شرعی ذمے داری ہے، اس لیے بے وضو شخص کا اس سے وضو کرنا مکروہ ہے، بشرطیکہ دوسرا متبادل پانی مہیا ہو، ورنہ بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن غسل جنابت ہر حال میں کراہت سے خالی نہیں، اور نہ اس سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے، تاہم اگر باوضو اس سے تبرک کے طور پر وضو کرے یا پاک بدن والا شخص اس سے غسل کرے تو بلا کراہت جائز ہے(۲)۔

---

(۱) و عن عائشة قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أول ما يكفأ، قال زيد بن يحيى الراوي يعني الإسلام كما يكفأ الإناء يعني الخمر، قيل فكيف يارسول الله و قد بين الله فيما ما بين؟ قال: يسمونها بغير اسمها فيستحلونها.

قال القاري (يسمونها بغير إسمها) أي يسمونها باسم النبيذ والمثلث (فيستحلونها) أي حقيقة فيصيرون كفرة، أو فيظهرون أنهم يشربون شيئًا حلالًا فيكونون فسقة مكرة، و لذا قال بعض الشراح يعني أنهم يستترون بما أبيح لهم من الأنبذة فيتوصلون بذلك إلى استحلال ما حرم عليهم منها قال القاضي و يؤولون في تحليلها بأن يسموها بغير اسمها، كالنبيذ و المثلث فيفيد أن النبيذ و المثلث حلالان، و أن حقيقة الشيء لا يتغير اسم شيء عليه. (مرقاة المفاتيح: ۵٦۳/۹، كتاب الرقاق باب الإنذار و التحذير)

(۲) يجوز الإغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن كان على طهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب، و لا محدث، و لا في مكان نجس، و لا يستنجي به، ولا يزال به نجاسة حقيقية، و عن بعض العلماء تحريم ذلك، و قيل أن بعض الناس استنجى به فحصل له باسورا.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص۲۲، كتاب الطهارة) =

طریقۃ الإنطباق

شریعت کا ایک ضابطہ ہے کہ جو شئ اپنے اندر عظمتِ شان رکھتی ہے، اور اس کی قدر ومنزلت شریعت کی نظر میں ہوتی ہے، تو اس میں ان امور کی اجازت سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے جس سے اس شئ کی عظمت اثر انداز ہو۔ اسی ضابطہ کی روشنی میں آبِ زمزم کے باعظمت ہونے کی وجہ سے اس سے استنجاء کرنے کو فقہا نے مکروہ قرار دیا بشرطیکہ دوسرا متبادل پانی موجود ہو؛ لیکن اگر دوسرا متبادل پانی موجود نہیں ہے تو چوں کہ طہارت انسان کی ضروریاتِ دین سے متعلق ہے، اس لیے زمزم کے پانی سے حصولِ طہارت بلاکراہت جائز ہوگا؛ کیوں کہ آبِ زمزم میں معنیٰ طہور وطاہر (خود پاک، دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت) موجود ہے(۱)۔

= یکره الإستنجاء بماء زمزم لا الإغتسال، قال الشامي: و كذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه حتی ذکر بعض العلماء تحريم ذلك.

(الدر المختار مع الشامية: ٤/ ٥٢، كتاب الحج، مطلب في كراهية الإستنجاء بماء زمزم، فتاوی حقانیه: ٢/ ٥١٢)

(١) الشيء إذا عُظم قدره شدّد فيه و كثرت شروطه، و بولغ في أبعاده إلا بسبب قوي تعظيمًا لشأنه و رفعًا لقدره. معنى هذه القاعدة و مدلولها، المراد يعظم القدر إرتفاع المكانة وسمو المنزلة، و الشرع لا يرفع قدر شيء إلا لما فيه من عظيم المصلحة وعموم الفائدة. فمفاد القاعدة، أن الشيء الحكم أو التصرف أو المعاملة و المعاقدة إذا شدّد الشرع فيه و أكثر شروطه فيكون ذلك دليلا على إرتفاع مكانة هذا الشيء و عظيم قدره في الشرع، و لذلك لا يوصل إليه إلا بسبب قوي.

(موسوعة القواعد الفقهية: ٦/ ١٨٦)

﴿پانی پر کسی چیز کے غالب آنے کی صورت میں حکم﴾

رقم المتن - ١٤

وَ لَا بِـمَـاءٍ غَـلَـبَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ فَأَخْرَجَهُ عَنْ طَبْعِ الْمَاءِ كَالْأَشْرِبَةِ وَ الْخَلِّ وَالْمَرَقِ وَ مَاءِ الْبَاقِلَّاءِ وَ مَاءِ الْوَرَدِ وَ مَاءِ الزَّرْدَجِ.

ترجمہ: اور ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے جس پر دوسری چیز غالب آ گئی ہو، اور اس کو پانی کی طبیعت سے نکال دیا ہو، جیسے شربت، سرکہ، لوبیا کا پانی، شوربا، گلاب کا پانی، گاجر کا پانی۔

توضیح المسئلة

پانی میں ملائی جانے والی چیز یا تو جامد (جمی ہوئی) ہوگی یا مائع یعنی بہنے والی، اگر شئ جامد ہے اور اس کی وجہ سے پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ختم ہو جائے یا اس کا نام ہی بدل جائے تو سمجھ لو کہ جامد شئ کا پانی پر غلبہ ہو گیا ہے، اور ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر ملائی جانے والی چیز بہنے والی ہے، تو اب غلبہ کا اعتبار ظہورِ وصف سے ہوگا، یعنی اگر بہنے والی شئ کے دو وصف ہوں جیسے دودھ، کہ اس کا ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر بہنے والی شئ کے تین وصف ہوں، جیسے سرکہ، اور اس کے دو وصف پانی میں ظاہر ہو جائیں تو اس سے وضو درست نہیں ہوگا، اور اگر

بہنے والی شئ کا کوئی وصف نہیں ہے جیسے مائے مستعمل، تو غلبہ کا اعتبار وزن سے ہوگا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣١)

ڈیٹول (Dettol) ملائے ہوئے پانی سے وضو کا حکم

ڈیٹول کا استعمال پانی میں مزید نظافت وصفائی کے لیے کیا جاتا ہے، جس کے ملانے سے اگر ڈیٹول کے اوصافِ ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے صرف ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو کرنا درست ہوگا، اور اگر ڈیٹول کو پانی میں اتنا زیادہ ملا دیا گیا کہ پانی میں اس کے دو یا تینوں وصف ظاہر ہو جائیں تو اس سے وضو درست نہیں ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

مائعات (بہنے والی اشیاء) کے پانی میں مل جانے کی وجہ سے اس سے وضو کے جواز وعدمِ جواز کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر بہنے والی چیز پانی پر غالب آجائے تو وضو

---

(۱) و لا بماء غلب غيره من الجامدات الطاهرة، فاخرجه ذلك المخالط عن طبع الماء و هو الرقة و السيلان، أو أحدث له إسما على حدة، و إنما قيدت المخالط بالجامد لأن المخالط إذا كان مائعًا، فالعبرة في الغلبة إن كان موافقًا في أوصافه الثلاثة كالماء المستعمل فبالأجزاء، و إن كان مخالفًا فيها كالخل فبظهور أكثرها أو في بعضها فبظهور وصف كاللبن يخالف في اللون و الطعم فإن ظهرا أو أحدهما منع و إلا لا. (اللباب في شرح الكتاب: ١/٤٣)

(۲) والغلبة في المائعات بظهور وصفين من مائع له ثلاثة كالخل.

(نور الإيضاح: ص ٢٦، كتاب الطهارة)

جائز نہیں ہوگا، اور اگر بہنے والی چیز پر پانی غالب ہو، اور بہنے والی چیز مغلوب ہو تو ایسے پانی سے وضو جائز ہوگا۔ اب غلبہ کا اعتبار بہنے والی چیز کے اوصاف کے پانی میں ظاہر ہونے سے کیا جائے گا، یعنی اگر بہنے والی چیز کے دو وصف میں ایک، یا تین وصف میں سے دو یا تین پانی میں ظاہر ہو جائیں تو یہ پانی کے مغلوب اور بہنے والی چیز کے غالب ہونے کی علامت ہے۔ اور اگر بہنے والی چیز کے اوصاف میں سے پانی میں کم وصف کا ظہور ہو تو یہ پانی کے غالب اور بہنے والی شئ کے مغلوب ہونے کی علامت ہے، اور ڈیٹول بھی ایک ایسی بہنے والی چیز ہے جس کے تین وصف ہوتے ہیں؛ لہٰذا اگر پانی میں اس کے دو یا تینوں وصف کا ظہور ہو جائے تو وہ پانی ہی نہیں رہے گا؛ بل کہ اس میں ڈیٹول کے غالب ہو جانے کی وجہ سے اس کا نام بھی ڈیٹول ہو جائے گا، اسی لیے ایسے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر ڈیٹول کے ملانے سے اس کا کوئی وصف ظاہر نہ ہو یا صرف ایک وصف ہی ظاہر ہو تو پانی کے غالب ہونے کی وجہ سے اس سے وضو درست ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں پانی کا نام ختم نہیں ہوتا ہے(۱)۔

---

(۱) والماء الذي يختلط به الأشنان أو الصابون أو الزعفران بشرط أن تكون الغلبة للماء من حيث الأجزاء بأن تكون أجزاء الماء أكثر من أجزاء المخالط، هذا (إذا لم يزل عنه اسم الماء) بحيث لو راه الرائي يطلق عليه اسم الماء و بشرط (أن يكون رقيقًا بعد) وإشتراط عدم زوال اسم الماء يغني عن إشتراط الرقة فإن الغليظ قد زال عنه اسم الماء. (حلبي كبير: ص ۹۰، فصل في بيان أحكام المياه)

﴿ پانی میں شئ طاہر مل جانے کی صورت میں حکم ﴾

رقم المتن – ١٥

وَ تَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْءٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ أَحَدَ أَوْصَافِهِ كَمَاءِ الْمَدِّ وَالْمَاءِ الَّذِيْ يَخْتَلِطُ بِهِ الْأُشْنَانُ وَ الصَّابُوْنُ وَ الزَّعْفَرَانُ.

ترجمہ: اور اس پانی سے حصولِ طہارت درست ہے جس میں پاک شئ نے مخلوط ہوکر اس کے ایک وصف کو بدل دیا ہو، مثلاً سیلاب کا پانی اور ایسا پانی کہ اس میں اشنان اور صابون اور زعفران مل گیا ہو۔

توضیح المسئلة

ایسے پانی سے وضو کرنا درست ہے جس میں کوئی پاک شئ اتنی مقدار میں مخلوط ہوئی ہو کہ اس نے پانی کے تین اوصاف یعنی رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی ایک وصف میں تغیر کردیا ہو، اگر بجائے ایک کے دو وصف بدل گئے ہوں تو علامہ قدوریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ اس سے وضو درست نہیں ہوگا جیسا کہ "فغير أحد أوصافه" عبارت سے ظاہر ہے، مگر صحیح قول کے مطابق وضو درست ہوگا(١)۔

---

(١) و لا يضر تغير أوصافه كلها بجامد كزعفران وفاكهة وورق شجر. (نور الإيضاح: ص٢٦)

و كذا يجوز بماء خالطه طاهر جامد مطلقًا كأشنان و زعفران وفاكهة و ورق شجر و إن غير كل أوصافه الأصح إن بقيت رقته أي و اسمه. =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٢)

جراثیم کش پاؤڈر (Insecticede powder) ڈالے ہوئے پانی سے وضو کا حکم

بسا اوقات پانی کے جراثیم مارنے کے لیے پانی میں جراثیم کش پاؤڈر ڈالا جاتا ہے، جس کی وجہ سے پانی میں رقت اور سیلان تو باقی رہتا ہے؛ لیکن اس کے رنگ، بو اور مزہ میں فرق آجاتا ہے، اس طرح کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ جب پانی میں کوئی جامد چیز مل جائے اور اسے پکائے بغیر اس کے اوصاف بدل جائیں تو جب تک اس میں رقت اور سیلان باقی رہے اس سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے (۱)۔

طريقة الإنطباق

جمی ہوئی چیزوں کے پانی میں ملائے جانے کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ جب پانی کی طبیعت یعنی رقت (پتلا پن) اور سیلان (بہاؤ) باقی ہو، تو اس کا حکم مائے مطلق کی

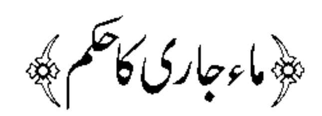
= قال الشامي تحت قوله (و إن غير كل أوصافه) لأن المنقول عن الأساتذة أنهم كانوا يتوضؤن من الحياض التي تقع فيها الأوراق مع تغيير كل الأوصاف من غير نكير.

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۳۳٤)

(۱) والغلبة تحصل في مخالطة الماء لشيء من الجامدات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته فلا ينعصر، و إخراجه عن سيلانه فلا يسيل على أعضاء سيلان الماء، و أما إذا بقي على رقته و سيلانه، فإنه لا يضر أي لا يمنع جواز الوضوء به، تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران و فاكهة و ورق شجر.

(مراقي الفلاح: ص۹، المسائل المهمة: ٥/٦٢، فتاوی محمودیه: ٥/١٢٩)

طرح ہی ہوتا ہے، پانی کے اوصاف رنگ، بو، مزہ کے بدلنے کا یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے، بشرطیکہ جمی ہوئی چیز کو پانی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو۔ اور جراثیم کش پاؤڈر بھی ایک جمی ہوئی چیز ہوتی ہے جسے محض پانی میں ملایا جاتا ہے پکایا نہیں جاتا ہے، اب اگر پاؤڈر کی وجہ سے پانی کا کوئی وصف متغیر ہو جاتا ہے تب بھی اس سے وضو جائز ہوگا؛ کیوں کہ محض جمی ہوئی چیز کے ملانے سے پانی کے اوصاف کا بدل جانا اس سے طہارت حاصل کرنے کے منافی نہیں ہے(۱)۔



رقم المتن - ١٦

وَ أَمَّا الْمَاءُ الْجَارِيُّ إِذَا وَقَعَتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنْهُ إِذَا لَمْ يَرَ لَهَا أَثَرٌ لِأَنَّهَا لَا تَسْتَقِرُّ مَعَ جِرْيَانِ الْمَاءِ.

ترجمہ: اور بہر حال مائے جاری جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا اس وقت تک درست ہے، جب تک کہ نجاست کا اثر اس میں دکھائی نہ دے، اس لیے کہ نجاست پانی کے بہاؤ کے ساتھ نہیں ٹھہرتی۔

---

(١) الضابط عن مخالطة الأشياء الجامدة للماء من غير طبخ، فإنه مادام رقيقًا يسيل سريعًا كسيلانه عند عدم المخالطة، فحكمه حكم الماء المطلق يجوز الوضوء به، و إلا فلا، و لا عبرة بزوال اللون و لا الطعم و لا الريح. (حلبي كبير: ص ٩٠، باب المياه)

توضيح المسئلة

رواں پانی میں جب گندگی گر جائے تو اس سے وضو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں نجاست کا کوئی اثر دکھلائی نہ دے؛ کیوں کہ پانی کے بہاؤ کے سامنے وہ نجاست ٹھہر نہیں سکتی۔

جاری پانی کسے کہتے ہیں اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) جاری پانی وہ ہے جس کو عرف میں رواں اور بہتا ہوا شمار کیا جائے۔

(۲) جو خشک تنکے کو بہالے جائے۔

(۳) پانی میں جریان کی کیفیت اتنی ہو کہ جب وضو کرنے والا چلّو سے دوبارہ پانی اٹھائے تو پہلے چلّو کا پانی ہاتھ میں نہ آئے بل کہ وہ رواں ہو کر نیا پانی ہاتھ میں آئے (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۳)

کیا پانی کی جدید ٹنکیاں (New Water tanks) مائے جاری کے حکم میں ہوں گی؟

آج کل عام شہروں میں گھروں کے اندر غسل خانوں میں پانی پہنچانے کے لیے پائپ سسٹم کا رواج ہے، جس کا طریقۂ عمل یہ ہے کہ بورنگیں چالو کی جاتی ہیں جس سے ٹنکیوں میں پانی پہنچ جاتا ہے، پھر ان ٹنکیوں کے ذریعہ یہ پانی مختلف جگہوں میں پہنچایا جاتا ہے، اگر

---

(۱) حد الجاري ما لا يتكرر استعماله، و قيل ما يذهب بتبنة و لو جلس الناس صفوفا على شط نهر توضوا منه جاز و هو الصحيح. (الجوهرة النيرة: ۱/۴۹)

ان میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے، مثلاً بورنگ کے ذریعہ ایک طرف سے پانی چڑھایا جارہا ہے اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ غسل خانوں، بیت الخلا وغیرہ میں پانی نکالا جارہا ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس وقت یہ ٹنکیاں مائے جاری کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوں گی جب تک پانی کے بنیادی تین اوصاف رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی ایک نہ بدل جائے (۱)۔

لیکن اگر یہ نجاست ٹنکی میں ایسے وقت گری کہ پانی دونوں طرف سے جاری تھا اور پھر کسی ایک طرف سے پانی کے بند ہونے کے بعد اسی میں پڑی رہی، یا ایسے وقت گری کہ ان ٹنکیوں کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، یا دونوں طرف میں سے کسی ایک طرف سے بند ہو، مثلاً بورنگ کے ذریعہ پانی چڑھایا جارہا ہے مگر اس کا اخراج نہیں ہورہا ہے، یا اخراج ہورہا ہے مگر پانی چڑھایا نہیں جارہا ہے بل کہ محض ٹنکی میں موجود پانی کا اخراج ہورہا ہے، تو ایسی صورت میں اگر یہ ٹنکیاں دَہ دَرْ دَہ فی زماننا ہذا (۲۲۵) اسکوائر فٹ سے کم ہیں تو مائے قلیل کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ناپاک ہوجائیں گی (۲)، اور اگر یہ ٹنکیاں دَہ دَرْ دَہ

---

(۱) أو جاريا وظهر فيه أثرها والأثر طعم أولون أو ريح. (نور الإيضاح: ص۲٦)

والحقوا بالجاري حوض الحمام إذا كان الماء ينزل من أعلاه، والناس يغترفون منه، حتى لو أدخلت القصعة أو اليد النجسة فيه لا ينجس. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/٤٥)

قال الشامي: والعرف الأن أنه متى كان الماء داخلًا من جانب وخارجًا من جانب آخر يسمى جاريًا. (ردالمحتار: ۱/۳۳٤)

(۲) وكل ماء دائم إذا وقعت فيه نجاسة لم يجز الوضوء به قليلًا كان أو كثيرًا. (المختصر القدوري: ص٥)

ماء نجس وهو الذي حلت فيه نجاسة وكان راكدًا قليلاً والقليل مادون عشر في عشر فينجس وإن لم يظهر أثرها فيه والأثر طعم أولون أو ريح. (نور الإيضاح: ص۲٦)

ہیں تو مائے جاری کے حکم میں ہوں گی، اور ناپاکی گرنے کے بعد اس وقت تک ناپاک شمار نہ ہوں گی جب تک پانی کے تین وصفوں میں سے کوئی ایک وصف نہ بدل جائے (۱)۔

طريقة الإنطباق

مائے جاری وہ پانی ہے جس میں بہاؤ کی صفت موجود ہو، یعنی پانی میں کم از کم اتنی جریان کی کیفیت ہو کہ وہ خشک تنکے وغیرہ کو بہالے جائے۔ اب پانی کی وہ جدید ٹنکیاں جنہیں بورنگ سے بھرا جاتا ہے، ان میں ایک طرف سے بذریعہ پائپ پانی آتا ہے اور دوسری طرف سے پانی کو بذریعہ پائپ نکالا جاتا ہے، اگر وقوعِ نجاست کے وقت ان ٹنکیوں کی یہی کیفیت تھی کہ ایک طرف بورنگ سے پانی ٹنکی میں چڑھایا جارہا ہو، اور دوسری طرف پائپ کے ذریعہ پانی کو نکالا جارہا ہو تو یہ ٹنکیاں مائے جاری کے حکم میں ہوں گی اور اس وقت تک ناپاک نہیں ہوں گی جب تک اس میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوجائیں؛ کیوں کہ ان میں بھی جریان کی علت موجود ہے جس کی وجہ سے ٹنکیوں میں نجاست نہیں ٹھہرتی ہے (۲)۔

---

(۱) والغدير العظيم الذى لايتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر، إذا وقعت في أحد جانبيه نجاسة جاز الوضوء من الجانب الآخر، وبعضهم قدره بالمساحة بأن يكون عشرة أذرع طولاً في عشرة أذرع عرضًا بذراع الكرباس توسعة في الأمر على الناس، قال في الهداية وعليه الفتوى وهو اختيار البخاريين.

(الجوهرة النيرة: ۱/۵۰)

وكذا يجوز براكد كثير كذالك أي وقع فيه نجس لم يرأثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتى.

(الدر المختار: ۱/۳۳۹)

(۲) وأما الماء الجاري وهو ما لايتكرر استعماله، وقيل ما يذهب بتبنة، وفيه الحقوا بالجاري حوض الحمام إذا كان الماء ينزل من أعلاه والناس يغترفون منه حتى لو أدخلت القصعة أو اليد النجسة فيه لا تنجس.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۴۴)

اور اگر وقوعِ نجاست کے وقت دونوں یا کسی ایک طرف کا پانی بند ہو تو یہ مائے راکد کے حکم میں ہوں گی، اگر اس کا طول وعرض کل رقبہ دَہ دَرْ دَہ فی زمانناہذا ۲۲۵۱ / اِسکوائر فٹ ہے، تو وہ مائے کثیر ہونے کی وجہ سے مائے جاری کے حکم میں ہوگا، اور اگر وہ ۲۲۵ / اِسکوائر فٹ سے کم ہو تو وہ مائے قلیل ہوگا، جو محض وقوعِ نجاست سے ہی ناپاک ہو جائے گا۔

﴿بڑے تالاب (Big pond) کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۷

وَالْغَدِيْرُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ لَايَتَحَرَّكُ أَحُدُ طَرُفَيْهِ بِتَحْرِيْكِ الطَّرُفِ الْآخَرِ إِذَا وَقَعَتْ فِيْ أَحَدِ جَانِبَيْهِ نَجَاسَةٌ جَازَ الْوَضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ النَّجَاسَةَ لَاتَصِلُ إِلَيْهِ.

ترجمہ: ایسا بڑا تالاب کہ متحرک نہیں ہوتا ہو اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے کے حرکت دینے سے، جب اس کے ایک کنارے میں ناپاکی گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ ناپاکی وہاں تک نہیں پہنچے گی۔

توضیح المسئلة

ایسا بڑا تالاب کہ اس کے ایک جانب کو ہلانے سے دوسری جانب نہ ملے اور اس کا اثر وہاں تک نہ پہنچے، ایسے تالاب یا حوض میں کوئی نجاست گر گئی ہو، تو اس کی ایک جانب سے وضو کر لینا درست ہوگا، اس لیے کہ ایک جانب کی حرکت سے دوسری جانب کا متحرک

نہ ہونا اس کی کھلی علامت ہے کہ نجاست کا اثر دوسری جانب نہیں پہنچا؛ کیوں کہ حرکت کا اثر نجاست کے مقابلے میں تیزی سے پہنچتا ہے، اور بعض فقہا نے لوگوں کی سہولت کی خاطر اس کی پیمائش دس ہاتھ لانبا اور دس ہاتھ چوڑا (دَہ دَرْ دَہ) قرار دیا ہے، اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ اور گہرائی کی حد یہ قرار دیتے ہیں کہ چُلّو سے پانی لیتے وقت زمین نظر نہ آئے (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٤)

مائے کثیر یعنی دَہ دَرْ دَہ کی مقدار

اِسکوائرفٹ (Square feet) کے اعتبار سے

مائے کثیر دَہ دَردَہ کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کل رقبہ یعنی طول وعرض کا حاصل سو ذراع برابر ۲۲۵ / اسکوائر فٹ ہو اگر کل رقبہ طول وعرض کے اعتبار سے ۲۲۵ / اسکوائر فٹ سے کم ہوگا تو وہ مائے قلیل کے حکم میں ہوگا (۲)۔

---

(١) والغدير العظيم الذي لايتحرك أحد طرفيه بتحريك الطرف الآخر، إذا وقعت نجاسة في أحد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر، لأن الظاهر أن النجاسة لا تصل إليه، إذ أثر التحريك في السراية فوق أثر النجاسة ...... وبعضهم قدروا بالمساحة عشرا في عشر بذراع الكرباس توسعة للأمر على الناس، وعليه الفتوى، والمعتبر في العمق أن يكون بحال لا ينحسر بالإغتراف هو الصحيح.

(الهداية ١/٣٦، كتاب الطهارة، باب الماء)

(٢) فلذا أفتى به المتأخرون الأعلام أي في المربع بأربعين. قال الشامي أشار إلى أن المراد من إعتبار العشرة في العشرة ما يكون وجهه مائة ذراع سواء كان مربعًا، وهو ما يكون كل جانب من جوانبه =

طريقة الإنطباق

ذراع کہتے ہیں "ما بين طرف المرفق إلى طرف الوسطى" یعنی کہنی کے کنارہ سے بیچ والی انگلی کے کنارے تک حصے کو ''ذراع'' کہتے ہیں۔ ذراع کی دو قسمیں ہیں:

ذراع مساحت:

ایک گز ۶؍انچ، یعنی ساڑھے تین فٹ یا بیالیس (۴۲) انچ ہوتا ہے۔

ذراع کرباس:

نصف گز، یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہے۔ فقہائے حنفیہ کے یہاں جب ذراع بولا جاتا ہے تو اس سے ذراع کرباس ہی مراد ہوتا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے؛ لہٰذا ذراع کرباس کے اعتبار سے **عشرا في عشر** کی مقدار ۲۲۵؍اِسکوائر فٹ ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ دس ہاتھ ۱۵؍فٹ کا ہوتا ہے؛ کیوں کہ ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ (۱۸؍انچ) کا ہوتا ہے، اب اس دس ہاتھ یعنی ۱۵؍فٹ کو دوسرے عشر یعنی دس ہاتھ ۱۵؍فٹ میں ضرب دیا جائے گا تو حاصل ضرب ۲۲۵؍اسکوائر فٹ نکلے گا (۱)۔

= عشرة وصول الماء أربعون ووجهه مائة أو كان مدورًا أو مثلثًا.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ۱/ ۳۴۲، المسائل المهمة: ۴/ ۲۶)

(۱) الأوزان المحمودة: ص ۸۲



رقم المتن – ١٨

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهُ فِيْ طَهَارَةِ الْأَحْدَاثِ.

ترجمہ: اور مائے مستعمل کا استعمال احداث کی طہارت میں جائز نہیں ہے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے مائے مستعمل کا حکم بیان کیا ہے۔ امام محمدؒ کا مسلک اور امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت میں طاہر غیر مطہر ہے یعنی اس پانی سے دوبارہ وضو یا غسل درست نہیں ہے؛ البتہ نجاستِ حقیقی زائل کرسکتے ہیں (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٥)

ریسائیکلڈ واٹر (Recycled water) کے استعمال کا حکم

بعض ملکوں اور علاقوں میں پانی کی قلت کی وجہ سے وہاں کی حکومتیں قدرتی

(١) والثالث في حكمه قال محمد هو طاهر غير مطهر، و اختار صاحب الكنز هذا و هو ظاهر الرواية وعليه الفتوى. (المعتصر الضروري على المختصر القدوري:ص ٤٦)

قيد بالأحداث للإشارة إلى جواز استعماله في طهارة الأنجاس كما هو الصحيح.

(اللباب في شرح الكتاب:١/ ٤٦)

چیزوں کو محفوظ کرنے کے لیے فکرمند ہوتی ہیں، اور اسی مقصد سے وہ استعمال شدہ پانی کوئی ٹیکنک (New Ticnique) کے ذریعہ دوبارہ قابل استعمال بناتی ہیں، اس پانی کو ''ریسائیکلڈ واٹر'' کہا جاتا ہے، اِس پانی اور عام پانی میں رنگ، بو، مزہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اس طرح کے پانی کا حکم یہ ہے کہ اگر جسم اور کپڑے میں لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے(۱)؛ مگر ایسے پانی سے وضو اور غسل درست نہیں ہوگا(۲)؛ البتہ اگر ایسے پانی کو نجاست حقیقیہ کے زائل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو درست ہے، اور نجاستِ حقیقیہ سے طہارت بھی حاصل ہو جائے گی (۳)۔

طريقة الإنطباق

مائے مستعمل اس پانی کو کہتے ہیں جس کو رفعِ حدث (وضو، غسل) کے لیے استعمال کیا گیا ہو، یا عبادت کی نیت سے (مثلاً نماز پڑھنے کے لیے وضو کرے)(۴)، تو اس کا حکم

(۱) الماء المستعمل طاهر إن أزيل به الحدث فحسب، فلو تقاطر من الماء المستعمل عند التوضؤ والإغتسال شيء على الثياب، أو انتشر فوقع في الماء أو في بعض الأواني لا تتنجس هذه الأشياء.

(التسهيل الضروري:۱/۱۷)

(۲) وروى محمد عن أبي حنيفة أنه طاهر غير مطهر للأحداث كالخل و اللبن و هذا هو الصحيح.

(الجوهرة النيرة :۱/۵۲)

اتفق أصحابنا رحمهم الله أن الماء المستعمل ليس بطهور حتى لا يجوز التوضؤ به.

(الفتاوىٰ الهندية:۱/۲۲)

(۳) فلا يجوز إستعماله في طهارة الأحداث قيد بالأحداث لأنه يزيل الأنجاس.

(الجوهرة النيرة: ۱/۵۲، المسائل المهمة: ۸/۶۷)

(۴) والماء المستعمل كل ماء أزيل به حدث أو استعمل في البدن على وجه القربة.

(المختصر القدوري: ص۷)

یہ ہے کہ ایسے پانی کو دوبارہ وضو یا غسل کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے(۱)؛ کیوں کہ پانی رفعِ حدث کے لیے استعمال کرنے کی وجہ سے اس پانی میں نجاست سرایت کر چکی ہے (۲)، اور ایسے پانی کا استعمال وضو میں جائز نہیں ہے جس میں نجاست سرایت کر چکی ہو (۳)، اور فلٹر کرنے کی وجہ سے پانی صاف تو ہوتا ہے یعنی اس کا رنگ، بو، مزہ عام پانی کی طرح ہو جاتا ہے؛ لیکن پاک نہیں ہوتا، اسی لیے ریسائیکلڈ واٹر سے وضو و غسل کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ ریسائیکلڈ واٹر کو نجاستِ حقیقیہ کے زائل کرنے میں استعمال کیا جا سکتا ہے کیوں کہ یہاں مقصود ازالۂ نجاست ہے اور وہ اس پانی کے ذریعہ دھونے میں حاصل ہے (۴)۔

---

(۱) والماء المستعمل لا يجوز استعماله في طهارة الأحداث. (المختصر القدوري: ص۷)

(۲) وقال محمد لا يصير مستعملا إلا بإقامة القربة، لأن الإستعمال بإنتقال نجاسة الآثام إليه.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۴۷)

(۳) والدليل على تحريم استعمال الماء الذي فيه جزء من النجاسة، وإن لم يتغير طعمه أو لونه أو رائحته قول الله تعالى و يحرّم عليهم الخبائث والنجاسات من الخبائث لأنها محرمة.

(شرح مختصر الطحاوي: ۱/۲۳۹)

(۴) فما كان منها مرئية فطهارتها بزوالِ عينها، لأن النجاسة حلت المحل بإعتبار العين فتزول بزواله.

(الهداية: ۱/۷۷، باب الأنجاس)

﴿چمڑے (Leather) کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۹

وَ كُلُّ إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ جَازَتِ الصَّلَاةُ فِيهِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ إِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيرِ وَالْآدَمِيِّ.

ترجمہ: اور ہر وہ چمڑا جسے دباغت دے دی گئی ہو وہ پاک ہو گیا اس پر نماز پڑھنا بھی درست ہے، اور اس کے ذریعہ وضو کرنا بھی درست ہے سوائے خنزیر اور آدمی کی جلد کے۔

توضیح المسئلة

چمڑے کے دباغت کے ساتھ تین مسائل متعلق ہوتے ہیں:

اول: خود اس کھال کا پاک ہونا۔ **دوم**: اس کا لباس بنا کر پہننا اور اس کا مصلی بنانا۔ **سوم**: اس کا مشکیزہ بنا کر اس سے وضو کرنا۔

اول کا تعلق ''کتاب الصید'' کے ساتھ ہے، ثانی کا ''کتاب الصلاۃ'' کے ساتھ اور ثالث کا تعلق اس باب (احکام المیاہ) کے ساتھ ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے چمڑے کے مسئلوں کو پانی کے مسئلوں کے تحت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دباغت کے بعد ہر طرح کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور شرعاً اس سے فائدہ اٹھانا درست ہے (۱)۔

---

(۱) عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أيما إهاب دبغ فقد طهر.

(السنن للترمذي: ۱/۳۰۳، كتاب اللباس، ماجاء في جلود الميتة إذا دبغت)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٦)

(جَازَتِ الصَّلاةُ فِيهِ)

چمڑے کی ٹوپی اور بیلٹ (Leather Cap & Belt) پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

چمڑے دو صورتوں میں پاک ہو جاتے ہیں، ایک تو ان جانوروں کے چمڑے جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو، دوسرے وہ چمڑے جو ہوں تو مردار کے، لیکن اس کو دباغت دیا گیا ہو، یعنی نمک کیمیکل (Chamical) یا کسی اور چیز کا استعمال کر کے اس کی آلائش دور کر دی گئی ہو؛ ان دونوں صورتوں میں چمڑا پاک ہو جاتا ہے، اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہو جاتا ہے، اس سے صرف خنزیر نجاست کی وجہ سے اور انسان کرامت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے؛ لہٰذا چمڑے کی جو چیزیں مثلاً ٹوپی، بیلٹ وغیرہ بازار میں دستیاب ہیں، جب تک ان کے بارے میں کم سے کم غالب گمان کے درجہ میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خنزیر کے چمڑے سے بنی ہوئی ہیں، وہ پاک سمجھی جائے گی اور انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست ہوگا (۱)۔

---

(۱) وكل إهاب دبغ فقد طهر جازت الصلاة فيه والوضوء منه إلا جلد الخزير والآدمي، لقوله عليه السلام أيما إهاب دبغ فقد طهر. (الهدايه: ١/ ٤٠، كتاب الطهارة)

وكل إهاب دبغ فقد طهر إلا جلد الخنزير والآدمي، يعني كل إهاب دبغ جاز استعماله شرعًا إلا جلد الخنزير لنجاسة عينه وجلد الآدمي لكرامته. (البحر الرائق: ١/ ١٧٩، كتاب الطهارة، كتاب الفتاوى: ٢/ ٨٦)

طريقة الإنطباق

دباغت کی تعریف یہ ہے کہ چمڑے سے رطوباتِ نجسہ کو اس طرح دور کرنا کہ چمڑے پر پانی لگنے کی وجہ سے نجاست دوبارہ نہ لوٹے۔ چمڑے کی بنی ہوئی اشیاء دباغت شدہ ہوتی ہیں کیوں کہ دباغت کے بغیر چمڑے سے ٹوپی، بیلٹ یا اس طرح کی کوئی اور چیز بنانا ممکن ہی نہیں ہے، ان کے دباغت شدہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ نہ تو ان کے اوپر نجاست کی آلائش ہوتی ہے اور نہ ان کو پانی میں داخل کرنے سے آلائش عود کر کے آتی ہے، اس لیے چمڑے کے ذریعہ بنائی جانے والی اشیاء شرعاً پاک ہوں گی، اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (۳۷)

(والوضوء منه)

نجس مٹی (Dirty soil) سے بنے ہوئے برتن کے استعمال کا حکم

اگر کمہار برتن بنانے کے لیے مٹی کو نجس پانی سے گوندھے تو ایسے پلید مٹی سے بنے ہوئے پختہ برتن کا استعمال جائز ہے اور اس میں موجود پانی سے وضو بھی درست ہے(۲)۔

---

(۱) الدباغة هي إزالة النتن والرطوبات النجسة من الجلد. (التعريفات: ص۱۰۷)

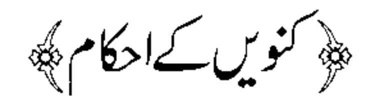
الدباغ هو ما يمنع عود الفساد إلى الجلد عند حصول الماء فيه. (البحر الرائق: ۱/۱۷۹)

(۲) ومنها الإحراق ...... الطين النجس إذا جعل منه الكوز أو القدر فطبخ يكون طاهرًا كذا في المحيط.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ٤٤، فتاوى حقانيه: ۲/ ۵۸٤)

طريقة الإنطباق

کسی نجس (پلید) شیٔ کے تطہیر کے مختلف طریقے ہیں، ان طریقوں میں آگ بھی ہے، یعنی اگر آگ شیٔ نجس کو جلا کر خاکستر کر دے تو وہ شیٔ پاک ہو جاتی ہے، اور وہ مٹی جس سے برتن بنایا جاتا ہے اس کو آگ میں پکایا جاتا ہے، بغیر آگ میں پکائے مٹی سے برتن بنانا ممکن ہی نہیں، جب نجس مٹی آگ میں پک چکی ہے، تو آگ کے ذریعہ نجاست کا ازالہ ہو چکا ہے اس لیے مٹی کے برتن پاک ہوں گے اور ایسے برتن کا استعمال جائز ہوگا (۱)۔



رقم المتن – ۲۰

وَإِذَا وَقَعَتْ فِي الْبِئْرِ نَجَاسَةٌ نُزِحَتْ وَ كَانَ نَزْحُ مَا فِيهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَهَا.

ترجمہ: اور جب کنوئیں میں کوئی نجاست گر جائے تو نجاست کو نکالا جائے گا اور کنویں میں موجود پانی کا نکالنا ہی کنویں کا پاک ہونا ہوگا۔

توضيح المسئلة

اگر کنویں کا کل رقبہ طول وعرض دَہ دَرْ دَہ عصر حاضر کے اعتبار سے ۲۲۵/ اسکوائر فٹ سے کم ہو تو وہ مائے قلیل کے حکم میں ہوگا، اور کنواں محض وقوعِ نجاست سے ہی ناپاک

---

(۱) وادخل في فتح القدير التطهير بالنار في الإستحالة ...... إذا احترقت الأرض بالنار فتيمم بذلك التراب قيل يجوز التيمم و قيل لايجوز والأصح الجواز. (البحر الرائق: ۱/ ۳۹۳،۳۹۵)

ہو جائے گا، اگرچہ اس میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ کنویں کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے گری ہوئی نجاست کو نکالا جائے، پھر کنویں میں موجود پانی کو نکال دیا جائے، تو یہ مقدار واجب پانی کا نکالنا ہی کنویں کی طہارت ہو گی (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۸)

پانی کی جدید ٹنکیوں (New Water tanks) کو پاک کرنے کا طریقہ

اگر پانی کی جدید ٹنکیوں میں محسوس جسامت رکھنے والی ناپاکی گری ہے تو اسے ان ٹنکیوں سے نکال دیا جائے، پھر ان کو دونوں طرف سے جاری کر دیا جائے، دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی یہ ٹنکیاں پاک ہو جائیں گی، پانی کی کسی خاص مقدار کا نکالنا ضروری نہیں ہے (۲)؛ البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک احتیاطاً تین مرتبہ اور بعض کے یہاں ایک مرتبہ حوض یا ٹنکی کا پانی بھر کر نکال دینا ضروری ہے، اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ایک طرف سے پاک پانی داخل کر کے دوسری طرف سے اتنا پانی نکال دیا جائے جتنا

---

(۱) تنزح البئر الصغيرة بوقوع نجاسة وإن قلّت من غير الأرواث كقطرة دم أو خمر ...... والقليل ما دون عشر في عشر فينجس وإن لم يظهر أثرها فيه. (نورالإيضاح: ص۲۸، فصل في مسائل الآبار)

(۲) ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه، وكذا البئر و حوض الحمام، قال الشامي تحت قوله (بمجرد جريانه) أي بأن يدخل من جانب و يخرج من آخر حال دخوله وإن قل الخارج.

(الدر المختار مع الشامية: ۱ /۳٤٥)

وقوعِ نجاست کے وقت اس حوض یا ٹنکی میں موجود ہے (۱)۔

اس کے بعد حوض یا ٹنکی اور اس کے پائپ کو پاک سمجھا جائے گا (۲)، اگر تھوڑا پانی نکل جانے کے بعد بھی استعمال کرلیا جائے تو قول مختار کے موافق گنجائش ہے۔

طريقة الإنطباق

شئ نجس کی طہارت ازالۂ نجاست پر مبنی ہے، اگر نجاست' نجاستِ مرئیہ ہے تو طہارت کا حکم محض ازالۂ نجاست پر ہوتا ہے، اور اگر نجاستِ غیر مرئیہ ہے تو وہاں شئ کی طہارت کو غالبِ ظن پر چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ فقہا نے غیر مرئیہ ناپاکی میں طہارت کو تثلیثِ غسل پر موقوف کیا ہے؛ کیوں کہ تثلیثِ غسل سے ظنِ غالب حاصل ہوجاتا ہے (۳)۔

اگر یہ جدید ٹنکیاں ناپاک ہوجائیں تو ان کی طہارت بھی ازالۂ نجاست سے ہی ہوگی، جس کا طریقۂ کار یہ ہوگا کہ اگر نجاست جسامت والی ہے تو اس کو نکال دیا جائے، پھر اس کا پانی چالو کرکے دوسری طرف سے پانی نکال دیا جائے؛ چوں کہ یہ جدید ٹنکیاں

---

(۱) فإن دخل الماء من جانب حوض صغير كان قد تنجس مائه فخرج من جانب، قال أبوبكر بن سعد الأعمش لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلاث مرات فيكون ذلك غسلا له كالقصعة حيث تغسل إذا تنجست ثلاث مرات، و قال غيره لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة. (شرح المنية: ص۹۹)

(۲) و كان ذلك طهارة للبئر و الدلو و الرشاء ويد المستقي.

(نور الإيضاح:ص ۲۸ ، المسائل المهمة:٤/٢٩)

(۳) فما كان منها مرئيا فطهارتها بزوال عينها، لأن النجاسة حلت المحل باعتبار العين فتزول بزواله ...... و ما ليس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر، لأن التكرار لابد منه للاستخراج، و لا يقطع بزواله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة، و إنما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فأقيم السبب الظاهر مقامه تيسرا، و يتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه. (الهداية: ۱/۷۸)

مائے جاری کے حکم میں ہیں اس لیے بعض پانی کے نکلتے ہی کنواں پاک ہو جائے گا(۱)؛ کیوں کہ جسامت والی ناپاکی کو نکالنے کے بعد کنویں میں کوئی دکھائی دینے والی ناپاکی نہیں ہے کہ اس کو دور کیا جائے، پانی کا ناپاک ہونا غیر مرئیہ کے حکم میں ہے، اور غیر مرئیہ کی صورت میں حکم ظنِ غالب پر دائر ہوتا ہے، اور بعضِ پانی کے نکلنے کی وجہ سے بقائے نجاست کا صرف شک ہے، اور شک کی وجہ سے ناپاکی ثابت نہیں ہوتی ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۳۹)

ایسے گہرے کنویں (Deep wells) کا حکم جس سے مرا ہوا حیوان نکالنا مشکل ہو

بسا اوقات کنواں اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اس میں سے نہ تو مرے ہوئے حیوان کا نکالنا ممکن ہوتا ہے، اور نہ ہی کنویں کے سارے پانی کا نکالنا ممکن ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں جب کہ تمام پانی کا نکالنا ممکن نہ رہے اور نجاست کا نکالنا بھی انسان کے بس میں نہ ہو تو کنویں سے اتنی مدت تک پانی استعمال نہیں کیا جائے گا جب تک کہ کنویں میں وہ نجاست مٹی ہو کر ختم نہ ہو جائے، بعض علما نے اس کی تحدید چھ مہینے سے کی ہے(۳)۔

---

(۱) ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه و كذا البئر و حوض الحمام، قال الشامي (بمجرد جريانه) أي بأن يدخل من جانب و يخرج من آخر حال دخوله و إن قل الخارج.

(الدر المختار مع الشامية: ۱/۳٤٥)

(۲) قال ابن الشحنة لأنه صار جاريا حقيقة و بخروج بعضه رفع الشك في بقاء النجاسة فلا تبقى مع الشك.

(رد المحتار: ۱/۳٤٥)

(۳) قال الشامي: قلت فلو تعذر أيضا ففي القهستاني عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن =

طريقة الإنطباق

ناپاک اشیاءکو پاک کرنے کے لیے اصل مقصود ازالۂ نجاست ہے، اب یہ ازالہ کامعنی کہیں اخراجِ نجاست سے حاصل ہوتا ہے(جیسے حوض، ٹنکی، کنواں وغیرہ میں کوئی جسم والی ناپاکی گرجائے تو عینِ نجاست کو نکال کر مقدار واجب پانی کا بہانا) اور کہیں تثلیثِ غسل سے (جیسے نجاستِ غیر مرئیہ سے ناپاک ہونے والی اشیاء کا تین مرتبہ دھونا) اور کہیں استحالہ (ناپاکی کے جسم کا ختم ہوجانا) کے ذریعہ سے (جیسے نمک کے کان میں گدھا گرکر مرجائے اور ختم ہوکر نمک ہوجائے تو نمک کا کان پاک ہوجاتا ہے)؛ پس معلوم ہوا کہ ناپاک اشیاء میں حصولِ طہارت کے لیے اصل مقصود ازالۂ نجاست ہے؛ لہٰذا اگر کنویں کے گہرا ہونے کی وجہ سے مرے ہوئے حیوان اور پانی کا نکالنا ممکن نہ ہو، تو یہاں یہ ازالہ کامعنی استحالہ متعین ہوجائے گا جب ناپاکی سڑ کر مٹی ہوجائے گی تو کنواں پاک ہوجائے گا(۱)؛ کیوں کہ مقصود (ازالۂ نجاست) حاصل ہوگیا(۲)۔

= إخراجه فمادام فيها فنجسة فتترك مدة يعلم أنه استحال وصار حمأة وقيل مدة ستة أشهر.

(رد المحتار: ۱/۳٦۸، فصل في البئر، فتاوى حقانيه: ۲/۵٤۳)

(۱) والوجه في إخراج كل مائها أن البئر لما وجب إخراج النجاسة منها، ولا يمكن ذلك لا بنزح كل مائها وجب نزحه لتخرج النجاسة معه حقيقية، وهذا التعليل يفيد أنه لابد في طهارة البئر من إخراج النجاسة بعينها لكنه مقيد بما إذا أمكن ذلك وإلا فهو ليس بواجب ...... وذكر القهستاني في جامع الرموز نقلا عن الجواهر لو وقع فيها عصفور فعجزوا عن إخراجه، فمادام فيها فنجسة فيترك مدة يعلم أنه استحال، وصار حمأة، وقيل مدة ستة أشهر وهذا أيضا يفيد أنه لابد من إخراج عين النجاسة فإذا تعذر يترك إلى أن يستحيل. (السعاية: ۱/٤۲٦، أحكام الآبار)

(۲) الحكم يبني على المقصود. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

﴿ڈول کا بیان﴾

رقم المتن - ۲۱

وَعَدَدُ الدِّلَاءِ يُعْتَبَرُ بِالدَّلْوِ الْوَسَطِ الْمُسْتَعْمَلِ لِلْآبَارِ فِي الْبُلْدَانِ فَإِنْ نَزَحَ مِنْهَا بِدَلْوٍ عَظِيمٍ قَدْرَ مَا يَسَعُ مِنَ الدِّلَاءِ الْوَسَطِ اُحْتُسِبَ بِهِ.

ترجمہ: اور ڈولوں کی تعداد اوسط درجہ کے ڈول کے اعتبار سے معتبر ہوگی جس کا استعمال شہروں کے کنوؤں پر ہوا کرتا ہے؛ لہٰذا اگر بڑے ڈول سے اوسط درجہ کے ڈولوں کے بقدر پانی نکال دیا گیا تو اوسط درجہ کے ڈول سے حساب لگائیں گے۔

توضیح المسئلة

پانی کی وجوبی مقدار نکالنے کے لیے اوسط درجہ کا ڈول معتبر ہوگا، یعنی ایسا ڈول جس کا استعمال عموماً کنوؤں پر ہوتا ہے، اور کسی کنویں کا ڈول مقرر نہ ہونے کی شکل میں وہ ڈول معتبر ہوگا، جس میں ایک صاع پانی آسکے، اور اگر ڈول اتنا بڑا ہو کہ اس میں متوسط ڈول کے تیس چالیس ڈول پانی آجائیں تو بڑے ڈول سے پانی کا ایک مرتبہ نکالنا متوسط ڈول کے تیس چالیس ڈول نکالنے کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اس طرح مقدار واجب پانی کا نکالنا کافی ہو جائے گا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٠)

پمپنگ سیٹ (Pumping set) کے ذریعہ کنویں کا ناپاک پانی نکالنا

بعض صورتوں میں ناپاکی وغیرہ کے گر جانے پر کنویں کا پورا پانی یا مقدار واجب پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، اس لیے پانی نکالنے کے لیے پمپنگ سیٹ کا استعمال نہ صرف جائز بل کہ زیادہ آسان اور بہتر ہے (۱)۔

طريقة الإنطباق

کنویں کے ناپاک ہونے کی صورت میں مقصود کنویں میں موجود پانی کا نکالنا ہے، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو؛ کیوں کہ حصول مقصود سے شئ (حکم) حاصل ہو جاتی ہے (۲)۔

---

(۱) تنزح البئر الصغيرة بوقوع نجاسة وإن قلت من غير الأرواث. (نورالإيضاح: ص ۲۸)

قال الشامي: فلو نزح القدر الواجب بدلو واحد كبير أجزأ و هو ظاهر المذهب لحصول المقصود.

(رد المحتار: ۳۷۵/۱، فصل في البئر، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱۲٤/۱،

جديد فقهى مسائل: ۱۱۲/۱)

(۲) الحكم يبنى على المقصود. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۳۱/۵)

﴿جانوروں کے جھوٹے کے احکام﴾

رقم المتن - ۲۲

وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ.

ترجمہ: اور آدمی کا جھوٹا اور ایسے جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

توضيح المسئلة

جانوروں کے جھوٹے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) بالاتفاق پاک، مثلاً آدمی اور ماکول اللحم جانوروں کا جھوٹا

(۲) بالاتفاق ناپاک، مثلاً کتے، خنزیر کا جھوٹا

(۳) مختلف فیہ، مثلاً درندوں کا جھوٹا

(۴) مکروہ، مثلاً بلی، کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا

(۵) مشکوک، مثلاً گدھے اور خچر کا جھوٹا

ان میں سے مصنفؒ نے پہلی قسم کا ذکر فرمایا ہے کہ آدمی اور وہ جانور جو حلال ہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے بالاتفاق سب کے نزدیک ان کا جھوٹا طاہر ہے؛ کیوں کہ ان کے جھوٹے میں منہ کے لعاب کی آمیزش ہوتی ہے، اور لعاب چوں کہ گوشت سے ہی بنتا ہے، اور آدمی اور حلال جانوروں کا گوشت پاک ہے اس لیے لعاب بھی پاک ہوگا(۱)۔

---

(۱) السؤر على خمسة أنواع: سؤر طاهر بالإتفاق هو سؤر الآدمي و ما يؤكل لحمه، وسؤر نجس =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤١)

میت کے لعاب (Saliva of dead) کا حکم

انتقال کے بعد میت کے منہ سے جو پانی وغیرہ نکلتا ہے وہ شرعاً ناپاک ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

کسی بھی جاندار کے لعاب کا حکم اس کے گوشت سے معلوم کیا جاتا ہے، اگر گوشت پاک تو لعاب بھی پاک، اور اگر گوشت ناپاک تو لعاب بھی ناپاک؛ کیوں کہ لعاب گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے(۲)، اور جب تک انسان زندہ رہتا ہے کرامتاً وشرافتاً اس کا گوشت شرعاً پاک رہتا ہے، اسی لیے اس کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا؛ لیکن جب انسان مرجاتا ہے تو مردار ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت ناپاک ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں حرمت کی دونوں علتیں موجود ہیں: ایک مردار ہونے کی وجہ سے اس کے گوشت کی حرمت اور دوسرے اختلاطِ دم مع اللحم، یعنی گوشت کے ساتھ دمِ نجس کا مِل جانا اسی لیے اس کا

= بالإتفاق هو سؤر الكلب والخنزير، و سؤر مختلف فيه وهو سؤر السباع، وسؤر مكروه هو سؤر الهرة والدجاجة المخلاة، وسؤر مشكوك فيه هو سؤر البغل و الحمار. (الجوهرة النيرة:١/ ٦٠)

(١) وأما لعاب الميت فقد قيل أنه نجس هكذا في السراج الوهاج.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٤٦، كتاب المسائل: ١/ ١١٠)

(٢) والعرق معتبر بالسؤر لأن السؤر مخلوط باللعاب و حكم اللعاب و العرق واحد لأن كلا منهما متولد من اللحم. (شرح الوقايه:١/ ٨٦)

گوشت ناپاک ہے اور جب گوشت ناپاک ہے تو اس کا لعاب بھی ناپاک ہوگا؛ کیوں کہ لعاب تو گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٤٢)

جنابت کی حالت میں نکلنے والے پسینہ(Sweat) کا حکم

حالتِ جنابت میں نکلنے والا پسینہ پاک ہے، اس کے کپڑے پر لگ جانے یا پانی میں گر جانے سے کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوں گے(۲)۔

طريقة الإنطباق

فقہائے کرام نے پسینے اور جھوٹے کے سلسلے میں ایک ضابطہ ذکر کیا ہے کہ ہر جاندار کے پسینے کو اس کے جھوٹے پر قیاس کیا جائے گا، یعنی اگر اس جاندار کا جھوٹا پاک ہے تو اس کا پسینہ بھی پاک ہوگا، اور اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو اس کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا، کیوں کہ پسینہ اور جھوٹا دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جنبی شخص کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کا گوشت بھی، اور پسینہ

---

(١) والميتة سواء كان مأكولا أو غير مأكول توجد فيه الأمران، حرمة اللحم لحرمة الميته مطلقًا و الإختلاط فيكون لحمه ولعابه نجسًا. (السعاية: ٤٧١/١)

(٢) ذهب الفقهاء إلى طهارة عرق الإنسان مطلقًا لا فرق في ذلك بين المسلم والكافر الصاحي والسكران و الطاهر و الحائض والجنب. (الموسوعة الفقهية: ٦٢/٣٠)

فسؤر الآدمي مطلقًا و لو جنبًا أو كافرا ...... و حكم عرق كسؤر، قال الشامي: العرق من كل حيوان حكمه كسؤره لتولد كل منهما من اللحم. (الدر المختار مع الشامية: ٣٨١/١، ٣٨٩، المسائل المهمة: ٤٣/٦)

گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے، اس لیے اس کے جھوٹے کی طرح اس کا پسینہ بھی پاک ہوگا، اگر کپڑے پر لگ جائے یا پانی وغیرہ میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوں گے(۱)۔

رقم المسئلة (٤٣)

(مايؤ كل لحمه)

جانوروں کے جگالی (Ruminate the animals) کا حکم

گائیں، بھینس وغیرہ کے جگالی کرتے وقت منہ میں جو جھاگ آتا ہے، راجح قول کے مطابق یہ نجس ہے؛ لہٰذا اگر کپڑے پر لگ جائے، یا پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا(۲)۔

---

(۱) والعرق معتبر بالسؤر لأن السؤر مخلوط باللعاب، و حكم العرق واللعاب واحد، لأن كل منهما متولد من اللحم. قال العلامة الجليل عبد الحي اللكنوي تحت قوله: لأن السؤر تعليل لكون حكم العرق كحكم السؤر، وحاصله أن نجاسة السؤر و كراهته و طهارته إنما هو بخلط اللعاب به وحكم اللعاب والعرق واحد لكون كل منهما متولدا من اللحم، فما كان لعابه مكروها يكون عرقه أيضا كذلك، و كذلك الطهارة والنجاسة. (السعاية: ٤٦٩/١)

وسؤر الآدمي والفرس و ما يؤكل لحمه طاهر، أما الآدمي فلأن لعابه متولد من لحم طاهر وإنما لا يؤكل لكرامته و لا فرق بين الجنب و الطاهر والحائض والنفساء. (البحر الرائق: ٢٢٢/١)

(٢) وجرته كزبله، قال الشامي: أي كسرقينة وهي بكسر الجيم وقد تفتح مايجره أي يخرجه البعير من جوفه إلى فمه فيأكله، ثانيًا كما في المغرب والقاموس، وعلّله في التجنيس بأنه وأراه جوفه، ألا ترى إلى مايواري جوف الإنسان بأن كان ماء ثم قاءه فحكمه حكم بوله وهو يقتضي أنه كذلك وإن قاء من ساعته ...... وظاهره الميل إلى إعطاء الجرّة حكم هذا القيء أخذا من التعليل.

(الدرالمختارمع رد المحتار: ٥٦٤/١، باب الأنجاس، أحسن الفتاوى:٨٨/٢)

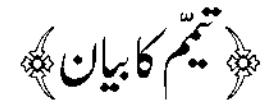
طريقة الإنطباق

ہر وہ شئ جو معدے میں چلی گئی ہو، پھر قے یا کسی طرح خارج ہو جائے تو اس کا حکم نجاست کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے نجاستِ غلیظہ کا ہے، اور جانوروں کے جگالی والی صورت میں بھی ایک مرتبہ غذائیں ان کے معدے میں چلی جاتی ہیں، پھر جانور اُسے معدے سے نکال کر چباتے ہیں تو یہاں بھی غذاؤں کا اختلاط معدے کی نجاست کے ساتھ ہو رہا ہے، اسی لیے جگالی کرتے وقت جانوروں کے منہ میں جو جھاگ آتا ہے وہ ناپاک ہوگا(۱)۔

(۱) طعام أو ماء إذا وصل إلى معدته وإن لم يستقر وهو نجس مغلظ ولو من صبي ساعة إرتضاعه هو الصحيح لمخالطه النجاسة.

قال الشامي: والصحيح ظاهر الرواية أنه نجس لمخالطته النجاسة وتداخلها فيه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۶۶/۱، كتاب الطهارة)



رقم المتن - ٢٣

وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ، وَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوَ الْمِيلِ أَوْ أَكْثَرَ ...... فَإِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ.

ترجمہ: اور جو شخص پانی نہ پائے حالاں کہ وہ شخص مسافر ہے یا شہر سے باہر ہے، اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہے، تو وہ پاک مٹی سے تیمّم کرے۔

توضیح المسئلة

اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ پانی نہ پائے، یا وہ مسافر تو نہ ہو لیکن شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کا یا اس سے زائد کا فاصلہ ہو، تو ایسے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ پاک مٹی سے تیمّم کرے(۱)۔

---

(۱) وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا. (المائدة:٦)

عن أبي قال: قال رسول اللّٰه عليه وسلم: إن الصعيد الطيب وضوء المسلم، وإن لم يجد الماء عشر سنين، فإذا وجد الماء فليمسه بشره فان ذلك ذلك خير.

(مشكاة المصابيح:ص٥٤، باب التيمم)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٤)

ٹرین (Train) میں پانی نہ ملنے پر تیمّم کا حکم

اگر ٹرین کے کسی ڈبے میں پانی ختم ہو جائے اور قریب کے ڈبے جہاں تک وہ جاسکتا ہے، وہاں بھی پانی نہیں ہے، اور نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے کوئی ایسا اسٹیشن (Station) بھی آنے والا نہیں ہے جہاں ٹرین اتنی دیر رُکے جس میں وضو کیا جاسکے یا پانی لیا جاسکے تو شرعاً تیمّم کی اجازت ہوگی (۱)، خواہ ٹرین کے گزرتے ہوئے باہر پانی نظر آرہا ہو (۲)۔

طريقة الإنطباق

وضو کے واجب ہونے کے لیے پانی کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، بل کہ استعمال پر قدرت شرط ہے، اسی لیے حضرات فقہائے کرامؒ نے پانی کے موجود ہونے کے باوجود اس کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کو جائز قرار دیا ہے، اور ٹرین میں سفر کرتے ہوئے اگر ٹرین کے ڈبوں میں پانی ختم ہو جائے، اور نماز کے وقت کے ختم ہونے سے پہلے کوئی اسٹیشن بھی آنے والا نہ ہو، جہاں سے پانی حاصل کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت

---

(١) وهو لمحدث وجنب و حائض و نفساء لم يقدروا على الماء يكفي لطهارته.

(شرح الوقاية: ١/٨٧، كتاب الطهارة)

(٢) ولو مر المتيمم على ماء في موضع لا يستطيع النزول إليه لخوف عدو أو سبع لا ينتقض تيممه.

(بدائع الصنائع: ١/٥، المسائل المهمه: ٤/٣٦، كتاب المسائل: ١/١٨٦)

میں "عدم قدرت على استعمال الماء الكافي" والی علت پائی جانے کی وجہ سے اس کے لیے تیمّم کی اجازت ہوگی (۱)۔

رقم المتن - ٢٤

أَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ إِلَّا أَنَّهُ مَرِيضٌ فَخَافَ إِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ إِشْتَدَّ مَرَضُهُ فَإِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ.

ترجمہ: یا پانی تو میسر ہو مگر وہ مریض ہو اور یہ خطرہ ہو کہ پانی استعمال کرنے پر مرض میں اضافہ ہو جائے گا تو وہ پاک مٹی سے تیمّم کرلے۔

توضيح المسئلة

اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر سے اچھا ہوگا تو ایسے بیمار کے لیے تیمّم کرنا درست ہے۔علماء نے بیماری کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(الف) مریض کے لیے پانی ضرر رساں ہو، مثال کے طور پر بخار یا چیچک میں مبتلا ہو، ایسے مریض کے لیے بالاتفاق سب کے نزدیک تیمّم کرنا درست ہے (۲)۔

---

(۱) قوله ومن لم يجد الماء وهو مسافر، المراد من الوجود القدرة على الإستعمال حتى أنه لو كان مريضًا، أو على رأس بئر بغير دلو، أو كان قريبًا من عين و عليها عدو أو سبع أو حية لايستطيع الوصول إليه لا يكون واجدًا، والمراد من الوجود مايكفي لرفع حدثه وما دونه كالمعدوم.

(الجوهرة النيرة: ١/٦٦، باب التيمم)

(٢) المريض له ثلاث حالات أحدها إذا كان يستضر باستعمال الماء كمن به جدري أو حمى أو جراحة يضره الإستعمال فهذا يجوز له التيمم إجماعًا. (الجوهرة النيرة: ١/٦٨)

(ب) ایسا مریض کہ اس کے لیے پانی تو ضرر رساں نہ ہو، لیکن اس کے لیے حرکت نقصان دہ ہو، مثلاً رِشتہ کے مرض میں مبتلا ہو، ایسی صورت میں اگر اس کے پاس معاون نہ ہوں تو بالاتفاق اس کے لیے تیمّم درست ہے، اور اگر معاون میسر ہوں تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیمّم درست ہے، خواہ یہ معاون اس کے ماتحت افراد ہوں، مثلاً اولاد یا خادم وغیرہ۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک معاون میسر ہونے کی صورت میں تیمّم درست نہیں؛ البتہ محیط کی روایت کے مطابق معاون میسر ہونے کی صورت میں بالاتفاق تیمّم کا عدمِ جواز منقول ہے (۱)۔

(ج) مریض کو وضو پر قدرت نہ ہو، نہ وہ خود کرسکتا ہو اور نہ کسی اور کی مدد کے ذریعہ، تو ایسی صورت میں بعض فقہا امام ابوحنیفہؒ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک اسے دونوں میں سے کسی ایک چیز پر قدرت حاصل نہ ہو اس وقت تک نماز ہی نہ پڑھے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز پڑھنے والوں کی مشابہت اختیار کرلے اور بعد میں لوٹالے (۲)۔

---

(١) والثانية إن كان لا يضره إلا الحركة إليه و لا يضره الماء كالمبطون وصاحب العرق المدني، فإن كان لا يجد من يستعين به جاز له التيميم أيضًا إجماعًا، و إن وجد فعند أبي حنيفة يجوز له التيمم أيضا سواء كان المستعان به من أهل طاعته أو لا، و أهل طاعته عبده أو ولده و أجيره، و عندهما لا يجوز له التيمم كذا في التأسيس، و في المحيط إذا كان من أهل طاعته لا يجوز إجماعًا. (الجوهرة النيرة: ١/٦٨)

(٢) والثالثة إذا كان لا يقدر على الوضوء لا بنفسه و لا بغيره و لا على التيمم لا بنفسه و لا بغيره قال بعضهم لا يصلي على قياس قول أبي حنيفة، حتى يقدر على أحدهما وقال أبو يوسف يصلي تشبها و يعيد. (الجوهرة النيرة: ١/٦٨)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٥)

ڈاکٹر (Doctor) کا کسی مریض کو پانی استعمال کرنے سے منع کرنے کی صورت میں تیمّم کا حکم

اگر کسی مریض کو ماہر عادل ڈاکٹر نے پانی استعمال کرنے سے منع کر دیا ہو، اور پانی استعمال کرنے کی صورت میں مرض کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں مریض کے لیے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ انسان کو مشقت شدیدہ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی ہے (۲)، اسی لیے اگر پانی کے استعمال کی صورت میں بیمار ہو جانے یا بیماری کے بڑھ جانے یا دیر سے اچھا ہونے کا خوف ہو اور یہ خوف یقین یا ظنِ غالب کے درجہ میں ہو تو ایسے شخص کے لیے تیمّم کی اجازت ہے، اور ماہر عادل ڈاکٹر کا مریض کو مذکورہ خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے پانی

---

(۱) ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض فخاف إن استعمال الماء اشتد مرضه تيمم لما تلونا (وإن كنتم مرضى) ولأن الضرر في زيادة المرض فوق الضرر في زيادة ثمن الماء، وذلك يبيح التيمم فهذا أولى، ولا فرق بين أن يشتد مرضه بالتحرك أو بالإستعمال. (الهداية: ۱/۴۹)

قوله (فخاف) المراد بالخوف في المرض و البرد هو غلبة الظن عن إمارة، أو تجربة، أو بأخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق. (المعتصر الضروري: ص ٥٥، فتاوى قاسميه: ٥/١٥٧)

(۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرة: ص٢٨٦)

المشتقة تجلب التيسر. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص٣٧٦)

استعمال کرنے سے منع کرنا بھی غلبۂ ظن کا فائدہ دیتا ہے، اس لیے ڈاکٹر کے منع کرنے کی صورت میں بھی تیمّم کی شرعاً اجازت ہوگی (۱)۔



رقم المتن - ٢٥

وَالتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ يَمْسَحُ بِإِحْدَاهُمَا وَجْهَهُ، وَبِالْأُخْرىٰ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ.

ترجمہ: تیمّم کے لیے دوضرب ہیں ایک کو چہرے پر ملے اور دوسرے کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں کیفیتِ تیمّم کا بیان ہے، کہ تیمّم کے لیے دوضرب ہوں گے ایک ضرب زمین پر مار کر چہرے پر ملے، اور دوسرا ضرب زمین پر مار کر دونوں ہاتھ مع کہنیوں کے ملے، اور اس بات کا خیال رکھے کہ مسح کرتے وقت چہرہ اور دونوں ہاتھ کا کوئی جزو نہ چھوٹے بل کہ بالاستیعاب مسح کرے (۲)۔

---

(١) المراد بالخوف في المرض والبرد هو غلبة الظن عن إمارة أو تجربة أو بأخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق. (المعتصر الضروري: ص٥٥)

(٢) عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله فأمر المسلمين فضربوا بأكفهم التراب، ولم يقبضوا=

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٦)

ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمّم کا حکم

اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں کے جوڑ سے کٹے ہوئے ہوں تو جب تیمّم کرے تو کٹنے کی جگہ کا مسح کرے(۱)۔

رقم المسئلة (٤٧)

ہاتھ کہنیوں کے اوپر سے کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں تیمّم کا حکم

اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کہنیوں کے اوپر سے کٹ گئے ہوں تو تیمّم کرتے وقت اس شخص پر ہاتھوں کا مسح واجب نہیں ہے(۲)۔

= من التراب شيئا، فمسحوا بوجوههم مسحة واحدة، ثم عادوا فضربوا بأكفهم الصعيد مرة أخرى، فمسحوا بأيدهم. (السنن لابن ماجة: ....، باب في التيمم ضربتين)

والتيمم ضربتان و هما ركناه يمسح بإحداهما مستوعبا وجهه، و بالأخرى يديه إلى المرفقين أي معهما، قال في الهداية ولابد من الإستيعاب في ظاهر الرواية لقيامه مقام الوضوء، ولهذا قالوا يخلل الأصابع، و ينزع الخاتم ليتم المسح. (اللباب في شرح الكتاب: ١/٥٢)

(١) ومن هو مقطوع اليدين من المرفقين إذا تيمم لمسح موضع القطع. (حلبی کبیر: ٦٤)

(مستوعبا وجهه) حتى لو ترك شعرة، أو ترة منخر لم يجز (ويديه) فينزع الخاتم والسوار، أو يحرك به يفتى (مع مرفقيه) فيمسحه الأقطع بضربتين. قال الشامي أي من المرفق إن بقي شيء منه ولو رأس العضد. (الدار المختار مع ردالمحتار: ١/٤٠٢، كتاب الطهارة باب التيمم، كتاب المسائل: ١/ ١٩١)

(٢) فلو كان القطع فوق المرفقين لا يجب إتفاقا. (رد المحتار: ١/٤٠٢، باب التيمم) =

طريقة الإنطباق

دونوں ہاتھ کی کہنیاں وضوو تیمّم میں غسل و مسح میں داخل ہیں (۱)، یعنی اگر کہنیاں موجود ہیں تو وضو میں ان کو دھونا اور تیمّم میں ان پر مسح کرنا ضروری ہوگا، اور اگر کہنیاں موجود نہیں ہیں تو ان کو دھونا اور ان پر مسح کرنا ضروری نہیں ہے؛ پس معلوم ہوگیا کہ اگر کہنیاں درمیان سے کٹی ہوئی ہیں تو چوں کہ محل غَسل و مسح موجود ہے اس لیے وضو میں موجود کہنی کے حصہ کو دھونا اور تیمّم میں اس پر مسح کرنا ضروری ہوگا (۲)، اور اگر کہنی جڑ سے ہی کٹی ہوئی ہے تو چوں کہ محلِ غَسل و مسح ہی موجود نہیں ہے، اس لیے بچے ہوئے ہاتھ پر نہ تو غَسل واجب ہوگا اور نہ ہی مسح واجب ہوگا (۳)۔

= مقطوع اليدين من الرسغ يمسح ذراعيه، ومقطوع الذراعين يمسح موضع القطع، وإن كان القطع فوق المرفق لايجب المسح كذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٦ ، كتاب المسائل: ۱/ ۱۹۱)

(۱) والمرفقان والكعبان يدخلان في فرض الغسل. (حلبي كبير: ۱۷)

أما ركنه فضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعين، ولما احتمل لفظ الذراعين عدم تناول الكفين قال يعني اليدين إلى المرفقين لقوله عيه السلام: التيمم ضربة للوجه، وضربة للذراعين رواه الحاكم. (حلبي كبير: ۲٦)

(۲) ومن هو مقطوع اليدين من المرفقين إذا تيمم يمسح موضع القطع، وهو طرف عظم العضد، لأنه من المرفقين إذ المرفق نهاية كل من عظمي الساعد والعضد، وفي الوضوء يجب غسله. (حلبي كبير: ٤٦)

(۳) فلو كان القطع فوق المرفقين لا يجب إتفاقا. (ردالمحتار: ۱/ ٤۰۲)

﴿ان اشیاء کا بیان جن پر تیمّم جائز ہے﴾

رقم المتن - ٢٦

وَيَجُوْزُ التَّيَمُّمُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ بِكُلِّ مَاكَانَ مِنْ جِنْسِ الْأَرْضِ كَالتُّرَابِ وَالرَّمَلِ وَالْحَجَرِ وَالْجَصِّ وَالنُّوْرَةِ وَالْكُحْلِ وَالزِّرْنِيْخِ، وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ لَا يَجُوْزُ إِلَّا بِالتُّرَابِ وَالرَّمَلِ خَاصَّةً.

ترجمہ: اور جائز ہے تیمّم امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو، جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال سے۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہیں جائز ہے مگر مٹی اور ریت سے خاص طور پر۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں "ما یجوز به التیمم" کا بیان ہے یعنی ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو اس کے ساتھ تیمّم کرنا جائز ہے، اور زمین کی جنس سے ہونے کی شناخت یہ ہے کہ جو چیز جل کر راکھ ہو جائے جیسے درخت، اور جو چیز پگھل کر نرم ہو جائے جیسے لوہا، تانبا وغیرہ تو یہ زمین کی جنس سے نہیں ہے، اور اس کے علاوہ چیزیں زمین کی جنس سے ہیں(۱)،

(۱) قوله قال ابن نجيم (من جنس الأرض) يعني يتيمم بما كان من جنس الأرض، قال المصنف في المستصفى كل ما يحترق بالنار فيصر رمادا كالشجر أو ينطبع ويلين كالحديد فليس من جنس الأرض وماعدا ذلك فهو من جنس الأرض. (البحر الرائق: ١/٢٥٧)

مثلاً مٹی ریت پتھر وغیرہ یہ مذہب طرفین کا ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے(۱)، حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ صرف مٹی اور ریت پر تیمّم کرنا درست ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فقط اُگانے والی مٹی سے جائز ہے اور یہی امام ابو یوسف کا قول مرجوع الیہ ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٨)

سیمنٹ کی دیوار (Cemented Wall) اور ٹائلس (Tiles) وغیرہ پر تیمّم کا حکم

سیمنٹ کی دیوار اور ماربل وغیرہ کی ٹائلس پر تیمّم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ پاک ہوں اگرچہ ان پر بالکل بھی گرد وغبار نہ ہو(۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ ذہن نشین کر لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ تیمّم ہر اس چیز پر جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، اور غیر جنس پر تیمّم جائز نہیں ہے۔ اور جنس و

---

(۱) إختلف العلماء فيه قال علاء الدين السمرقندي قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالى: يجوز بكل ما هو من جنس الأرض وقال أبو يوسف لايجوز إلا بالتراب والرمل خاصة، وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لايجوز إلا بالتراب وهو قوله الأخير وبه أخذ الشافعي، والصحيح قول أبي حنيفه ومحمد رحمهما اللّٰه تعالى. (تحفة الفقهاء:۱/ ٤۱)

(۲) فيجوز كحجر مدقوق أو مغسول وحائط مطين أو مجصص. (الدرالمختار:۱/٤۰٦،باب التيمم) وبالحجر عليه غبار أولم يكن بأن كان مغسولا أو أملس مدقوقا أوغيرمدقوق.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۷، الباب الرابع في التيمم كتاب المسائل:۱/ ۱۹۳)

غیر جنس کے پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو جلانے سے جل کر راکھ ہو جائے یا آگ میں پگھل کر نرم ہو جائے تو وہ جنس زمین سے نہیں ہے؛ لہٰذا اس پر تیمّم بھی جائز نہیں ہے، اور جو چیز جلانے سے نہ جلے اور پگھلانے سے نہ پگھلے وہ جنس زمین سے ہے، اس پر تیمّم جائز ہے، اور سیمنٹ کی دیوار، ٹائلس وغیرہ بھی جلانے سے نہ جلتی ہے اور نہ ہی پگھل کر نرم ہوتی ہے، اس لیے اس پر تیمّم کرنا جائز ہوگا(۱)۔

﴿نواقضِ تیمّم کا بیان﴾

رقم المتن - ۲۷

وَ يَنْقُضُهُ أَيْضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ إِذَا قَدَرَ عَلَى اِسْتِعْمَالِهِ.

ترجمہ: نیز تیمّم کو توڑ دے گا پانی کو دیکھنا جب کہ پانی کے استعمال پر قدرت ہو۔

توضیح المسئلة

تیمّم پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں جائز ہے، اس لیے جوں ہی پانی پر قدرت ہوگی تیمّم ٹوٹ جائے گا، البتہ وضو کے تیمّم کے ٹوٹنے کے لیے وضو کی مقدار پانی اور غسل کے تیمّم کے ٹوٹنے کے لیے غسل کی مقدار پانی پر قدرت ہونا ضروری ہے(۲)۔

---

(۱) كل ما يحترق فيصر رمادا كالحطب والحشيش ونحوهما، أو ما ينطبع ويلين كالحديد والصفر والنحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الأرض، وما كان بخلاف ذلك فهو من جنسها كذا في البدائع. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٦، الباب الرابع في التيمم)

إذ لا يخفى أن الحجر الأملس جزء من الأرض. (ردالمحتار: ۱/ ۳۹۱، باب التيمم)

(۲) فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (النساء: ٤۳) =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٤٩)

قدرت علی الماء کے فوراً بعد دوسرے عذر پیش آنے کی صورت میں تیمّم کا حکم

اگر کسی شخص نے پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کیا، پھر پانی تو مل گیا مگر ٹھنڈک اتنی شدید ہوگئی کہ پانی کا استعمال خطرناک ہے، یا اس کے برعکس صورت پیش آئی کہ پہلے ٹھنڈک کی وجہ سے تیمّم کیا تھا، پھر ٹھنڈک تو زائل ہوگئی؛ مگر پانی ناپید ہوگیا، تو ان دونوں صورتوں میں پہلا تیمّم ٹوٹ جائے گا، اور نئے عذر کی وجہ سے ازسرِنو تیمّم کرنا ہوگا(١)۔

طريقة الإنطباق

نقضِ تیمّم میں اصول وضابطہ یہ ہے کہ تیمّم جس عذر کی وجہ سے جائز ہوا تھا، اس عذر کے ختم ہوجانے سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، خواہ اس عذر کے بعد کوئی دوسرا مبیحِ تیمّم عذر

= وينقضه أيضا رؤية الماء إذا قدر على استعماله، لأن القدرة هي المراد بالوجود الذي هو غاية لطهورية التراب ...... والمراد مايكفي للوضوء، لأنه لا معتبر بما دونه إبتداء فكذا إنتهاء.

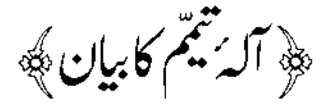
(الهداية: ١/ ٥٢،باب التيمم)

وينقضه ناقض الوضوء و قدرته على ماء كاف لطهره. (شرح الوقاية: ١/ ٥٢،نواقض التيمم)

(١) فإذا تيمم لفقد الماء ثم مرض، ثم وجد الماء بعده، لا يصلي بالتيمم السابق، لأنه كان لفقد الماء، و الآن هو واجد له فبطل تيممه لزوال ما آباحه، و إن كان له مبيح آخر في الحال.

(رد المحتار: ١/ ٤٠١، كتاب المسائل: ١/ ١٩٤)

پیش آجائے، لہٰذا پانی کے نہ ہونے کی صورت میں عدمِ قدرت علی الماء عذر کی وجہ سے تیمّم کرنا جائز ہوا، لیکن جب پانی ملا تو اسی وقت دوسرا مبیحِ تیمّم سخت سردی پائی گئی، تو اس صورت میں چوں کہ پہلا عذر عدمِ قدرت علی الماء پانی کے ملنے پر ختم ہوگیا، اس لیے تیمّم ٹوٹ گیا، اب اس دوسرے عذر (سخت سردی) کی وجہ سے دوسرا تیمّم کرنا ہوگا(۱)۔



﴿آلۂ تیمّم کا بیان﴾

رقم المتن - ۴۸

وَ لَايَجُوزُ التَّيَمُّمُ إِلَّا بِصَعِيدٍ طَاهِرٍ.

ترجمہ: تیمّم جائز نہیں ہے مگر پاک مٹی سے۔

توضيح المسئلة

تیمّم صرف پاک مٹی سے جائز ہے، کیوں کہ مٹی پاک کرنے کا ذریعہ اور آلہ ہے، اس لیے اس کا خود بھی پاک ہونا ضروری ہے جیسے وضو کے لیے پانی کا پاک ہونا ضروری ہے(۲)۔

---

(۱) وكذا ينقضه كل ما يمنع وجوده التيمم إذا وجده بعده، لأن ما جاز بعذر بطل بزواله، فلو تيمم لمرض بطل ببرئه أو لبرد بطل بزواله، والحاصل أن كل ما يمنع وجوده التيمم نقض وجوده التيمم.

(رد المحتار: ۱/۴۲۸، باب التيمم)

(۲) ولأنه آلة التطهير فلابد من طهارته في نفسه كالماء. (الهداية: ۱/۵۳، باب التيمم)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۰)

ایک ہی مٹی (Soil) پر کئی مرتبہ تیمّم کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص ایک زمین کے مٹی پر مسح کرے، پھر کوئی دوسرا شخص اسی زمین کے مٹی پر مسح کرے تو دوسرے شخص کا تیمّم درست ہو جائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

مٹی ایک ایسا آلۂ تطہیر ہے جو مستعمل نہیں ہوتا ہے، یعنی اس سے بار بار طہارت حاصل کرنے سے وہ مستعمل نہیں ہوتا، اسی لیے اگر کوئی شخص ایک مٹی پر ایک مرتبہ تیمّم کرنے کے بعد دوبارہ تیمّم کرے تو اس کا تیمّم درست ہو جائے گا(۲)۔

---

(۱) وفي الوالوجية إذا تيمم مرارا من موضع واحد جاز، لأن التراب لا يصير مستعملا، لأن المستعمل ما التزق من يده و هو كفضل ماء في الإناء.

(الفتاوى التاتارخانية: ۱/۳۷۸،فصل في التيمم الفتاوى الهندية: ۱/۳۱، كتاب المسائل: ۱/۱۹۳)

(۲) ولا يستعمل التراب بالاستعمال، فلو تيمم واحد من موضع و تيمم آخر بعده منه جاز.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۵۲، باب التيمم)

﴿ باب المسح على الخفين ﴾

﴿ محلِ مسح وکیفیتِ مسح کا بیان ﴾

رقم المتن – ۲۹

وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَى ظَاهِرِهِمَا خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ يَبْتَدِأُ مِنَ الْأَصَابِعِ إِلَى السَّاقِ وَ فَرْضُ ذٰلِكَ مِقْدَارُ ثَلٰثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ.

ترجمہ: اور مسح دونوں موزوں کے ظاہری حصہ پر ہے، اس حال میں کہ انگلیوں سے خط کھینچتے ہوئے اس طرح شروع کریں کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلیوں کی جانب کھینچ لے جائے۔ اور مسح کا فرض ہاتھ کی انگلیوں سے تین انگلیوں کی مقدار ہے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے مسح کی کیفیت اور مقدارِ فرضیت کا بیان کیا ہے، موزوں کے ظاہری حصہ پر مسح کرنا ضروری ہے، اور موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے، اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے، پھر ان دونوں کو پنڈلیوں کی جانب ٹخنوں کے اوپر کھینچ کر لے جائے، اور انگلیوں کو کشادہ رکھے (۱)، اور مسح کی مقدار مفروض تین انگلیوں

---

(۱) وسنته مد الأصابع مفرجة من رؤوس أصابع القدم إلى الساق. (نور الإیضاح: ص۴۸)

کے بقدر ہے، یعنی پیر کے اگلے حصہ پر تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا ضروری ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥١)

خفین کے اوپر مروجہ سوتی کے پتلے موزے(Thin cotton socks) پہنے ہوئے ہونے کی صورت میں مسح کا حکم

اگر کسی شخص نے خفین کے اوپر سوتی اونی موزے پہن رکھے ہیں، تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ باریک ہیں یا موٹے، یعنی اگر اتنے باریک اور ہلکے ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے ہاتھوں کی تراوٹ چمڑے کے موزوں تک پہنچ جائے تو ان کے اوپر مسح کرنا کافی ہے، اور اگر اس قدر موٹے ہیں کہ اوپر کے مسح کا اثر نیچے خفین تک نہ پہنچے جیسا کہ عام موزوں میں ہوتا ہے، تو ان موزوں کے ہوتے ہوئے خفین پر مسح درست نہیں ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

موزوں پر مسح کا محل وہ حصہ ہے جو پاؤں کے اوپر ہے، جیسا کہ قدوری کی عبارت "علی ظاهرهما" سے مفہوم ہو رہا ہے، یعنی ہاتھوں کی تری کا موزے کے اس

---

(۱) وفرض المسح قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع اليد على ظاهر مقدم كل رجل.

(نورالإيضاح:ص٤٨)

(۲) وإن لبسهما فوق الخفين فإن كانا من كرباس أو ما يشبه الكرباس لا يجوز المسح عليهما، كما لو لبسهما على الإنفراد إلا أن يكونا رقيقين يصل البلل إلى ما تحتهما. (المحيط البرهاني:۱/۱۹۰)

فلو من كرباس لا يجوز ولو فوق الخف إلا أن يصل بلل المسح إلى الخف.

(ردالمحتار: ۱/۴۵۰، باب المسح على الخفين كتاب المسائل:۱/۲۰۱)

حصہ پر تین انگلیوں کے بقدر لگنا ضروری ہے جو پاؤں کے اوپر ہے(۱)۔ پھر یہ بھی شرط ہے کہ جس موزے پر مسح کیا جا رہا ہے، وہ ایسا ہو کہ اگر اسے انفرادی طور پر پہنا جائے تو اس پر مسح جائز ہو(۲)؛ لہٰذا سوتی یا اون کا وہ موزہ جسے خفین پر پہنا گیا ہے، اگر وہ اتنا پتلا اور باریک ہو کہ مسح کی تری کو خفین تک پہنچنے میں مانع نہ ہو، تو ایسی صورت میں اس پر مسح کرنا جائز ہوگا کیوں کہ ہاتھوں کی تری خفین تک پہنچ گئی جو فرض ہے، لیکن اگر وہ اون یا سوت کا موزہ اتنا موٹا ہے جو تری کے خفین تک پہنچنے میں مانع ہو، تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ اون یا سوت کا موزہ نہ تو ایسا ہے کہ اس پر انفراداً مسح جائز ہے اور نہ ہی وہ مسح کی فرضیت (خفین تک تری کا پہنچنا) کو ادا ہونے دے رہا ہے، اس لیے خفین پر ایسے سوتی موزے کے ہوتے ہوئے مسح جائز نہیں ہوگا۔

﴿پھٹے ہوئے موزے پر مسح کا حکم﴾

رقم المتن - ۳۰

وَ لَايَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلٰى خُفٍّ فِيْهِ خَرْقٌ كَثِيْرٌ يَتَبَيَّنُ مِنْهُ قَدْرُ ثَلٰثِ أَصَابِعِ الرِّجْلِ وَ إِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ جَازَ.

ترجمہ: اور مسح جائز نہیں ہے ایسے موزے پر جس میں بہت زیادہ پھٹن ہو، اس سے پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار ظاہر ہوتی ہو، اور اگر اس سے کم ظاہر ہوتی ہو تو مسح جائز ہے۔

---

(۱) ومحله على ظاهري خفيه من رؤوس أصابعه. (ردالمحتار:۱/۴۴۸)

(۲) ثم الشرط بأن يكونا بحيث لو انفرادًا يصح مسحهما. (ردالمحتار:۱/۴۵۰)

توضيح المسئلة

موزہ اگر پاؤں سے کھل جائے تو پورہ موزہ کھول کر پاؤں دھونا لازم ہوتا ہے(۱)، اب تین اگلی پھٹنا بھی موزہ کا کھلنا ہے، کیوں کہ قدم میں اصل انگلیاں ہیں اور تین انگلیاں اکثر قدم ہیں، اس لیے ایسے موزے کے تین انگلیوں کی مقدار پھٹنے یا اتنی مقدار ظاہر ہونے سے یوں سمجھا جاتا ہے کہ قدم کھل گیا، اس لیے اب موزہ کھول کر پاؤں دھونا ہوگا(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۲)

موزے کی چین (Sock's chain) ٹخنوں سے نیچے تلوے تک کھلنے کا حکم

آج کل ٹھنڈیوں کے موسم میں چمڑے کے جو موزے پہنے جاتے ہیں، اس میں ایک طرف سے چین ہوتی ہے، جو اوپر سے موزے کے اس حصے تک ہوتی ہے جو حصہ تلوے سے متصل ہوتا ہے، اگر کوئی شخص مسح کے بعد اس چین کو پیر کے تلوے تک کھول دے تو اس کا مسح ٹوٹ جائے گا(۳)، اگر حالتِ وضو میں ہے تو پیروں کو دھو کر موزہ پہننے کا

---

(۱) و ينقضه أيضا نزع الخف. (المختصر القدوري:ص۱۳)

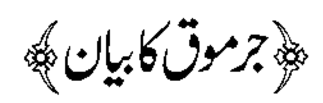
(۲) ولنا أن الخفاف لا تخلوا عن قليل خرق عادة فيلحقهم الحرج في النزع، و تخلوا عن الكثير فلا حرج، والكثير أن ينكشف قدر ثلاث أصابع الرجل أصغرها هو الصحيح، لأن الأصل في القدم هو الأصابع و الثلاث أكثرها فتقام مقام الكل و اعتبار الأصغر للإحتياط. (الهداية:۱/۵۸)

(۳) من النواقض الخرق الكبير و خروج الوقت للمعذور قاله السيد و الخرق الكبير الحادث بعد =

حکم ہے، اور اگر حالت وضو میں نہیں ہے تو موزہ نکال کر مکمل وضو کرنا لازم ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

موزہ کی چین تلوے تک کھل جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ خرقِ کثیر کے حکم میں ہے، کیوں کہ تلوے تک موزہ کے کھل جانے کی صورت میں تین انگلیوں سے زائد پیر کا حصہ ظاہر ہوجاتا ہے، اور خرقِ کثیر کی صورت میں موزوں پر مسح جائز نہیں ہے(۲)۔



رقم المتن - ۳۱

وَ مَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوْقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جس نے موزے پر جرموق پہن لی تو وہ اسی پر مسح کرے۔

توضيح المسئلة

''جرموق'' یا ''موق'' اس موزہ کو کہتے ہیں جو اچھے موزے کی حفاظت کے لیے اس کے اوپر پہنتے ہیں، تو گویا کہ دونوں موزے ہی ہیں، اس لیے جرموق پر مسح کرسکتا ہے،

= المسح داخل في حكم النزع، وخروج الوقت للمعذور داخل في انقضاء المدة.

(حاشية الطحطاوي على المراقي :ص١٣٤، كتاب الطهارت)

(١) إذا مضت المدة أو نزع أحد خفيه أو كليهما، و لم يوجد شيء من نواقض الوضوء ماذا يفعل في هاتين الصورتين يغسل رجليه فقط، و يصلي و ليس عليه إعادة بقية الوضوء.

(التسهيل الضروري:ص٢٧، فتاوى قاسميه: ١٨٢/٥)

(٢) و الرابع خلو كل منهما خرق قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع القدم. (نورالإيضاح: ص٤٧)

اور جرموق پر مسح کرنے کے لیے وہی شرائط ہیں جو موزے پر مسح کرنے کے لیے ہیں (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۵۳)

سوتی جراب پر پہنے ہوئے بوٹ (Boot) پر مسح کا حکم

بعض دفعہ سردی کی وجہ سے سوتی موزے کے اوپر ایسے بوٹ پہن لیے جاتے ہیں جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتے ہیں، ایسے بوٹ پر مسح کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے نیچے کا حصہ پاک ہو (۲)۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں جن موزوں پر مسح کی اجازت دی گئی ہے، اس کے لیے تین شرطیں ہیں:

(الف) ٹخنوں سمیت پاؤں کے جتنے حصہ کا دھونا فرض ہے، اس کو چھپائے اور

---

(۱) عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمسح على الموقين والخمار.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱/ ۴۳۲، رقم الحديث: ۱۳۶۸)

الجرموق يقال له موق أيضا، وهو فارسي معرب خف كبير واسع يلبس فوق الخف، وقيد لبس الجرموق بقيد فوق الخف، لأنه لو لبس الجرموق وحده جاز المسح إتفاقا، وإن لبسه فوق الخف يجوز المسح عليه عندنا. (المعتصر الضروري: ص ۶۴)

(۲) قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي، والخف الساتر لكعبين مأخوذ من الخفة، لأن الحكم به خف من الغسل إلى المسح .... صح أي جاز المسح على الخفين في الطهارة من الحدث الأصغر.

(مراقي الفلاح: ص ۵۳، فتاوی حقانیه: ۲/ ۶۱۷)

تین انگلیوں کی مقدار پھٹن نہ ہو(۱)۔

(ب) پاؤں سے لپٹا ہوا ہو(۲)۔

(ج) اس کو پہن کر معمول کی رفتار کے لحاظ سے ایک فرسخ (دو میل) یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو(۳)۔

اور بوٹ میں یہ تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں، اس لیے اس پر مسح کرنا جائز ہوگا، البتہ بوٹ چوں کہ جوتے کی جگہ مستعمل ہوتا ہے، اس لیے اس پر جواز مسح کے لیے اس کے نیچے کے حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے؛ نیز مسح میں اعتبار اوپر کے موزوں کا ہے؛ پس اگر کسی نے خفین کے نیچے عام کپڑے کے موزے پہن رکھے ہوں تو کوئی حرج نہیں، مسح درست ہے(۴)، اور بوٹ میں جب خفین کے شرائط موجود ہیں تو اس کے نیچے سوتی موزے کے موجود ہوتے ہوئے اس پر مسح جائز ہوگا۔

---

(۱) سترهما للكعبين و الرابع خلو كل منهما عن خرق قدر ثلاث أصابع من أصغر أصابع القدم.

(نورالإيضاح: ص٤٧)

(۲) إستمساكهما على الرجلين من غير شد. (نورالإيضاح: ص٤٧)

(۳) إمكان متابعة المشي فيهما. (نورالإيضاح: ص٤٧)

(٤) والمسح على الخفين على ظاهرهما خطوطا بالأصابع يبتدأ من الأصابع إلى الساق، و فرض ذلك مقدار ثلث أصابع من أصابع اليد. (المختصر القدوري: ص١٢)

﴿جوربین کا حکم﴾

رقم المتن - ۳۴

وَلَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَا مُجَلَّدَيْنِ أَوْ مُنَعَّلَيْنِ وَ قَالَا يَجُوزُ إِذَا كَانَا ثَخِينَيْنِ لَا يَشُفَّانِ.

ترجمہ: اور جوربین پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے بشرطیکہ موٹے کپڑے کے ہوں چھنتے نہ ہوں۔

توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جوربین پر مسح جائز ہے یا نہیں، تو یاد رکھنا چاہیے کہ خفین کے علاوہ جوربین (موزوں) کی چار قسمیں ہیں جو مع احکام و تعریفات مندرجۂ ذیل ہیں:

۱- **خفین**: وہ موزہ جو پورے کا پورا چمڑے کا بنا ہوا اس کو "خف" کہا جاتا ہے، اس پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

۲- **جوربین مجلدین**: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا ہو اور اس کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اس کو "جورب مجلد" کہا جاتا ہے، اس پر بھی مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

۳- **جوربین منعلین**: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا ہو، اور صرف نیچے کی جانب چمڑا لگا ہوا ہو، اس کو "جورب منعل" کہا جاتا ہے، اس پر بھی مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

۴-جورب ثخین: وہ موزہ جو سوت اور اون کا بنا ہوا اور دبیز (موٹا) ہو، اس کو ''جورب ثخین'' کہا جاتا ہے(۱)، اور اس پر مسح کے جائز ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں:

(الف) وہ ایسے موٹے اور دبیز ہوں کہ ان کے نیچے کی کھال نظر نہ آئے۔

(ب) ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔

(ج) وہ بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہ سکیں۔

(د) ان میں پانی جذب ہو کر پاؤں تک نہ پہنچے(۲)۔

۵-سوت یا اون کا بنا ہوا اور موٹا نہ ہو، ان پر بالاتفاق مسح جائز نہیں ہے، اسی کو کتاب میں "و لایجوز المسح علی الجوربین" کہہ کر بیان گیا ہے(۳)۔

---

(۱) صح المسح على الخفين في الحدث الأصغر للرجال والنساء ولو كانا من شيء ثخين غير الجلد سواء كان لهما نعل من جلد أو لا. (نورالإيضاح: ص٤٦)

(۲) والثخينين أن يقوم على الساق من غير شد، ولا يسقط ولاينشف معنى قوله لاينشفان أي لايجاوز الماء إلى القدم. (فتاوى قاضي خان:۱/۲۵، كتاب الطهارة)

واجمعوا على أنه لو كان منعلا أو مبطنا يجوز المسح عليه ولو كان من الكرباس لايجوز المسح عليه، وإن كان من الشعر فالصحيح إن كان صلبا مستمسكا يمشي معه فرسخا أو فراسخ يجوز.

(شرح النقاية: ۱/۲۹، فصل في المسح على الخفين)

(۳) وإن كانا رقيقين غير منعلين لايجوز المسح عليهما. (فتاوى قاضي خان: ۱/۲۵)

تفريع عن المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥٤)

نائلون کے موزے (Naylon's Socks) پر مسح کا حکم

آج کل جو نائلون کے موزے استعمال ہوتے ہیں وہ بالکل رقیق اور پتلے ہوتے ہیں، اس لیے ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

جوربین (موزوں) پر جوازِ مسح کے لیے ضروری ہے کہ یا تو وہ مجلد ہوں، یا منعل ہوں، یا پھر وہ موٹے اور دبیز ہوں جس میں چاروں شرطیں پائی جاتی ہوں:

(الف) پیروں کی کھال نظر نہ آئے۔

(ب) ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔

(ج) بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہے۔

(د) ان میں پانی جذب ہوکر پاؤں تک نہ پہنچے، ظاہر سی بات ہے کہ نائلون کے موزے نہ مجلد ہوتے ہیں، اور نہ ہی منعل، اور نہ ان میں مذکورہ بالا شرائطِ اربعہ پائے جاتے ہیں، اس لیے ان پر مسح جائز نہیں ہوگا(۲)۔

---

(۱) وإن كانا رقيقين غير منعلين لايجوز المسح عليهما. (فتاوى قاضي خان: ۱/ ۲۵)

لو مسح على الجوربين فإن كانا ثخينين منعلين جاز بالإتفاق وإن لم يكونا ثخينين منعلين لايجوز بالإتفاق. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۵۹، المسح على الجوربين المسائل المهمة: ٤/ ۳۷)

(۲) ولايجوز المسح على الجوربين إلا أن يكونا مجلدين أو منعلين وقالا يجوز إذا كانا ثخينين =

رقم المسئلة (٥٥)

ڈائیونگ سوکس (Diving Socks) پر مسح کرنے کا حکم

ڈائیونگ سوکس اس کو سیل سکین سوکس (Seal Skin Socks) بھی کہتے ہیں، یہ خفین کی طرح خوب مضبوط ہوتے ہیں، اس لیے شرعاً اس پر مسح کرنا جائز ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

موزوں پر جوازِ مسح کے جو شرائط ہیں وہ ساری کی ساری ڈائیونگ سوکس میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے، مثلاً یہ سوکس ساتر للکعبین یعنی دونوں ٹخنوں کو چھپائے ہوئے ہوتے ہیں، مستمسک بغیر استمساک ہوتے ہیں اور جو دھاگے ربڑ وغیرہ ان میں باندھنے کے لیے ہوتے ہیں وہ موزے کا جزء ہوتے ہیں خارجی نہیں ہوتے، اور ایک فرسخ (تین

= لايشفان. (المختصر القدوري: ص ١٢)

وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله يجوز المسح على الجوربين سواء كانا مجلدين أو منعلين أو لا، إذا كانا ثخينين بحيث يستمسكان على الرجل من غير شد، ولا يشفان الماء إذا مسح عليهما أي لا يجذبانه وينفذانه إلى القدمين، وهو تاكيد للثخانة، قال في التصحيح وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ٥٩)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/ ٦٢٣)

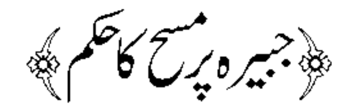
(۱) عن المغيرة بن شعبة قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على الخفين على ظاهرهما.

(السنن للترمذي: ۱/ ۲۹، باب في المسح على الخفين)

المسح على الخفين جائز بالسنة من كل حدث موجب للوضوء.

(المختصر القدوري: ص ١٢، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/ ۷۲۱)

میل) بغیر جوتے پہنے ہوئے چلنا ممکن ہے؛ نیز وہ اتنے صلابت والے ہوتے ہیں کہ ان میں پانی سرایت بھی نہیں ہوتا ہے۔ بنابریں ان موزوں (وائیونگ سوکس) پر مسح کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا، کیوں کہ جب کسی شئ میں کسی دوسری شئ کی شرائط پائی جاتی ہیں تو وجودِ شرائط کی وجہ سے اس کا حکم اس شئ کا ہی ہوتا ہے جس کی وہ شرائط ہیں(۱)۔



رقم المتن - ۳۳

وَيَجُوزُ عَلَى الْجَبَائِرِ وَإِنْ شَدَّهَا عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ.

ترجمہ: اور جبیرہ پر مسح جائز ہے اگر چہ بغیر وضو کے باندھی گئی ہو۔

توضيح المسئلة

جبائر، جبیرۃ کی جمع ہے، ٹوٹی ہوئی ہڈی کے باندھنے کی لکڑی یا پٹی یا زخم کی پٹی کو جبیرہ کہتے ہیں۔ جبیرہ پر مسح کرنا محدث کے لیے جائز ہے، خواہ وہ پٹی طہارت کی حالت

---

(۱) أو جوربيه و لو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشي فرسخا و يثبت على الساق بنفسه، و لا يرى ما تحته و لا يشف. (رد المحتار: ۱/ ۴۵۱)

شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته، معنى هذه القاعدة و مدلولها هذه القاعدة تتعلق ببيان رتبة الشرط من المشروط، فمفادها أن شرط الشيء يسبقه في وجوده، و لكن يتبعه في أحكامه، فيثبت الشرط بثبوت المشروط، و ينعدم بإنعدامه، لأن التابع يتبع متبوعه في ثبوته و إنتفائه.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۶/ ۷۶)

میں باندھی گئی ہو یا حدث کی حالت میں (۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۵٦)

اعضاء پر لگے ہوئے پلاسٹر (Plaster) پر مسح کرنے کا حکم

ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضاء کے ٹوٹ جانے کی صورت میں ڈاکٹر حضرات اس ٹوٹے ہوئے عضو کو جوڑنے کے لیے پلاسٹر لگاتے ہیں، اور ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر اس کا کھولنا عموماً مضر ثابت ہوتا ہے، اور اگر مضر ثابت نہ بھی ہو لیکن بار بار اس کو کھول کر باندھنا مالی اعتبار سے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے جبیرہ کی طرح پلاسٹر کے اندر ملفوف اعضاء کا دھونا ضروری نہیں بل کہ مسح کافی ہے (۲)۔

---

(۱) قوله ويجوز المسح على الجبائر، الجبائر عيدان يجبر بها الكسر، وأجرى الحكم فيما إذا شدها بخرقة أو انكسر ظفره فجعل عليه العلك أو الدواء مجرى ذلك، والحدث والجنب في مسح الجبيرة سواء، اعلم أنها تخالف المسح على الخفين بأربعة أشياء...... الرابع إذا شدها على طهارة أو على غير طهارة يجوز المسح عليها بخلاف الخفين. (الجوهرة النيرة: ۸۲/۱، باب المسح على الخفين)

(۲) ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الأصح، قال الشامي تحت قوله (على كل عصابة) أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة، وهي بقدرها أو زائدة عليها، كعصابة المفتصد أو لم يكن تحتها جراحة أصلا، بل كسر أو كي، وهذا معنى قول الكنز كان تحتها جراحة أولا لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن ضره الحل و الغسل مسح الكل تبعا وإلا فلا.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ۴۷۱/۱، باب المسح على الخفين، فتاوی حقانیہ: ٦١٩/٢)

طريقة الإنطباق

پلاسٹر پر جبیرہ کی تعریف ومقصود دونوں باتیں صادق آتی ہیں:

تعریف کا صادق آنا:

جبیرہ ان لکڑی کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑا جاتا ہے(۱)، اور جبیرہ زخم کی جگہ کو پوری طرح سے چھپالیتا ہے؛ اسی طرح پلاسٹر بھی ٹوٹے ہوئے اعضا پر باندھا جاتا ہے، اور وہ بھی زخم کی جگہ کو پوری طرح سے چھپالیتا ہے۔

مقصود کا صادق آنا:

جبیرہ کا مقصد حرج کو دور کرنا ہے کیوں کہ جبیرہ کا کھول کر زخم کی جگہ کا دھونا یا مسح کرنا باعث حرج ہے(۲)؛ اسی طرح پلاسٹر پر بھی مسح کا مقصد رفعِ حرج ہے کیوں کہ پلاسٹر کو ڈاکٹر حضرات ایک متعین وقت کے لیے باندھتے ہیں، اس وقت سے پہلے اس کا کھولنا باعثِ ضرر ہوتا ہے۔ پس جب معلوم ہوگیا کہ پلاسٹر پر جبیرہ کی تعریف اور اس کا مقصود دونوں صادق آتے ہیں تو پلاسٹر پر بھی مسح جائز ہوگا(۳)۔

---

(۱) الجبائر جمع جبيرة، و هو الألواح التي يجبر بها العظام المكسورة. (المعتصر الضروري: ص٦٥)

(۲) ويجوز المسح على الجبائر وإن شدها على غير وضوء لأنه عليه السلام فعل ذالك وأمر علياً به، لأن الحرج فيه فوق الحرج في نزع الخف فكان أولى بشرع المسح.

(هداية: ٦١/١، باب المسح على الخفين)

(۳) الحكم يبني على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ٢٣١/٥)

رقم المسئلة (٥٧)

زخم پرلگی ہوئی ڈریسنگ پٹی (Dressing Bandage) پر مسح کرنے کا حکم

بسا اوقات اعضائے انسانی پر کسی زخم کی وجہ سے بطورِ علاج ڈاکٹر (Doctor) حضرات اس پر ڈریسنگ پٹی لگاتے ہیں، اگر پٹی نکال کر زخم پر مسح کرنے سے تکلیف ہو تو پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنا ضروری ہوگا(۱)، اور اگر صورتِ حال ایسی ہو کہ پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر رساں ہو تو پھر بوجہ مجبوری اس کا ترک کرنا جائز ہوگا(۲)۔

---

(١) إذا افتصد أو جرح أو كسر عضو فشده بخرقة أو جبيرة وكان لايستطيع غسل العضو و لا يستطيع مسحه وجب المسح على أكثر ما شد به العضو. (نورالإيضاح: ص٤٩)

ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الأصح، قال الشامي يحتمل أن يكون مراد المصنف أن المسح يجب على كل العصابة ولايكفي على أكثرها، لكن ينافيه أنه سيصرح بأنه لايشترط الاستيعاب في الأصح فيتناقض كلامه، وأنه كان الأولى حينئذ تعريف العصابة لأن الغالب في كل عند عدم القرينة أنها إذا دخلت على منكر أفادت استغراق الأفراد، وإذا دخلت على معرف أفادت استغراق الأجزاء، ولذا يقال كل رمان مأكول، ولايقال كل الرمان مأكول، لأن قشره لايؤكل، ومن غير الغالب مع القرينة كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر، كل الطعام كان حلا و حديث كل الطلاق واقع إلاطلاق المعتوه والمغلوب على عقله فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ١/ ٤٧١، باب المسح على الخفين)

(٢) وإذا رمد و أمر أن لا يغسل عينه أو انكسر ظفره، وجعل عليه دواء و علكا أو جلدة مرارة وضرّ نزعه جاز له المسح و إن ضرّه المسح تركه. (نور الإيضاح: ص٤٩)

قال الشيخ وهبه الزهيلي: وإذا رمد وأمره طبيب مسلم حاذق ألايغسل عينه، أو انكسر ظفره، أو =

طريقة الإنطباق

ڈریسنگ پٹی پر مسح کی اجازت بغرض رفع حرج ضرورتاً دی گئی ہے(۱)، اور ضرورت محل زخم کے دھونے یا مسح کرنے پر قادر نہ ہونا ہے، لیکن قاعدۂ فقہیہ ہے کہ جو چیز ضرورتاً مشروع ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مشروع ہوگی، یعنی اگر پٹی کھول کر محل زخم پر مسح کرنے سے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو تو محل زخم کا مسح کرنا لازم ہوگا، ورنہ پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنا ہی کافی ہوگا، خواہ پٹی محض زخم پر لگی ہو یا زخم سے متجاوز کر گئی ہو، اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی تکلیف دہ ہو تو اب مسح کو بھی ترک کرنا جائز ہوگا(۲)۔

= حصل به داء، وجعل عليه دواء جاز له المسح للضرورة، وإن ضرّه المسح تركه، لأن الضرورة تتقدر بقدرها.

(الفقه الإسلامي وأدلته:١/٥٠٩، نواقض المسح على الجبيرة فتاوى حقانيه :٢/٦١٨)

(١) الحرج مدفوع. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/٦٢٣)

(٢) قال الشامي تحت قوله على كل عصابة أي على كل فرد من أفرادها سواء كانت عصابة تحتها جراحة وهي بقدرها أو زائدة عليها كعصابة المفتصد، أو لم يكن تحتها جراحة أصلا بل كسر أو كي، وهذا معنى قول الكنز كان تحتها جراحة، أو لا، لكن إذا كانت زائدة على قدر الجراحة، فإن ضرّه الحل والغسل مسح الكل تبعًا، و إلا فلا، بل يغسل ما حول الجراحة ومسح عليها لا على الخرقة ما لم يضره مسحها فيمسح على الخرقة التي عليها، و يغسل حواليها و ما تحت الخرقة الزائدة لأن الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها. (ردالمحتار: ١/٤٧١، باب المسح على الخفين)

باب الحيض

حیض کی مدت کا بیان

رقم المتن - ٣٤

أَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا وَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ وَهُوَ اِسْتِحَاضَةٌ وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةُ أَيَّامٍ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اِسْتِحَاضَةٌ.

ترجمہ: حیض کی اقل مدت تین شبانہ روز ہے، اور جو خون اس سے کم آئے وہ حیض نہیں ہے، وہ استحاضہ ہے، اور اکثر مدت دس دن ہے، اور جو خون اس سے زائد آئے وہ استحاضہ ہے۔

توضیح المسئلة

حیض کی لغوی تعریف بہنا(۱)، اور اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں، جو بالغہ عورت کی بچہ دانی سے نکلے جس کو بیماری اور حمل نہ ہو، اور نہ ہی وہ سن ایاس کی عمر کو پہنچی ہو(۲)، حیض کی اقل مدت تین دن ہے، اور اکثر مدت دس دن ہے، اگر خون تین دن سے کم پر بند ہو جائے تو وہ بیماری کا خون ہوگا، ایسے ہی اگر خون دس دن سے زائد آیا تو یہ زائد آنے والا خون بھی بیماری کا ہوگا۔

---

(۱) فالحيض لغة السيلان. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ٦٠، باب الحيض)

(۲) فالحيض دم ينفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حبل ولم تبلغ سن الأياس. (نور الإيضاح: ص ٥٠)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٥٨)

بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد آنے والے خون کا حکم

اگر کسی عورت کی بچہ دانی خراب ہونے کی وجہ سے نکال دی جائے، تو طبی تحقیق کے مطابق حیض جاری نہیں رہ سکتا، اسی لیے اگر بچہ دانی نکالنے کے بعد بھی خون آتا ہے تو، یا تو وہ خون اس وجہ سے آئے گا کہ بچہ دانی کا کوئی جزء اندر باقی ہے، اگر میڈیکل ٹیسٹ سے یہ پتہ چل جائے کہ بچہ دانی کا کوئی جزء باقی ہے تو اس صورت میں آنے والے خون کو حیض قرار دیا جائے گا؛ بشرطیکہ وہ کم سے کم تین دن آئے(۱)، اور اگر میڈیکل ٹیسٹ (Medical test) سے یہ معلوم ہوجائے کہ مکمل بچہ دانی نکالی جاچکی ہے، تو اس صورت میں آنے والے خون کو استحاضہ کا قرار دیا جائے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

شرع شریف میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغ عورت کی بچہ دانی کی گہرائی سے بحالتِ صحت وقتِ مقررہ کے مطابق جاری ہوتا ہے(۳)، یعنی حیض کا مخرج جہاں سے

---

(۱) فالحيض دم ينفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حبل ولم تبلغ سن الأياس، وأقل الحيض ثلاثة أيام.

(نور الإيضاح: ص ٥٠)

(۲) الحيض اسم لدم خارج من رحم المرأة، فأما الخارج من فرج المرأة دون الرحم فهو إستحاضة، وليس بحيض شرعا.

(المحيط البرهاني: ١/٣٩٢، الفتاوى التاتارخانية: ١/٤٦٨، كتاب النوازل: ٣/٢٠٠)

(۳) فالحيض شرعًا دم من رحم امرأة سليمة عن داء. (اللباب في شرح الكتاب: ١/ ٦٠، باب الحيض)

حیض کا خون آتا ہے وہ بچہ دانی ہے، اگر کسی وجہ سے عورت کی بچہ دانی کو نکال دیا جائے اس کے بعد بھی فرج سے خون آتا ہو، تو دو بات ہو سکتی ہے، یا تو بچہ دانی کا کوئی جز ء رہ گیا ہوگا، یا مکمل بچہ دانی نکال لی گئی ہوگی، اوراس کا علم میڈیکل ٹیسٹ، ایکسرے (X-RAY) یا سونوگرافی (Sonography) وغیرہ کے ذریعہ سے ہوگا، کیوں کہ شریعت نے ظنِ غالب کے مطابق عمل کی اجازت دی ہے، اور میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعہ ظنِ غالب حاصل ہو جاتا ہے(۱)، اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کے بچہ دانی کا کوئی جز اندر موجود ہے تو اب اس آنے والے خون کو حیض قرار دیا جائے گا، بشرطیکہ یہ آنے والا خون حیض کے نصاب کے مطابق آئے؛ کیوں کہ خون نصابِ حیض کے موافق آیا اور ٹیسٹ کے ذریعہ بچہ دانی کا موجود ہونا ہے بھی معلوم ہوگیا، اور اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ اندر بچہ دانی کا کوئی جز ء موجود نہیں ہے تو چوں کہ بچہ دانی ہی نہیں ہے، اور حیض کا مخرج بچہ دانی ہی ہے، اس لیے اب آنے والے خون کو شرعاً استحاضہ کا قرار دیا جائے گا۔

---

(۱) ذهب الحنيفة والمالكية والشافعية والحنابلة إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة، استدل القائلون بالقضاء بالقرائن بأدلة من الكتاب والسنة، أولاً، الكتاب قوله تعالى: وجاؤا على قميصه بدم كذب، وجه الإستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال علمائنا لمّا أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم قرن اللّه بهذه العلامة علامة تعارضها وهي سلامة القميص من التمزيق، إذ لا يمكن افتراس الذئب ليوسف، ويسلم القميص، وأجمعوا على إن يعقوب استدل على كذبهم بصحة القميص، فاستدل بهذه الآية في أعمال الإمارات في مسائل كثير من الفقه، وقال الشيخ عند قوله تعالى: وشهد شاهد من أهلها يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة.

(طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص۲۸۳)

رقم المسئلة (٥٩)

بچہ دانی (Womb) نکالنے کے بعد عورت نفاس والی شمار ہوگی یا نہیں؟

بسا اوقات بچہ دانی کے خراب ہوجانے کے سبب آپریشن کرکے بچہ دانی کو نکال دیا جاتا ہے، اگر کسی عورت کو بچہ آپریشن سے پیدا ہو، اور اسی وقت بچہ دانی کے خراب ہونے کا علم ہو، اور دوسرا آپریشن کرکے بچہ دانی نکال دیا گیا ہو، تو اس صورت میں نفاس بھی یقیناً رک جائے گا؛ لہٰذا اس عورت پر غسل کرکے فوراً نماز شروع کرنا لازم ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے بعد بچہ دانی سے نکلے (۲)، یعنی نفاس کا خون بچہ دانی سے نکلتا ہے، اور جب آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی کو نکال دیا گیا تو نفاس کے خون کے آنے کے لیے بچہ دانی ہے ہی نہیں، کہ عورت کو نفاس والی قرار دیا جائے، اسی لیے اس آپریشن سے بچہ کی ولادت کی صورت میں جس میں بچہ دانی نکال لی گئی ہو، آنے والے خون کو دم نفاس نہیں کہا جائے گا، اور عورت نفاس والی بھی نہیں ہوگی، بل کہ اس پر غسل کرکے فوراً نماز کو شروع کرنا لازم ہوگا۔

---

(١) والنفاس دم يخرج من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء، قال الشامي تحت قوله (فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة.

(الدر المختار مع رد المحتار: ١/ ٤٩٦، باب الحيض، كتاب النوازل: ٣/ ٢٠١)

(٢) وأما النفاس فهو في عرف الشرع اسم للدم الخارج من الرحم عقيب الولادة.

(بدائع الصنائع: ١/ ٢٩٢، فصل في أحكام الحيض والنفاس)

﴿حیض کے احکام﴾

رقم المتن - ٣٥

وَالْحَيْضُ يُسْقِطُ عَنِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهَا الصَّوْمَ وَتَقْضِيْ الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِيْ الصَّلَاةَ وَلَا تَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَلَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَلَا يَأْتِيْهَا زَوْجُهَا.

ترجمہ: اور حیض ساقط کر دیتا ہے حائضہ سے نماز کو اور حرام کر دیتا ہے اس پر روزہ رکھنا اور حائضہ عورت روزہ قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی اور نہ داخل ہو مسجد میں اور نہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے اور اس کے پاس اس کا شوہر نہ آئے یعنی وطی نہ کرے۔

توضیح المسئلہ

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوریؒ حیض کے احکام بیان کر رہے ہیں، حیض کے زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی، لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضا کرنا پڑتا ہے، اور حائضہ، نفاس والی عورت کا مسجد میں جانا درست نہیں ہے اور نہ ہی وہ خانۂ کعبہ کا طواف کر سکتی ہے، کیوں کہ بیت اللہ کا طواف نماز کے مانند ہے(۱)، اور حائضہ کے لیے نماز پڑھنا ممنوع ہے؛ لہٰذا طواف کرنا بھی ممنوع ہوگا

(۱) ويحرم بهما الطواف بالكعبة ...... لأن الطواف به مثل الصلاة كما وردت به السنة. (مراقي الفلاح: ص١٤٥)

اسی طرح حیض کے زمانہ میں صحبت کرنا بھی جائز نہیں ہے، صحبت کے علاوہ تمام باتیں درست ہیں، یعنی ساتھ کھانا' پینا' لیٹنا وغیرہ۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦٠)

انجکشن (Injection) یا دوا (Medicine) کے ذریعہ حیض کو روکنے کی صورت میں نماز روزہ اور جماع کا حکم

آج کل ایسے انجکشن اور دوائیں ملتی ہیں جن کے لگانے یا کھانے سے عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے یا آنے والا حیض نہیں آتا ہے، تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ دوا یا انجکشن کے ذریعہ اگر خون پر بندش حیض کے آنے سے پہلے کی گئی ہے تو جب تک خون جاری نہ ہو عورت پاک ہی شمار ہوگی (۱)، اور اس کو نماز' روزہ' طواف وغیرہ سب کچھ جائز اور لازم ہوگا، اور اگر کسی عورت کو عادت کے موافق حیض آنا شروع ہوا، پھر اس نے انجکشن یا دوا کے ذریعہ خون کو بند کر لیا، تو محض خون بند ہونے سے وہ پاک نہیں ہوگی، بل کہ ایام عادت تک وہ ناپاک ہی شمار ہوگی (۲)، اور اس کے لیے نماز پڑھنا' روزہ رکھنا درست نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے جماع درست ہوگا۔

---

(۱) قال العلامة عالم بن العلاء الأنصاري يجب أن يعلم بأن حكم الحيض النفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره هذا هو ظاهر مذهب أصحابنا وعليه عامة المشايخ.

(الفتاوى التاتارخانية: ۱/٤٧٦، كتاب الحيض، نوع في بيان أنه متى يثبت حكم الحيض)

(۲) وإن منع بعد الظهور أولا، والحيض والنفاس باقيان أي لا يزول بهذا المنع حكمها، الثالث بالظهور أولا كما لو خرج المني ومنع باقية عن الخروج فإنه لا تزول الجنابة. (منهل الواردين: ص ۸۱، كتاب المسائل: ۱/۲۲۸)

طريقة الإنطباق

حیض کا تعلق اس خون کے دیکھنے سے ہے جو بلا کسی سبب کے رحم سے آئے، گویا کہ حیض نام ہے خون کے آنے کا (۱)؛ اسی وجہ سے اگر حیض کے آنے سے پہلے ہی انجکشن یا دوا کے ذریعہ خون کو بند کر دیا گیا تو خون آیا ہی نہیں ہے، اس لیے حیض کا تحقق نہیں ہوا، اسی وجہ سے اس سے جماع کرنا جائز ہے، اور اس پر نماز روزہ بھی لازم ہے، لیکن اگر حیض آنے کے بعد انجکشن یا دوا کے ذریعہ سے خون کو بند کیا گیا تو وہ عورت احتیاطاً اپنی عادت تک حائضہ سمجھی جائے گی، کیوں کہ عادت کے ایام میں خون کے آنے کا امکان ہے اور یہاں حیض کے آنے کے بعد خون کو دوا وغیرہ کے ذریعہ بند کیا گیا ہے (۲)۔

﴿حائضہ اور جنبی کے لیے قرأتِ قرآن کا حکم﴾

رقم المتن - ٣٦

وَلَا يَجُوزُ لِحَائِضٍ وَلَا لِجُنُبٍ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.

ترجمہ: حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

---

(١) وركنه بروز الدم من الرحم أي ظهور منه إلى خارج الفرج الداخل فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض في ظاهر الرواية و به يفتى. (الدرالمختار مع رد المحتار: ١/٤٧٥، باب الحيض)

(٢) ولو كان إنقطع الدم دون عادتها فوق الثلث لم يقربها حتى تمضى عاتها وإن اغتسلت، لأن العود في العادة غالب الإحتياط في الإجتناب. (الهداية: ١/٦٥، باب الحيض و الإستحاضة)

الاحتياط في حقوق الله تعالى جائز و في حقوق العباد لايجوز. (قواعد الفقه: ص١٥)

توضيح المسئلة

جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس شخص پر غسل کرنا واجب ہو، ان کو قرآن کریم پڑھنا اور چھونا جائز نہیں ہے، لیکن اگر قرآن کریم جزدان میں لپٹا ہو، تو اس وقت قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦١)

حالتِ حیض وجنابت میں قرآنی آیات والے طغرے اور لاکٹ (Locket) کو چھونے کا حکم

لاکٹ، فریم وغیرہ جس میں قرآن کریم کی آیت لکھی ہو، ان اشیاء کو حائضہ عورت اور جنبی شخص کنارے سے چھو سکتے ہیں، البتہ لکھی ہوئی جگہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ کنارے سے کپڑے وغیرہ سے پکڑے(۲)۔

---

(۱) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن.

(السنن للترمذي: ١/ ٣٤، أبواب الطهارة ما جاء في الجنب والحيض)

ويحرم بالحيض والنفاس ثمانية أشياء ...... قراءة اية من القرآن ومسها إلابغلاف ...... يحرم بالجنابة خمسة أشياء ...... قراءة اية من القرآن ومسها إلا بغلاف. (نورالإيضاح: ص ٥٠، ٥٢)

(٢) ومسه أي القرآن ولو في لوح أو درهم أو حائط، لكن لايمنع إلا من مسّ المكتوب.

(ردالمحتار: ١/ ٤٨٨، باب الحيض، البحرالرائق: ١/ ٣٤٨، كتاب المسائل: ١/ ٢٢٤)

طريقة الإنطباق

لاکٹ اور فریم وغیرہ میں جو آیتِ قرآنیہ لکھی جاتی ہیں وہ اندر ہوتی ہیں، اور باہر کے اجزاء ایسے متصل ہوتے ہیں جنہیں بغیر جز کے علاحدہ کیا جاسکتا ہے، اور ایسے اجزاء جو اس سے بآسانی جدا ہوسکتے ہوں تو وہ غلافِ منفصل کے درجہ میں ہیں، جن کے ساتھ فقہا نے چھونے کی اجازت دی ہے(۱)، اسی لیے اگر کوئی جنبی یا حائضہ لاکٹ یا فریم کے باہری اجزاء کو چھوتے ہیں تو جائز تو ہے؛ البتہ ادب واحترام کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی حالت میں بھی نہ چھوئے(۲)، اور اگر قرآن کریم کی لکھی ہوئی تحریر کو چھوتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے(۳)، کیوں کہ یہ عینِ قرآن کو چھونا ہے۔

---

(۱) ویمنع حل دخول المسجد، وقراءة قرآن بقصده ومسه ولو مکتوبا بالفارسية في الأصح إلا بغلافه المنفصل، قال الشامي أي کالجراب والخريطة دون المتصل کالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى.
(الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۴۸۸)

(۲) حرمة مس المصحف لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه کالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح، هکذا في الهداية وعليه الفتوى.
(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸، الفصل الرابع في أحکام الحيض)

وقال بعض مشايخنا المعتبر حقيقة المکتوب حتى إن مس الجلد ومس مواضع البياض لايکره لأنه لم يمس القرآن وهذا أقرب إلى القياس والمنع أقرب إلى التعظيم. (البحر الرائق: ۱/۳۴۹)

(۳) لا يمسه إلا المطهرون. (الواقعة: ۷۹)

رقم المسئلة (٦٢)

حالتِ حیض میں قرآنی ادعیہ کے پڑھنے کا حکم

حالتِ حیض میں ہر طرح کی دعائیں پڑھنا جائز ہے، حتی کے وہ دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں جن کے الفاظ قرآن کریم اور احادیثِ طیبہ میں وارد ہوئے ہیں (۱)۔

طريقة الإنطباق

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت مطلقاً منع نہیں ہے، بل کہ اس کی ممانعت قصد تلاوت کے ساتھ مشروط ہے، یعنی تلاوت کے ارادہ سے ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت منع ہے، اور قرآنی ادعیہ کے پڑھنے میں تلاوت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، اس لیے حالتِ حیض میں قرآنی ادعیہ کا پڑھنا جائز ہے (۲)۔

---

(۱) ولا بأس لحائض وجنب بقرء ة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى.

(ردالمحتار: ۱/٤٨٨، باب الحيض)

أما إذا قرأه على قصد الثناء أو افتتاح أمر لايمنع في أصح الروايات، وفي التسمية إتفاق أنه لا يمنع إذا كان على قصد الثناء أو افتتاح أمر كذا في الخلاصة، وفي العيون لأبي الليث ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد به القراء ة فلا بأس به.

(البحر الرائق: ۱/٣٤٦، باب الحيض، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۱/٧٤٥، كتاب المسائل: ۱/٢٢٣)

(۲) ويمنع قراء ة قرآن بقصده، قال الشامي تحت قوله بقصده فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراء ة لا بأس به.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/٤٨٧، باب الحيض)

وأما قراء ة القرآن قالوا إن القرآن يخرج عن كونه قرآنا بالقصد فجوزوا الجنب والحائض قراء ة ما فيه من الأذكار بقصد الذكر والأدعية بقصد الدعاء. (الأشباه والنظائر:ص١٠٨، الفتاوى الهندية: ۱/٣٨)

الأمور بمقاصدها. (قواعد الفقه:ص٦٢)

رقم المسئلة (٦٣)

مدرسۃ البنات میں قرآن کی معلّمہ، حالتِ حیض میں کس طرح سبق دے؟

اگر قرآن کریم پڑھانے والی معلّمہ کے لیے حالت حیض میں بچیوں کو پڑھانا ناگزیر ہو، تو وہ پوری آیت ایک ساتھ نہ کہلوائے؛ بل کہ ایک ایک کلمہ الگ الگ کر کے پڑھائے، مثلاً: قـل، هـو، اللّـه، أحـد یعنی ہر کلمہ کے درمیان فصل کرے، رواں نہ پڑھائے (۱)، اور اگر ضرورت ہو تو نصف آیت بھی پڑھنے کی گنجائش ہے (۲)۔

---

(۱) ويمنع قراءة قرآن، قال الشامي أي ولو دون آية من المركبات لا المفردات، لأنه جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة كما قدمناه. (الدر المختار مع رد المحتار: ١/٤٨٧، باب الحيض)

"واختلف المتأخرين في تعليم الحائض والجنب والأصح أنه لا بأس به، إن كان يلقن كلمة كلمة ولم يكن من قصده أن يقرأ آية تامة". (البحر الرائق: ١/٣٤٨، باب الحيض)

(٢) وإذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي وعلى قول الطحاوي تعلم نصف آية. (البحر الرائق: ١/٣٤٨، باب الحيض)

ولا تقرأ كجنب ونفساء سواء كان آية أو ما دونها عند الكرخي، وهو المختار، وعند الطحاوي تحل ما دون الآية، هذا إذا قصدت القراءة فإن لم تقصدها نحو أن تقول شكر للنعمة الحمد لله رب العالمين، فلا بأس به، ويجوز لها التهجي بالقرآن، والمعلمة إذا حاضت فعند الكرخي تعلم كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين، وعند الطحاوي نصف آية وتقطع ثم تعلم النصف الآخر.

(شرح الوقاية: ١/١١٦، باب الحيض، كتاب الفتاوى: ٢/٩٥، فتاوى دارالعلوم زكريا: ١/٧٤٦)

طريقة الإنطباق

حالتِ حیض میں تلاوتِ قرآن کی ممانعت ہے(۱)، اور عرف میں قاری (قرأت کرنے والا) اسی وقت کہتے ہیں جب کہ وہ کم از کم ایک لمبی آیت کی تلاوت کرے(۲)، کیوں کہ اصطلاح میں تلاوت، قرآن کے رواں پڑھنے کو کہتے ہیں (۳)، اور معلّمہ اگر ایک ایک کلمہ کو توڑ کر پڑھائے تو اس پر نہ ہی معنیٰ قراءت صادق آتا ہے، اور نہ ہی معنیٰ تلاوت، اور اگر معلّمہ مادون الآیۃ (نصف آیت) پڑھاتی ہے، تو تعلیم قرآن کے ضرورت کے پیش نظر اس کی بھی اجازت ہوگی؛ کیوں کہ بسا اوقات حیض کا خون دراز ہوجاتا ہے؛ البتہ ایسی صورت میں معلّمہ قراءت قرآن کے ارادہ کے بغیر پڑھائے (۴)۔

---

(١) عن أبي عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن. (السنن للترمذي: ١/٣٤، باب ماجاء في الجنب والحائض)

(٢) وقالا ثلث آيات قصار أو آية طويلة لأنه لا يسمى قاريًا بدونه.

(الهداية: ١/١١٨، كتاب الصلاة فصل في القراءة)

(٣) والتلاوة إصطلاحا هي قراءة القرآن متتابعة ...... وذلك أن أصل التلاوة إتباع الشيء الشيء يقال تلاه إذا تبعه، فتكون التلاوة في الكلمات يتبع بعضها بعضا، ولا تكون في الكلمة الواحدة إذ لا يصلح فيها التلو، وقال صاحب الكليات القراءة أعم من التلاوة. (الموسوعة الفقهية: ٣٣/٤٧)

(٤) وأما قراءة القرآن قالوا إن القرآن يخرج عن كونه قرآنا بالقصد فجوزوا للجنب والحائض قراءة ما فيه من الأذكار بقصد الذكر و الأدعية بقصد الدعاء. (الأشباه والنظائر: ص١٠٨)

ومنها حرمة قراءة القرآن لا تقرأ الحائض والنفساء والجنب شيئا من القرآن والآية و ما دونها سواء في التحريم على الأصح إلا أن لا يقصد بما دون الآية القراءة مثل أن لا يقول الحمد لله يريد الشكر.

(الفتاوى الهندية: ١/٣٨، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والإستحاضة)

و إذا حاضت المعلمة فينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخي =

رقم المسئلة (٦٤)

حالت حیض میں دینی کتابوں (Religious Books) کا مطالعہ اور درس کا حکم

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم یا ایسی تفسیر کو چھونا جائز نہیں، جس میں قرآن کے کلمات غالب ہوں اور تفسیر کے کلمات کم ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر دینی کتابوں کا پڑھنا' مطالعہ کرنا اور درس دینا جائز ہے؛ البتہ دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، اول یہ کہ دوران درس قرآن کریم کی رواں تلاوت نہ کریں، دوسرے یہ کہ کتبِ دینیہ کے اس حصے کو ہاتھ نہ لگائیں، جہاں کوئی قرآنی آیت لکھی ہو(۱)۔

= وعلى قول الطحاوي تعلم نصف آية، و في التفريع نظر على قول الكرخي فإنه قائل بإستواء الآية وما دونها في المنع إذا كان ذلك بقصد قراءة القرآن وما دون الآية صادق على الكلمة، وإن حمل على التعليم دون قصد القرآن فلا يتقيد بالكلمة ثم في كثير من الكتب التقييد بالحائض المعلمة معللاً بالضرورة مع إمتداد الحيض. (البحر الرائق:۱/۳٤۸، باب الحيض)

(۱) والتفسير كمصحف لا الكتب الشرعية فإنه رخص مسها باليد لا التفسير كما في الدرر عن مجمع الفتاوى ...... وقد جوز أصحابنا من كتب التفسير للمحدث ولم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيرًا أو قرآنا ولو قيل به إعتبارًا للغالب لكان حسنا، قال الشامي: إستدراك على قوله والتفسير كمصحف، فإن ما في الأشباه صريح في جوازمن التفسير فهو كسائر الكتب الشرعية، وفي السراج عن الإيضاح إن كتب التفسير لايجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القران...... أقول الأظهر والأجود، القول الثالث أي كراهته في التفسير دون غيره لظهور الفرق، فإن القرآن في التفسير أكثر منه في غيره وذكره فيه مقصود إستقلالا، لا تبعا فشبهه بالمصحف أقرب من شبهه ببقية الكتب.

(ردالمحتار:۱/۳۲۰، كتاب الطهارة، فتاوی دارالعلوم زكريا:۱/۷۳۷، كتاب الفتاوی:۲/۱۰۲)

طريقة الإنطباق

حالتِ حیض میں قرآن کریم کا چھونا منع ہے اور دینی کتابیں مصحف نہیں ہیں، البتہ وہ کتابیں مثلاً تفسیر جس میں عامتاً کلماتِ قرآنیہ زیادہ ہوتے ہیں، ان کو چھونا جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اعتبار غالب واکثر کا ہوتا ہے، اور اسی غلبہ کی وجہ سے یہ تفسیر کی کتابیں مصحف کے حکم میں ہوں گی (۱)۔

رقم المسئلة (٦٥)

حالتِ حیض میں قرآن کریم کی کمپوزنگ (Composing) کا حکم

حالتِ حیض میں قرآنِ کریم کو ٹائپ مشین (Type writer) پر ٹائپ کرنا، یا کمپیوٹر (Computer) میں کمپوز (Compose) کرنا مکروہ ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ قرآن کریم کے عظمت کے پیش نظر کامل پاکی کی حالت میں ہی کمپوزنگ کی جائے (۲)۔

طريقة الإنطباق

حالتِ حیض میں قرآن کریم کا پڑھنا اور چھونا منع ہے، اور قرآن کریم کی کمپوزنگ میں نہ تو قراءۃ قرآن کا معنی پایا جاتا ہے، اور نہ ہی مس قرآن کا، کیوں کہ کمپوز کرنے والے کی انگلی کی پیڈ (Keypad) پر ہوتی ہے، اور قرآن کریم کی کتابت کمپیوٹر کی اسکرین پر

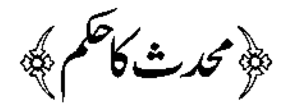
---

(۱) الحكم على الغالب دون النادر. (درر الحكام: ١/٥٠)

(۲) ويكره للجنب والحائض أن يكتبا الكتاب الذي في بعض سطوره آية من القرآن، وإن كانا لايقرآن القرآن، وقال محمد أحب إلي أن لايكتب وبه أخذ مشايخ بخاري هكذا في الذخيرة.

(الفتاوى الهندية: ١/٣٩، الفصل الرابع في أحكام الحيض، كتاب المسائل: ١/٢٢٤)

ہوتی ہے، اسی وجہ سے حالتِ حیض میں قرآن کی کمپوزنگ جائز تو ہے لیکن عظمتِ قرآن کے تقاضا کے پیش نظر مکروہ ہے(۱)۔



رقم المتن – ٣٧

وَلَايَجُوزُ لِلْمُحْدِثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا أَنْ يَّأْخُذَهُ بِغِلَافِهٖ.

ترجمہ: بے وضو شخص کے لیے قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں ہے مگر غلاف کے ساتھ پکڑنا جائز ہے۔

توضيح المسئلة

بے وضو شخص کے لیے قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں ہے کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے: "لایمسه إلا المطهرون" البتہ غلاف کے ساتھ بے وضو چھوئے تو درست ہے۔

علامہ قدوریؒ نے صرف "للمحدث" کہا، جنبی اور حائضہ ونفساء کو بیان نہیں کیا، کیوں کہ ان کے لیے بغیر چھوئے بھی زبانی تلاوت قرآن جائز نہیں، اور بے وضو شخص بغیر چھوئے زبانی تلاوت کرسکتا ہے۔ ان کے اور بے وضو شخص کے درمیان فرق کرنے کا سبب یہ ہے کہ حدث کا اثر محض ہاتھ میں ہوتا ہے، اور جنابت وغیرہ کا اثر ہاتھ میں بھی ہوتا اور منہ میں بھی، اسی وجہ سے جنبی کے لیے غسل میں بدن دھونے کے ساتھ منہ کا دھونا بھی

---

(١) ولابأس لها بكتابة القرآن عند أبي يوسف إذا كانت الصحيفة على الأرض، لأنها لاتحمل المصحف والكتابة تقع حرفا حرفا، و ليس الحرف الواحد بالقرآن، وقال محمد أحب إليّ أن لا تكتب.

(الفتاوى التاتارخانيه: ١/ ٤٨٠، نوع آخر في الأحكام التي تتعلق بالحيض)

واجب ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦٦)

بے وضو شخص کا موبائل (Mobile) یا ٹیبلیٹ (Tablet) کی اسکرین پر قرآنِ کریم کی تلاوت کا حکم

اگر ٹیبلیٹ یا موبائل کی اسکرین (Screen) پر قرآنِ کریم کھلا ہوا ہو، تو بلا وضو اسکرین پر ہاتھ لگانا یا موبائل اور ٹیبلیٹ کو چھونا جائز نہیں ہوگا(۲)، اور اگر موبائل یا ٹیبلیٹ پر ان کی حفاظت کی غرض سے بیک کور (Back Cover) یا فلیپ کور (Flip Cover) لگائے گئے ہوں جو ان کی بوڈی کو چھپا لیتے ہیں، تو اس صورت میں بے وضو شخص کا موبائل یا ٹیبلیٹ کو ہاتھ میں لے کر ان کی اسکرین پر کھلے ہوئے قرآن کو چھوئے بغیر قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہوگا(۳)۔

---

(۱) والفرق في المحدث بين المس والقراءة أنّ الحدث حل اليد دون الفم، والجنابة حلت اليد والفم، ألا ترى أن غسل اليد والفم في الجنابة فرضان، وفي الحدث إنّما يفرض غسل اليد دون الفم.

(الجوهرة النيرة: ۸۹/۱، باب الحيض)

(۲) لايمسه إلا المطهرون. (الواقعة: ۷۹)

لايجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان اية تامة هكذا في الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.

(الفتاوى الهندية: ۳۹/۱)

وإن كان الغلاف مشرزا لايجوز الأخذ به ولامسه قال في الهداية هو الصحيح. (حلبي كبير: ص۵۸)

(۳) ويمنع حل دخول مسجد ...... وقراءة قرآن بقصده ومسه ولومكتوبا بالفارسية في الأصح إلا =

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی بھی شئ کے وہ اجزاء جو اس شئ کے ساتھ ایسے متصل ہو جائیں کہ انہیں بغیر ضرر کے آسانی سے علاحدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو ان کا حکم غلاف متصل کا ہوگا، جیسے غلافِ متصل کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، ایسے ہی اس شئ کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں ہوگا جو اس شئ کے ساتھ متصل باتصالِ قرار کا درجہ اختیار کر چکی ہے کیوں کہ اتصال کی وجہ سے وہ تابع بن گیا اس لیے جو حکم متبوع کا ہوگا وہی حکم تابع کا ہوگا(۱)، اور اگر وہ اجزاء ایسے ہوں جو بغیر کسی ضرر کے بآسانی جدا ہو جاتے ہوں تو وہ غلافِ منفصل کے درجہ میں ہیں، جن کے ساتھ فقہا نے قرآنِ کریم کو چھونے کی اجازت دی ہے(۲)۔

= بغلافه المنفصل، قال الشامي أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لأن الجلد تبع له. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۴۸۸/۱، باب الحيض، الفتاوى الهندية: ۳۸/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض)

(۱)لايجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أوغير ذلك، إذا كان آية تامة هكذا في الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لاكتابة عليه.

(الفتاوىٰ الهندية: ۳۹/۱)

قال الحنفية يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس المكتوب منه ولو آية على نقود درهم أو جدار أو غيره الأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف و على الدراهم، كما يحرم مس غلاف المتصل به، لأنه تبع له فكان مسه مسا للقرآن. (الموسوعة الفقهية: ۲۷۶/۳۷)

التابع تابع لايفرد بالحكم. (قواعد الفقه: ص۶۷)

(۲) ويجوز للمحدث أن يمس غلاف المصحف إذا كان متجافيا عنه بأن يكون شيء ثالث بين الماس والممسوس كمنديل ونحوه. (الفقه الإسلامي وأدلته :۹۸/۱)

حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب و المحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه =

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اگر موبائل یا ٹیبلیٹ پر کوئی خارجی کور نہیں لگا ہوا ہے، اور ان کے اسکرین پر قرآن کھلا ہوا ہو، تو نہ تو اس کی اسکرین کو چھونا جائز ہوگا، اور نہ ہی موبائل یا ٹیبلیٹ کو؛ کیوں کہ موبائل یا ٹیبلیٹ کی بوڈی اسکرین کے لیے غلافِ متصل کے حکم میں ہے، اس لیے کہ بوڈی بغیر ضرر کے بآسانی اسکرین سے جدا نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ بوڈی کے بغیر موبائل یا ٹیبلیٹ کا فائدہ متاثر ہو جاتا ہے، اور اگر موبائل یا ٹیبلیٹ کی بوڈی پر بیک کور (Back cover) یا فیلپ کور لگا ہوا ہے تو اس حالت میں موبائل یا ٹیبلیٹ کو تو چھو سکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ خارجی کور غلافِ منفصل کے حکم میں ہیں، اس لیے کہ یہ کور بغیر کسی ضرر کے موبائل یا ٹیبلیٹ سے بآسانی علاحدہ ہو جاتے ہیں اور نہ ہی ان کے علاحدہ ہونے سے ان کا فائدہ متاثر ہوتا ہے، اور فقہا نے غلافِ منفصل کے ساتھ چھونے کی اجازت دی ہے، البتہ موبائل یا ٹیبلیٹ کی اسکرین (جس پر قرآن کریم کھلا ہوا ہے) کو اِس صورت میں بھی نہیں چھو سکتے ہیں کیوں کہ وہ مصحف کے حکم میں ہے(۱)۔

= كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى.

(الفتاوى الهندية: ١/٣٨، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الدر المختار مع رد المحتار: ١/٤٨٨)

(١) لا يمسه إلا المطهرون. (الواقعة: ٧٩)

وجه الإستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث، ويؤيد هذا ان الكلام مسوق لتعظيم القرآن والمعنى لا ينبغي ولا يليق مسه لمن لم يكن على طهارة ...... و هذا شرط لمس معانيه والأول شرط لمس نقوشه و أوراقه. (أحكام القرآن للتهانوي: ٥/١٠)

رقم المسئلة (٦٧)

محدث کا اسکرین ٹچ موبائل (Screen touch mobile) پر قرآن کریم ٹائپ کرنے کا حکم

آج کل مارکیٹ میں اسکرین ٹچ موبائل دستیاب ہیں، جن کی اسکرین پر ہی کی پیڈ (Keypad) ہوتا ہے، فون لگانے یا میسج بھیجنے کے لیے اسی اسکرین پر کھلے ہوئے کی پیڈ کا استعمال ہوتا ہے، ایسے اسکرین ٹچ موبائل کے ذریعہ جس کا کی پیڈ اسکرین پر کھلتا ہو، محدث (بے وضو) شخص کے لیے اس کی اسکرین پر آیاتِ قرآنیہ کا ٹائپ کر کے کسی دوسرے کو میسج یا واٹس شاپ (Whatsapp) کرنا جائز نہیں ہے(۱)۔

---

(۱) لا يمسه إلا المطهرون. (الوقعة: ۷۹)

وجه الإستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث، ويؤيد هذا ان الكلام مسبوق لتعظيم القرآن والمعنى لاينبغي ولايليق مسه لمن لم يكن على طهارة.... و هذا شرط لمس معانيه والأول شرط لمس نقوشه و أوراقه. (أحكام القرآن للتهانوي: ٥/ ١٠)

لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة هكذا في الجوهرة النيرة، والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٣٩)

طريقة الإنطباق

قرآنِ کریم کا بغیر وضو کے چھونا عظمتِ قرآن کے پیشِ نظر ممنوع ہے(۱)، اور جیسے قرآن کا بلا وضو چھونا ممنوع ہے ایسے ہی اس شئ کا بھی بلا وضو چھونا ممنوع ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہو؛ کیوں کہ جس پر قرآن لکھا جائے وہ اس لکھی ہوئی تحریر کے تابع ہو جاتا ہے، اسی لیے عرف میں اس کاغذ کو بھی قرآن کہتے ہیں جس پر آیاتِ قرآنیہ لکھی گئی ہوں(۲)۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص بلا وضو ایسے اسکرین ٹچ موبائل کے ذریعہ جس کا کی پیڈ اسکرین پر ہی کھلتا ہو، کے ذریعہ آیات قرآنیہ ٹائپ کر کے میسیج یا واٹس شاپ کرے تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ آیات قرآنیہ کی کتابت اسی اسکرین پر ہو رہی ہے، اور کی پیڈ بھی اسی اسکرین پر ہونے کی وجہ سے کی پیڈ کو بھی حکمِ قرآن حاصل ہو گیا، یعنی جیسے مکتوب حصے کا چھونا جائز نہیں ہے، ایسے ہی کی پیڈ کا بھی اس کے لیے چھونا جائز نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) قدم تقدم تخريجه الآن. (حاشيه: ۱)

(۲) قال الحنفية يحرم مس المصحف كله أو بعضه أي مس المكتوب منه ولو آيةً على نقود درهم أو غيره أو جدار، لأن حرمة المصحف كحرمة ما كتب منه فيستوي فيه الكتابة في المصحف وعلى الدرهم كما يحرم مس غلاف المصحف المتصل، لأنه تبع له فكان مسه مسا للقرآن.

(الموسوعة الفقهية: ۲۷۶/۳۷)

(۳) لا يجوز مس شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة هكذا في الجوهرة النيرة والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه.

(الفتاوى الهندية: ۳۹/۱)

رقم المسئلة (٦٨)

قرآن کی کیسٹ (Cassette) یا سی ڈی (CD) کو بلا وضو چھونے کا حکم

جس کیسٹ یا سی ڈی میں کلام پاک ٹیپ کیا گیا ہو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے کیوں کہ بلا وضو مصحف کو چھونا منع ہے اور کیسٹ یا سی ڈی مصحف نہیں ہیں (۱)۔

طريقة الإنطباق

قرآن نام ہے مصحف میں لکھی ہوئی تحریر کا (۲)، اور کیسٹ یا سی ڈی ظاہر ہے کہ تحریر نہیں ہیں؛ کیوں کہ کیسٹ یا سی ڈی میں ایسے نقوش مکتوب نہیں ہوتے جنہیں پڑھا جاسکے بل کہ کیسٹ یا سی ڈی میں محض آواز محبوس (روکی ہوئی) ہوتی ہے، اس لیے کہ کیسٹ یا سی ڈی کا (جس میں قرآن کریم ٹیپ کیا گیا ہو) بلا وضو چھونا جائز ہوگا، کیوں کہ بلا وضو مصحف کو چھونے کے لیے عدم جواز کی جو علت تھی وہ یہاں مفقود ہے (۳)۔

---

(۱) أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، المكتوب في المصاحف، المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلا متواترا بلا شبهة، وهو النظم والمعنى جميعًا في قول عامة العلماء.

(كشف الأسرار لفخر الإسلام للبزدوي: ۱/٦٧،

جديد فقهى مسائل: ۱/۱۰۱، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۱۲۲)

(۲) أما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم المكتوب في المصاحف المنقول عن النبي صلى الله عليه وسلم نقلا متواترا بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعا في قول عامة العلماء.

(كشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوي: ۱/٦٧)

(۳) زوال الحكم بزوال علته، ومفاد القاعدة ...... إن الحكم يدور مع علته يوجد بوجودها وينتفي بإنتفائها. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/٤٤٢)

﴿استحاضہ اور عذرِ شرعی کا بیان﴾

رقم المتن - ۳۸

وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهِ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجُرْحُ الَّذِي لَا يَرْقَأُ يَتَوَضَّئُونَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ وَيُصَلُّونَ بِذٰلِكَ الْوُضُوْءِ فِي الْوَقْتِ مَاشَاؤُا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ فَإِذَا خَرَجَ الْوَقْتُ بَطَلَ وُضُوْءُهُمْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ اِسْتِيْنَافُ الْوُضُوْءِ لِصَلَاةٍ أُخْرىٰ.

ترجمہ: مستحاضہ اور جس کو ہر وقت پیشاب ٹپکتا ہو، اور جس کو دائمی نکسیر ہو، اور جس کو ایسا زخم ہو کہ نہیں بھرتا، تو یہ لوگ وضو کریں گے ہر نماز کے وقت کے لیے اور پڑھیں اس وضو سے وقت کے اندر جو چاہیں فرائض و نوافل میں سے، اور جب وقت نکل جائے تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا، اور ان پر لازم ہے از سر نو وضو کرنا دوسری نماز کے لیے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:

(الف) مستحاضہ عورت اور جس کو پیشاب آنا نہ تھمتا ہو، اور جس کی نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو، اور جس کو ایسا زخم ہو کہ اس سے خون نہیں رکتا، ان معذورین کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کریں، پھر اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہیں نمازیں پڑھیں، خواہ فرض ہوں یا نوافل، واجب ہوں یا قضا۔

(ب) جب فرض نماز کا وقت نکل جائے تو ان معذورین کا وضو باطل ہو جائے گا، اب اگر کوئی معذور دوسری فرض نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہوگا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٦٩)

لیکوریا کی مریضہ (Patient of leukorrhea) کا حکم

بسا اوقات مرض یا کمزوری کی وجہ سے عورتوں کو سفید پانی آتا ہے، لیکوریا اگر کبھی کبھار آجائے تو اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (۱)، اور جس جگہ کپڑے پر وہ لگ جائے اسے ناپاک قرار دیا جائے گا (۲)، لیکن اگر عورت کو یہ مرض اس شدت کے ساتھ ہو کہ کسی نماز کا پورا وقت اس پر ایسے گزر جائے کہ وہ پاکی کے ساتھ فرض نماز بھی ادا نہ کر سکے تو اس عورت کو معذور قرار دیا جائے گا، اور لیکوریا نکلنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، وہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے، اور اس کے لیے ایک نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ وضو کافی ہوگا، سفیدی نکلنے سے بار بار اسے وضو نہیں کرنا پڑے گا (۳)، بشرطیکہ آئندہ ہر نماز

---

(١) والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين. (المختصر القدوري:ص٤، كتاب الطهارة)

(٢) قال الشامي: قال ابن حجر في شرحه وهي ماء أبيض متردد بين المذي والعرق يخرج من باطن الفرج الذي لايجب غسله، بخلاف ما يخرج مما يجب غسله فإنه طاهر قطعًا، ومن وراء باطن الفرج فإنه نجس قطعا ككل خارج من الباطن كالماء الخارج مع الولد أو قبيله.

(ردالمحتار: ١/٥١٥، باب الأنجاس)

(٣) والمستحاضة ومن به سلسل البول والرعاف الدائم والجرح الذي لايرقأ يتوضاؤن لوقت كل صلاة، ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل.

(المختصر القدوري: ١/١٧، باب الحيض، تنوير الأبصار مع الدر المختار: ١/٥٠٤، باب الحيض)

کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ لیکوریا کا سلسلہ جاری رہے (۱)؛ البتہ وقتِ فرض کے خروج سے وضو باطل ہوجائے گا، اور دوسرے وقتِ فرض کے لیے دوسرا وضو کرنا لازم ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں معذورِ شرعی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو عذر (نواقض وضو) نے پورے نماز کے وقت میں اس طرح گھیر لیا ہو کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے۔ یہ معذور بننے کی شرط ہے (۳)، اور معذور باقی رہنے کے لیے اگلی نمازوں میں سے ہر نماز کے وقت میں اس عذر کا کم از کم ایک مرتبہ پیش آنا ضروری ہے (۴)، اور اگر اگلی نمازوں میں سے کسی نماز کا مکمل وقت عذر سے خالی ہوجائے تو وہ شخص اب معذور باقی نہیں رہے گا (۵)۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر عورت کو سفید پانی اس قدر شدت سے آتا ہو کہ وہ مکمل نماز کے وقت کو اس طرح گھیر لے کہ اس کو وضو کر کے نماز پڑھنے کا بھی موقعہ نہ ملے تو وہ بھی معذورِ شرعی کے حکم میں ہوگی، اور اس کے لیے وضو کر کے اسی

---

(۱) يشترط الإنقطاع تمام الوقت حقيقة لأنه الإنقطاع الكامل. (الدرالمختار: ۱/۵۰۵)

(۲) فإذا خرج الوقت بطل وضوءهم وكان عليهم استيناف الوضوء لصلاة أخرى.
(المختصر القدوري: ص۱۷، كتاب النوازل: ۳/۲۰۶)

(۳) ولايصير معذورا حتى يستوعبه العذر وقتًا كاملاً ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلاة وهذا شرط ثبوته. (نورالإيضاح: ص۵۳)

(٤) وشرط دوامه وجوده في كل وقت بعد ذلك ولو مرةً. (نورالإيضاح ص:۵۳)

(٥) وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن كونه معذورًا خلو وقت كامل عنه. (نورالإيضاح: ص۵۳)

عذر کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہوگا، اور وہ اگلی نمازوں میں بھی معذور باقی رہے گی، بشرطیکہ وہ عذر پھر نماز کے وقت میں پایا جائے اگرچہ وہ عذر ایک ہی مرتبہ پیش آئے، لیکن اگر کوئی نماز کا پورا وقت عذر سے خالی ہو جائے تو وہ عورت اب معذور شرعی باقی نہیں رہے گی۔ اور اس کو خالی عذر میں وضو کر کے نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

رقم المسئلة (۷۰)

ایسے معذور شخص کا حکم جس کا روئی (Cotton) رکھنے سے پیشاب رُک جائے

بسا اوقات ضعفِ مثانہ کی وجہ سے انسان کو قطرے آتے ہیں، اس کے روک تھام کے لیے اگر ذکر کے سوراخ میں روئی رکھی جائے، جس کی وجہ سے پیشاب تھم جائے تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا(۱)، اور اگر روئی میں تری آگئی تو اس میں تفصیل ہے، کہ اگر روئی کا اندرونی حصہ تر ہو گیا جو جسم کے اندر رہے، تو وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ جب روئی نکالی جائے اور روئی گیلی ہو، تو اسی وقت وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر روئی کا بیرونی حصہ جو جسم کے اوپری طرف ہے، تر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا(۲)۔

---

(۱) وفي المضمرات عن النصاب به سلسل بول فجعل القطنة في ذكره، ومنعه من الخروج وهو يعلم أنه لو لم يحش ظهر البول فاخرج القطنة وعليها بلة فهو محدث ساعة إخراج القطنة فقط، وعليه الفتوى.

(حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص١٤٩، باب الحيض، السعاية:١/٢٠١، باب الحيض)

(٢) رجل حشا إحليله كيلا يخرج منه شيء...... عن أبي يوسف لا وضوء عليه حتى يظهر إذا ابتل ما ظهر هو حدث. (خلاصة الفتاوى:١/١٧، كتاب الفتاوى: ٢/٩١، فتاوى حقانيه: ٢/٥٦٨)

طريقة الإنطباق

وضو کے ٹوٹنے کا دارومدار پیشاب کے اِحلیل (ذکر کے سوراخ کا سرا) تک نکلنے پر ہے، لہٰذا اگر کسی وجہ سے پیشاب کے قطرات کو روکا جائے تو جب تک قطرات ذکر کے سوراخ کے سرے تک نہ پہنچیں، تو وضو برقرار رہے گا؛ کیوں کہ خروجِ نجاست کا تحقق نہیں ہوا، البتہ جب روئی نکالی جائے اور وہ گیلی ہو، یا روئی کا وہ حصہ تر ہو جائے جو ذکر کے سوراخ سے باہر ہے، تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ پیشاب کے خروج کا تحقق ہو گیا(۱)۔

---

(١) اعلم! ان مبدأ الحيض من وقت خروج الدم إلى الفرج الخارج، و لا وصول الدم إلى الفرج الداخل فإذا لم يصل إلي الفرج الخارج بحيلولة الكرسف لا تقطع الصلاة فعند وضع الكرسف، إنما يتحقق الخروج إذا وصل الدم إلى ما يحاذي الفرج الخارج من الكرسف، فإذا إحمرّ من الكرسف ما يحاذي الفرج الداخل لا يتحقق الخروج إلا إذا رفعت الكرسف فيتحقق الخروج من وقت الرفع و كذا في الإستحاضة والنفاس والبول ووضع الرجل القطنة في الإحليل والقلفة كالخارج.

(شرح الوقاية: ١/ ١٠٩، باب الحيض)

﴿دمِ نفاس کا بیان﴾

رقم المتن - ۳۹

وَالنِّفَاسُ هُوَ الدَّمُ الْخَارِجُ عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ، وَالدَّمُ الَّذِيْ تَرَاهُ الْحَامِلُ وَ مَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ فِيْ حَالِ وِلَادَتِهَا قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَلَدِ اِسْتِحَاضَةٌ.

ترجمہ: اور نفاس وہ خون ہے جو پیدائش کے بعد نکلے، اور وہ خون جس کو حاملہ دیکھے، یا عورت دورانِ ولادت دیکھے تو بچہ نکلنے سے پہلے وہ استحاضہ ہے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ دمِ نفاس کی تعریف بیان کررہے ہیں، کہ نفاس کا خون وہ ہے جو بچہ کے ولادت کے بعد بچہ دانی سے نکلے، یہی وجہ ہے کہ اگر عورت حالتِ حمل یا دورانِ ولادت خون دیکھے تو وہ نفاس کا نہیں ہے بل کہ استحاضہ کا ہے؛ کیوں کہ حمل کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہوجاتا ہے تو حالتِ حمل میں جو خون نکلے گا وہ رحم کے علاوہ سے ہوگا، اور رحم کے علاوہ سے جو خون آتا ہے وہ استحاضہ کا ہوتا ہے (۱)۔

---

(۱) النفاس هو الدم الخارج عقيب الولادة، واشتقاقه من تنفس الرحم بالدم أو خروج النفس وهو الولد، يقال فيه نفست نفست بضم النون وفتحها إذا ولدت لأن الحامل لاتحيض، لأن فم الرحم ينسد بالولد، والحيض والنفاس إنما يخرجان من الرحم بخلاف دم الاستحاضه، فإنه يخرج من الفرج لا من الرحم. (الجوهر النيرة: ۱/۹۵)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧١)

آپریشن (Operation) سے ولادت کے بعد نکلنے والے خون کا حکم

آج کل بسا اوقات بچے کی ولادت آپریشن کے ذریعہ سے ہوتی ہے، جس میں عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالا جاتا ہے، اس صورت میں اگر خون بچہ دانی سے بہا ہے تو وہ عورت نفاس والی کہلائے گی، اور یہ نکلنے والا خون دمِ نفاس کہلائے گا، اور اگر آنے والا خون رحم سے نہ ہو بل کہ آپریشن کی جگہ سے ہے تو اس کو نفاس کا خون نہیں کہا جائے گا؛ بل کہ ظاہری زخم پر محمول کیا جائے گا(۱)۔

طریقة الإنطباق

دمِ نفاس کے تحقق کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط-خون بچہ کی ولادت کے بعد آئے (۲)۔

---

(۱) و النفاس لغة ولادة المرأة، و شرعًا دم يخرج من رحم فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء، قال الشامي لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة و إلا فذات جرح أي إن سال الدم من السرة، و إن ثبت له أحكام الولد عقب ولد أو أكثره و لو متقطعا عضوا عضوا لا أقله.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ١/٤٩٦، باب الحيض، مطلب في حكم وطي المستحاضة، البحر الرائق: ١/٣٧٨، باب الحيض، الفتاوى الهندية: ١/٣٠، فتاوی حقانیه: ٢/٥٦٣، کتاب المسائل: ١/٢٣٠)

(٢) والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة. (المختصر القدوري: ص١٧، باب الحيض)

دوسری شرط-عورت کے بچہ دانی سے آئے (۱)۔

اگران دوشرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو وہ دمِ نفاس نہیں ہوگا، پس آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں بھی دمِ نفاس کے تحقق کے لیے ان دوشرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی اگر بچہ کے ولادت کے بعد خون عورت کی بچہ دانی سے آئے تو وہ نفاس ہوگا، اور اگر خون بچہ دانی سے نہ آئے تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا، کیوں کہ ایک شرط (خون کا بچہ دانی سے آنا) مفقود ہے (۲)۔

رقم المسئلة (۷۲)

صفائی رحم (Womb purity) کے بعد آنے والے خون کا حکم

بسا اوقات حمل کے خراب ہونے کی وجہ سے بچہ دانی کو صفائی کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ جس حمل کی صفائی کی جارہی ہے اگر وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ کا ہے تو اس کے بعد آنے والا خون نفاس کا ہوگا (۳)، اور اگر حمل چار ماہ سے کم ہو تو یہ خون مسلسل تین روز یا اس سے زیادہ دس دن کے اندر اندر آنے کی صورت میں حیض شمار ہوگا، بشرطیکہ اس سے پہلے کم از کم پندرہ دن پاکی کی حالت رہی ہو، ورنہ

---

(۱) و الحيض و النفاس إنما يخرجان من الرحم بخلاف دم الإستحاضة. (المعتصر الضروري: ص۷٤)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/ ٦۲۳)

(۳) و سقط أي مسقوط ظهر بعض خلقه كيد أو رجل أو إصبع أو ظفر أو شعر، و لا يستبين خلقه إلا بعد مائة و عشرين يوما ولد حكما، فتصير المرأة به نفساء. (الدر المختار: ۱/ ۵۰۰، باب الحيض)
والسقط الذي استبان بعض خلقه ولد حتى تصير المرأة به نفساء. (الهداية: ۱/ ۷۰، باب الحيض)

استحاضہ ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ دانی سے ولادت کے بعد نکلے(۲)، اب یہ ولادت خواہ تام الخلقت بچے کی ہو، یا ناقص الخلقت کی؛ کیوں کہ احکامِ ولادت میں (یعنی عدت کا پورا ہونا، عورت کا نفاس والی ہونا) ناقص الخلقت بچہ کی ولادت، تام الخلقت بچہ کے ولادت کی طرح ہے، اور دمِ نفاس کے تحقق کے لیے خلقت کا وجود خواہ وہ تام ہو یا ناقص، اس لیے ضروری ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کسی ولدِ مخلوق کی ولادت ہوئی ہے(۳)؛ تا کہ اس کے بعد آنے والے خون کو نفاس کہا جا سکے، اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ بچہ یا تو تام الخلقت کی صورت میں پیدا ہوا ہو، یا ناقص الخلقت میں (یعنی اس کا کوئی عضو بن چکا ہو) اور تخلیقِ ولد (بچے کے بننے) کے لیے علما نے ایک سو بیس دن (چار ماہ) مقرر کیا ہے، کیوں کہ اس مدت میں بچہ کے سارے اعضاء تقریباً بن جاتے ہیں، اور

---

(۱) والمرئي حيض إن دام ثلاثا و تقدمه طهر تام وإلا إستحاضة، قال الشامي تحت قوله (والمرئي) أي الدم المرئي مع السقط الذي لم يظهر من خلقه شيء، و تحت قوله (و تقدمه) أي وجد قبله بعد حيضها السابق ليصير فاصلاً بين الحيضتين. (الدر المختار مع رد المحتار ۱/۵۰۱، باب الحيض، فتاوی دار العلوم زکریا: ۱/۷۳۹، کتاب المسائل: ۱/۲۲۹)

(۲) والنفاس هو الدم الخارج عقيب الولادة. (المختصر القدوري: ص ۱۷، باب الحيض)

(۳) والسقط إذا استبان بعض خلقه فهو مثل الولد التام يتعلق به أحكام الولادة من انقضاء العدة وصيرورة المرأة نفساء لحصول العلم بكونه ولدا مخلوقا عن الذكر والأنثى.

(بدائع الصنائع: ۱/۳۰۰، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الحيض)

اس کے بعد ہی روح پھونکی جاتی ہے (۱)، اسی لیے چار ماہ کے بچہ کی صفائی کے بعد آنے والے خون کو نفاس کا حکم حاصل ہوگا خواہ بچہ کامل پیدا ہوا ہو یا ناقص، اور اگر چار ماہ سے کم کا حمل ہوگا تو اس کی صفائی کی صورت میں آنے والے خون کو نفاس کا حکم حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ ولادت کا تحقق نہیں ہوا (۲)، بل کہ وہ رحم میں محض جما ہوا خون تھا جس کی صفائی کی گئی ہے، البتہ اگر اس صفائی کے بعد خون مسلسل تین دن یا اس سے زائد دس دن آتا رہا، اور اس سے پہلے طہر تام (پندرہ دن کی پاکی) ہو تو اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے۔

---

(۱) ولا يستبين خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوما، قال الشامي: المراد نفخ الروح وإلا فالمشاهد ظهور خلقه قبلها، وكون المراد به ما ذكر ممنوع وقد وجهه في البدائع و غيرها بأنه يكون أربعين يوما نطفة، وأربعين علقة، وأربعين مضغة ...... وقدروا تلك المدة بمائة و عشرين يوما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/ ۵۰۰، كتاب الطهارة، باب الحيض، الجامع لأحكام القرآن: ۱۲/ ۶)

(۲) قال الشامي: وعبارته في عقد الفرائد قالوا يباح لها أن تعالج في استنزال الدم مادام الحمل مضغة أو علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوما، وإنما أباحوا ذلك لأنه ليس بآدمي كذا في النهر. (ردالمحتار: ۱/ ۵۰۰)

﴿ باب الأنجاس ﴾

﴿ نجاستِ حقیقیہ کا بیان ﴾

رقم المتن - ٤٠

تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّيْ وَثَوْبِهِ وَالْمَكَانِ الَّذِيْ يُصَلِّى عَلَيْهِ.

ترجمہ: نجاست کا پاک کرنا واجب (فرض) ہے نمازی کے بدن سے اس کے کپڑے سے اور اس جگہ سے جہاں وہ نماز پڑھتا ہے۔

توضيح المسئلة

نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نماز پڑھنے والے کے بدن سے اس کے کپڑے سے اور اس مکان سے جس پر نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں نجاست کو پاک کرنے سے مراد عین ناپاکی نہیں ہے بل کہ محل ناپاکی ہے(۱)۔

---

(۱) اعلم أن عين النجاسة لا تطهر لكن معناه تطهير محل النجاسة.

(الجوهرة النيرة: ۹۹/۱، باب الأنجاس)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۷۳)

(من بدن المصلي)

آنکھ میں ناپاک سرمہ (Dirty kohl) لگے ہوئے ہونے کی صورت میں نماز کا حکم

اگر کسی شخص نے ناپاک سرمہ یا ناپاک کاجل آنکھ میں لگالیا اور وہ آنکھ کے اندر ہی رہے تو طہارت کے لیے اس کا پونچھنا یا دھونا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر آنکھ سے باہر آکر پھیل جائے تو اسے دھونا لازم ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

طہارتِ بدن میں بدن کا ہر وہ حصہ داخل ہے جہاں پانی کا پہنچانا ممکن ہو، خواہ وہ بدن کا ظاہر ہو یا باطن، آنکھ کا اندرونی حصہ بدن کے ان حصوں سے متعلق ہے جہاں پانی کا پہنچانا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ آنکھ چربی ہے جو پانی کو قبول نہیں کرتی ہے، نیز وہاں پانی کا پہنچانا باعثِ ضرر ہے، اس سے بسا اوقات بینائی ختم ہو جاتی ہے، جیسے صحابہ میں سے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اسی عمل کی وجہ سے بینائی چلی گئی تھی، اس لیے اگر کوئی شخص ناپاک سرمہ یا کاجل آنکھ کے اندر لگالے تو وہ جب تک آنکھ کے اندر رہے، ان کا دھونا

---

(۱) و لا يجب غسل ما فيه حرج كعين و إن اكتحل بكحل نجس لأن في غسلها من الحرج ما لا يخفى.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۸٦، مطلب في أبحاث الغسل، كتاب المسائل: ۱/۱۲۲)

واجب نہیں ہے، کیوں کہ وہ داخلِ بدن کے حکم میں ہے، اور اگر وہ سرمہ یا کاجل آنکھ سے بہہ کر باہر آجائے تو اب اس کا دھونا واجب ہوگا، کیوں کہ وہ بدن کے ظاہری حصہ پر آگیا ہے جس کا دھونا ممکن ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٧٤)

غسلِ واجب میں نجس شئ سے بنے ہوئے صابن (Soap) کے استعمال کا حکم

جس صابون میں نجاست ملی ہو، احناف کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے، اس لیے غسل واجب میں شئ نجس سے بنی ہوئی صابون سے غسل کرنا جائز ودرست ہوگا(۲)۔

---

(۱) و إن كنتم جنبا فاطهروا...... وهو تطهير جميع البدن، واسم البدن يقع على الظاهر والباطن إلا أن ما يتعذر إيصال الماء إليه، خارج عن قصة النص، وكذا ما يتعسر لأن المتعسر منفي كالمتعذر كداخل العينين فإن في غسلهما من الحرج ما لا يخفى، فإن العين شحم لايقبل الماء، وقد كف بصر من تكلف له من الصحابة كابن عمر و ابن عباس ولهذا لا تغسل العين إذا اكتحل بكحل نجس.

(البحر الرائق: ١/٨٧، كتاب الطهارة، ردالمحتار: ١/٢٨٦، مطلب في أبحاث الغسل)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/١٠٧)

(٢) ويطهر زيت تنجس بجعله صابونا به يفتى للبلوى، قال الشامي ثم هذه المسئلة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بإنقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشايخ خلافا لأبي يوسف كما في شرح المنية والفتح وغيرهما، وعبارة المجتبى جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوى. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ١/٥١٩، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، فتاوى حقانيه: ٢/٥٧٩، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/١٢٠)

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں حقیقتِ شئ کی تبدیلی سے اس کا سابقہ حکم باقی نہیں رہتا(۱)، اس کی نظیر شرع شریف میں نطفہ ہے کہ وہ ناپاک ہے، لیکن جب وہ علقہ سے گوشت بن جائے تو اب وہ ناپاک شئ (منی، علقہ) اسی انقلابِ ماہیت کے رو سے گوشت بن کر پاک ہوجاتا ہے(۲)؛ اسی لیے شئ نجس سے بنے ہوئے صابن سے غسل کرنا جائز ہوگا(۳)؛ کیوں کہ صابن بنانے سے بھی نجس چیز کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انقلاب حقیقت کی صورت میں سابقہ حکم بحال نہیں رہتا ہے؛ لہٰذا یہ چیز نجاست سے بدل کر طہارت کے حکم میں داخل ہوجائے گی۔

---

(۱) ولا ملح كان حمارًا أو خنزيرًا ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة لإنقلاب العين به يفتي، قال الشامي تحت قوله (لإنقلاب العين) علة للكل وهذا قول محمد وذكر معه في الذخيرة والمحيط أبا حنيفة وكثير من المشايخ اختاروه و هو المختار، لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنتفي الحقيقة بإنتفاء بعض أجزاء مفهومها، فكيف بالكل فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صار ملحا ترتب حكم الملح. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ١/ ٥٣٤، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(٢) قال الشامي ونظيره في الشرع النطفة نجسة وتصير علقة و هي نجسة، وتصير مضغة فتطهر، والعصير طاهر فيصير خمرًا فينجس ويصير خلًا فيطهر، فعرفنا أن إستحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها. (رد المحتار: ١/ ٥٣٤، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(٣) قال إبراهيم الحلبي و أكثر المشايخ اختاروا قول محمد و عليه الفتوى، لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة و قد زالت بالكلية، فإن الملح غير العظم و اللحم، فإذا صارت الحقيقة ملحا ترتب عليه حكم الملح ...... و على قول محمد فرعوا طهارة صابون صنع من دهن نجس و عليه يتفرع ما لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابونا يكون طاهرًا لتبدل الحقيقة.

(حلبی کبیری:ص١٨٩، فصل في الأسار)

رقم المسئلة (٧٥)

(وثوبه)

ناپاک رنگ(Dirty colour)میں رنگے ہوئے کپڑے کا حکم

اگر کپڑے کو ناپاک رنگ میں رنگا گیا ہو، تو اس کی پاکی کی شکل یہ ہے کہ اسے اس قدر دھویا جائے کہ اس سے گرنے والے پانی میں رنگ کا اثر ظاہر نہ ہو، اس کے بعد اسے تین مرتبہ پاک پانی میں بھگو کر نچوڑ دیا جائے (١)۔

طريقة الإنطباق

"تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه" عبارت میں تطہیر نجاست سے مراد ازالۂ نجاست ہے (٢)، اب ازالۂ نجاست کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ نجاست دکھائی دے تو محض عین نجاست کا زوال ضروری ہوتا ہے، گرچہ نجاست کا اثر مثلاً رنگ باقی ہو، اور اگر وہ نجاست دکھائی نہ دے تو اس کی پاکی کے لیے اس چیز کو تین مرتبہ دھو کر ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے، اگر نچوڑنا ممکن ہو (٣)۔

---

(١) إن المرأة إذا خضبت يدها بحناء نجسة، أو الثوب إذا صبغ بصبغ نجس، غسلت يدها وغسل الثوب إلى أن يصفو ويسيل منه ماء أبيض ثم يغسل بعد ذلك ثلاثا، ويحكم بطهارة يدها وبطهارة الثوب بالإجماع.
(المحيط البرهاني: ١/٣٧٦، كتاب الطهارات، كتاب المسائل: ١/١٢١)

(٢) تطهير النجاسة ويجوز أن يكون معنى تطهيرها إزالتها. (المعتصر الضروري:٧٥، باب الأنجاس)

(٣) وتطهير النجاسة التي يجب غسلها على وجهين، فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالتها، وما ليس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر.
(المختصر القدوري: ١/١٨، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، الهداية: ١/٧٧، نور الإيضاح: ص٥٥)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ناپاک رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے میں رنگ ہی شئ نجس ہے جو دکھائی دینے والی ہے، اسی لیے یہاں تطہیر کے لیے عین ناپاکی کا زوال ضروری ہے جو اس طرح حاصل ہوگا کہ کپڑے کو اس قدر دھویا جائے کہ گرنے والے پانی میں رنگ کا اثر باقی نہ رہے، یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اب نجاست کا جسم ختم ہوکر محض اثر باقی رہ گیا ہے جو مضر نہیں ہے، البتہ یہاں اس بات کا احتمال باقی ہے کہ دکھنے والی نجاست (ناپاک رنگ) دھونے کے بعد نہ دکھنے والی ناپاکی سے بدل گئی ہے، اسی لیے اخیر میں تین مرتبہ دھوکر نچوڑ لیا جائے تاکہ مکمل طہارت حاصل ہوجائے۔

رقم المسئلة (٧٦)

(والمكان الذي يصلي عليه)

مسجد کے ناپاک سیمنٹ (Cement) والے فرش کا حکم

اگر مسجد کا فرش سمینٹیڈ یا ماربل کا ہو، اور اس پر پیشاب یا اور کوئی تر نجاست لگ جائے تو سوکھنے اور نجاست کا اثر زائل ہونے سے وہ زمین نماز کے حق میں تو پاک ہوگی تیمّم کے حق میں نہیں، یعنی اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہوگا لیکن تیمّم کرنا جائز نہیں ہوگا(۱)۔ اور فوری طور پر پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پانی بہاکر وائپر (Wiper) یا پونچھے سے خشک کردیا جائے یا پائپ وغیرہ سے اتنا پانی بہایا جائے کہ نجاست کے اثرات زائل ہونے کا

---

(١) والأرض بالييس وذهاب الأثر للصلاة لا للتيمم، ويشاك الأرض في حكمها كل ما كان ثابتا فيها كالحيطان والأشجار والكلأ والقصب وغيره ما دام قائمًا عليها فيطهر بالجفاف، وهو المختار كذا في الخلاصة. (البحر الرائق: ١/ ٣٩١، الفتاوى الهندية: ١/ ٤٤، الباب السابع في النجاسة)

یقین ہوجائے، اس طرح وہ فرش پاک ہوجائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

سمینٹیڈ یا ماربل والا فرش بھی زمین کے حکم میں ہے، یعنی جیسے زمین پر کوئی تر نجاست لگ کر سوکھ جائے اور نجاست کے اثرات ختم ہوجائیں تو زمین پاک ہوجاتی ہے، ایسے ہی یہ پتھر والا فرش بھی نجاست کے سوکھنے سے پاک ہوجائے گا؛ کیوں کہ یہ سیمنٹیڈ یا ماربل والا فرش زمین کے جنس سے ہونے کی وجہ سے زمین کے حکم میں ہوگا، نیز یہ ماربل وغیرہ زمین کے ساتھ متصل باتصالِ قرار کا درجہ رکھے ہوئے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ تابع کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو متبوع کا ہے(۲)۔

---

(۱) والبول إذا أصاب الأرض وأحتيج إلى الغسل يصيب الماء عليه ثم يدلك وينشف ذلك بصوف أو خرقة، فإذا فعل ذالك ثلاثا طهر، وإن لم يفعل ذالك ولكن صب عليه ماء كثير حتى عرف أنه زالت النجاسة ولا يوجد في ذلك لون ولا ريح ثم ترك حتى نشفته الأرض كان طاهرًا.

(المحيط البرهاني: ۱/۲۲٦، فتاوى دار العلوم زكريا: ۱/۷٦٦)

(۲) وإذا أذهب أثر النجاسة عن الأرض وقد جفت ولو بغير الشمس على الصحيح طهرت وجازت الصلاة عليها لقوله عليه السلام أيما أرض جفت فقد زكت دون التيمم منها، المراد بالأرض ما يشمله اسم الأرض كالحجر والحصى والآجر واللبن ونحوها إذا كانت متداخلة في الأرض غير منفصلة عنها تبعا للأرض يلحق بما ذكر في هذا الحكم كل ما كان ثابت فيها كالحيطان والخص بالخاء المعجمة وهو حجيزة السطح وغير ذالك مادام قائمًا عليها فيطهر بالجفاف وذهاب الأثر هو المختار.

(حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ص ١٦٤، باب الأنجاس)

التابع تابع لا يفرد بالحكم. (ترتيب اللآلي: ۱/٤٥٩)

﴿آلۂ تطہیر کا بیان﴾

رقم المتن - ٤١

وَيَجُوزُ تَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ إِزَالَتُهَا بِهِ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ.

ترجمہ: اور نجاست کو پاک کرنا جائز ہے پانی سے اور ہر ایسی چیز سے جو بہتی ہو پاک ہو، اس کے ذریعہ سے نجاست کا ازالہ ممکن (بھی) ہو، جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی۔

توضيح المسئلة

ازالۂ نجاست یعنی کسی شئ کو نجاست سے پاک کرنے کے لیے پانی کے استعمال کے ساتھ ہر ایسی چیز کے ذریعہ بھی پاکی حاصل کی جاسکتی ہے جو پانی کی طرح پاک کرنے والی پتلی اور باریک ہو، مثلاً سرکہ یا گلاب کا پانی، کہ یہ پاک ہونے کے ساتھ اپنے اندر پتلا پن اور بہاؤ بھی رکھتے ہیں، اور ان کے ذریعہ ازالہ بھی ممکن ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۷۷)

پیٹرول (Petrol) کے ذریعہ نجاست کے ازالہ کا حکم

پیٹرول کے ذریعہ کپڑے وغیرہ اشیاء سے نجاست کو دور کیا جاسکتا ہے، اور اس

کے ذریعہ ازالۂ نجاست سے کپڑے وغیرہ پاک ہوجائے گے(۱)۔

طريقة الإنطباق

طہارت کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ نجاست دوطرح کی ہوتی ہے، ایک تو غیر محسوس ناپاکی ہے جو دکھائی نہ دے، جسے نجاستِ حکمیہ کہا جاتا ہے، ایسی ناپاکی کو دور کرنے کے لیے پانی کا استعمال یا عدمِ قدرت علی الماء کی صورت میں تیمّم ضروری ہے، پانی کے بجائے اگر کوئی دوسری سیّال چیز مثلاً پھلوں کے رس وغیرہ کا ستعمال کیا جائے تو کافی نہیں ہوگا(۲)۔

دوسری قسم کی نجاست وہ ہیں جو محسوس کی جاسکتی ہیں جسے نجاستِ حقیقیہ کہا جاتا ہے، مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ ان کے ازالہ اور طہارت کے لیے پانی ہی ضروری نہیں ہے بل کہ پانی کے علاوہ ہر وہ پاک سیّال چیز جس میں نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت بھی ہو نجاستِ حقیقیہ سے طہارت حاصل کیا جاسکتا ہے، اور پیٹرول پاک ہونے کے ساتھ سیّال اور پتلا ہے نیز اس میں ازالۂ نجاست کا معنیٰ بدرجہ اتم موجود ہے اس لیے اس کے ذریعہ نجاستِ حقیقیہ سے طہارت جائز و درست ہے(۳)۔

---

(۱) ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد.

(الهداية: ۱/۷۱، باب الأنجاس و تطهيرها، جديد فقهى مسائل: ۱/۲۲)

(۲) المياه التي يجوز التطهير بها سبعة مياه...... ولا يجوز بماء شجر وثمر ولو خرج بنفسه من غير عصر في الأظهر. (نور الايضاح: ص۲۵)

ومن لم يجد الماء...... فانه يتيمم بالصعيد. (المختصر القدوري: ص۱۰، باب التيمم)

(۳) وتطهر النجاسة عن الثوب والبدن بالماء وبكل مائع مزيل كالخل وماء الورد.

(نور الإيضاح: ص۵۶، باب الأنجاس والطهارة عنها)

رقم المسئلة (٧٨)

کھائے جانے والے تیل (Edible oil) کے ذریعہ نجاست کے ازالہ کا حکم

کھانے کے لیے مشینوں کے ذریعہ مثلاً سینگ، سرسوں، کپاس، سویابین وغیرہ کا تیل نکالا جاتا ہے، اگر کوئی شخص ان تیلوں کے ذریعہ کپڑے وغیرہ پر لگی ہوئی نجاست کو پاک کرے تو طہارت حاصل نہیں ہوگی (١)۔

طريقة الإنطباق

پانی کے علاوہ سیال چیز سے طہارت کے جواز کی ایک شرط ہے کہ اسمیں ازالہ نجاست کی صلاحیت ہو، جس کو امام قدوریؒ نے "یمکن إزالتها به" عبارت میں بیان کیا ہے اور ازالہ نجاست کی صلاحیت کی علامت یہ ہے کہ جب اسے نچوڑا جائے تو وہ نچڑ جائے، کیوں کہ بغیر نچوڑے اجزائے نجاست نہیں نکلے گے، اور کھائے جانے والے تیل میں نچڑنے کی صلاحیت نہیں ہے بل کہ وہ تو اجزائے نجاست کو اور زیادہ اپنے محل میں جما دیتے ہیں، اس لیے کھائے جانے والے تیل سے نجاستِ حقیقیہ کی طہارت حاصل نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اس میں ازالۂ نجاست والی صلاحیت کی شرط مفقود ہے (٢)۔

---

(١) ومالاينعصر كالدهن لم يجز إزالتها به كذا في الكافي.

(الفتاوى الهندية: ١/٤١، الباب السابع في النجاسة)

لاالدهن أي لايجوز التطهير بالدهن لانه ليس بمزيل. (البحرالرائق: ١/٣٨٧، باب الأنجاس)

(٢) ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن إزالتها به كالخل وماء الورد ونحو ذلك مما إذا =

رقم المتن - ٤٢

وَالنَّجَاسَةُ إِذَا أَصَابَتِ الْمِرْأَةَ أَوِ السَّيْفَ اكْتَفَى بِمَسْحِهِمَا.

ترجمہ: نجاست جب آئینہ یا تلوار کو لگ جائے تو ان کا پونچھنا ہی کافی ہوگا۔

توضيح المسئلة

آئینہ اور تلوار اگر چکنے ہوں کہ پونچھنے سے تمام نجاست صاف ہو جائے تو پونچھ دینے سے پاک ہو جائیں گے، کیوں کہ نجاست مکمل صاف ہونے کے بعد نجاست کے ذرات باقی نہیں رہے، لیکن اگر تلوار یا آئینہ پر نقشہ بنا ہو، جس میں کھردراپن ہو تو اب وہ پونچھنے سے پاک نہیں ہوں گے، ان کو دھونا ضروری ہوگا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٧٩)

موبائل کے اسکرین (Screen) پر لگی ہوئی نجاست کو پاک کرنے کا طریقہ

اگر موبائل کی اسکرین پر نجاست لگ جائے، تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کسی پاک کپڑے سے اچھی طرح پونچھ دے، کہ نجاست کے ذرات اور اس کا

= عصر انعصر، وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف ...... ولهما ان المائع قالع والطهورية بعلة القلع والإزالة والنجاسة للمجاورة، فإذا انتهت أجزاء النجس يبقى طاهرا. (الهداية: ١/ ٧١، باب الأنجاس)

فإذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ٢/ ٦٢٣)

اثر، بدبو وغیرہ ختم ہوجائے تو موبائل پاک ہوجائے گا(۱)۔

طریقۃ الإنطباق

مذکورہ قدوری کی عبارت سے یہ بات مفہوم ہوئی کہ ہر ایسی چیز جس میں مسامات نہ ہوں اس کو کپڑے وغیرہ سے پوچھنے سے پاک ہوجاتی ہے، دھونا ضروری نہیں ہوتا، جیسے آئینہ تلوار وغیرہ کہ وہ اپنے چکنے ہونے کی وجہ سے اپنے اندر نجاست کو سرایت نہیں ہونے دیتے ہیں(۲)؛ پس معلوم ہوا کہ اگر موبائل کے اسکرین پر نجاست لگ جائے تو چونکہ وہ بھی شیشہ ہے جو اپنے اندر نجاست کو سرایت ہونے سے مانع ہے اور اس کو پانی سے دھونا باعثِ ضرر ہے کہ موبائل کی افادیت دھونے کی وجہ سے ختم ہوجائے گی، اس لیے اس کی تطہیر کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو کسی پاک کپڑے سے اس طرح پونچھ دیا جائے کہ نجاست کے اثرات باقی نہ رہے جو غسل کا مقصد ہے، تو موبائل پاک ہوجائے گا(۳)۔

---

(۱) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو اليسف اكتفى بمسحها. (المختصر القدوري: ص۱۸، باب الأنجاس)
ويطهر صيقل لامسام له كمرآة ظفر، وعظم، وزجاج، وآنية مدهونة أو خرّاطي وصفائح فضة غير منقوشة بمسح يزول به أثرها مطلقًا به يفتى. (الدر المختار: ۱/۵۱۱، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

(۲) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو السيف إكتفي بمسحهما، لأنه لاتتداخلهما النجاسة وماعلى ظاهرهما يزول بالمسح. (الهداية: ۱/۷۳، باب الأنجاس)

(۳) والنجاسة إذا أصابت المرأة أو السيف إكتفي بمسحهما بما يزول به أثرها ومثلهما كل صقيل لامسام له كزجاج وعظم وآنية مدهونة ظفر لأنه لا يداخله النجاسة وما على ظاهر يزول بالمسح.
(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۶۷)
الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۱۰۷)

﴿ نجاستِ غلیظہ کی معفو عنہ مقدار ﴾

رقم المتن - ٤٣

وَمَنْ أَصَابَتْهُ مِنَ النَّجَاسَةِ الْمُغَلَّظَةِ كَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ وَالْخَمْرِ مِقْدَارُ الدِّرْهَمِ وَمَا دُونَهُ جَازَتِ الصَّلَاةُ مَعَهُ وَإِنْ زَادَ لَمْ يَجُزْ.

ترجمہ: کسی کو نجاست غلیظہ لگ جائے جیسے خون، پیشاب، پاخانہ اور شراب ایک درہم کی مقدار یا اس سے کم تو نماز اس کے ساتھ جائز ہوگی، اور اگر زیادہ ہو جائے تو جائز نہیں ہوگی۔

توضيح المسئلة

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ اس ناپاکی کو کہتے ہیں جس کا نجس ہونا نص سے ثابت ہو اور معارض میں کوئی دوسری نص بھی موجود نہ ہو، جیسے خون، پیشاب، شراب وغیرہ (۱)، اگر ایسی نجاست کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو اس کی معفو عنہ مقدار ایک درہم یا اس سے کم ہے، اور ایک درہم کا وزن ۲۰ر قیراط کا ہوتا ہے، اور اگر اس سے زائد لگے تو وہ معاف نہیں ہے بل کہ اس کو دھونا ضروری ہوگا۔

اگر نجاست غلیظہ سیال ہے تو اس میں معفو عنہ مقدار ہتھیلی کی گہرائی ہے، یعنی اگر اتنی مقدار میں لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، اور اگر زائد ہو تو اس کا دھونا

---

(١) المغلظة ماورد بنجاستها نص ولم يرد بطهارتها نص عند أبي حنيفة سواء إختلف الفقهاء أم لا.

(الجوهرة النيرة: ١/١٠٥، باب الأنجاس)

ضروری ہوگا، اور جامد نجاست غلیظہ میں وزن کا اعتبار ہوگا(۱)۔

تفریع من المسائل العصریه

رقم المسئلة (۸۰)

درہم واحد کا موجودہ وزن کیا ہے

ابتدائے اسلام میں تین قسم کے دراہم مروج تھے:

(الف) وزن عشرہ (ب) وزن ستہ (ج) وزنِ خمسہ

(الف) وزن عشرہ: دس درہم دس مثقال کے برابر ہوتا ہے، یعنی ان میں سے ایک درہم کا وزن ایک مثقال یا ۲۰ / قیراط ہوتا ہے، جس کا موجوہ وزن ۴ / گرام ۳۷۵ / ملی گرام ہے، اس اعتبار سے دس درہم کا وزن ۴۳ / گرام ۷۵ / ملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ درہم (جو زکاۃ کا نصاب ہے) کا وزن ۸۷۵ / گرام ہوتا ہے، اور شرعی تولہ ۱۱ / گرام ۶۶ / ملی گرام کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ۸۷۵ / گرام کو شرعی تولہ ۱۱ / گرام ۶۶ ملی گرام میں تقسیم کرنے پر تقریباً ۷۵ / تولہ ہوتا ہے۔

(ب) وزن ستہ: دس درہم ۶ / مثقال کے وزن کے برابر ہوتا ہے، یعنی ان میں سے ایک درہم کا وزن ۶ / مثقال یا ۱۲ / قیراط ہوتا ہے، جس کا موجودہ وزن ۲ / گرام ۶۲۵ /

---

(۱) إن القليل لا يمكن التحرز عنه فيجعل عفوا، وقدرناه الدرهم أخذًا عن موضع الإستنجاء، ثم يروي اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف في الصحيح، ويرى من حيث الوزن وهو الدرهم الكبير المثقال، وهو ما يبلغ وزنه مثقالا، وقيل التوفيق بينهما أن الأولى في الرقيق والثانية في الكثيف وإنما كانت نجاسة هذا الأشياء مغلظة لإنها ثبت بدليل مقطوع به.

(الهداية: ١/ ٧٤، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

ملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے دس درہم کا وزن ۲۶ رگرام ۲۵ رملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ ردرہم کا وزن ۵۲۵ رگرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱ رگرام ۶۶ رملی گرام میں تقسیم کر دیا جائے تو تقریباً ۴۵ رتولہ ہوتا ہے۔

(ج) وزن خمسہ: دس درہم ۵ رمثقال کے برابر ہوتا ہے، یعنی ان میں سے ہر درہم کا وزن ۵ رمثقال یا ۱۰ رقیراط ہوگا، جس کا موجودہ وزن ۲ رگرام ۱۸۷ رملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۱۰ ردرہم کا وزن ۲۱ رگرام ۸۷ رملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰ ردرہم کا وزن ۴۳۷ رگرام ۴ رملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱ رگرام ۶۶ رملی گرام میں تقسیم کر دیا جائے تو تقریباً ۳۷.۵۱ تولہ ہوتا ہے۔

ان تینوں اوزان کا رواج عہد نبوت میں تھا، لوگ ان تینوں اوزان کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو آپؓ نے چاہا کہ زکوٰۃ وغیرہ عمدہ وزن یعنی وزن عشرہ کے ساتھ وصول کریں، اور لوگوں نے اس میں تخفیف چاہی تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ کے حساب داں ماہرین کو جمع فرمایا کہ وہ ان اوزانِ ثلاثہ کو سامنے رکھ کر درمیانی وزن متعین کریں، جس میں دونوں (مُـزَكِّـيْ، مُزَكـىٰ لهُم) کی رعایت ملحوظ ہو؛ چناں چہ انہوں نے تینوں اوزان کے مثاقیل کو اکٹھا کیا، یعنی وزنِ عشرہ کے دس مثقال، اور وزن ستہ کے ۶ رمثقال، اور وزن خمسہ کے ۵ رمثقال جن کا مجموعہ ۲۱ رمثاقیل ہوئے، اور اوزان چوں کہ تین ہیں، اس لیے ۲۱ رمثاقیل کو ۳ رپر تقسیم کیا گیا تو ایک کے حصہ میں سات مثقال آئے یعنی درمیانی وزن یہ نکلا کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، اسی کو وزنِ سبعہ کہا جاتا ہے، اسی پر صحابہ کا اجماع ہے اور اسی پر حضرت عمرؓ کے دفتر میں عمل ہوتا رہا اور اسی وزن پر یہ امر مستقر ہوگیا۔

وزنِ سبعہ کے دس درہموں میں سے ہر درہم کا وزن ۷؍مثقال یا ۱۴؍قیراط ہوتا ہے، جس کا موجودہ وزن ۳؍گرام ۶۱؍ملی گرام ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۱۰؍درہم کا وزن ۳۰؍گرام ۶۱؍ملی گرام ہوتا ہے، اور ۲۰۰؍درہم کا وزن ۶۱۲؍گرام ۲ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ ۱۱؍گرام ۶۶؍ملی گرام پر تقسیم کردیا جائے تو ساڑھے باون (52.50) تولہ ہوتا ہے(۱)۔

ملاحظہ: یادرکھنا چاہیے ”باب الانجاس“ میں درہمِ واحد سے مراد درہمِ کبیر ہے جو ایک مثقال یا ۲۰؍قیراط کا ہوتا ہے، جس کا موجودہ وزن ۳؍گرام ۳۷۵؍ملی گرام ہے(۲)، اور زکوۃ، مہر وغیرہ جگہوں میں درہم سے مراد درہمِ مروّج وزنِ سبعہ والا درہم مراد ہے، جس

(۱) الدرهم الإسلامي وكيفيته تحديده وتقديره: كانت الدراهم المضروبة قبل الإسلام متعددة مختلفةالأوزان ،وكانت تردإلى العرب من الأمم المجاورة فكانوا يتعاملون بها، لا باعتبارالعدد بل بأوزان اصطلحوا عليها، وجاء الإسلام وأقرهم على هذه الأوزان كما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم الوزن وزن أهل مكة، والمكيال مكيال أهل مدينة، ولما احتاج المسلمون إلى تقدير الدرهم في الزكاة كان لابد من وزن محدود للدرهم يقدر النصاب على أساسه، فجمعت الدراهم المختلفة الوزن و أخذ الوسط منها، واعتبر هو الدرهم الشرعي وهوالذى تزن العشرة منه سبعة مثاقيل من الذهب فضربت الدراهم الإسلامية على هذا الأساس وهذا أمر متفق عليه بين علماء المسلمين، فقهاء ومؤرخين لكنهم إختلفوا في العهد الذى تم فيه هذا التحديد فقيل إن ذلك تم في عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه.

(الموسوعة الفقهية: ۲۰/۲۴۸، اوزان شرعيه: ص۵/۶)

(۲) (وقدرالدرهم ومادونه من النجس المغلظ) الأصل الدرهم الكبير المثقال ومعناه مايكون يبلغ وزنه مثقالاً. (البناية في شرح الهداية: ۱/۷۳۳)

وعفي قدرالدرهم قال ابن نجيم المصرى :وأرادبالدرهم المثقال الذى وزنه عشرون قيراطا.

(البحرالرائق: ۱/۳۹۶ باب الأنجاس)

کا موجودہ وزن ۳ر گرام ۶۱ رملی گرام ہے(۱)۔

اہم نوٹ: جاننا چاہیے کہ آج کل مارکیٹ میں جو تولہ رائج ہے وہ ۱۰ رگرام کا ہے، اور شرعی تولہ ۱۱ رگرام ٦٦ رملی گرام کا ہے، باب زکاۃ اور دیگر مسائل میں شرعی تولہ ہی معتبر ہے، اسی لیے ہم نے ہر جگہ چاروں اوزان کو اسی شرعی تولہ ۱۱ رگرام ٦٦ رملی گرام میں تقسیم کیا ہے(۲)۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دراہم کے اوزان اربعہ کا نقشہ

اوزان	فی درہم کا قدیم وزن	فی درہم کا جدید وزن	دس درہم کا قدیم وزن	دس درہم کا جدید وزن	200 درہم کا موجودہ وزن	درہم کا شرعی تولہ کے اعتبار سے
وزنِ عشرہ	ایک مثقال یا 20 قیراط	4.375 گرام	10 مثقال یا 200 قیراط	43.75 گرام	875 گرام	75 تولہ
وزنِ ستہ	6 مثقال یا 12 قیراط	2.625 گرام	6 مثقال یا 120 قیراط	26.25 گرام	525 گرام	45 تولہ
وزنِ خمسہ	0.5 مثقال یا 10 قیراط	2.187 گرام	5 مثقال یا 100 قیراط	21.87 گرام	437.4 گرام	37.51 تولہ
وزنِ سبعہ	0.7 مثقال یا 14 قیراط	3.061 گرام	7 مثقال یا 140 قیراط	30.61 گرام	612.2 گرام	52.50 تولہ

(١) ولاشيء في الزيادة حتى تبلغ أربعين درهما ...... المعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في ديوان عمرؓ واستقرالأمرعليه .

(الهداية: ١/ ١٩٤ كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

(٢) تحفة الألمعي: ٢/ ٥٣٢ تا ٥٣٧

﴿نجاست مرئیہ وغیر مرئیہ کا بیان﴾

رقم المتن - ٤٤

وَتَطْهِيرُ النَّجَاسَةِ الَّتِيْ يَجِبُ غَسْلُهَا عَلَى وَجْهَيْنِ فَمَا كَانَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ فَطَهَارَتُهَا زَوَالُ عَيْنِهَا إِلَّا أَنْ يَّبْقٰى مِنْ أَثَرِهَا مَا يَشُقُّ إِزَالَتُهَا وَمَا لَيْسَ لَهُ عَيْنٌ مَرْئِيَّةٌ فَطَهَارَتُهَا أَنْ يَّغْسِلَ حَتّٰى يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّ الْغَاسِلِ أَنَّهُ قَدْ طَهُرَ.

ترجمہ: اور وہ نجاست جس کا دھونا واجب ہے اس سے پاکی حاصل کرنا دو طریقے پر ہے، پس وہ نجاست جو دکھائی دے اس کی پاکی اس کے عین کے زائل ہونے سے ہے، مگر یہ کہ نجاست کا اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا مشکل ہو، اور جو نجاست نظر نہیں آتی اس کی طہارت کا طریقہ یہ ہے کہ دھوتے رہے یہاں تک کہ دھونے والے کو غالب گمان ہو جائے کہ وہ پاک ہو گیا ہوگا۔

توضيح المسئلة

نجاست کی دو قسمیں ہیں:

(الف) نجاست مرئیہ: وہ ناپاکی جو سوکھنے کے بعد نظر آئے، جیسے خون۔

(ب) نجاست غیر مرئیہ: وہ ناپاکی جو سوکھنے کے بعد نظر نہ آئے، جیسے ناپاک پانی۔

اگر نجاست ایسی جسم والی ہے جو دکھائی دیتی ہے، تو اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنا دھویا جائے کہ عینِ نجاست دور ہو جائے تو وہ شئ جس پر وہ نجاست لگی ہے پاک ہو جائے گی۔ اور اگر نجاست کا اثر مثلاً رنگ وغیرہ باقی ہو تو صابن وغیرہ سے دور کرنا پاکی

کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اور اگر نجاست ایسی ہو جو دکھائی نہ دے تو اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی مرتبہ دھوئے کہ پاکی کا گمان غالب ہو جائے، فقہا نے اس کی مقدار تین مرتبہ دھونے کو قرار دیا ہے اور ہر مرتبہ نچوڑنا بھی ضروری ہے (۱)؛ کیوں کہ تین مرتبہ سے غلبۂ ظن حاصل ہو جاتا ہے اس لیے سببِ ظاہر تین مرتبہ دھونے کو تیسیراً اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے (۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٨١)

بدن پر ناپاک مہندی لگے ہوئے ہونے کی صورت میں طریقۂ تطہیر

اگر ناپاک مہندی ہاتھ پیر میں لگائی گئی ہو تو اس ناپاک مہندی کو اس طرح خوب مل مل کر دھوئے کہ صاف پانی گرنے لگے اور مہندی کے اجزا دور ہو جائیں تو ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے، مہندی کے رنگ کا چھڑانا پاکی کے لیے ضروری نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) ويطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرة على الصحيح ولا يضر بقاء أثرشق زواله وغير المرئية بغسلها ثلاثا والعصر كل مرة. (نور الإيضاح: ص٥٥، باب الأنجاس)

(۲) وانما قدروا بالثلاث لأن غالب الظن يحصل عنده فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيرًا.

(البحر الرائق: ١/٤١١، باب الأنجاس)

(۳) ولايضر بقاء اثر كلون وريح لازم فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ماصبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثا، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء قال الشامي: اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس أو صبغ بالصبغ النجس، ثم غسل كل ثلاثا طهر، ثم ذكر عن المحيط أنه يطهر إن غسل الثوب حتى يصفو الماء ويسيل أبيض.

(الدر المختار مع رد المحتار: ١/٥٣٧، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

طريقة الإنطباق

ناپاک مہندی نجاست مرئیہ کے قبیل سے ہے، جس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ محض عین ناپاکی کو دور کر دیا جائے، اور اثر نجاست کا باقی رہنا پاکی کے لیے مضر نہیں ہے، اس لیے اگر ناپاک مہندی کو خوب اچھی طرح مل مل کر دھولیا جائے کہ اجزاء مہندی بدن پر باقی نہ ہوں تو طہارت حاصل ہو جائے گی، اگر چہ مہندی کا رنگ بدن پر باقی رہے۔ اس کو صابن وغیرہ کے ذریعہ دور کرنا ضروری نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (۸۲)

ٹریلین (Trillion clothes) کپڑوں کو پاک کرنے کا طریقہ

آج کل مارکیٹ میں ٹریلین اور ٹری کوٹن کپڑے دستیاب ہیں، ان کپڑوں کو نچوڑنے سے ان کی باہری سطح خراب ہو جاتی ہے، اب اگر ان پر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے تو کیا انہیں بھی دھو کر نچوڑنا ضروری ہوگا، تو جواباً عرض ہے کہ ان کپڑوں کو اس طرح دھویا جائے کہ ان پر لگی ہوئی نجاست دھل کر دور ہو جائے، یعنی اس کی بدبو اور نجاست کے ذرّات کپڑوں پر لگے ہوئے نہ رہیں تو کپڑے پاک ہو جائیں گے، ان کو نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے (۲)۔

---

(۱) فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها إلا أن يبقى من أثرها ما يشق إزالتها.

(المختصر القدوري: ص۱۸، باب الأنجاس)

(۲) أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس هو المختار. (الدرالمختار مع رد المختار: ۱/۵٤۲، باب الأنجاس، فتاوى دينيه: ۱/۳۲۳)

طريقة الإنطباق

باب نجاست میں شریعت مطہرہ کا ضابطہ حصولِ طہارت ہے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو، اسی لیے مصنفِ قدوری نے نجاست مرئیہ کے سلسلے میں حصولِ طہارت کو عین ناپاکی کے زوال پر اور غیر مرئیہ کے سلسلے میں غاسل کے ظنِ غالب پر موقوف کیا، اس لیے اگر ٹیری کوٹن کپڑے کو بغیر نچوڑے اس طرح دھولیا جائے جس سے نجاست کے ذرّات کے ازالہ کے ساتھ اس کی بدبو بھی ختم ہوجائے تو مقصود (ازالۂ نجاست) کے حاصل ہونے کی وجہ سے ٹیری کوٹن کپڑا پاک ہوجائے گا(۱)۔

رقم المسئلة (٨٣)

کارپیٹ (Carpet) یا قالین (Qaleen) سے نجاستِ غیر مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ

کارپیٹ، قالین یا بڑا فرش جسے نچوڑا نہ جاسکے، اگر ان پر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے، تو اس کی پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اسے تین مرتبہ دھویا جائے، اور ہر مرتبہ دھوکر اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہوجائے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے وہ فرش وغیرہ

---

(۱) ثم إن إشتراط الغسل والعصر ثلاثاً إنما هو إذا غمسه في إجانة، أما إذا غمسه في ماء جار حتى جرى عليه الماء، أوصب عليه ماء كثير بحيث يخرج ما أصابه من الماء ويخلف غيره ثلاثاً فقد طهر مطلقاً بلا إشتراط عصر وتكرار غمس.

(الموسوعة الفقهية: ٢٩/٩٩، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص١٥٩)

الحكم يبني على المقصود ولا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية، ٥/٢٣١)

کو پاک قرار دیا جائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

نجاست غیر مرئیہ سے پاکی کے لیے یہ جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے کی قید ہے یہ پاکی کے سلسلہ میں حصول ظن کے لیے ہے، جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے حاصل ہوجاتی ہے، پاکی کا یہ غلبۂ ظن کا حصول ان اشیاء میں جنہیں نچوڑا نہیں جاسکتا ہے، بھی موجود ہے، وہ اس طرح کہ ان پر تین مرتبہ پانی ڈال کر اس وقت تک چھوڑ دیا جائے جب تک قطرہ ٹپکنا نہ بند ہوجائیں، اس عملِ تجفیف سے بھی طہارت کا حصول ہو جاتا ہے کیوں کہ عمل تجفیف کو نجاست کے نکالنے میں اثر حاصل ہے(۲)۔

رقم المسئلة (٨٤)

ڈرائی کلینگ (Dry cleaning) سے کپڑے کی پاکی کا حکم

آج کل کوٹ پتلون یا شیروانی وغیرہ ڈرائی کلینر (Dry Cleaner) کے ذریعہ پٹرول سے دھوئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

---

(۱) وما لاينعصر يطهر بالغسل ثلاث مرّات، والتجفيف في كل مرة لأن للتجفيف أثراً في إستخراج النجاسة، وحد التجفيف أن يخليه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس هكذا في محيط السرخسي.

(الفتاوى الهنديه: ١/ ٤٢، الباب السابع في النجاسة،

البحر الرائق: ١/ ٤١٣، باب الأنجاس، كتاب المسائل: ١/ ١١٨)

(٢) وبتثليث الجفاف فيما لا ينعصر أي ما لا ينعصر فطهارته غسله ثلاثا وتجفيفه في كل مرة، لأن للتجفيف أثر في إستخراج النجاسة، وهو أن يتركه حتى ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس.

(البحر الرائق: ١/ ٤١٣، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

صورتِ اولیٰ:

اگر یہ کپڑے پہلے سے پاک تھے اور ڈرائی کلینگ (Dry cleaning) کے وقت ان کے ساتھ ناپاک کپڑے نہ ملائے گئے ہوں تو ان کپڑوں کی پاکی متاثر نہ ہوگی اور وہ پاک ہی رہیں گے۔

صورتِ ثانیہ:

اگر ان پر ایسی ناپاکی لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہے، اور ڈرائی کلینگ کے بعد وہ دور ہوگئی تو یہ کپڑے پاک ہوں گے؛ کیوں کہ ڈرائی کلینگ میں یہ صورت پائی جاتی ہے(۱)۔

صورتِ ثالثہ:

اگر کپڑوں میں ایسی نجاست لگی تھی جو خشک ہونے کے بعد دکھائی نہ دیتی ہو تو اس کی پاکی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو تین مرتبہ دھویا جائے، اور ہر بار نچوڑا جائے اور ڈرائی کلینگ میں یہ صورت نہیں پائی جاتی، اس لیے وہ ناپاک ہی رہیں گے اور دھل کر آنے کے بعد بھی ان کو پاک کرنے کے لیے شرعی ضابطہ کے مطابق دھونا ضروری ہوگا(۲)۔

---

(۱) فما كان له عين مرئية فطهارتها زوال عينها. (المختصر القدوري: ص۱۸، باب الأنجاس)

قال الشامي: أقول لكن قد علمت أن المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولو بغسلة واحدة ولو في اجانة كما مر فلا يشترط فيها تثليث غسل ولا عصر. (ردالمحتار: ۱/۵۴۳، باب الأنجاس)

(۲) وماليس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر.

(المختصر القدوري ص۱۸، باب الأنجاس)

ويطهر محل النجاسة غير المرئية بغسلها ثلاثاً وجوباً، والعصر كل مرة يبالغ في المرة الثالثة حتى =

طريقة الإنطباق

فقہائے کرام نے نجس کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر کپڑے پر نجاست مرئیہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے) لگی ہو تو عین نجاست کا دھونا ضروری ہے، خواہ اس کا اثر باقی رہے۔ اور ڈرائی کلیننگ (Dry Cleaning) کے ذریعہ دھلائی میں عینِ ناپاکی کا ازالہ ہوجاتا ہے جو مقصود ہے، اس لیے اس نجاست مرئیہ کی صورت میں کپڑے ڈرائی کلینگ کے ذریعہ پاک ہوجائیں گے (۱)، اور اگر کپڑے پر نجاست غیر مرئیہ (ایسی نجاست جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے) لگی ہو تو اس کی پاکی کے حصول میں مفتی بہ قول کے مطابق بلا تعیینِ عددِ غسل غلبۂ ظن کا اعتبار کیا گیا ہے، اور تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس سے پاکی کا غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے، اگر اس طریقہ سے نجاستِ غیر مرئیہ سے ناپاک ہونے والے کپڑے کو دھویا گیا تو وہ کپڑا پاک ہوگا ورنہ نہیں، اور ڈرائی کلینگ میں یہ صورت (ہر مرتبہ نچوڑنا) مفقود ہے، اس لیے اس صورت میں کپڑا ڈرائی کلیننگ میں پاک نہیں ہوگا (۲)۔

= ينقطع التقاطر. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاحي ص/١٦١، المسائل المهمة ٢/٥٢)

(١) ثم المرئية لا بدمن إزالة العين بالغسل وبقاء الأثر بعد زوال العين لايضر.

(المبسوط للسرخسي: ١/٢٢٢، باب البئر)

(٢) ماليس بمرئي فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر، لأن التكراء لابد فيه الإستخراج، ولايقطع بزوله فاعتبر غالب الظن كما في أمر القبلة، وإنما قدروا بالثلث لأن غالب الظن يحصل عنده، فأقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراً، ويتأيد ذلك بحديث المستيقظ من منامه ثم لابد من العصر في كل مرة في ظاهر الرواية لأنه هو المستخرج. (الهداية: ١/٧٨، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

رقم المسئلة (٨٥)

واشنگ مشین (Washing Machine) میں کپڑا نچوڑنے کا حکم

ناپاک کپڑوں کو اچھی طرح واشنگ مشین میں دھولیا جائے، پھر اسپینر مشین (Spinner Machine) یعنی (مشین کا وہ حصہ جس میں کپڑا ڈال کر گھمانے سے کپڑے اچھی طرح نچوڑے جاتے ہیں، اور کچھ حد تک خشک بھی ہوجاتے ہیں، ان کپڑوں کو ڈال دیا جائے اور اسپینر کے اوپر صاف پانی کا پائپ لگا کر اتنی دیر تک چلا جائے کہ گندے پانی کی جگہ صاف پانی نیچے سے آنا شروع ہو جائے تو یہ کپڑے پاک ہو جائیں گے، ہاتھ سے نچوڑنا ضروری نہیں ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

نجاست غیر مرئیہ سے پاکی کے لیے یہ جو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے کی قید ہے، یہ پاکی کے سلسلہ میں غلبۂ ظن کے حصول کے لیے ہے، اور یہ معنی واشنگ مشین میں موجود ہے کہ اس میں کپڑے کو ڈال کر مراراً کراراً دھونا اور نچوڑنا پایا جاتا ہے جس سے طہارت کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے جو طہارت کے لیے اصل ہے(۲)۔

---

(۱) أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر و تجفيف وتكرار غمس هو المختار. (الدر المختار مع ردالمحتار: ١ /٥٤٢، مطلب في حكم الوشم، المسائل المهمة: ٧/٣١، فتاوىٰ دار العلوم ديوبند رقم الفتوى: ٤٧٨٨٦)

(۲) وما ليس له عين مرئية فطهارتها أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل أنه قد طهر.

(المختصر القدري: ص١٨، باب الأنجاس، الموسوعة الفقهية: ٢٩/٩٩)

الحكم يبني على المقصود ولا ينظر إلى إختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ٥/٢٣١)

﴿استنجا کا بیان﴾

رقم المتن - ٤٥

وَ الْإِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ يُجْزِئُ فِيهِ الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ وَمَا قَامَ مَقَامَهُمَا يَمْسَحُهُ حَتّٰى يُنَقِّيَهُ وَلَيْسَ فِيهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ وَ غَسْلُهُ بِالْمَاءِ أَفْضَلُ.

ترجمہ: استنجا سنت ہے، اس میں پتھر اور ڈھیلا کافی ہے، اور جو اس کے قائم مقام ہو، اس سے محل نجاست کو پونچھے، یہاں تک کہ اس کو صاف کرے اور پتھروں میں تعداد مسنون نہیں ہے اور پانی سے دھونا بہتر ہے۔

توضيح المسئلة

جو نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے، اس سے استنجا کرنا سنت ہے، اور استنجے میں ڈھیلا یا ایسی چیز جو ان کے قائم مقام ہو یعنی خود پاک ہو اور نجاست کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا استعمال جائز ہے (۱)، اور ڈھیلے سے استنجا کرنے میں کوئی تعداد مسنون نہیں ہے بل کہ سنت محل ناپاکی کا صاف کرنا ہے، خواہ وہ ایک ہی پتھر سے حاصل ہو جائے، البتہ تین پتھروں کا استعمال مستحب ہے، اور پانی سے استنجا کرنا بہتر ہے، اور پانی اور پتھر دونوں کو جمع کرنا افضل ہے (۲)۔

---

(۱) وأن يستنجي بحجر منق ونحوه. (نور الإيضاح :ص ۳۰، فصل في الاستنجاء)

(۲) والغسل بالماء أحب والأفضل الجمع بين الماء والحجر فيمسح ثم يغسل، ويجوز أن يقتصر على =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٨٦)

ٹشو پیپر (Tissue paper) سے استنجا

استنجا میں ڈھیلوں کے ساتھ پانی کا استعمال افضل ہے لیکن دور حاضر میں ڈھیلوں کا استعمال بہت کم ہوگیا ہے اس کی جگہ ٹشو پیپر نے لے لی ہے اس لیے شرعاً اس سے استنجاء کرنا جائز ودرست ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

استنجاء میں مقصود محل ناپاکی کی صفائی ہے(۲)، اسی لیے استنجا میں ایسے ڈھیلوں کے استعمال کا حکم ہے جو جاذبِ نجاست ہوں (۳)، اور ٹشو پیپر کے استعمال سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے جو ڈھیلوں کے استعمال میں ہے، یعنی جیسے ڈھیلے نجاست کو جذب کر کے نجاست کی ذات کو ختم کر دیتے ہیں ایسے ٹشو پیپر بھی جاذب ہوتا ہے، جو عینِ ناپاکی کو ختم

= الماء أو الحجر، والسنة إنقاء المحل والعدد في الأحجار مندوب لاسنة مؤكدة.

(نورالإيضاح: ص ٣٠، فصل في الاستنجاء)

(١) والإستنجاء سنة يجزي فيه الحجر والمدر وما قام مقامهمايمسحه حتى ينقيه.

(المختصرالقدوري:ص ١٩، باب الأنجاس، مراقي الفلاح: ص ٤٥، فصل في الإستنجاء، فتاوى بنوريه: رقم الفتوى:١١٤٣٢، المسائل المهمة:٥٩/٥)

(٢) والسنة إنقاء المحل. (نور الإيضاح: ص ٣٠، فصل في الإستنجاء)

(٣) ويسن أن يستنجي بحجر منق ونحوه من كل طاهر مزيل بلا ضرر كالمدر وهو الطين اليابس والتراب والخلقة البالية والجلد الممتهن. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص٤٥)

کر دیتا ہے؛ نیز ٹشو پیپر کو اسی مقصد سے بنایا بھی جاتا ہے، اس لیے ٹشو پیپر سے استنجا کرنا جائز و درست ہے(۱)۔

رقم المسئلة (۸۷)

ٹشو پیپر (Tissue Paper) سے استنجا کے بعد پسینہ آجائے

اگر کوئی شخص پیشاب کے بعد استنجا صرف ٹشو پیپر سے صاف کرے، اور بعد میں اسے پسینہ آجائے اور یہ پسینہ بہہ کر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوگا، متاخرین فقہا کا اس پر اتفاق ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کے بعد اگر پسینہ آکر بہہ جائے، اور وہ پسینہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن دو وجہ سے ناپاک نہیں ہوگا:

وجہ اول: ٹشو پیپر سے استنجا کرنے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے، کیوں کہ ٹشو پیپر میں استنجا جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو عین ناپاکی کو ختم کر دیتا ہے، اسی وجہ سے ٹشو پیپر ڈھیلوں کے قائم مقام ٹھہرا(۳)۔

---

(۱) الحكم يبنى على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

(۲) واجمع المتأخرون على أنه لاينجس بالعرق، حتى لو سال منه وأصاب الثوب أوالبدن أكثر من قدر الدرهم لا يمنع. (ردالمحتار: ۱/۵۴۸، باب الأنجاس، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل، فتاوى دارالعلوم ديوبند رقم الفتوى: ۴۴۸۶۶، المسائل المهمة: ۸/۸۲)

(۳) والإستنجاء سنة يجزي فيه الحجر والمدر وما قام مقامهما يمسحه حتى ينقيه.

(المختصر القدوري:ص ۹۱، باب الأنجاس)

وجہ ثانی: ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کی وجہ سے عین ناپاکی ختم ہوجاتی ہے، صرف اثر ناپاکی ہوتی ہے جو کسی شیٔ کو ناپاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، بل کہ وہ قدر درہم سے کم ہونے کی وجہ سے معفو عنہ ہے(۱)؛ اسی وجہ سے ٹشو پیپر سے استنجا کرنے کے بعد آنے والا پسینہ بدن یا کپڑے کو ناپاک نہیں کرے گا(۲)۔

رقم المتن - ٤٦

وَلَا يُسْتَنْجَى بِعَظْمٍ وَلَا بِطَعَامٍ وَ لَا بِيَمِيْنِهِ.

ترجمہ: اور استنجا نہ کرے ہڈی سے، نہ لید سے، نہ کھانے سے، اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے۔

توضيح المسئلة

استنجا ہر ایسی چیز سے درست ہے جو نجاست کو دور کرنے یا جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، بہتر یہ ہے کہ پتھر مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کیا جائے، ہڈی کھانے کی چیز لید اور ہر شیٔ محترم سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ہڈی سے اس لیے کہ یا تو وہ جناتوں کی غذا ہے، یا پھر اس میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، اور لید سے اس لیے کہ وہ شیٔ نجس ہے، اور کھانے سے اس لیے کہ یہ اسراف اور کھانے کی اہانت ہے، اور داہنے ہاتھ سے اس لیے کہ وہ محترم ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے استنجا

---

(۱) ويطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرة على الصحيح، ولا يضر بقاء أثر شق زواله.

(نور الإيضاح: ص٥٥، باب الأنجاس)

(۲) اتفق الفقهاء على سقوط اعتبار ما بقي من النجاسة بعد الإستنجاء بالحجر في حق العرق حتى إذا أصابه العرق من المقعدة لاينجس. (الفتاوى الهندية: ١/٤٨، الفصل الثالث في الاستنجاء)

کرنے سے منع فرمایا ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۸۸)

کاغذ(Paper)سے استنجا کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص عام کاغذ سے استنجا کرے اور کاغذ کے ذریعہ استنجا کرنے کی صورت میں عین نجاست ختم ہوجائے تو طہارت تو حاصل ہوجائے گی (۲)، البتہ اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا(۳)۔

---

(۱) ولا يستنجي بعظم ولا بروث لأن النبي نهى عن ذلك ..... ومعنى النهي في الروث النجاسة، وفي العظم كونه زاد الجن، ولا بطعام لأنه إضاعة وإسراف، ولا بيمينه لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الإستنجاء باليمين. (الهداية : ۱/۷۹، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

قوله ولا يستنجي بعظم وروث ويمين لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن الإستنجاء باليد اليمنى، والفقه فيه أن اليمين أشرف فلا ينبغي أن يدنس بمكروه.

(عمدة الرعاية على شرح الوقاية: ۱/۱۲۷، رقم الحاشية:۹، باب الأنجاس)

(۲) ولا يستنجي بعظم ولا بروث لأن النبي نهى عن ذلك ولو فعل يجزيه لحصول المقصود.

(الهداية:۱/۷۹، باب الأنجاس)

(۳) يكون الإستنجاء بالماء أو بالحجر ونحوه من كل جامد طاهر قالع غير محترم.

(الفقه الإسلامي وأدلته:۱/۳٤۷، وسائل الاستنجاء، كتاب الفتاوى:۲/٦۹)

ولا يستنجي بكاغذ وإن كانت بيضا كذا في المضمرات.

(الفتاوى الهندية:۱/۵۰، الفصل الثالث في الإستنجاء)

طريقة الإنطباق

ہر ایسی چیز سے استنجا کیا جا سکتا ہے جو پاک ہو اور نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، نیز شرعاً اس کا احترام واجب نہ ہو، اور کاغذ آلات علم میں سے ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہے، اس لیے اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے (۱)؛ لیکن اگر کوئی شخص کاغذ سے استنجا کر ہی لے اور عین نجاست کا ازالہ ہو جائے تو چوں کہ مقصود (ازالۂ نجاست) حاصل ہو گیا، اس لیے طہارت حاصل ہو جائے گی؛ لیکن ایک قابلِ احترام شئ کو امرِ مکروہ میں استعمال کرنے کی وجہ سے یہ فعل مکروہ ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (۸۹)

چاک پیس (Chalk piece) سے استنجا کا حکم

اگر کوئی شخص چاک پیس سے استنجا کرے تو پاکی حاصل ہو جائے گی کیوں کہ اس میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے (۳)، البتہ چاک پیس کے قابل احترام

---

(۱) وكره تحريما بعظم وطعام وروث ...... وآجر وخزف وزجاج وشيء محترم. - قال الشامي: ويدخل أيضا الورق قال في السراج قيل أنه ورق الكتابة ...... وله احترام أيضا لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا علله في التاتارخانية بأن تعظيمه من أدب الدين.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۵۱-۵۵۲، باب الأنجاس، مطلب إذا دخل المستنجي)

(۲) ولو فعل يجز له أي ولو فعل الإستنجاء بالعظم أو بالروث يجزئه ولكنه يكره لحصول المقصود وهو إنقاء الموضع. (البناية في شرح الهداية: ۱/ ۷۷۵، باب الأنجاس)

(۳) ويجوز فيه الحجر وما قام مقامه يمسحه حتى ينقيه، لأن المقصود هو الإنقاء فيعتبر ما هو المقصود. (الهداية: ۱/ ۷۸، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

ہونے کی وجہ سے اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

استنجا میں جو چیز استعمال کی جاتی ہے، وہ نجاست میں آلودہ ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ اس شئ کی بے احترامی ہے، اور جو شئ شریعت کی نگاہ میں قابل احترام ہو، اس کی بے احترامی روا نہیں ہوسکتی۔

شریعت میں کسی شئ کے قابل احترام ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ قابل قیمت ہو، یعنی وہ چیز جس کی قیمت لی جاسکتی ہو وہ محترم ہے اور اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اس سے صرف پانی مستثنیٰ ہے، کیوں کہ پانی کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے، ان میں سے ایک ناپاک چیز کو پاک کرنا بھی ہے(۲)۔ اور فقہاء کے نزدیک چاک پیس کی نظیر وہ کاغذ ہے جو کتابت کیے جانے کے لائق ہو، اس لیے چاک پیس سے استنجا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ چاک پیس بھی تعلیم وتعلّم کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہے(۳)۔

---

(۱) ولا يجوز بما كتب عليه شيء من العلم المحترم كالحديث والفقه و ما كان آلة كذلك.

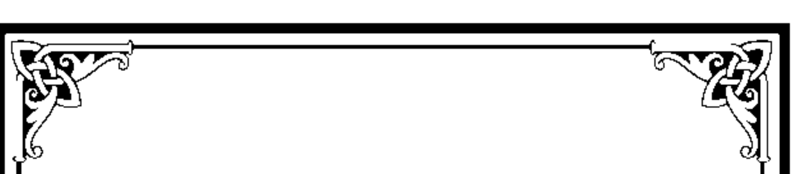
(رد المحتار: ۱/۵۵۲، باب الأنجاس، كتاب الفتاوى: ۲/۷۳)

(۲) قال الشامي تحت قوله (وشيء محترم) أي ما له احترام واعتبار شرعًا فيدخل فيه كل متقوم إلا الماء. (رد المحتار: ۱/۵۵۲، باب الأنجاس، الفتاوى الهندية: ۱/۵۰، الفصل الثالث في الإستنجاء)

(۳) ولا يجوز بما كتب عليه شيء من العلم المحترم كالحديث والفقه وما كان آلة لذلك.

(ردالمحتار: ۱/۵۵۲، باب الأنجاس)





كتاب الصلاة

﴿ نماز کے اوقات کا بیان ﴾

رقم المتن - ٤٧

أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِيُّ وَ هُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِيْ الْأُفُقِ وَ اٰخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: فجر کی نماز کا اول وقت وہ ہے جب کہ فجر ثانی طلوع ہو، اور وہ ایک سفیدی ہے جو پھیلتی ہے آسمان کے کناروں میں، اور فجر کا آخری وقت وہ ہے جب تک کہ سورج نہ نکلے۔

توضیح المسئلہ

صلاۃ کے لغوی معنی دعا کے ہیں(۱)، اور اصطلاحِ شرع میں نماز افعالِ مخصوصہ مشہورہ (قیام، قرأت، رکوع، سجود) کا نام ہے(۲)۔ صلواتِ خمسہ کی فرضیت نصوص سے ثابت ہے(۳)۔ اور صلواتِ خمسہ کے واجب ہونے کا سبب نماز کے اوقات ہیں(۴)، یعنی

(١) الصلاة لغة الدعاء. (اللباب في شرح الكتاب: ١/ ٧٠)

(٢) فنقلت شرعا إلى الأفعال المعلومة و هو الظاهر. (الدرالمختار: ٢/ ٤، كتاب الصلاة)

(٣) وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها، و من أنائي الليل فسبح و أطراف النهار، وسبح صل بحمد ربك حال أي متلبسا به قبل طلوع الشمس صلاة الصبح، وقبل غروبها صلاة العصر، ومن أنائي الليل ساعاته، فسبح صل المغرب والعشاء و أطراف النهار عطف على محل من أناء المنصوب أي صل الظهر، لأن وقتها يدخل بزوال الشمس فهو طرف النصف الأول وطرف النصف الثاني.

(جلالين: ص٢٦٩)

(٤) إنّ الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (النساء: ١٠٣)=

جب نماز کا وقت داخل ہوگا تب نماز فرض ہوگی اور اس کی ادائیگی صحیح ہوگی، اور اگر نماز کا وقت نہیں ہے تو نہ تو نماز فرض ہوگی اور نہ ہی اس کی ادائیگی صحیح ہوگی۔

مذکورہ بالا عبارت میں فجر کی نماز کے وقت کا بیان ہے، اور وہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح ہوتے وقت مشرق کی جانب آسمان کی لمبائی پر کچھ سفیدی ظاہر ہوتی ہے، اور کچھ دیر کے بعد وہ سفیدی چوڑائی میں بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ اُجالا ہو جاتا ہے تو جس وقت سے یہ چوڑی سفیدی نظر آئے اسی وقت سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور طلوعِ شمس تک باقی رہتا ہے، اس سفیدی کو "صبح صادق" کہتے ہیں۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۹۰)

کسی ملک (Country) میں نمازوں کے اوقات نہ آنے کی صورت میں حکم

اسلام میں اکثر عبادات اوقات سے متعلق ہیں، ان میں نماز تو ایسی عبادت ہے جو دن اور رات میں پانچ بار پڑھی جاتی ہیں، جن میں دو نمازیں (ظہر، عصر) سورج کے روشن ہوتے ہوئے ادا ہوتی ہیں، دو (مغرب، عشاء) رات میں، ایک (فجر) رات ختم ہونے اور سورج طلوع ہونے کے درمیان، صورتِ حال یہ ہے کہ سورج کے طلوع وغروب

= اعلم أن الوقت سبب لها والأسباب مقدمة على المسببات طبعا فتقدمت وضعا فلذا قدم بيان الوقت.

(المعتصر الضروري: ص ۸۱)

کے اعتبار سے بعض علاقے غیر معتدل واقع ہوئے ہیں، یہ تین طرح کے ہیں:

(الف) ایک وہ ہیں جہاں سورج غروب ہونے کے بعد تھوڑے وقفہ کے بعد بھی شفق پر صبح طلوع ہو جاتی ہے؛ گویا یہاں فجر کا وقت ملتا ہے، ظہر وعصر کے اوقات بھی ملتے ہیں، البتہ مغرب اور عشاء کے لیے بہت معمولی وقت مل پاتا ہے، اس صورت کا حکم واضح ہے کہ غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ملتا ہے، اسی میں مغرب اور عشاء ادا کر لی جائے (۱)۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی شفق پر صبح کی سفیدی پھیل جائے یا غروب ہونے کے ساتھ ہی سورج نکل آئے، ان صورتوں میں مغرب وعشاء یا عشاء اور فجر کا وقت ہی نہیں مل پاتا ہے۔

(ج) تیسری صورت ان مقامات کی ہے جہاں کئی کئی ماہ سورج غروب نہیں ہوتا، یا غروب ہونے کے بعد طلوع نہیں ہوتا جیسا کہ فقہا نے مقام بلغار وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

ان دونوں (ب، ج) صورتوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جن نمازوں کے اوقات ہی نہ آئیں وہ نمازیں فرض ہوگی یا نہیں، کیوں کہ نماز کی فرضیت کے اسباب اوقات ہی ہیں، اور اگر فرض ہیں تو ان کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی۔

ان نمازوں کی فرضیت، عدم فرضیت کے بارے میں دو نقاطِ نظر پائے جاتے ہیں:

نقطۂ اولیٰ: ایک یہ کہ جن نمازوں کے اوقات نہ آئیں، ان کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، یہ رائے شرنبلالی، طحطاوی، صاحب کنز، صاحب درر، بقالی، حلوانی، مرغینانی اور

---

(۱) إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (النساء: ۱۰۳)

حلبی کی ہے(۱)۔

نقطۂ ثانیہ: دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز پنج گانہ کی فرضیت باقی رہے گی، مشائخ حنفیہ میں برہان کبیر، علامہ ابن ہمام، ابن شحنہ، حصکفی اور شامی کا رجحان اسی طرف ہے(۲)۔

پہلے نقطۂ نظر کی دلیل:

یہ ہے کہ شریعت میں اوقات کی حیثیت محل اور ظرف کی ہے، جب کسی چیز کا محل ہی باقی نہ رہے تو اس کو واجب قرار دینے کا کوئی معنی نہیں، جیسے اگر کسی شخص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ظاہر ہے وضو میں ہاتھ پاؤں دھونے کا حکم ساقط ہو جائے گا، اسی طرح جن نمازوں کے اوقات نہ آتے ہوں ان نمازوں کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا۔

---

(۱) وقيل لايكلف بهما لعدم سببها و به جزم في الكنز و الدرر والملتقى، وبه أفتى البقالي و وافقه الحلواني والمرغيناني ورجحه الشرنبلالي الحلبي. قال الشامي: ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين.

(الدرر المختار مع ردالمحتار :۲/ ۲۰)

ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم، أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين، وأنكره الحلواني ثم وافقه. (فتح القدير:۱/ ۲۲۵، كتاب الصلاة)

(۲) وفاقد وقتهما كبلغار فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء مكلف بهما فيقدر لهما، ولاينوى القضاء لفقد وقت الأداء به أفتى البرهان الكبير واختاره الكمال، وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه فزعم المصنف أنه المذهب. (الدر المختار: ۲ /۱۸، كتاب الصلاة)

وأفتى الإمام البرهاني الكبير بوجوبها. (فتح القدير:۱/ ۲۲۶، كتاب الصلاة)

دوسرے نقطۂ نظر کی دلیل:

جو حضرات وقت کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز کے وجوب کے قائل ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علاقہ ومقام کی تفریق کے بغیر تمام کرۂ ارض میں رہنے والے مسلمانوں پر پانچوں نمازیں فرض قرار دی ہے، اس لیے کسی خاص علاقہ میں رہنے والے مسلمانوں سے ان میں سے کوئی نماز کیسے ساقط ہوسکتی ہے۔

ان حضرات کی ایک اہم دلیل حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت ہے جس میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے ظہور کے وقت ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی پر ایک صحابی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دن سال کے مساوی ہوگا تو کیا اس روز ہمارے لیے ایک دن کی نماز ادا کر لینا کفایت کر جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، وقت کا حساب لگالو(۱)۔

طريقة الإنطباق

واقعہ یہ ہے کہ کتاب وسنت اور دین کے مجموعی مزاج سے زیادہ قریب دوسری رائے ہے کہ اوقات نہ ملنے کے باوجود بھی ہر مسلمان پر نمازِ پنجگانہ فرض ہوجائے۔ اسی لیے

---

(۱) عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله الدجال ذات غداة ...... قلنا يا رسول الله وما لبثه في الأرض قال أربعون يوما، يوم كسنة، و يوم كشهر، ويوم كجمعة، و سائر أيامه كأيامكم قلنا يا رسول الله فذالك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال لا أقدروا له قدره.

(الصحيح لمسلم: ۲/ ۴۰۰، كتاب الفتن، باب ذكر الدجال وصفته)

علامہ ابن ہمامؒ نے نماز کی عدمِ فرضیت کے قائلین پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی صاحبِ نظر کو اس بات میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ محلِ فرض کے نہ پائے جانے اور اس کے جعلی سبب (جس کو کسی مخفی لیکن نفس الامر میں ثابت شئی کی علامت قرار دیا گیا ہو) کے نہ پائے جانے کے درمیان فرق ہے، کیوں کہ ایک شئی کی متعدد پہچان ہوسکتی ہے؛ لہٰذا وقت کا نہ پایا جانا ایک پہچان کا مفقود ہونا ہے اور کسی چیز پر ایک دلیل کا مفقود ہونا اس چیز کے جائز نہ ہونے کی دلیل نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کے جواز کی اور دلیل موجود ہو(۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسے مقامات پر کس طرح نماز ادا کی جائے؟

اس سلسلہ میں علامہ شامیؒ نے دو طریقے نقل کئے ہیں:

ایک یہ کہ اس سے قریب تر (جگہ جہاں حسبِ عادت شب و روز کا ظہور ہوتا ہو) کے اوقات کی رعایت کی جائے۔

---

(۱) وأفتى الإمام البرهاني الكبير بوجوبها، ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض و بين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر، ووجواز تعدد المعرفات للشيء فانتفاء الوقت انتفاء المعرف، وانتفاء الدليل على شيء لا يستلزم انتفاء لجواز دليل آخر وقد وجد و هو ما تواطات أخبار الإسراء من فرض اللّٰه تعالى صلاة خمسًا بعد ما أمروا أولا بخمسين ثم استقر الأمر على الخمسين شرعًا عاما لأهل الآفاق لاتفصيل فيه بين أهل قطر وقطر وما روى ذكر الدجال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه في الأرض، قال أربعون يوما يوم كسنة و يوم كشهر ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، فقيل يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فذلك اليوم الذي كسنة أيكفينا صلاة يوم، قال لا اقدروا له.

(فتح القدير: ١ / ٢٢٦، كتاب الصلاة، ردالمحتار: ٢/ ٢٠، كتاب الصلاة)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسی مقام کے لحاظ سے وقت کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کی جائیں(۱)۔

رقم المسئلة (۹۱)

اوقاتِ نماز میں تقویم (Calender) کی رعایت

ہمارے زمانے میں عموماً اوقاتِ نماز کا تعین تقویم سے ہوتا ہے، اور تقویم کی بنیاد جدید فلکیاتی علم (Astronomy) پر ہوتی ہے، اس تقویم کے ذریعہ اوقاتِ صلاۃ کی تعیین کرنا شرعاً جائز و درست ہے؛ کیوں کہ اس تقویم کے ذریعہ اوقاتِ صلات کے وجود کا ظنِ غالب حاصل ہو جاتا ہے جو کافی ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

اسلام نے اوقاتِ صلاۃ کی بنیاد آفتابی سایوں، طلوع و غروب شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کو سمجھنا ہر عام و خاص کو آسان ہے، اور یہ

---

(۱) قال الرملي في شرح المنهاج، ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح قلت وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة، وينظر إبتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعًا في الصلوات.
(ردالمحتار:۲/ ۲۳)

(۲) فينبغي الإعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ماذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها وإن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك. (ردالمحتار:۲/ ۱۱۲، كتاب الصلاة باب الشروط الصلاة، فتاوی محمودیہ:۵/ ۳۵۹، جدید فقہی مسائل:۱/ ۱۲۵)

ہر کسی کو دستیاب ہے؛ مگر ان کی حیثیت فقط علامت کی ہے(۱)؛ اگر ان شرعی علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر وبارش وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفین فن کی بنائی ہوئی تقویم کے ذریعہ اگر وقتِ نماز کے موجود ہونے کا ظن غالب ہو تو اس پر عمل کرنا جائز ہوگا(۲)؛ کیوں کہ وسائل وذرائع مقصود نہیں ہوتے بل کہ مطلوب، مقاصد ہوتے ہیں، اور وہ (نماز کے وقت کا معلوم ہونا) تقویم کے ذریعہ سے حاصل ہے؛ کیوں کہ تقویم اور جدید ترقی یافتہ فلکیات سے ظنِ غالب حاصل ہوجاتا ہے، اور ظنِ غالب کا شریعت میں اعتبار ہے(۳)۔

---

(۱) إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (النساء:۱۰۳)

معناه أنه مفروض في أوقات معلومة معينة، فأجمل ذكر الأوقات في هذه الآية، وبيّنها في مواضع أخرى من الكتاب من غير ذكر تحديد أوائلها وأواخرها، وبيّن على لسان الرسول صلى الله عليه وسلم تحديدها ومقاديرها. (أحكام القرآن للجصاص:۲/۳۷٤)

(۲) فإن لم يكن لوجود غيم أو لعدم معرفته بها فبالسوال من العالم بها.

(ردالمحتار: ۲/۱۱٤، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة)

قال الشامي أقول وينبغي طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.

(ردالمحتار:۹/۵۰۵، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس)

(۳) ذهب الحنفية والمالكية والشافعية و الحنابلة وابن القيم وابن فرحون إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة استدل القائلون بالقضاء بالقرآن بأدلة من الكتاب والسنة. أولا الكتاب: قوله تعالى "وجاؤوا على قميصه بدم كذب" وجه الإستدلال من الآية هو ما قاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال: "قال علمائنا لما أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم، قرن الله بهذه العلامة تعارضها، وهي سلامة القميص من التمزيق إذ لا يمكن إفتراس الذئب ليوسف ويسلم القميص، وأجمعوا على أن يعقوب إستدل على كذبهم كصحة القميص فاستدل بهذه الآية في أعمال الأمارات في مسائل كثيرة من الفقه".

وقال الشيخ الشنقيطي عند قوله تعالى: وشهد شاهد من أهلها الخ - يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة. (طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ۲۸۲، ۲۸۳)

﴿عصر کے وقت کا بیان﴾

رقم المتن -٤٨

وَ أَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ إِذَا خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَ آخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: عصر کا اول وقت جب کہ ظہر کا وقت نکل جائے دونوں قول پر، اور اس کا آخری وقت جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے، عصر کی نماز کی ابتدا کے سلسلے میں دو قول ہیں۔ قول اول امام ابوحنیفہؒ کا ہے، کہ دو مثل پر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قولِ ثانی صاحبینؒ کا ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عصر کا آخری وقت غروبِ شمس ہے (۱)۔

---

(۱) قال الشامي تحت قوله (إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام و هو الصحيح و هو المختار، واختاره الإمام المحبوبي و عوّل عليه النسفي وصدر الشريعة واختاره أصحاب المتون و ارتضاه الشارحون فقول الطحاوي وبقولهما نأخذ لا يدل على أنه المذهب.

(رد المحتار: ۲/۱٤، کتاب الصلاة)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٩٢)

حجازِ مقدس میں عصر کی نماز مثلِ اول پر پڑھیں یا مثلین پر

پوری دنیا سے ہر سال لاکھوں حنفی افراد حج کرنے کے لیے جاتے ہیں، اور احناف کے یہاں عصر کا وقت مثلین پر شروع ہوتا ہے، جب کہ حجاز مقدس میں خصوصاً مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں تقریباً ہر مسجد میں عصر کی نماز مثل اول پر ہی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں حنفی مسلک لوگوں کے لیے حرمین شریفین کے ائمہ اور دیگر مساجد کے اماموں کے پیچھے عصر کی نماز بلا کراہت ادا کرنا جائز اور درست ہے؛ کیوں کہ حضرت امام ابو یوسف ،امام محمد، امام زفر اور امام طحاوی وغیرہ مسلکِ حنفی کے اہم ترین ستون ہیں، ان کے نزدیک ائمۂ ثلاثہ کی طرح ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اور علامہ شامی نے تو غرر الاذکار اور برہان اور فیض کے حوالہ سے اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔ اسی لیے حجاز مقدس میں نمازِ عصر کا مسئلہ زیادہ اہم اور شک میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے(١)۔

طريقة الإنطباق

عصر کے ابتدائی وقت سے متعلق حضرت امام ابوحنیفہؒ کے دو قول ہیں:

قول اول: یہ ہے کہ دو مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اس قول میں

---

(١) ووقت الظهر من زواله أي ميل ذكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه، و عنه مثله و هو قولهما و زفر و الأئمة الثلاثة قال الإمام الطحاوي و به نأخذ و في غرر الأذكار و هو الماخوذ به، و في البرهان و هو الأظهر، و في الفيض و عليه عمل الناس اليوم و به يفتى.

(رد المحتار: ٢/ ١٥، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة و السلام، فتاوى قاسميه: ٥/ ٣١٢)

احتیاط کا پہلو غالب ہے، اور یہی حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایہ ہے، اور اس قول کو صحیح بھی قرار دیا گیا ہے، اس لیے کہ اکثر متاخرین احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور ہمارے ہندوستان میں بھی اسی قول پر عمل جاری ہے، لہٰذا حنفی مقتدیوں کو اپنی مسجدوں میں اسی کو ترجیح دینی چاہیے، اور انہیں کے ساتھ نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے(۱)، البتہ اگر آس پاس میں حنفی مسجد نہ ہو تو ایسی صورت میں دوسرے مسلک والی مسجدوں میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

قول ثانی: یہ ہے کہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، یہی حنفیہ میں سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام طحاویؒ کا قول ہے، اور حضرات ائمہ ثلاثہؒ کا بھی یہی قول ہے، اور بہت سے متاخرین احناف نے اسی قول کو راجح اور مفتی بہ قرار دیا ہے، اور حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں اسی قول کو زیادہ راجح اور قوی قرار دیا ہے(۲)۔

البتہ قولِ اول میں احتیاط کا پہلو غالب ہے، لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہونے کا جو قول ہے وہ صرف ائمہ ثلاثہ کا نہیں ہے،

---

(۱) ووقت الظهر من زواله أي ميل ذكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه، قال الشامي هذا ظاهر الرواية عن الإمام وهو الصحيح وهو المختار، واختاره الإمام المحبوبي وعول عليه النسفي وصدر الشريعة واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون .... والأحسن ما في السراجي عن شيخ الإسلام أن الإحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤديا للصلاتين في وقتهما بالإجماع.

(الدر المختار مع رد المحتار: ٢/ ١٤، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة)

(٢) وعنه مثله وهو قولهما و زفر والأئمة الثلاثة قال الإمام الطحاوي وبه نأخذ.

(الدر المختار: ٢/ ١٤، فتاوى رشيديه: ص ٢٩٦)

بل کہ یہ حنفیہ کا بھی ایک مضبوط ترین اور مدلل قول ہے، اس لیے اگر حنفی شخص مجبوری میں مثل اول پر عصر کی نماز پڑھتا ہے تو اس کی گنجائش ہوگی، البتہ دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے، لہٰذا یہ اختلاف صرف احتیاط کا ہے، جائز و ناجائز کا نہیں ہے، کہ حنفی شخص کا حجازِ مقدس میں امام کے ساتھ عصر کی نماز کو مثلِ اول پر پڑھنا جائز ہی نہ ہو۔

رقم المسئلة (۹۳)

دوبارہ وقت داخل ہونے کی صورت میں نماز کا حکم

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مغرب کی نماز پڑھ کر ہندوستان سے روانہ ہوا اور جب وہ کچھ گھنٹوں کے بعد سعودیہ یا کسی اور ملک میں پہنچا تو وہاں سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو اب اس شخص پر غروبِ شمس کے بعد پھر سے مغرب کی نماز پڑھنا لازم نہیں ہے، فریضہ ادا ہو چکا، البتہ احتراماً للوقت اور موافقۃً للمسلمین (مسلمانوں کی موافقت میں) پڑھ لینا چاہیے(۱)۔

---

(۱) قال الحصكفي في شرح التنوير فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت الظاهر نعم. قال الشامي تحت قوله (الظاهر نعم) قلت على أن الشيخ إسماعيل ردّ ما بحثه في النهر تبعا للشافعية، بأن صلاة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاء ورجوعها لا يعيدها أداء، وما في الحديث خصوصية لعليّ كما يعطيه قوله عليه الصلاة والسلام أنه كان في طاعتك وطاعة رسولك، قلت ويلزم على الأول بطلان صوم من أفطر قبل ردها، وبطلان صلاته المغرب لو سلمنا عود الوقت يعودها للكل.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۱۷، كتاب الصلاة مطلب لوردت الشمس بعد غروبها، فتاوى دارالعلوم زكريا: ۲/ ٥٤)

طريقة الإنطباق

ایک مرتبہ فرض کی ادائیگی ہو جانے کے بعد وہی فرض پھر دوبارہ فرض نہیں ہوتا ہے؛ کیوں کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا، اور نہ ہی تکرار کا احتمال رکھتا ہے، مثلاً اگر کسی شخص سے کہا جائے صَلِّ (نماز پڑھ) اور اس نے نماز پڑھ لی، تو اب اس پر دوبارہ نماز پڑھنا واجب نہیں ہے (۱)؛ ایسے ہی جب ایک شخص ہندوستان میں مغرب کی نماز پڑھ لے، اور وہ کسی دوسرے ملک میں جائے جہاں ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو چوں کہ "أقيموا الصلوة" والے امر کی وجہ سے اس نے ایک مرتبہ مغرب کی نماز کو ادا کر لیا ہے اس لیے اب اس پر دوبارہ مغرب کی نماز پڑھنا لازم تو نہیں ہے؛ البتہ وقت کا احترام اور مسلمانوں کی موافقت کرتے ہوئے پڑھ لینا بہتر ہے۔ اس کی نظیر میں فقہا نے ادراک فریضہ کی بحث میں ایک جزئیہ پیش کیا ہے کہ اگر کوئی شخص فریضہ ادا کر لے اور اس کے بعد اسی فریضہ کی ادائیگی کے لیے جماعت تیار ہو تو یہ شخص بحیثیت نفل جماعت میں شریک ہو جائے تا کہ جماعت کی موافقت ہو جائے نہ کہ بحیثیتِ فرض، کیوں کہ وقت واحد میں فرض مکرر نہیں ہوتا ہے (۲)۔

---

(۱) لما فرغ المصنف عن بيان الموجب وحكمه أراد أن يبين أنه هل يحتمل التكرار أو لا، فقال ولا يقتضي التكرار ولا يحتمله أي لا يقتضي الأمر باعتبار الوجوب التكرار كما ذهب إليه قوم، ولا يحتمله كما ذهب إليه الشافعي، يعني إذا قيل مثلا صلوا كان معناه إفعلوا الصلاة مرة، ولا يدل على التكرار عندنا أصلا. (نور الأنوار: ۳۳)

(۲) و إذا أتمها يدخل مع القوم والذي صلى معهم نافلة، لأن الفرض لا يتكرر في وقت واحد. (الهداية: ۱/۱۵۲، باب إدراك الفريضة)

﴿فجر کا مستحب وقت﴾

رقم المتن - ٤٩

وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ.

ترجمہ: فجر میں اسفار کرنا مستحب ہے۔

توضیح المسئلہ

فجر کا اصل وقت تو طلوعِ صبحِ صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ اسفار یعنی تاخیر کر کے روشنی میں پڑھے کیوں کہ اسفار میں نماز پڑھنا تکثیرِ جماعت کا سبب ہوگا(۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (٩٤)

رمضان المبارک میں نمازِ فجر اول وقت میں پڑھنا

رمضان المبارک میں نمازِ فجر کا تعجیلاً غلس (تاریکی) میں پڑھنا افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ اگر سحری کھا کر آرام کیا جائے تو عام لوگوں کی جماعت ترک ہو جاتی ہے، اسی لیے ترکِ

---

(١) عن رافع ابن خديج قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.

(السنن الترمذي: ١/ ٤٠، باب الإسفار)

قوله (ويستحب الإسفار بالفجر) لأن في الإسفار تكثير الجماعة، وتوسيع الحال على النائم والضعيف في إدراك فضل الجماعة. (المعتصر الضروري: ص٨٥)

جماعت سے بچنے کے لیے عندالاحناف بھی اولِ وقت میں فجر کی نماز پڑھنا بہتر ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کو تاریکی میں پڑھنے کے بجائے روشنی پھیلنے پر پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے، اور ارشاد فرمایا "وأسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر" اس لیے احناف کے نزدیک فجر کو اسفار کے وقت پڑھنا ہی افضل ہے، لیکن رمضان میں فجر کی نماز صبح صادق کے بعد فوراً ادا کر لینا بہتر ہے؛ تاکہ اکثر لوگ باجماعت نماز پڑھ سکیں، کیوں کہ شریعت میں کثرتِ جماعت بھی مقصود ہے، اس کے برخلاف اسفار میں پڑھنے کی صورت میں اکثر حضرات کی جماعت کا فوت ہو جانا یا قضا ہو جانا عموماً دیکھا جاتا ہے، اس لیے اگر رمضان المبارک میں فجر کو اول وقت میں پڑھتے ہیں تو یہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف بھی نہیں ہے، اور جہاں حنفیہ کے نزدیک اسفار میں پڑھنے کا حکم ہے وہ عام حالات میں ہے، اس میں بھی کثرتِ جماعت مقصود ہے، کیوں کہ عام حالات میں دیر سے نماز پڑھنے کی صورت میں کثرتِ جماعت حاصل ہو جاتی ہے، اور رمضان المبارک میں اول وقت میں پڑھنے میں کثرت جماعت ہوتی ہے اور یہی اکابر

---

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه أن نبي الله وزيد بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورهما، قام نبي الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة فصلى قلنا لأنس كم كان بين فراغهما من سحورهما و دخولهما في الصلاة، قال قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية.

(الصحيح للبخاري: ۸۱/۱، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر)

ودل على تغليسه صلى الله عليه وسلم بالفجر في شهر رمضان وعليه تعامل أهل العلم من مشايخنا بديوبند.

(معارف السنن: ۳۶۲/۵، أبواب الصوم، باب ما جاء في تاخير السحور، فتاوى قاسمية: ۲۷۴/۵)

دیو بند کا مسلک بھی ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٩٥)

صبحِ صادق اور طلوعِ شمس، غروب وابتدائے عشاء کے مابین فاصلہ کی مقدار موجودہ گھڑی (Clock) کے اعتبار سے

صبحِ صادق وطلوعِ شمس، اور غروبِ شمس وابتدائے عشاء کے مابین اوقات کی مقدار موجودہ گھڑی کے اعتبار سے اکثر حضرات نے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے، اڑتیس منٹ کے درمیان تک بتلائی ہے؛ البتہ حضرت مفتی رشید صاحبؒ صاحبِ احسن الفتاویٰ نے ۵۷/منٹ بتلائی ہے(۲)، لیکن یہ ان کا تفرد ہے، اکثر حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے اور ۱۸/درجے والے قول کو اکثر حضرات نے اختیار کیا ہے۔ مثلاً کفایت المفتی میں ہے کہ یہ وقفہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ماہ بماہ یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی

---

(۱) عن زيد بن ثابت تسحرنا مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثم قمنا إلى الصلاة قال قلت كم كان قدر ذلك قال قدرخمسين آية. (السنن للترمذي:١/ ١٥٠، أبواب الصوم، باب ما جاء في تاخير السحور)

قال العلامة أنور شاه الكشميري في العرف الشذي دل الحديث على تغليسه عليه السلام في رمضان و هو عمل قطان ديوبند. (العرف الشذى على الترمذي:١/ ١٥١، أبواب الصوم، ماجاء في تاخير السحور)

نعم ذكرشراح الهداية وغيرهم في باب التيمم أن أداء الصلاة في أول الوقت أفضل إلّاإذا تضمن التأخير فضيلة لاتحصل بدونه كتكثير الجماعة، ولهذا كان أولى للنساء أن يصلين فى أول الوقت، لأنهن لا يخرجن إلى الجماعة كذا في مبسوط السرخسي وفخر الإسلام.

(ردالمحتار: ٢/ ٢٥، كتاب الصلاة، مطلب فى طلوع الشمس من مغربها)

(٢) أحسن الفتاوى: ٢/ ١٤٦

ہوتی رہتی ہے؛ مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا۔ جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد یعنی ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا ہوتا ہے، اور ستمبر میں وہ سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ کا ہوتا ہے، اسی طرح فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے(۱)۔

غروب کے بعد عشاء کا وقت عند ابی حنیفہؒ اُس وقت ہوتا ہے کہ جب شفقِ ابیض غائب ہو جاوے، اور صاحبین کے نزدیک شفقِ احمر کے غائب ہونے کے بعد ہوتا ہے، صاحبین کا قول مفتی بہ ہے اور امام کا قول احتیاط پر مبنی ہے۔ اس کی مقدار بعض موسموں میں ایک گھنٹہ چوبیس پچیس منٹ اور بعض موسموں میں ایک گھنٹہ ۲۷ر منٹ اور بعض موسموں میں اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے، بس مغرب وعشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے بل کہ احتیاطاً پونے دو گھنٹہ کا فاصلہ کرنا چاہیے(۲)۔

---

(۱) أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو البياض المعترض في الأفق، وآخر وقتها مالم تطلع الشمس. (المختصر القدوری: ص۱۹)

(۲) وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس، وآخر وقتها مالم تغب الشفق، وهو البياض الذي يري في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد هو الحمرة. (المختصر القدوري: ص ۲۰)

ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتي، وعند أبي حنيفه الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة، وقول أبي حنيفه أحوط، لأن الأصل في باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط الا بما فيه يقين كذا في النهاية. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۵۱، الفصل الأول في أوقات الصلاة، فتاوی دارالعلوم زکریا: ۲/ ۵۵، فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۲/ ٤۲، کفایت المفتی: ۳/ ۷۲)

طريقة الإنطباق

نمازِ فجر کے ابتدا وانتہا کے سلسلے میں مابہ الامتیاز صبح صادق اور سورج کا طلوع ہے یعنی صبح صادق پر فجر کی نماز کا وقت شروع ہوکر طلوعِ شمس پر ختم ہوجاتا ہے(۱)؛ اسی طرح نماز مغرب کے ابتدا وانتہا اور نمازِ عشاء کے ابتدا کے سلسلے میں مابہ الامتیاز غروبِ شمس اور شفق ابیض کا غائب ہونا ہے یعنی غروبِ شمس پر مغرب کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفقِ ابیض کے غائب ہونے پر ختم ہوکر وہی سے عشاء کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے (۲)۔

یہی صبح صادق وطلوعِ شمس اور غروبِ شمس وابتدائے عشاء کے مابین علامت شرعی ہے، لیکن چوں کہ ہمارے اس دور میں گھڑی کا رواج بہت عام ہو چکا ہے، اور لوگوں کو علامت شرعی میں واقفیت بھی کم ہے، اسی لیے ہمارے فقہائے کرام نے مختلف موسموں کا لحاظ کرتے ہوئے قرینۂ ظاہریہ کے ذریعہ موجودہ گھڑی کے اعتبار سے صبح صادق وطلوع شمس اور غروب شمس وابتدا عشاء کے درمیانی وقت کو لوگوں کی سہولت کے پیش نظر بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ صبح صادق اور طلوع شمس کے درمیان کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ ۲۱ر منٹ کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۸ر منٹ کا ہوتا ہے، اور غروبِ شمس وابتدائے عشاء کا درمیانی وقت مختلف موسموں کے اعتبار سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔

---

(۱) أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثاني وهو البياض المعترض في الأفق وآخر وقتها ما لم تطلع الشمس. (المختصر القدوری:ص۱۹)

(۲) وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم تغب الشفق و هو البياض الذي يرى في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفةؒ. (المختصر القدوري: ص ۲۰)

اور شریعتِ مطہرہ میں ایسا قرینہ معتبر ہے جس سے ظن غالب کا علم حاصل ہو جائے، اور موجودہ گھڑی سے بیان کردہ اوقات ظنِ غالب سے ہی نکالے گئے ہیں (۱)۔

---

(۱) ذهب الحنيفة والمالكية والشافية والحنابلة وابن القيم وابن فرحون إلى جواز العمل بالقرائن في الجملة استدل القائلون بالقضاء بالقرائن بأدلة من الكتاب والسنة.

أولاً: الكتاب قوله تعالى "وجاؤا على قميصه بدم كذب" وجه الإستدلال من الآية هو ماقاله الإمام القرطبي في تفسيره حيث قال علماؤنا رحمة اللّٰه عليه لمّا أرادوا أن يجعلوا الدم علامة صدقهم، قرن اللّٰه بهذه العلامة علامة تعارضها و هي سلامة القميص من التمزيق، إذ لا يمكن افتراس الذئب ليوسف ويسلم القميص، وأجمعوا على أن يعقوب استدل على كذبهم بصحة القميص، فاستدل بهذه الآية في إعمال الأمارات في مسائل كثيرة من الفقه.

ثانيًا: و أما ما ورد في السنة النبوية عن عبد الرحمن بن عوف أن ابنى عفراء تداعيا قتل أبي جهل يوم بدر عند رسول الله فقال لهما رسول هل مسحتما سيفيكما؟ قالا لا، فقال أرياني سيفيكما فلما نظر فيهما لأحدهما هذا قتله و قضى له بسلبه وجه الإستدلال من الحديث حكم رسول اللّٰه بالسلب لأحدهما اعتمادًا على العلامة والقرينة.

(طرائق الحكم المتفق عليها والمختلف فيها في الشريعة الإسلامية: ص:۲۸۳)

باب الأذان

رقم المتن - ٥٠

اَلْأَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُوْنَ مَا سِوَاهَا.

ترجمہ: اذان سنت ہے، پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے نہ کہ ان کے علاوہ کے لیے۔

توضیح المسئلہ

اذان کے لغوی معنی اعلام (اعلان) کے آتے ہیں، اور شرعاً اوقاتِ مخصوصہ (صلواتِ خمسہ کے اوقات) میں مخصوص الفاظ سے اعلان کرنے کو کہتے ہیں، اور یہ اذان صلواتِ خمسہ اور جمعہ کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے، تاکہ نمازیوں کو اوقاتِ نماز کی اطلاع ہو جائے اور مسجد میں حاضر ہوکر با جماعت نماز ادا کرسکیں(۱)۔

(۱) الأذان هو في اللغة: الإعلام قال تعالى: وأذان من الله ورسوله، وفي الشرع عبارة من إعلام مخصوص في أوقات مخصوصة بالفاظ مخصوصة جعلت علما للصلاة.

(المعتصر الضروري:ص٨٦، باب الأذان)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٩٦)

مساجد میں سیٹیلائٹ (Satellite) کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ (Telecast) کرنے کا حکم

آج کل بعض ممالک میں صرف ایک ہی مسجد میں آذان دی جاتی ہے، اور بقیہ مساجد میں اسی اذان کو سیٹیلائٹ (Setellite) کے ذریعہ ٹیلیکاسٹ (Telecast) کیا جاتا ہے، ان کا یہ عمل خلافِ سنت ہے جو لوگ ایسا کریں گے وہ تارک سنت ہوں گے، کیوں کہ ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ اذان مسنون ہے اگر چہ مساجد اتنی قریب ہوں کہ ایک مسجد کی اذان کی آواز دوسری مسجد تک پہنچ جاتی ہو(۱)۔

طريقة الإنطباق

اذان صرف اعلان کا نام نہیں بل کہ اذان کے لیے شرائط و آداب ہیں، مثلاً

---

(١) الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة. (المختصر القدوري: ص ٢٢)

يكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة كذا في فتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٥٤)

روى ابن أبي مالك عن أبي يوسف عن أبي حنيفة في قوم صلوا في المصر في منزل أو في مسجد منزل فأخبروا بأذان الناس وإقامتهم أجزاهم وقد أساؤوا بتركهما، فقد فرق بين الجماعة والواحد لأن أذان الحي يكون أذانا للأفرار ولا يكون أذانا للجماعة.

(بدائع الصنائع: ١/ ٦٥٣، بيان محل وجوب الأذان،

فتاوى دار العلوم زكريا: ٢/ ٩٣، فتاوى محموديه: ٥/ ٣٩٩)

استقبالِ قبلہ(۱)، کانوں میں انگلیاں ڈالنا(۲)، حیعلتین میں دائیں بائیں مڑنا وغیرہ(۳)؛ یہ چیزیں سیٹیلائٹ والی اذان میں نہیں پائی جاتیں، اگر اذان کا مقصد صرف اعلان واطلاع ہوتا تو پھر منفرد اور سفر میں سارے ساتھیوں کے موجود ہونے کی صورت میں اذان نہیں کہنی چاہیے تھی، لیکن اذان تو مخصوص کلمات کے کہنے اور کسی مسلمان مؤذن کی زبان سے ادا ہونے کا نام ہے، اور یہ باتیں سیٹیلائٹ والی اذان میں نہیں پائی جاتیں، اس لیے سیٹیلائٹ والی اذان درست نہیں ہوگی(۴)، اسی لیے ہر مسجد میں علیحدہ علیحدہ اذان دینا ضروری ہوگا(۵)۔

رقم المتن - ٥١

وَ يَنۡبَغِيۡ أَنۡ يُؤَذِّنَ وَيُقِيۡمَ عَلٰى طُهۡرٍ فَإِنۡ أُذِّنَ عَلٰى غَيۡرِ وُضُوۡءٍ جَازَ.

ترجمہ: اور مناسب ہے کہ اذان واقامت طہارت کے ساتھ کہے اور اگر بے وضو اذان کہہ دیا تب بھی جائز ہے۔

توضیح المسئلة

اذان کہتے وقت مؤذن کا حدثِ اکبر سے پاک ہونا سنت ہے، اور حدث اصغر سے پاک ہونا مستحب ہے، پس اگر حدثِ اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہ

---

(۱) ويستقبل بهما القبلة. (المختصر القدوري: ص٢٢)

(٢) وأن يجعل إصبعيه في أذنيه. (نور الإيضاح: ص٦١، باب الأذان)

(٣) فإذا بلغ إلى الصلاة والفلاح حوّل وجهه يمينًا وشمالًا. (المختصر القدوری: ص٢٢)

(٤) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ٢/٦٢٣)

(٥) الأذان والإقامة عند الجمهور غير الحنابلة ومنهم الخرقي الحنبلي سنة مؤكدة للرجال جماعة في كل مسجد للصلوات الخمس والجمعة دون غيرها. (الفقه الإسلامي وأدلته: ١/٦٩٣، حكم الأذان)

تحریمی ہے، اور اس اذان کا لوٹانا مستحب ہے؛ کیوں کہ اذان کا تکرار مشروع ہے، اس لیے کہ اذان کا مقصود اعلام الغائبین ہے، ہوسکتا ہے بعض نے نہ سنا ہو، اور دوسری مرتبہ اذان دینے کی صورت میں سن لیں (۱)، لہٰذا تکرار اذان فائدے سے خالی نہیں ہے اور اگر حدث اصغر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہہ دے تو جائز ہے؛ کیوں کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں کہ اس کے لیے وضو ضروری ہو (۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۹۷)

ٹیپ ریکارڈ (Tape record) سے اذان

ٹیپ ریکارڈ (Tape record) سے اذان درست نہیں ہے، اس لیے کہ مؤذن وہی ہوسکتا جو ناطق و عاقل ہو، اور قوّتِ گویائی رکھتا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ چیز

---

(۱) و يكره أن يؤذن وهو جنب. (المختصر القدوري: ص/۲۲)

ويكره أن يؤذن وهو جنب رواية واحدة ووجه الفرق على إحدى الروايتين هو أن للأذان شبها بالصلاة فيشرط الطهارة عن أغلظ الحدثين دون أخفهما عملا بالشبهين، وفي الجامع الصغير إذا أذن على غير وضوء وأقام لايعيد والجنب أحب إليّ أن يعيد ...... لأن تكرار الأذان مشروع دون الإقامة.

(الهداية: ۱/ ۹۱، باب الأذان)

و كره أذان الجنب و إقامته و لا تعاد هي بل هو، لأنه لم يشرع تكرار الإقامة، لأنها لإعلام الحاضرين فيكفي الواحدة، و الأذان لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض فتكراره مفيد.

(شرح الوقاية: ۱/ ۱۳٦، باب الأذان)

(۲) و ينبغي أن يؤذن و يقيم على طهر، فإن أذن على غير وضوء جاز، لأنه ذكر و ليس بصلاة فكان الوضوء فيه إستحبابا كما في القراءة. (الهداية: ۱/ ۹۰، باب الأذان)

مفقود ہیں (۱)۔

طریقة الإنطباق

اذان کا مسئلہ بڑا اہم اور عظیم الشان ہے، اسی لیے فقہا نے مؤذن کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ مؤذن نیک ہو، سنت اور اوقات صلوٰۃ کا جاننے والا ہو، عاقل بالغ ہو یہی وجہ ہے کہ نابالغ اور مجنون کی اذان مکروہ ہے (۲)؛ نیز موذن ناطق اور گویا ہو، اور ٹیپ ریکارڈ میں یہ ساری صفات مفقود ہیں (۳)، بل کہ ٹیپ ریکارڈ ایک بے ارادہ غیر مختار ناقل ہے، جو کسی آواز کی نقل کرتا ہے، جب کہ اذان ایک عبادت ہے جو قلب کی کیفیت کے ساتھ انجام دی جاتی ہے، اور ٹیپ ریکارڈ ایک جامد اور غیر حساس شئ ہے، جس کی آواز کو عبادت نہیں کہا جا سکتا، اس کی آواز کی حیثیت مستقل بول کی نہیں ہے بل کہ وہ تابع محض ہے، لہٰذا اس طرح دی گئی اذان درست نہیں ہوگی، بل کہ محض اس کا صوتی اور لفظی تکرار ہوگا، اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہا نے سکھائے ہوئے پرندوں کی آواز اور تلاوت کو اصل تلاوت کا درجہ نہیں دیا ہے، اسی لیے سے اس کی وجہ سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے (۴)۔

---

(۱) وأما أذان الصبي الذي لا يعقل فلا يجزي ويعاد، و لأن ما يصدر لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور ومنها أن يكون عاقلا. (بدائع الصنائع: ۱/۶٤٦، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن، فتاوی حقانیہ: ۳/۸۳، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۱۳۱)

(۲) ويستحب أن يكون المؤذن صالحا عالما بالسنة وأوقات الصلاة ويكره أذان صبي لا يعقل و مجنون. (نور الایضاح: ٦١، باب الأذان)

(۳) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ۲/٦۲۳)

(٤) ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار وإن سمعها من الصدى لاتجب عليه كذا في الخلاصة. (الفتاوی الهندیه: ۱/٦۸، جدید فقہی مسائل: ۱/٥٤)

رقم المسئلة (۹۸)

اذان میں لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) کے استعمال کا حکم

مسجد میں لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) پر اذان دینا درست ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے کیوں کہ اذان میں اعلان مقصود ہے اور اعلان کے لیے رفعِ صوت مفید ہے(۱)، اور جن فقہانے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے اس کی علت فقط باہر آواز کا نہ پہنچنا ہے(۲)، اور جب لاؤڈ سپیکر سے آواز ہر جگہ پہنچ جاتی ہے تو علتِ منع نہیں پائی گئی (۳)، اس لیے مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا بلا کسی کراہت کے جائز ہوگا؛ کیوں کہ فی نفسہٖ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو(۴)۔

طريقة الإنطباق

اذان کا مقصد اپنے کاموں میں مشغول رہنے والے غائبین کو نماز کی اطلاع دینا

---

(۱) منها أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته، لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله عليه وسلم قال كعبد الله بن زيد رضي الله عنه علّمه بلالا، فإنه اندى وأمد صوتا منك، ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها.

(بدائع الصنائع: ۱/۶٤۲، فصل في بيان سنن الأذان)

(۲) وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد.

(الفتاوى الهندية: ۱/۵۵، الباب الثاني في الأذان)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة:۲/٦١٦، الرقم:۱۱۸)

(٤) ويؤذن المؤذن حيث يكون أسمع للجيران، لأن المقصود إعلامهم ويرفع صوته لأن الإعلام لا يحصل إلا به. (المبسوط للسرخسي ۱/۲۸۳، باب الأذان،

فتاوی دارالعلوم زکریا :۲/۹۵، فتاوی محمودیہ:۵ /۳۸۵)

ہے، اور بغیر لاؤڈ سپیکر کے اذان دینے کی صورت میں چوں کہ یہ مقصد کامل طور پر حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لیے آواز بڑھانے کے لیے لاؤڈ سپیکر میں اذان دینا تا کہ مقصد (اطلاع) کامل طور پر حاصل ہو جائے، جائز و درست ہے(۱)۔

رقم المسئلة (۹۹)

لاؤڈ سپیکر (Loud speaker) پر اذان کے دوران بجلی چلی جانے کی صورت میں حکم

بسا اوقات موذن لاؤڈ سپیکر پر اذان دیتا ہے، اور دوران اذان ہی بجلی چلی جاتی ہے، ایسی صورت میں اذان خانہ سے باہر آکر پوری اذان مستقل کہی جائے تا کہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن لیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے(۲)۔

---

(۱) منها أن يجهر بالاذان فيرفع به صوته، لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به.

(بدائع الصنائع: ۱/ ٦٤٢، فصل في بيان الأذان)

ويؤذن المؤذن حيث يكون أسمع للجيران، لأن المقصود أعلامهم ويرفع صوته لأن الإعلام لا يحصل إلا به. (المبسوط للسرخسي: ۱/ ۱۳۸، باب الأذان، فتاوى قاسميه: ۵/ ۳۷۵)

الحكم يبني على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/ ۲۳۱)

(۲) والأذان لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض، فتكراره مفيد.

(شرح الوقاية: ۱/ ۱۳٦، باب الأذان)

لأن تكراره مشروع كما في أذان الجمعة، لأنه أعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض.

(البحر الرائق: ۱/ ٤۵۸، باب الأذان، فتاوى محموديه: ۵/ ٤٤۸)

طريقة الإنطباق

اذان کا مقصد اپنے کاموں میں مشغول رہنے والے غائبین حضرات کو نماز کی اطلاع کرنا ہے، اس لیے اگر لاؤڈ اسپیکر پر دورانِ اذان لائٹ چلی گئی، تو اذان کو دوبارہ مستقلاً لوٹایا جائے گا، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ کچھ لوگوں نے نہ سنا ہو، اور دوسری مرتبہ سن لیں، اسی وجہ سے فقہا نے تکرار اذان کو مشروع قرار دیا ہے کیوں کہ اس کا مقصد اعلام الغائبین ہے، اسی لیے تکرار اذان مفید ہے برخلاف اقامت کہ اس کا تکرار مشروع نہیں ہے، کیوں کہ اس کا مقصود اعلام الحاضرین ہے، اور وہ ایک مرتبہ کہنے سے حاصل ہو چکا ہے(۱)۔

رقم المسئلة (۱۰۰)

اِکّو (Echo) والے مائک میں اذان

آج کل مساجد میں اذان کے لیے لاؤڈ سپیکر میں ایک آلہ (جس کو اِکّو ''Echo'' کہا جاتا ہے) لگایا جاتا ہے، اس کے استعمال سے الفاظ میں کچھ ایسی ندرت پیدا ہوتی ہے جو بہت اچھی لگتی ہے، ساتھ ساتھ پُرکشش بھی ہو جاتی ہے، شرعاً ایسے اِکّو والے مائک میں اذان دینا جائز و درست ہے، کیوں کہ اس میں اذان دینے سے اذان کا مقصود (اطلاع) بدرجۂ اتم حاصل ہو جاتا ہے(۲)۔

---

(۱) ولا تعاد هي بل هو لأنه لم يشرع تكرار الإقامة لأنها لإعلام الحاضرين فيكفي الوحدة، والأذان لإعلام الغائبين فيحتمل سماع البعض دون البعض فتكراره مفيد. (شرح وقايه: ۱/۱۳۶، باب الأذان)

(۲) وفي حديث عبد الله بن زيد عن عبد ربه، فإنه أندى صوتًا منك، وقال النووي من هذا الحديث يؤخذ استحباب كون المؤذن رفيع الصوت.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۲/۳۲۱، باب الأذان، كتاب النوازل: ۳/۱۳۵)

طريقة الإنطباق

اذان میں آواز کی بلندی اور حسن صوت مطلوب ہے، تاکہ احسن طریقے سے لوگ کلماتِ اذان کو سن سکیں، اور یہ معنی اِکّو (Ecco) والے مائک میں بدرجۂ اتم موجود ہے، کیوں کہ اس میں اذان کی آواز بلند ہونے کے ساتھ پرکشش بھی ہوتی ہے، اور اذان کے کلمات میں کسی طرح کا تغیر بھی نہیں ہوتا ہے، اس لیے مقصود اذان کے پائے جانے کی وجہ سے اِکّو والے لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینا جائز و درست ہوگا(۱)۔



باب شروط الصلاة

رقم المتن - ۵۲

وَيَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّيِّ أَنْ يُقَدِّمَ الطَّهَارَةَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْأَنْجَاسِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ.

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کہ مقدم کرے پاکی کو احداث اور انجاس (نجاست حقیقی وحکمی) سے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا۔

---

(۱) منها أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به. (بدائع الصنائع: ۱/۳۶۹)

وأما مجرد تحسين الصوت بلا تغير لفظه فإنه حسن.

(شرح الوقاية: ۱/۱۲٤، باب الأذان، باب شروط الصلاة)

الحكم يبني على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد القصود.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

توضیح المسئلة

نماز کے شروع کرنے سے پہلے مصلی کا احداث سے پاک ہونا ضروری ہے۔

حدث کی دو قسمیں ہیں:

(الف) حدث اصغر جیسے وضو کرنے کی ضرورت ہو(۱)۔

(ب) حدث اکبر جیسے غسل کرنے کی ضرورت ہو۔ مثلاً جنابت ہو یا حیض و نفاس سے پاک ہوئی ہو، تو مصلی کو ان دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے(۲)، اسی طرح انجاس سے یعنی نجاست ظاہریہ پیشاب یا پاخانہ، خون، شراب وغیرہ سے بھی مصلی کا پاک ہونا ضروری ہے(۳)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۰۱)

پیشاب کی شیشی (Bottle of urine) جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا

بسا اوقات کسی مریض کو ڈاکٹر حضرات پیشاب (Urine) چیک کرنے کے لیے شیشی دیتے ہیں، جس میں مریض اپنا پیشاب نکالتا ہے، اگر وہ مریض اس پیشاب کی شیشی کو اپنے جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی(۴)۔

---

(۱) یا أیها الذین آمنوا إذا قمتم إلی الصلاة فاغسلوا وجوهکم وأیدیکم إلی المرافق. (المائدة:٦)

(۲) وإن کنتم جنبا فاطهروا. (المائدة:٦)

(۳) وثیابك فطهر. (المدثر:٤)

تطهیر النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه والمکان الذي یصلی علیه. (المختصر القدوري:ص١٨)

(٤) وفي النصاب رجل صلی وفي کمه قارورة فیها بول، لا یجوز الصلاة سواء کانت ممتلئة أو لم =

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہوجائے کہ نجاست جب تک اپنے معدن (جگہ) میں ہو اس پر نجاست کا حکم نہیں لگتا ہے، اور اگر وہ اپنے معدن قرارگاہ سے علیحدہ ہوجائے تو اس پر نجاست کا حکم لگ جاتا ہے (۱)، مثلاً اگر نمازی کے جیب میں ایسا انڈا ہے جس کی زردی خون ہوگئی ہے، یا انڈے میں مرا ہوا بچہ ہے تو کوئی حرج نہیں، نماز ہوجائے گی، کیوں کہ یہ نجاست اپنے معدن میں ہے، اور وہ نماز کے لیے مانع نہیں، جیسا کہ خود نمازی کے پیٹ میں نجاست رہتی ہے (۲)، لیکن اگر پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اگرچہ اس شیشی کو کتنا ہی بند کرلے کیوں کہ یہ نجاست اپنے معدن سے نکلی ہوئی ہے؛ پس اس کو جیب میں رکھنے سے وہ حامل نجاست ٹھہرے گا، اور حملِ نجاست کے ساتھ نماز درست نہیں ہوتی ہے (۳)۔

= تکن لأن هذا ليس في مظانه ومعدنه. (الفتاوى الهندية: ۱/ ٦٢)

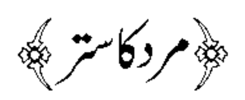
ولو صلى وفي كمه قارورة مضمومة فيها بول لم تجز صلاته، لأنه في غير معدنه ومكانه.

(البحر الرائق: ۱/ ٤٦٥، باب شروط الصلاة، كتاب المسائل: ۱/ ٢٦٥)

(۱) والشيء مادام في معدنه لا يعطى له حكم النجاسة. (البحر الرائق: ۱/ ٤٦٥، باب شروط الصلاة)

(۲) قال الشامي أقول ونجاسة باطنه في معدنها فلا يظهر حكمها كنجاسة باطن المصلي، كما لو صلى حاملاً بيضة مذرة صار محها دمًا جاز، لأنه في معدنه، والشيء مادام في معدنه لا يعطى له حكم النجاسة. (ردالمحتار: ۲/ ٧٤، باب شروط الصلاة)

(۳) بخلاف ما لو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلاته، لأنه في غير معدنه كما في البحر عن المحيط. (رد المحتار: ۱/ ٧٤، باب شروط الصلاة)



رقم المتن - ۵۳

يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّيْ أَنْ يَسْتُرَ عَوْرَتَهُ وَالْعَوْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ إِلَى الرُّكْبَةِ.

ترجمہ: مصلی پر واجب ہے کہ وہ اپنے ستر کو چھپائے اور آدمی کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

توضيح المسئلة

آدمی کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے(۱)، جس کا نماز میں اور نماز کے باہر چھپانا واجب ہے(۲)، آدمی کے ستر کی جو مقدار بیان کی گئی ہے فقہاء کے نزدیک یہ آٹھ اعضاء پر مشتمل ہے، پہلا ذکر اور اس کے اردگرد کی جگہ، دوسرا دونوں خصیے اور اس کے اردگرد کی جگہ، تیسرا دبر اور اس کے آس پاس کی جگہ، چوتھا اور پانچواں دونوں سرین، چھٹا اور ساتواں دونوں رانیں گھٹنوں سمیت، آٹھواں ناف کے نیچے سے لے کر زیرِ ناف بال اگنے کی درمیانی جگہ(۳)، اگر ان میں سے کسی ایک عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن یعنی تین

---

(۱) والعورة من الرجل ما تحت السرة إلى الركبة. (المختصر القدوري: ص۲۳)

(۲) ويجب على المصلي أن يستر عورته. (المختصر القدوري: ص۲۳)

(۳) أعضاء عورة الرجل ثمانية، الأول الذكر و ما حوله، الثاني الأنثيان وما حولهما، الثالث الدبر و ما=

تسبیحات پڑھنے کی بقدر کھلا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۲)

بیل بوٹم پینٹ اور شارٹ شرٹ (Short Shirt) پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

آج کل بیل بوٹم پینٹ (پتلون) اور شارٹ شرٹ (چھوٹے قمیص) کا رواج عام ہو چکا ہے۔ ایسے تنگ اور چست پتلون اور چھوٹے قمیص کو پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ان میں واجب ستر کی رعایت نہیں ہوتی ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

تنگ وچست بیل بوٹم پینٹ اور شارٹ شرٹ کو پہن کر نماز پڑھنا اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ جب اس کو پہننے والا سجدہ ورکوع میں جاتا ہے، تو شرٹ اوپر کی طرف اور پینٹ نیچے کی طرف کھسک جاتی ہے، اوران آٹھ اعضائے ستر میں سے ایک عضو کا اکثر

= حو له، الرابع والخامس الإليتان، السادس والسابع الفخذان مع الركبتين، الثامن ما بين السرة إلى العانة مع ما يحاذي ذلك من الجنبين والظهر والبطن. (ردالمحتار: ۸۲/۲، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

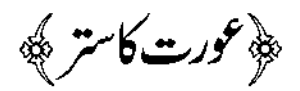
(۱) وإن انكشف عضو فستر من غير لبث لا يضره، وإن أدى معه ركنا يفسد صلاته، وإن لم تودلكن مكث مقدار ما يؤدي فيه ركنه فيه ركنا بسنة فلم يستر فسدت صلاته عند أبي حنيفة و أبي يوسف.

(منية المصلي: ص۷۵، المسائل المهمة: ۳۸/۱)

(۲) ويجب على المصلي أن يستر عورته. (المختصرالقدوري: ص۲۳)

وأما الشرط الثالث فهو ستر العورة. (منية المصلي: ص۷۳، المسائل المهمة: ۳۹/۱)

حصہ کھل جاتا ہے جس کا چھپانا شرعاً واجب ہے جس کی وجہ سے خود تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور دوسرے کے نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، اس لیے اس طرح کا لباس پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے(۱)۔



رقم المتن - ٥٤

وَبَدَنُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ كُلُّهُ عَوْرَةٌ إِلَّا وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا.

ترجمہ: اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔

توضيح المسئلة

آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور اس کی دونوں ہتھیلیاں، یہ دونوں ستر نہیں ہیں، یعنی یہ اگر نماز میں کھل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور قدمین (دونوں پنجے) ستر ہیں یا نہیں، اس سلسلے میں اختلاف ہے، لیکن قولِ اصح یہی ہے کہ قدمین بھی ستر نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ چہرہ ہتھیلیاں دونوں قدم کے علاوہ عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے جن کا چھپانا واجب ہے(۲)۔

---

(۱) وإن انكشف عضوه فستر من غير لبث لا يضره، وإن أدى معه ركنا يفسد صلاته، وإن لم يؤد لكن مكث مقدار مايؤدي فيه ركنه بسنة فلم يستر فسدت صلاته. (منية المصلي:ص٧٥)

(۲) وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها لقوله عليه السلام المرأة عورة مستورة، واستثناء العضوين للإبتلاء بابدائهما، قال وهذا تنصيص على أن القدم عورة ويروى انها ليست بعورة وهو الأصح.

(الهداية: ١/ ٩٣، باب شرط الصلاة)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٠٣)

نماز میں باریک دوپٹہ (Shiffon Dupatta) کا استعمال

اگر کوئی عورت نماز میں اپنے سر پر ایسا باریک دوپٹہ رکھ کر نماز پڑھے جس میں سر کے بال نظر آرہے ہوں، تو ایسے باریک دوپٹہ کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (١٠٤)

عورت کا ویسٹرن ڈریس (Western Dress) پہن کر نماز پڑھنا

آج کل عورتوں کے لیے فینسی ڈریس (Fancy Dress) کا چلن عام ہو چکا ہے، جنہیں ویسٹرن ڈریس (Western Dress) کہا جاتا ہے، انہیں پہننے کے بعد بھی ہاتھ، پیر، پیٹ اور کندھا وغیرہ کا بعض حصہ کھلا رہتا ہے، عورتوں کا شرعاً ایسے فینسی لباس کو پہن کر نماز پڑھنا دورست نہیں ہے (۲)۔

---

(١) عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه قالت دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة، وعليها خمار رقيق فشقته عائشة وكستها خمارا كثيفا. (مشكاة المصابيح:ص٣٧٧، كتاب اللباس، باب الخاتم)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه كذا في التبيين. (الفتاوى الهندية: ٥٨/١)

وحد الستر أن لا يرى ما تحته حتى لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته لايجوز.

(البحر الرائق: ٤٦٧/١، باب شرط الصلاة، كتاب النوازل: ٤١٩/٣)

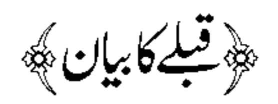
(٢) عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقبل صلاة حائض إلابخمار.

(السنن الترمذي: ٨٦/١، رقم الحديث:٣٧٧)

يجب على المصلي أن يستر عورته لقوله تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد أي ما يواري عورتكم =

طريقة الإنطباق

آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدمین کے، یعنی ان تین اعضاء کی علاوہ بقیہ سارا بدن کا حصہ نماز میں چھپانا واجب ہے(۱)، اور باریک دوپٹہ (Shiffon Dupattg) اور ویسٹرن ڈریس (Western Dress) میں اعضائے ستر، مثلاً بال' ہاتھ' پیر' پیٹ' کندھا وغیرہ نظر آتے ہیں جنہیں چھپانا واجب ہے، اس لیے انہیں پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے(۲)۔



رقم المتن - ۵۵

وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ خَائِفًا فَيُصَلِّيْ إِلٰى أَيِّ جَهْةٍ قَدَرَ.

ترجمہ: اور قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے، مگر یہ کہ اس کو ڈر ہو تو نماز پڑھ لے جس طرف بھی قادر ہو۔

= عند كل صلاة، وقال عليه السلام لا صلاة لحائض إلا بخمار أي لبالغة ...... و بدن الحرة كلها عورة إلا وجهها و كفيها لقوله عليه السلام المرأة عورة مستورة، واستثناء العضوين للإبتلاء بابدائهما قال وهذا تنصيص على أن القدم عورة، ويروي أنها ليست بعورة وهو الأصح.

(الهداية : ۹۲/۱، باب شروط الصلاة)

(۱) للحرة كل بدنها إلا الوجه والكف والقدم. (شرح الوقاية :۱۳۷/۱، باب شروط الصلاة)

(۲) وكشف ربع ساقها وبطنها وفخذها ودبرها وشعر نزل من رأسها يمنع، الحاصل أن كشف ربع العضو الذي هو عورة يمنع جواز الصلاة فالرأس عضو والشعر النازل عضو آخر. (شرح الوقاية: ۱۳۷/۱)

توضيح المسئلة

نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط استقبالِ قبلہ ہے، یعنی فرض نماز ہو یا نفل، سجدۂ تلاوت ہو یا نمازِ جنازہ ہو، قبلہ رخ ہونا فرض ہے(۱)، اگر جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے قبلہ کی سمت چھوڑ کر دوسری جانب نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوگی؛ البتہ اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے اگر استقبال پر قادر نہ ہو تو جہتِ قدرت ہی اس کے حق میں قبلہ ہوگا، اور اسی جہتِ قدرت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا صحیح ہوگا(۲)۔

پھر استقبالِ قبلہ کی دو صورتیں ہیں:

(الف) عینِ کعبہ کا استقبال، یہ ان لوگوں کے حق میں فرض ہے جنہیں "کعبۃ اللہ" نظر آرہا ہے، مثلاً: اہلِ کعبہ۔

(ب) جہتِ کعبہ کا استقبال، یعنی جس کو "بیت اللہ" نظر نہ آتا ہو، اس سے دور ہو، اس کے لیے فرض یہ ہے کہ بیت اللہ کی جانب رخ کر لے، چاہے بالکل کعبہ کی طرف رخ ہو جائے تب بھی نماز درست ہے، اور چاہے اس سے تھوڑا دائیں یا بائیں ہو جائے تب بھی نماز ہو جائے گی(۳)، نیز یہ جان لینا چاہیے کہ قبلہ کعبۃ اللہ کی عمارت کا نام نہیں بل

---

(۱) لابد لصحة الصلاة استقبال القبلة. (نور الإيضاح:ص٦٣)

(۲) ومن كان خائفا يصلي إلى أي جهة قدر لتحقق العذر فأشبه حالة الإشتباه. (الهداية:١/٩٧)

(۳) فللمكي المشاهد فرضه إصابة عينها ولغير المشاهد جهتها ولو بمكة على الصحيح.

(نور الإيضاح:ص٦٣، باب شروط الصلاة)

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها، ومن كان غائبا ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح لأن التكليف بحسب الوسع. (الهداية: ١/٩٧، باب شروط الصلاة)

کہ ارضِ کعبہ اور فضائے کعبہ کا نام قبلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ میں جبلِ ابی قبیس پر کھڑا ہو کر کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے، تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے حالاں کہ اس کے سامنے کعبہ کی عمارت نہیں ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۵)

ہوائی جہاز (Aeroplan) میں نماز

ہوائی جہاز میں فرض، نفل نماز پڑھنا جائز و درست ہے، بشرطیکہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے(۲)، اگر سمت قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت میں رخ کر کے نماز پڑھے تو نماز درست نہیں ہوگی(۳)۔

طريقة الإنطباق

زمین کی طرح ہوائی جہاز پر بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے؛ کیوں کہ شریعت نے نہ صرف خانۂ کعبہ بل کہ اس کے مقابل آنے والی آسمان تک کی پوری فضا کو بھی قبلہ قرار دیا

---

(۱) الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء لأنه ينقل، ألا ترى أنه لو صلى على جبل أبي قبيس جاز ولا بناء بين يديه.

(الهداية: ۱/۱۸۵، باب الصلاة في الكعبة، شرح الوقاية: ۱/۲۱۵، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية نحوها. (الفقه على مذاهب الأربعة: ۱/۲۰۶)

(۳) ومن أراد أن يصلي في السفينة تطوعا أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصلي حيث ما كان وجهه.

(الفتاوى الهندية: ۱/٦٤، جديد فقهي مسائل: ۱/۱۲۹، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۱٤٥)

ہے، تاکہ اونچی سے اونچی اور بلند سے بلند جگہ سے نماز ادا کی جاسکے (۱)، اور ہوائی جہاز میں اگرچہ عمارتِ کعبہ کا عین کا رخ نہیں ہوتا ہے لیکن ارضِ کعبہ سے لے کر عنانِ سماء کی درمیانی فضا کا رخ ہو جاتا ہے، اور فضا بھی کعبہ ہے، اسی لیے ہوائی جہاز میں قبلہ رخ ہو کر فرض ونفل نماز پڑھنا جائز ودرست ہے۔

رقم المسئلة (۱۰٦)

ٹرین (Train) میں نماز

ٹرین میں فرض ونفل نماز پڑھنا جائز ودرست ہے، بشرطیکہ مکمل نماز میں مصلی کا رخ قبلہ کی طرف ہو (۲)، یعنی اگر دورانِ صلاۃ ٹرین گھوم جائے اور مصلی کا رخ قبلہ سے ہٹ جائے تو مصلی نماز ہی کی حالت میں گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے (۳)۔

---

(۱) وفي كتبه أيضا إن انهدمت الكعبة والعياذ بالله يجوز الصلاة خارجها متوجها إليها ...... لأن جواز الصلاة خارجها على تقدير الإنهدام يدل على أن القبلة إما أرض الكعبة أو هوائها. (شرح الوقاية: ۲۱۵/۱)
الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا دون البناء، لأنه ينقل ألا ترى أنه لو صلى على جبل أبي قبيس جاز ولا بناء بين يديه. (الهداية: ۱۸۵/۱، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) ويجب على المصلي ...... أن يستقبل القبلة. (المختصر القدوري: ص۲۳)
ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعا أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيث ما كان وجهه. (الفتاوى الهندية: ٦٤/۱، فتاوى حقانيه: ۷۸/۳، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱٤٥/۱)

(۳) وإن علم ذلك في الصلاة إستدار إلى القبلة، لأن أهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة إستداروا كهيأتهم في الصلاة واستحسنها النبي عليه السلام. (الهداية: ۹۷/۱)

طريقة الإنطباق

استقبالِ قبلہ (قبلہ کی طرف رخ کرنا) نماز کے شرائط میں سے ایک شرط ہے(۱)، یعنی اگر مصلی کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا باعثِ حرج نہ ہو، تو اس کے لیے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، اور ٹرین میں استقبالِ قبلہ کے ساتھ نماز پڑھنا بغیر کسی

حرج کے ممکن ہے؛ کیوں کہ ٹرین میں کشادگی ہوتی ہے، مصلی آرام سے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، اور اگر نماز کے دوران ٹرین کے گھومنے سے ''انحراف عن القبلہ'' ہو جائے تو بھی قبلہ کو درست کرنا ممکن ہے کہ مصلی بھی گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کرلے(۲)۔ اس لیے ٹرین میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔

---

(۱) ويجب على المصلي أن يستقبل القبلة إلّا أن يكون خائفا فيصلي إلى أي جهة قدر.

(المختصر القدوري:ص۲۳)

ويلزم استقبال القبلة عند افتتاح الصلاة وكلما دارت. (الدر المختار:۲/۵۷۳، باب صلاة المريض)

(۲) إن علم بالخطأ في الصلاة أو تحوّل غلبة ظنه جهة أخرى و هو في الصلاة إستدار.

(شرح الوقاية:۱/۱۳۸)

لا يكلف اللّٰه نفسا إلا وسعها. (آل عمران:۲۸۶)

الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية:۶/۳۰۱)

﴿قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں حکم شرعی﴾

رقم المتن - ٥٦

فَإِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْئَلُهُ عَنْهَا اِجْتَهَدَ وَصَلّٰى.

ترجمہ: اور اگر نماز پڑھنے والوں پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی موجود نہیں ہے جس سے اس کے بارے میں پوچھ سکے تو اجتہاد کرے گا اور نماز پڑھے گا۔

توضيح المسئلة

اگر کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور اس جگہ کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جس سے قبلہ کی سمت معلوم کر سکے تو اپنے دل میں سوچے جس طرف اس کا دل گواہی دے اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے، اگر بغیر غور و فکر کے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ قبلہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں جب کہ کوئی سمت قبلہ بتانے والا بھی نہ ہو تو اس کا قبلہ اس کی جہت تحری ہے جو بغیر تحری کے پائی نہیں جائے گی (۱)، نیز دلیل ظاہر پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اس کے اوپر کی دلیل موجود نہ ہو، اور تحری کر کے نماز پڑھنا یہ دلیل ظاہر ہے جو استخبار (کسی سے سمت قبلہ کے بارے میں پوچھنا) سے کم تر ہے، اور جب

---

(۱) وإن شرع بلا تحر لم يجز وإن أصاب لأن قبلته جهة تحريه و لم توجد.

(شرح الوقاية: ١/١٣٨، باب شروط الصلاة)

استخبار ممکن نہ ہو جیسے یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس سے قبلہ کی سمت معلوم ہو سکے تو اس سے کمتر والی دلیل ظاہر (تحری) پر عمل واجب ہو جاتا ہے(۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۰۷)

قبلہ نما (Compass) کے استعمال کا حکم

دور حاضر میں بالخصوص سفر کی حالت میں جب قبلہ معلوم نہ ہو تو تعیین قبلہ کے لیے موجودہ دور کا ایک آلہ جسے قبلہ نما (Compass) کہا جاتا ہے، استعمال کیا جاتا ہے، شرعاً سمتِ قبلہ کی تعیین میں اس کا استعمال صحیح ہے اور اس کے متعین کردہ سمتِ قبلہ میں رخ کر کے نماز پڑھنا بھی جائز اور صحیح ہے(۲)۔

طریقة الإنطباق

قبلہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں جیسے تحری کے ذریعہ سمت قبلہ کا ظن غالب

---

(۱) فإن اشبهت عليه القبلة و ليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد، لأن العمل بالدليل الظاهر واجب عند انعدام دليل فوقه و الإستخبار فوق التحري. (الهداية: ۱/۹۷، باب شروط الصلاة)

(۲) فينبغي الإعتماد في أوقات الصلاة و في قبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت و على ما وضعوا لها من الآلات كالربع والإصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن كافية في ذلك.
(الدر المختار مع الشامية: ۲/۱۱۲، كتاب الصلاة، مبحث في استقبال القبلة)

وجهة القبلة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة و التابعون فعلينا اتباعهم، فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك المواضع، وأما البحار و المفاوز فدليل القبلة النجوم.
(الفتاوى الهندية: ۱/۶۳، الفصل الثالث في استقبال القبلة، المسائل المهمة:۲/۶۵)

حاصل ہوجاتا ہے، اور جہت تحری کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہوجاتا ہے، ایسے ہی قبلہ نما (Compass) کے ذریعہ بھی سمتِ قبلہ کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے، اس لیے مقصود (ظنِ غالب) کے حاصل ہونے کی وجہ سے قبلہ نما کے متعین کردہ سمت قبلہ میں بھی رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ودرست ہوگا(۱)۔

باب صفة الصلاة

رقم المتن - ۵۷

فَرَائِضُ الصَّلَاةِ سِتَّةٌ: التَّحْرِيمَةُ، وَالْقِيَامُ، وَالْقِرَاءَةُ، وَالرُّكُوعُ، وَالسُّجُودُ، وَالْقَعْدَةُ الْأَخِيرَةُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ.

ترجمہ: نماز کے فرائض چھ ہیں: تکبیر تحریمہ، قیام، قراءۃ، رکوع، سجدہ اور قعدۂ اخیرہ تشہد کے بقدر۔

توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں نماز کے فرائض ستہ کا بیان ہے، یعنی جو شخص ان چھ چیزوں پر قادر ہو، اور ان کو بغیر کسی حرج کے بجالانا ممکن ہو، تو ایسے شخص پر صحت صلاۃ کے لیے

---

(۱) فينبغي الإعتماد في أوقات الصلاة وفي قبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت وعلى ما وضعوا لها من الآلات كالربع والإصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك. (الدرالمختار مع الشامية: ۲/۱۱۲)

العمل بغالب الرأي وأكبر الظن في الأحكام واجب. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۷۹۱)

الحكم يبني على المقصود. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/۲۳۱)

ضروری ہے کہ وہ ان چھ اشیاء کا مکمل لحاظ رکھے۔ وہ چھ فرائض یہ ہیں: نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا(۱)، کھڑا ہونا(۲)، قرآن کریم میں سے کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھنا(۳)، رکوع کرنا، دونوں سجدے کرنا(۴)، نماز کے اخیر میں جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا(۵)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۰۸)

اَن پڑھ (Uneducated) اور گونگے (Dumb) کا نماز شروع کرنے اور قرأت کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص بالکل ان پڑھ اور جاہل ہو کہ الفاظِ تحریمہ اور قرأتِ قرآن جانتا ہی نہ ہو، یا گونگا ہو کہ حروف اس کی زبان سے نکل ہی نہ سکیں، تو ایسے معذور افراد کے لیے زبان سے تکبیر تحریمہ اور قرآن کے الفاظ کا ادا کرنا لازم نہیں، بل کہ صرف تحریمہ کی نیت ہی سے ان کی نماز شروع ہو جائے گی(۶)۔

---

(۱) فرائض الصلاة ستة، التحريمة لقوله تعالى "وربك فكبر" والمراد به تكبيرة الإفتتاح. (الهداية: ۱/۹۸)

(۲) والقيام لقوله تعالى "وقوموا لله قانتين". (الهداية: ۱/۹۸)

(۳) والقراءة لقوله تعالى "فاقرؤا ماتيسر من القرآن". (الهداية: ۱/۹۸)

(٤) والركوع والسجود لقوله تعالى "واركعوا واسجدوا". (الهداية: ۱/۹۸)

(٥) والقعدة في آخر الصلاة مقدار التشهد لقوله عليه السلام لإبن مسعود حين علمه التشهد إذا قلت هذا فقد تمت صلاتك علق التمام بالفعل قرأ أو لم يقرأ. (الهداية: ۱/۹۸)

(٦) أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز، لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما. (ردالمحتار: ۲/۱۱۳)=

رقم المسئلة (۱۰۹)

ہوائی جہاز (Aeroplan) اور ٹرین (Train) میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

ہوائی جہاز اور ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں اگر دورانِ رأس (سر کے چکرانے) کا خطرہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے(۱)، اور اگر قیام کے ساتھ نماز پڑھنے پر بغیر کسی حرج کے قادر ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا لازم ہوگا، کیوں کہ قیام نماز میں فرض ہے، جس کی ادائیگی مصلی پر قادر ہونے کی صورت میں لازم ہے(۲)۔

=وفي المحيط: الأخرس والأمي لو افتتحا بالنية أجزأهما لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما، و في شرح منية المصلي ولايجب عليهما تحريك اللسان عندنا و هو الصحيح.

(البحر الرائق: ۱/ ۵۰۸، باب صفة الصلاة)

ولايلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه وكذا في القراءة و هو الصحيح.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/ ۱۸۱، كتاب النوازل: ۳/ ٤٧٩)

(۱) صلاة الفرض فيها وهي جارية قاعدا بلاعذر صحيحة عند أبي حنيفة بالركوع والسجود وقالا لا تصح إلّا من عذر وهو الأظهر والعذر كدوران الرأس. (نورالإيضاح: ص۹۹، فصل في السفينة)

(۲) عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال كان بي الناصور فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فقال صلِّ قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب.

(مسند أحمد: ٤/ ٤٢٦، رقم الحديث: ۲۰۰۵۷)

ولوصلى الفريضة قاعدا مع القدرة على القيام لاتجوز صلاته.

(حلبي كبير: ص ٢٦١، فتاوی قاسمیه: ٥/ ٧٦٤)

رقم المسئلة (۱۱۰)

کبڑے (Hunchback) کا قیام

اگر کسی شخص کی کمر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے رکوع تک جھک گئی ہو، اس کے لیے اپنی حالت پر قائم رہنا ہی قیام کے حکم میں ہے، ایسا شخص جب رکوع کا ارادہ کرے تو اپنے سر کو تھوڑا سا نیچے جھکا لے تو اس کا رکوع صحیح ہو جائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک قاعدہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق کا مفہوم واضح ہو جائے "الطاعة بحسب الطاقة" شریعت میں بندے کی طاقت وقدرت کے مطابق ہی اس کو مکلّف کیا جاتا ہے، یعنی بندے کے بس میں جتنا ہے اسی قدرت کے بقدر ہی شریعت اس کو مکلّف بناتی ہے اس سے زائد کا مکلّف نہیں بناتی (۲)، اب اس قاعدے کی روشنی میں مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ کا انطباق قدوری کی عبارت سے واضح ہوگیا، یعنی تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، قعدۂ اخیرہ اس شخص کے حق میں فرض ہے جو ان کی ادائیگی پر قادر ہو (۳)، اور ان پڑھ،

---

(۱) والأحدب إذا بلغت حدوبته إلى الركوع يشير برأسه للركوع لأنه عاجز عما هو أعلى ولا تجزيه حدوبته عن الركوع لأنه كالقائم.

(حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص۱۲۵، الفتاوى الهندية: ۱/۷۰، كتاب النوازل: ۳/٤٨٦)

(۲) لا يكلف الله نفسا إلا وسعها. (آل عمران:۲۸٦)

الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية:٦/۳۰۱)

(۳) وإذا أراد الشرع في الصلاة كبر لو قادرا. (الدرالمختار:۲/۱۷۸، باب صفة الصلاة)

والقيام وهو فرض في الصلاة للقادرعليه في الفرض وما هو ملحق به. (البحرالرائق:۱/۵۰۹)

جاہل اور گونگا شخص تحریمہ وقرأۃ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہیں، اور ہوائی جہاز اور ٹرین میں نماز پڑھنے والا مصلی کھڑے ہونے پر قادر نہیں؛ اسی طرح کبڑا شخص قیام پر قادر نہیں ہے، اسی وجہ سے ان پڑھ جاہل اور گونگے شخص پر تحریمہ وقرأت کے الفاظ کی ادائیگی واجب نہیں ہے(۱)، اور ہوائی جہاز اور ٹرین میں سر کے چکرانے کی وجہ سے مصلی قیام پر قادر نہیں ہے؛ اسی وجہ سے اس پر بھی قیام فرض نہیں ہے(۲)، اسی طرح کبڑے شخص سے بھی اس کی عدمِ قدرت کی وجہ سے قیام کو ساقط کردیا گیا(۳)، البتہ اپنے سر کو تھوڑا سا نیچے کی طرف جھکالے تاکہ رکوع کی فرضیت ادا ہوجائے، کیوں کہ فرضیتِ رکوع میں دو چیزیں ہیں، ایک پیٹھ کو جھکانا' دوسرا سر کو جھکانا، اور کبڑے شخص کی پیٹھ قیام کے حکم میں ہے، اس لیے سر کا جھکانا واجب ہوکر باقی رہا اور وہ سر کے جھکانے پر قادر بھی ہے(۴)۔

---

(۱) وفي المحيط الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز، لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما، ولا يجب عليه تحريك لسانه عندنا، لأن الواجب حركة بلفظ مخصوص. (فتح القدير: ۱/ ۲۸٤، كتاب الصلاة)

(۲) صلاة الفرض فيها وهي جارية قاعدا بلا عذر صحيحة عند أبي حنيفة بالركوع والسجود، وقالا لاتصح إلا من عذر وهو الأظهر والعذر كدوران الرأس. (نورالأيضاح: ص۹۹)

(۳) والأحدب إذا بلغت حدوبته إلى الركوع يخفض رأسه في الركوع، فإنه القدر الممكن في حقه. (البحرالرائق: ۱/ ۵۱۱)

(٤) واختلفوا في حد الركوع ففي البدائع وأكثر الكتب القدر المفروض من الركوع أصل الإنحناء والميل، وفي الحاوي فرض الركوع إنحناء الظهر، وفي منية المصلي الركوع طأطاة الرأس، ومقتضي الأول أنه لو طأطأ رأسه ولم يحن ظهره أصلا مع قدرته عليه لايخرج عن عهدة فرض الركوع وهو حسن. (البحر الرائق: ۱/ ۵۱۰)

رقم المتن – ٥٨

فَإِنْ سَجَدَ عَلَى كُوْرِ عَمَامَتِهِ أَوْ عَلَى فَاضِلِ ثَوْبِهِ جَازَ.

ترجمہ: اگر سجدہ کیا پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر تو جائز ہے۔

توضيح المسئلة

پگڑی کے پیچ اور زائد کپڑے پر سجدہ کرنا جائز و درست ہے، کیوں کہ ان پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی اور ناک زمین پر ٹک جاتی ہیں، اور ہر ایسی چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے جس پر پیشانی اور ناک ٹک جائیں، اگر ایسی چیز پر سجدہ کیا جس پر پیشانی اور ناک نہ ٹکی ہوں تو سجدہ ادا نہیں ہوگا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١١)

قالین (Carpet) پر سجدہ کا حکم

آج کل قالین، کارپٹ اور دری وغیرہ مسجدوں میں بچھائی جاتی ہیں، شرعاً ان پر نماز پڑھنا جائز ہے کیوں کہ ان پر سجدہ ادا ہو جاتا ہے(۲)۔

---

(١) فإن سجد على كور عمامته أو فاضل ثوبه أجزأه، وكورها دورها يقال كور عمامته إذا أدارها على رأسه، وإنما يجوز إذا وجد صلابة الأرض، ولو صلى على القطن المحلوج إن وجد صلابة الأرض أجزأه وإلا فلا. (الجوهرة النيرة: ١/ ١٤٤، باب صفة الصلاة)

(٢) لا بأس بالصلاة على الفرش والبسط واللبود. (نور الإيضاح: ص ٩٢)

يجوز السجود على الحشيش والتبن والقطن والطنفسة إن وجد حجم الأرض. (تبيين الحقائق: ١/ ٣٠٥)

ولو سجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد =

رقم المسئلة (١١٢)

فوم (Cushion) کی صف پر سجدہ کا حکم

آج کل بعض مساجد میں فوم کی صفیں بچھائی جاتی ہیں، اگر ان پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی زمین پر ٹک رہی ہو تو سجدہ ادا ہو جائے گا(۱)، اور اگر فوم اتنا دبیز اور موٹا ہو کہ دبتا چلا جاتا ہو اور اس پر پیشانی ٹک نہ رہی ہو، تو اس پر سجدہ ادا نہیں ہوگا(۲)۔

طريقة الانطباق

نماز میں زمین پر سجدہ کرنا ضروری ہے، یعنی زمین کی صلابت اور سختی کا ادراک ضروری ہے، تو ہی سجدہ ادا ہوگا ورنہ نہیں (۳)، اور قالین پر سجدہ کرنے کی صورت میں پیشانی

= حجمه يجوز. (الفتاوى الهندية: ١/ ٧٠)

إذا صلى على الثلج إن لبده جاز لأنه بمنزلة الأرض. (الفتاوى الولوالجية: ١/ ٧٨، المسائل المهمة:٢/ ٧٥)

(١) لو سجد على الحشيش أو التين أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز. (الفتاوى الهندية:١/ ٧٠)

فإن سجد على كورعمامته أو فاضل ثوبه أو شيء يجد حجمه و لتستقر جبهته جاز.

(شرح الوقاية: ١/ ١٤٧، باب صفة الصلاة)

(٢) وإذا صلى على التبن أو القطن المحلوج فسجد عليه إن استقرت جهته وأنفه على ذلك، ووجد الحجم يجوز، و إن لم يستقر جبهته لا يجوز.

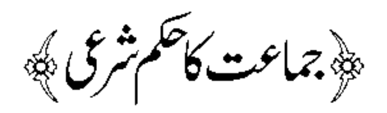
(المحيط البرهاني: ٢/ ١٢٣، كتاب الصلاة، الفصل الثالث، كتاب المسائل: ١/ ٣٠٨)

(٣) السجود هو لغة الخضوع، وفسره في المغرب بوضع المجبهة في الأرض، وفي البحر حقيقة السجود وضع بعض الوجه على الأرض مما لا سخرية فيه فدخل الأنف وخرج الخد والذقن.

(الدر المختار مع رد المحتار:٢/ ١٣٤)

ويفترض السجود على ما يجد الساجد على حجمه، بحيث لو بالغ لا تتسفل رأسه أبلغ مما كان حال=

زمین کی صلابت کو محسوس کرلیتی ہے، یعنی پیشانی زمین پر ٹک جاتی ہے، اس لیے قالین پر سجدہ کرنا درست ہوگا۔ اور فوم پر سجدہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنا پتلا ہو کہ پیشانی زمین سے ٹک جائے، اور اگر فوم اتنا موٹا ہے کہ پیشانی زمین پر کوشش کے باوجود بھی نہ ٹکے تو اس پر سجدہ ادا نہ ہوگا(۱)۔



رقم المتن - ۵۹

اَلْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ.

ترجمہ: باجماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

توضیح المسئلة

آزاد مردوں کے لیے باجماعت نماز سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذرِ شرعی نہ ہو(۲)، کیوں کہ عذرِ شرعی کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ساقط

= الوضع فلا يصح السجود على القطن والثلج والتبن والأرز والذرة.

(حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح:ص ۲۳۱)

(۱) ولو سجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز وإن لم تستقر لا. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۷۰)

(۲) الجماعة سنة مؤكدة وهو قريب من الواجب. (شرح الوقاية:۱/ ۱۵۲، فصل في الجماعة)

الصلاة بالجماعة سنة للرجال الأحرار بلاعذر. (نورالإيضاح :ص۷۷، باب الإمامة)

ہو جاتا ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۳)

کرفیو (Curfew) میں ترکِ جماعت

اگر کسی وجہ سے شہر میں کرفیو نافذ ہو اور باہر نکلنے کی قانونی ممانعت ہو، تو ایسی صورت میں اپنی جان وعزت اور آبرو کی حفاظت ضروری ہے اور جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے(۲)۔

طريقة الإنطباق

جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کی سنت اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو(۳)، اور اگر اعذارِ شرعی میں سے کوئی عذر ہو تو جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے(۴)، اور کرفیو بھی ایک عذر ہے کیوں کہ اس میں قانونی اعتبار سے کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے؛ اگر کوئی نکلے تو اس کے جان مال کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے کرفیو کی

---

(۱) يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئا مطر و برد. (نور الإيضاح: ص۷۹)

(۲) يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئًا مطر و برد وخوف وظلمة وحبس.

(نور الإيضاح:ص۷۹)

وتسقط بعذر البرد الشديد ...... أو كان إذا خرج يخاف أن يحبسه غريمه في الدين.

(البحر الرائق: ۱/۶۰۶، باب الإمامة، كتاب المسائل: ۱/۴۱۴)

(۳) الصلاة بالجماعة سنة للرجال الأحرار بلاعذر. (نور الإيضاح:ص۷۹)

(۴) و يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئًا مطر و برد خوف. (نور الإيضاح:ص۷۹)

وجہ سے جماعت کے بغیر گھر میں ہی نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی (۱)۔

﴿ مکروہاتِ صلاۃ کا بیان ﴾

رقم المتن – ٦٠

وَيُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي أَنْ يَعْبَثَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِجَسَدِهِ.

ترجمہ: مصلّی کے لیے اپنے کپڑے یا جسم سے کھیلنا مکروہ ہے۔

توضيح المسئلة

دورانِ صلاۃ نمازی کا اپنے کپڑے یا جسم سے کھیلنا مکروہ ہے کیوں کہ کھیلنا یہ افعالِ صلاۃ میں سے نہیں ہے جو دل کو مشغول کر کے خشوع میں خلل پیدا کر دیتا ہے، اور ہر وہ چیز جو نماز میں خلل ڈالے اور دل کو نماز سے کسی دوسرے طرف مشغول کر دے مکروہ ہے (۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١٤)

نماز میں موبائل پر مس کال (Miscall) دیکھنا

بسا اوقات مصلی نماز سے پہلے موبائل بند کرنا بھول جاتا ہے، اور نماز کے دوران کسی کی کال آجاتی ہے اور موبائل بجنا یا وائبریٹ ہونا شروع ہو جاتا ہے، تو نمازی نماز ہی

---

(١) الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/١٠٧)

(٢) ويكره ...... وما يشغل البال ويخل بالخشوع. (نور الإيضاح: ص ٦٠)

کے دوران موبائل پر آنے والی کال کو دیکھتا ہے کہ کال کس کا ہے، اور پھر موبائل بند کر کے رکھ دیتا ہے، دورانِ صلاۃ موبائل پر آنے والی کال کا یہ دیکھنا اگر عمل قلیل کے ذریعہ ہے، مثلاً اس نے ایک ہاتھ کا استعمال کیا ہے تو عملِ صلاۃ کے قبیل سے نہ ہونے کی وجہ سے یہ فعل مکروہ ہوگا(۱)، اور اگر یہ دیکھنا عملِ کثیر، یعنی دونوں ہاتھوں کے ذریعہ ہے تو نماز ہی فاسد ہو جائے گی(۲)۔

طريقة الإنطباق

نماز میں مصلی کے لیے ہر فعل عبث مکروہ ہے، عبث ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرض شرعی نہ ہو، یعنی ہر ایسا فعل جو افعال صلاۃ کے قبیل سے نہ ہو(۳)، اور موبائل پر دوران صلاۃ آنے والے کال کو بھی دیکھنا ایک ایسا فعل ہے جو افعال صلاۃ سے نہیں ہے، اس لیے یہ عمل بھی مکروہ ہوگا؛ بشرطیکہ یہ عمل ایک ہاتھ سے کیا گیا ہو(۴)، اور اگر مِس کال کو

---

(۱) يكره للمصلي سبعة وسبعون ...... والعمل القليل و أخذ قملة وقتلها. (نورالإيضاح:ص ۹۰)

وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشدّ السراويل والرمى عن القوس ما يقام بيد واحدة قليل.

(الفتاوى الهنديه ١/١٠١، كتاب الصلاة الباب السابع)

(۲) ما يفسد الصلاة وهو ثمانية وستون شيئا ...... والعمل الكثير. (نورالإيضاح:ص ۸۲)

يفسدها ...... كل عمل كثير اختلف مشايخنا في تفسير العمل الكثير فقيل هو ما يحتاج فيه إلى اليدين.

(شرح الوقاية:١/١٦٤، المسائل المهمة: ١٠/٨٦)

(۳) والعبث عمل ما لا فائدة فيه، والمراد هنا فعل ما ليس من أفعال الصلاة لأنه ينافي الصلاة.

(اللباب في شرح الكتاب: ١/٩٣)

(٤) و يكره للمصلي أن يعبث لثوبه أو بجسده. (المختصر القدوري:ص۲۹)

و يكره للمصلي ...... العمل القليل وأخذ قملة وقتلها. (نور الإيضاح: ص۹۰) =

دیکھنے کے لیے دونوں ہاتھ کو استعمال کیا گیا ہوگا تو عمل کثیر کے ہونے کی وجہ سے نماز ہی فاسد ہو جائے گی (١)۔

رقم المتن - ٦١

وَ لَا يُقَلِّبُ الْحَصٰى إِلَّا أَنْ لَّا يُمْكِنَهُ السُّجُوْدُ عَلَيْهِ فَيُسَوِّيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً.

ترجمہ: اور کنکریوں کو الٹ پلٹ نہ کرے، مگر یہ کہ اس کو سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، تو ایک مرتبہ اس کو برابر کرلے۔

توضيح المسئلة

دوران صلاۃ کنکریوں کو ادھر ادھر کرنا یہ بھی ایک قسم کا فعل عبث ہے، اس لیے مکروہ ہے؛ البتہ اگر سجدہ کی جگہ پر کنکری کی وجہ سے سجدہ کرنا دشوار ہو، تو ایسی صورت میں ضرورتاً ایک مرتبہ کنکری کو ہٹانے کی اجازت ہوگی، تا کہ نماز پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی جا سکے (٢)۔

= وإن فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشد السراويل، ولبس القلنسوة، ونزعها بيد واحدة قليل. (البحر الرائق: ٢/ ٢٠، ما يفسد الصلاة ما يكره فيها)

(١) يفسدها ...... كل عمل كثير اختلف مشائخنا في تفسير العمل الكثير فقيل هو ما يحتاج إلى اليدين. (شرح الوقاية: ١/ ١٦٤)

(٢) ولا يقلب الحصى إلا أن لا يمكنه السجود عليه فيسويه مرة واحدة وتركه أفضل وأقرب إلى الخشوع لأن ذلك نوع عبث. (الجوهرة النيرة: ١/ ١٦٩)

عن معيقيب قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مسح الحصى في الصلاة فقال إن كنت لابد فاعلا فمرة واحدة. (السنن للترمذي: ١/ ٨٧، ماجاء في كراهية مسح الحصى)

الضرورة تتقدر بقدر الضرورة. (قواعد الفقه: ص ٧٤)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۵)

دورانِ صلاۃ موبائل فون کی رِنگ ٹون (Ringtone) بجنے پر بند کرنے کا حکم

بسا اوقات آدمی نماز سے پہلے موبائل بند کرنا بھول جاتا ہے، اور نماز کے دوران کسی کی کال آجاتی ہے، اور موبائل کی رِنگ ٹون بجنا شروع ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے خود کی نماز کے ساتھ دیگر مصلیوں کی نماز میں خلل پیدا ہوجاتا ہے، اس لیے ایسا شخص دورانِ نماز ہی ایک ہاتھ کی مدد سے موبائل کو بند کردے، تاکہ نماز کا خشوع وخضوع باقی رہے(۱)، دونوں ہاتھ ایک ساتھ استعمال نہ کریں، ورنہ عمل کثیر کی وجہ سے نماز ہی فاسد ہوجائے گی(۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہوجائے، ہر وہ کام جو نمازی کے لیے مفید وضروری ہو بغیر عملِ کثیر کے اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ہر وہ کام جو نمازی کے لیے مفید وضروری نہ ہو، مکروہ ہے، جیسے فقہائے کرام نے مفید و

---

(۱) ولا بأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده في الركوع، ولا بمسح جبهته من التراب أو الحشيش بعد الفراغ من الصلاة ولا قبل الفراغ إذا ضرّه أو شغله عن الصلاة.

(نورالايضاح: ص ۹۲، فصل فيما لا يكره)

(۲) يفسدها ...... كل عمل كثير اختلف مشائخنا في تفسير العمل الكثير فقيل هو ما يحتاج فيه إلى اليدين. (شرح الوقاية: ۱/۱٦٤، باب ما يفسد الصلاة، فتاوىٰ دار العلوم زكريا :۲/٦۰٤)

ضروری کام کی مثال میں یہ جزئیہ ذکر کیا ہے کہ اگر سجدے سے اٹھتے وقت کپڑا جھاڑنا (تاکہ لپٹ نہ جائے) یا پیشانی سے مٹی وغیرہ کو پوچھنا جو سجدے میں تکلیف دہ ہوں درست ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۱)، اسی طرح دورانِ صلاۃ موبائل فون کی رِنگ ٹون کو عملِ قلیل یعنی ایک ہاتھ سے بند کرنے میں بھی نمازی کا فائدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ رِنگ ٹون کی آواز سے نماز کا خشوع وخضوع ختم ہو رہا تھا، جو بند کرنے سے دوبارہ حاصل ہو جائے گا، اس لیے دورانِ صلاۃ موبائل کی رِنگ ٹون کو بند کرنا عملِ قلیل کے ساتھ جائز ودرست ہوگا۔

رقم المتن - ٦٢

وَلَا يَسْدُلُ ثَوْبَهُ.

ترجمہ: اور مصلی اپنے کپڑے کو نہ لٹکائے۔

توضيح المسئلة

مصلی کے لیے سدلِ ثوب مکروہ ہے، سدل سے مراد یہ ہے کہ اپنا کپڑا اپنے سر یا

---

(۱) قال الشامي: إن كل عمل هو مفيد للمصلي فلا بأس به، أصله ما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم عرق في صلاته فسلت العرق عن جبينه أي مسحه لأنه كان يؤذيه فكان مفيدًا، وفي زمن الصيف كان إذا قام من السجود نفض ثوبه يمنة أو يسرة، لأنه كان مفيدًا كي لا تبقي صورة، فأما ما ليس بمفيد فهو العبث. (ردالمحتار: ٢/٤٠٦، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة ما يكره فيها)

ولايقلب الحصى إلا أن لا يمكنه السجود عليه فيسويه مرة واحدة. (المختصر القدوري:ص٢٩)

لا يكره له قتل حية وعقرب خاف أذاهما ولو بضربات و انحراف عن القبلة في الأظهر، ولابأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده في الركوع ولا بمسح جبهته من التراب أو الحشيش بعد الفراغ من الصلاة ولا قبل الفراغ إذا ضره أو شغله عن الصلاة. (نورالإيضاح :ص٩٢، فقهي ضوابط :١/٨١)

کندھوں پر ڈال کر اس کے کنارے اپنے چاروں طرف لٹکے چھوڑ دے(۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۱٦)

نماز کی حالت میں مفلر (Muffler) کا استعمال

بعض حضرات نماز کی حالت میں مفلر (Muffler) وغیرہ اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ ان کے دونوں سرے لٹکے رہتے ہیں، شرعاً ان کا یہ فعل مکروہ ہے، کیوں کہ یہ سدل یعنی کپڑا لٹکانے کے حکم میں ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۱۱۷)

کوٹ (Jacket) کندھے پر ڈال کر نماز پڑھنے کا حکم

اگر کوئی شخص نماز میں کوٹ (Jacket) کو محض کندھے پر ڈال لے اور آستینوں میں ہاتھ داخل نہ کرے، بل کہ کوٹ کی دونوں آستینوں کو دونوں طرف لٹکا چھوڑ دے، اس کا یہ فعل سدلِ ثوب کے حکم میں داخل ہو کر مکروہ ہوگا(۳)۔

---

(۱) ولایسدل ثوبه لأنه علیه السلام نهی عن السدل. وهو أن یجعل ثوبه علی رأسه وکتفیه ثم یرسل أطرافه من جوانبه. (الهدایة:۱/۱٤۱، باب صفة الصلاة)

(۲) عن أبي هریرة نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن السدل في الصلاة. (السنن للترمذي:۱/۸۷)
ویکره سدله وهو أن یجعل الثوب علی رأسه وکتفیه فقط ویرسل جوانبه من غیر أن یضمها.
(حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح:ص۳۵۰، فتاوی قاضي خان:۱/۵۸، المسائل المهمة:۲/۹٦)

(۳) ولا یسدل ثوبه، قال ابن همام یصدق علی أن یکون المندیل مرسلاً من کتفیه کما یعتاده کثیر، =

طريقة الإنطباق

سدلِ ثوب مکروہ ہے(۱)، اوراس کے مکروہ ہونے کی دو وجہ یہ ہے:

(الف) سدل اہلِ کتاب کا فعل ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا(۲)۔

(ب) سدلِ ثوب خلل فی الصلاۃ کا سبب ہے، کیوں کہ سدل کپڑے کو سر یا کندھے پر ڈال کراس کے سرے کو دونوں جانب سے لٹکا ہوا چھوڑ دینے کو کہتے ہیں، یہ سدل کا معنی چادر رومال وغیرہ میں ہوگا، اور قباء وغیرہ میں معنی سدل یہ ہے کہ اس کی آستینوں میں ہاتھ داخل کیے بغیر اس کو اپنے کندھے پر ڈال کر آستینوں کو دونوں طرف سے

-فينبغي لمن على عنقه منديل أن يضعه عند الصلاة، ويصدق أيضا على لبس القباء من غير إدخال اليدين كميه، وقد صرح بالكراهة فيه. (فتح القدير: ۱/۴۲۵، فصل يكره للمصلي)

ومن السدل أن يجعل القباء على كتفيه ولم يدخل يديه في الكمين، قالوا ومن صلى في قباء ينبغي أن يدخل يديه في كميه ويشده بالمنطقة مخافة السدل كذا في فتاوى قاضيخان.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۰۶)

والصحيح الذي عليه قاضيخان والجمهور أنه يكره لأنه إذا لم يدخل يديه في كميه صدق عليه اسم السدل لأنه إرخاء للثوب بدون لبس معتاد. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۳۵۰، فصل في المكروهات، فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۲/۴۳۱)

(۱) يكره للمصلي ...... سدله. (نورالإيضاح: ص ۸۹)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن السدل في الصلاة.

(السنن الترمذي: ۱/۸۷)

أو يسدل ثوبه لنهيه عليه السلام عن السدل لأنه من صنيع أهل الكتاب. (الإختيار لتعليل المختار: ۱/۱۲۳)

لٹکا ہوا چھوڑ دینا(۱)، اب ظاہری بات ہے جب رومال یا قباء کا دونوں سرا دونوں جانب لٹکے گا، تو وہ نماز میں دھیان بھٹکانے کا سبب ہوگا، اور ہر وہ چیز جو نماز میں خلل انداز ہو مکروہ ہے(۲)، مفلر (Muffler) اور کوٹ (Jacket) کو سدل کی صفت پر پہن کر نماز پڑھنے میں سدل ثوب کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے مفلر اور کوٹ کو سدل کی صفت پر پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا (۳)۔

رقم المتن - ٦٣

وَلَا يَلْتَفِتُ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا.

ترجمہ: اور دائیں بائیں نہ دیکھے۔

توضيح المسئلة

مصلی کا دورانِ صلاۃ دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے، کیوں کہ دائیں بائیں دیکھنے کی وجہ سے نماز میں دھیان ہٹنے کا خطرہ ہے جو خشوع وخضوع میں خلل انداز ہوگا (۴)۔

---

(١) سدل الثوب في المغرب هو أن يرسله من غير أن يضم جانبيه و قيل هو أن يلقيه على رأسه يرخيه على منكبيه، أقول هذا في الطيلسان أما في القباء و نحوه فهو أن يلقيه على كتفيه من غير أن يدخل يديه في كميه و يضم طرفيه. (شرح الوقايه: ١٦٧/١)

(٢) و يكره التنفل و مدافعة الأخبثين و حضور طعام تتوقه نفسه و ما يشغل البال و يخل بالخشوع. (نورالايضاح: ص٦٠)

(٣) الحكم يدور مع علته عدما و وجودًا. (القواعد الفقهية: ص ٢٧٢)

(٤) ويكره للمصلي الإلتفات بعنقه. (نور الإيضاح: ص٨٩)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۱۸)

نماز میں موبائل فون وائب ریٹ (Vibrate) پر رکھنا

بعض لوگ نماز سے پہلے موبائل کو سوئچ آف نہ کرتے ہوئے صرف موبائل کی گھنٹی بند کر کے وائب ریٹ (Vibrate) پر رکھتے ہیں، ان کا یہ فعل مکروہ ہے، کیوں کہ دورانِ صلاۃ موبائل کا وائب ریٹ کرنا نماز میں خلل پیدا کرتا ہے جو نماز سے دھیان ہٹا دیتا ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تا کہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ ہر اس صفت یا فعل کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جو نماز کے خشوع وخضوع میں مخل ہے مکروہ ہے، اور جیسے نماز میں دائیں بائیں دیکھنا نماز میں مخل ہے، ایسے ہی دورانِ صلاۃ موبائل کا وائبریٹ (Vibrate) کرنا بھی خشوع وخضوع میں خلل پیدا کرتا ہے، اور دل کو اس کی

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه يبلغ به عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة فابدء وا بالعشاء قال: أبوعيسى والذي ذهب إليه بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم أشبه بالإتباع وإنما أرادوا أن لايقوم الرجل إلى الصلاة وقلبه مشغول بسبب شيء.

(السنن للترمذي: ۱/ ۲٦۳، أبواب الصلاة، ماجاء إذا حضر العشاء)

ويكره التنفل كالفرض حال مدافعة أحد الأخبثين البول والغائط وكذا الريح ووقت حضور طعام تتوقه نفسه وعند حضور كل مايشغل البال عن استحضار عظمة الله تعالى.

(مراقي الفلاح: ص٧٥، قبيل باب الأذان، المسائل المهمة: ٤/ ٦٧)

طرف مشغول کردینا ہے، اس لیے یہ بھی مکروہ ہوگا(۱)۔

باب صلاة المريض

رقم المتن - ٦٤

إِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيضِ الْقِيَامُ صَلّٰى قَاعِدًا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ أَوْمَىٰ إِيمَاءً وَجَعَلَ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ وَ لَا يَرْفَعُ إِلَى وَجْهِهِ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب بیمار پر کھڑا ہونا مشکل ہو جائے تو وہ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھے اور اگر رکوع وسجدہ بھی نہ کر سکے تو اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ؛ رکوع کے اشارہ سے پست کرے اور چہرے کی طرف کوئی چیز نہ اٹھائے جس پر سجدہ کرے۔

توضيح المسئلة

فرض نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں۔ البتہ مریض کو اللہ رب العزت نے گنجائش دی ہے کہ اگر وہ قیام پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کو اشارہ سے ادا کر کے نماز پڑھے، اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست کرے کیوں کہ اشارہ رکوع وسجدہ کے قائم مقام ہے۔ اس لیے وہ رکوع وسجدہ کا حکم لے لے گا۔ اور سجدہ کرنے کے لیے اپنے چہرہ کی طرف کسی چیز کو اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے محض اشارہ ہی کافی ہے۔

---

(۱) ويكره التنفل ...... مدافعة الأخبثين وحضور طعام تتوقه نفسه ومايشغل البال ويخل بالخشوع.

(نور الإيضاح: ص ٦٠)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١١٩)

کرسی (Chair) پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

اگر مریض قیام پر قادر نہیں لیکن زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ پر قادر ہے تو ایسے شخص کے لیے کرسی (Chair) پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے (۱)۔

طريقة الإنطباق

شریعت مکلّف بندوں کو ان کی طاقت کے مطابق ہی مکلّف بناتی ہے؛ لہٰذا اگر مریض قیام پر قادر نہیں لیکن وہ زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرسکتا ہے تو قیام پر عدمِ قدرت کی وجہ سے اس کے حق میں قیام کی فرضیت ختم ہوجائے گی، لیکن چوں کہ وہ رکوع وسجدہ کی ادائیگی پر قادر ہے اس لیے رکوع وسجدہ کی فرضیت باقی رہے گی، اس لیے رکوع وسجدہ کی ادائیگی اشارہ سے جائز نہیں ہوگی۔ اس لیے ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

---

(١) إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعدا يركع ويسجد فان لم يستطع الركوع والسجود أومى إيماء. (المختصر القدوري: ص٣٢)

وان كان قادرا على القعود يركع ويسجد فصلى بالايماء ولا يجزيه بالاتفاق. (بدائع الصنائع: ١/٥١٤)

قال الشامي بل يظهر لي أنه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذلك، لأنه قادرا على الركوع والسجود حقيقة، ولا يصح الايماء بهما مع القدرة عليهما.

(ردالمحتار: ٢/٧٩٤، باب صلاة المريض، المسائل المهمة: ٤/٦٨)

(٢) إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعدًا يركع ويسجد لقوله عليه السلام لعمران بن حصين =

رقم المسئلة (۱۲۰)

کرسی (Chair) پر نماز پڑھنے والے کا اپنے سامنے میز (Table) رکھنے کا حکم

اگر کوئی مریض ایسا معذور ہو کہ وہ نہ تو قیام پر قادر ہو، اور نہ ہی زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرسکتا ہو، تو ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر محض سر کے اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ودرست ہے، البتہ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے پست کرے۔ اس مریض کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کے لیے میز رکھنا ضروری نہیں ہے، اس کا سجدہ سر کے اشارہ سے ہی ادا ہو جائے گا(۱)؛ لیکن اگر سامنے رکھی ہوئی میز پر سجدہ کرلیا اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست ہو تو بھی سجدہ ادا ہو جائے گا(۲)۔

= صل قائما، فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى الجنب تومي إيماءً ولأن الطاعة بحسب الطاقة.

(الهداية: ۱/ ۱٦۱، باب صلاة المريض)

(۱) إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعدا يركع ويسجدفإن لم يستطع الركوع والسجود، أومى ايماء وجعل السجود أخفض من الركوع ولا يرفع الى وجهه شيئاً يسجد عليه.

(المختصر القدوری: ص۳۳، باب صلوة المريض)

إذا عجز المريض عن القيام صلّى قاعدا يركع ويسجد لقوله عليه الصلاة والسلام لعمران بن حصين: صل قائماً فإن لم تستطع فقاعدًا فإن لم تستطع فعلى الجنب تومي إيماء، ولأن الطاعة بحسب الطاقة، فإن لم تستطع الركوع والسجودأو مايماء يعني قاعداً، لإنه وسع مثله وجعل مسجوده أخفض من ركوعه، لأنه قائم مقامهما فأخذ حكمها، ولا يرفع إلى وجهه شيئًا يسجد عليه لقوله عليه السلام إن قدرت أن تسجدعلى الأرض فاسجد وإلّافأوم برأسك. (الهداية: ۱/ ۱٦۱، باب صلاة المريض)

(۲) ولايرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه فإن فعل وهو يخفض رأسه صح وإلا لا .

(البحرالرائق: ۲/ ۲۰۰، باب صلوة المريض) =

طريقة الإنطباق

اگر کوئی مریض ایسا ہو جو نہ تو قیام پر قادر ہو اور نہ ہی رکوع وسجود پر تو ایسے مریض کے لیے اشارے سے نماز پڑھنا جائز ودرست ہے، کیوں کہ شریعت کسی بھی حکم میں طاقت کے بقدر ہی بندے کو مکلّف بناتی ہے (۱)، اور ایسے مریض کے لیے کرسی پر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہوگا، کیوں کہ کرسی پر بھی بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنے کا معنیٰ متحقق ہو جاتا ہے، البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے پست ہو، کیوں کہ اشارہ رکوع وسجدہ کے قائم مقام ہے، اس لیے وہ رکوع وسجدہ کا حکم لے لے گا (۲)، یعنی جیسے رکوع کی ہیئت بلند ہوتی ہے اور سجدے کی ہیئت پست، ایسے ہی رکوع کا اشارہ بھی بلند اور سجدے کا اشارہ پست ہوگا؛ پس معلوم ہوا کہ سجدہ کرنے کے لیے چہرے کی طرف کسی ایسی چیز کو اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس پر سجدہ کیا جائے کیوں کہ اشارہ جب سجدے کے قائم مقام ٹھہرا تو اشارے سے ہی سجدہ ادا ہو گیا، لیکن اگر وہ سامنے رکھے ہوئے میز پر سجدہ کرے، اور میز رکوع کے اشارہ کی حد سے پست ہو، تو سجدہ ادا ہو جائے گا، کیوں کہ سجدہ پر عدم قدرت کی صورت میں قائم مقام (رکوع وسجدہ کا اشارہ) اپنی شرط (سجدے

= فإن فعل ذلك وهو يخفض رأسه أجزاه لوجود ايماء.

(الهداية: ١ /١٦١، باب صلاة المريض، فتاوى دار العلوم زكريا: ٢/٦٢٦)

(١) إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعدًا يركع ويسجد لقوله عليه السلام لعمران بن حصين صل قائمًا فإن لم يستطع فقاعدًا، فإن لم يستطع فعلى الجنب تومي إيماء، ولأن الطاعة بحسب الطاقة، فإن لم تستطع الركوع والسجود أو ما إيماء يعني قاعدًا لأنه وسع مثله. (الهداية: ١/١٦١، باب صلاة المريض)

(٢) وجعل سجوده أخفض من ركوعه لأنه قائم مقامهما فأخذ حكمهما. (الهداية: ١/١٦١)

کے اشارہ رکوع کے اشارے سے پست ہو) کے ساتھ پایا گیا(۱)۔

رقم المسئلة (۱۲۱)

قیام کے سقوط میں ڈاکٹر (Doctor) کے مشورہ کی شرعی حیثیت

بسا اوقات انسان کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس میں ڈاکٹر کی طرف سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنا ہے، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں ضرر کا اندیشہ ہے، اگر یہ بات غلبۂ ظن کے درجہ میں حاصل ہو جائے کہ واقعی اس مرض میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا باعثِ ضرر ہے، مثلاً خود مریض کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بیماری کے بڑھ جانے کا احساس ہو، یا ڈاکٹر متعلقہ بیماری میں ماہر ہو، اور مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ نماز کی حقیقت کا بھی قائل ہو تو شرعاً ایسے ڈاکٹر کے مشورہ پر مریض عمل کر سکتا ہے اور اس کے لیے ترکِ قیام جائز ہوگا (۲)۔

---

(۱) فإن فعل ذلك وهو يخفض رأسه أجزاه لوجود الإيماء. (الهداية:۱/۱۶۱)

(۲) (إذا عجز المريض) قال ابن الهمام المراد أعم من العجز الحقيقي حتی لو قدر علی القيام، لكن يخاف بسببه ابطاه برء، أو كان يجد ألمًا شديدًا إذا قام جاز له تركه.

(فتح القدير:۲/۳، باب صلاة المريض)

قال أيضا ابن الهمام وتحقق الحرج منوط بزيادة المرض أو ابطاء البرء أو فساد عضو، ثم معرفة ذالك باجتهاد المريض، والإجتهاد غير مجرد الوهم، بل هو غلبة الظن عن أمارة أو تجربة أو باخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق.

(فتح القدير:۲/۳۵۶، فصل في العوارض، كتاب الصوم، فتاوی حقانيه: ۳/۳۳۳)

طريقة الإنطباق

نماز میں قیام کے لیے عذر کا متحقق ہونا ضروری ہے (۱)، اور عذر کے تحقق کا دارومدار غلبۂ ظن پر ہے۔ اب یہ غلبۂ ظن کا معنیٰ کبھی تو خود مریض کے اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے، اور کبھی کسی علامت یا تجربہ سے ایسے ہی یہ معنیٰ ماہر ڈاکٹر کے خبر دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی ماہر ڈاکٹر ترک قیام کی ہدایت کرے تو مریض کے لیے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے قیام کو ترک کر دینا جائز ہوگا (۲)۔

---

(۱) ان تعذر القيام بمرض حدث قبل الصلاة أو فيها صلى قاعدا يركع ويسجد.

(شرح الوقاية: ۱/۱۸۹)

(۲) ثم معرفة ذالك باجتهاد المريض، والإجتهاد غير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن أمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۷، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار)

باب سجود التلاوة

رقم المتن - ٦٥

السُّجُودُ وَاجِبٌ فِيْ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ عَلَى التَّالِيْ وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَصَدَ سِمَاعَ الْقُرْآنِ أَوْ لَمْ يَقْصِدْ.

ترجمہ: سجدۂ تلاوت ان جگہوں (چودہ جگہ) میں واجب ہے، تلاوت کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی خواہ قرآن سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

توضیح المسئلة

پورے قرآن کریم میں کل چودہ مقامات میں آیاتِ سجدہ ہیں(۱)، ان آیتوں کے پڑھنے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے، چاہے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو(۲)؛ کیوں کہ وجوب کا سبب سامع وتالی دونوں کے حق میں تلاوت ہے(۳)۔

---

(۱) واياتها أربع عشرة أية. (نور الأيضاح/١١٤ باب سجود التلاوة)

(۲) والسجود واجب في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أولم يقصد. (المختصر القدوري: ص٣٤)

(۳) سببه التلاوة على التالي والسامع في الصحيح، لأن الأصل في السببية هو التلاوة، و السماع بناء عليه لأنه من المتولدات. (نور الإيضاح مع الحاشية: ص١١٣، باب سجود التلاوة)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۲۲)

ٹی وی (TV) پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم

اگر ٹی وی (TV) پر، پروگرام براہِ راست (Telecast) نشر کیا جائے جیسا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں حرم شریف کی تراویح ٹی وی (TV) پر براہ راست نشر کی جاتی ہے، یعنی ٹی وی پر سنائی دینے والی آواز بعینہٖ حرم کے امام کی ہوتی ہے، تو اس کے ذریعے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا(۱)۔

اور اگر پہلے ویڈیو ریکارڈ (Video Record) کیا جائے، پھر اس ریکارڈ کی ہوئی آواز کو ٹی وی پر نشر کیا جائے تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا(۲)۔

---

(۱) و يجب بسبب تلاوة آية أي أكثرها مع حرف السجدة، فالسبب التلاوة و إن لم يوجد السماع كتلاوة الأصم) والسماع شرط في حق غير التالي. قال الشامي تحت قوله فالسبب التلاوة أي التلاوة الصحيحة وهي الصادرة ممن له أهلية التمييز. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۷۵/۲، باب سجود التلاوة) تجب بأربع عشرة آية...... على من تلا ولو إماما، أو سمع و لو غير قاصد، قال العلامة ابن نجيم المصرى قال في المجتبى لها أحد ثلاثة التلاوة، والسماع والإئتمام.

(البحر الرائق: ۲۱۲/۲، باب سجود التلاوة)

(۲) ولا تجب بسماعها من الطير و الصدى. (نور الإيضاح: ص۱۱٤، باب سجود التلاوة)

ولا تجب بسماعه من الصدى والطير قال الشامي تحت قوله. (من الصدى) هو ما يجيبك مثل صوتك في الجبال والصحاري و نحوهما كما في الصحاح وتحت قوله (والطير) هو الأصح.

الدرالمختار مع رد المحتار: ۵۸۳/۲، الفتاوى الهندية: ۱۳۲/۱، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱۳۵/۱)

رقم المسئلة (١٢٣)

ٹیپ ریکارڈ(Tape Record)اور ریڈیو(Radio) پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت کا حکم

ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۱)؛ البتہ اگر قاری براہ راست ریڈیو پر آیت سجدہ کو تلاوت کرے تو سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (١٢٤)

گاڑی میں آڈیو(Audio) کے ذریعہ آیتِ سجدہ کے سننے کا حکم

اگر کوئی شخص گاڑی چلاتے ہوئے قران کریم کی تلاوت آڈیو(Audio) سی ڈی(CD) یا پین ڈرائیو(Pan drive) وغیرہ کے ذریعہ سن رہا ہو، اور اس میں آیت

---

(١) ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار ...... وان سمعها من الصدى لاتجب عليه.

(الفتاوى الهندية: ١/ ١٣٢)

ولاتجب بسماعها من الطير والصدى.

(نورالإيضاح :ص ١١٤، البحرالرائق ٢/ ٢١١، باب سجود التلاوة)

(٢) ويجب بسبب تلاوة آية أي أكثرها مع حرف السجدة، فالسبب التلاوة وإن لم يوجد السماع كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالي، قال الشامي تحت قوله (فالسبب التلاوة) أي التلاوة الصحيحة وهي الصادرة ممن له أهلية التميز.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ٢/ ٥٧٥، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/ ١٣٧)

سجدہ سن لے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

سامع پر سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لیے اصلِ تلاوت یعنی تلاوتِ صحیحہ کا سماع ضروری ہے(۲)، نقل یا عکس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا(۳)، اور تلاوت صحیحہ عقل و تمیز سے وجود میں آتی ہے(۴)، اس لیے اگر تلاوت کو کسی آلہ مثلاً: کیسٹ (Cassete) سی ڈی (CD) یا ٹیپ ریکارڈ (Tape record) وغیرہ میں محفوظ کرلیا جائے، پھر وہ تلاوت ریڈیو یا ٹی وی پر نشر کی جارہی ہو تو سامع پر سجدہ واجب نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ان آلات سے آنے والی آواز ناقلِ محض ہے، تلاوت صحیحہ کے حکم میں نہیں ہے، ہاں اگر قاری تلاوت کرے اور اس کی تلاوت ٹی وی یا ریڈیو پر براہ راست نشر (Telecast) کی جارہی ہو، تو چوں کہ یہ آواز بعینہٖ قاری کی ہی ہے جس میں عقل وتمیز کا معنی موجود ہے اس لیے یہ آواز تلاوت صحیحہ کے حکم میں ہوگی اور اس کی سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

---

(۱) لا تجب بسماعه من الصدى والطير. (الدر المختار: ٢/٥٨٣)

ولاتجب إذا سمعها من طير هو المختار. وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه كذا في الخلاصة.

(الفتاوى الهندية: ١/١٣٢، الباب الثالث في سجود التلاوة،

البحر الرائق: ١/ ٢١١، باب سجود التلاوة، المسائل المهمة: ٧/٦١)

(٢) قال الشامي السبب تلاوة صحيحة. (رد المحتار: ٢/٥٨١ باب سجود التلاوة)

(٣) لاتجب بسماعها من الطير والصدى. (نورالإيضاح: ص١١٤)

(٤) قال في الفتح لكن ذكر شيخ الإسلام أنه لا يجب بالسماع من مجنون أو نائم أو طير لأن السبب سماع تلاوة صحيحة وصحتها بالتمييز ولم يوجد وهذا التعليل يفيد التفصيل في الصبي فليكن هو المعتبر ان كان مميزا وجب بالسماع منه وإلا فلا. (ردالمحتار: ٢/٥٨١، باب سجود التلاوة)

رقم المسئلة (۱۲۵)

آیتِ سجدہ ٹائپ (Type) یا کمپوز (Compose) کرنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم

آیتِ سجدہ ٹائپ کرنے والے (Type writer) پر اسی طرح کمپوزنگ کرنے والے (Composer) پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا (۱)؛ مگر یہ کہ وہ آیت سجدہ زبان سے پڑھے تو اس صورت میں سجدۂ تلاوت لازم ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے کہ سجدۂ تلاوت کے وجوب کا مدار پڑھنے یا سننے پر ہے جس کا تعلق صوت (آواز) سے ہے (۳)، اور کتابت میں کوئی آواز نہیں ہوتی جسے پڑھا یا سنا جا سکے اسی لیے آیتِ سجدہ کو ٹائپ کرنے والے اور کمپوز کرنے والے پر سجدۂ تلاوت

---

(۱) ولا تجب السجدة بكتابة القرآن كذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۳۳)

يجب بسبب تلاوة قال الشامي احترز عما لو كتبها أو تهجاها فلا سجود عليه.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ۲/ ۵۷۵)

وفي إضافة السجود إلى التلاوة إشارة إلى أنه إذا اكتبها أو تهجاها لا يجب عليه سجود.

(البحر الرائق: ۲/ ۲۰۹)

(۲) يجب بسبب تلاوة ...... بشرط سماعها فالسبب التلاوة والسماع.

(الدرالمختار: ۲/ ۵۷۵، جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۷۱، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/ ۱۳۶)

(۳) يجب بسبب تلاوة آية ...... بشرط سماعها فالسبب التلاوة، وإن لم يوجد السماع كتلاوة الاصم والسماع شرط في حق غير التالي. (الدرالمختار: ۲/ ۵۷۵)

واجب نہیں ہے کیوں کہ ٹائپ کرنا یا کمپوز کرنا فعلِ کتابت ہے، اور کتابت سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے(۱)۔



باب صلاة المسافر

﴿سفرِ شرعی کی مسافت﴾

رقم المتن - ٦٦

السَّفَرُ الَّذِي يَتَغَيَّرُ بِهِ الْأَحْكَامُ هُوَ أَنْ يَقْصِدَ الْإِنْسَانُ مَوْضِعًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَقْصِدِ مَسِيرَةُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ بِسَيْرِ الْإِبِلِ وَمَشْيِ الْأَقْدَامِ.

ترجمہ: وہ سفر جس سے احکام بدل جاتے ہیں یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ کا ارادہ کرے کہ اس کے اور اس جگہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو اونٹ یا پیدل کی رفتار سے۔

توضيح المسئلة

صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ جس سفر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں وہ سفر یہ ہے کہ انسان تین دن تین رات چلنے کا ارادہ کرے، چال کے اندر معتدل رفتار ہو، مثلاً اونٹ کی چال معتبر ہے یا پیدل۔ متن کی عبارت میں ایام (دن) سے مراد سب سے چھوٹا دن ہے(۲)، جیسے ہمارے ملک ہندوستان میں سردی کے دن ہوتے ہیں، اسی طرح چوبیس

(۱) ولا تجب السجدة بكتابة القرآن كذا في فتاوى قاضي خان. (الفتاوى الهندية: ١/١٣٣)

(۲) أقل سفر تتغير به الأحكام مسيرة ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة بسير وسط مع الإستراحات.

(نور الإيضاح: ص ١٠١، باب صلاة المسافر)

گھنٹے چلتے رہنا مراد نہیں ہے بل کہ ہر دن صبح سے زوال تک ہر منزل پر پہنچ کر آرام کرے، تین دن تین رات میں جو مسافت طے ہو وہ مسافت سفر ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٢٦)

کلومیٹر (Kilo metter) کے اعتبار سے مسافت قصر کی مقدار

حنفیہ کا معروف مذہب تو یہی ہے کہ مسافر ہونے کے لیے کوئی مخصوص زمینی مسافت متعین نہیں ہے، بل کہ اوسط رفتار سے تین دن ورات میں جتنی دور کا سفر کیا جا سکے کم سے کم اتنی دور کے سفر سے انسان شرعاً مسافر ہو جاتا ہے(۲)، راستہ کی ہمواری و ناہمواری کے اعتبار سے یہ مسافت مختلف بھی ہوسکتی ہے(۳)، لیکن عوام خود اس مسافت کی مقدار کو متعین نہیں کرسکتی، اسی لیے فقہائے کرام نے عوام کی آسانی کے لیے اس مسافت کی

---

(١) قال الشامي تحت قوله (مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) المراد بالأيام النهار لأن الليل للإستراحة فلا يعتبر. (٦٠١/٢، باب صلاة المسافر)

المراد باليوم النهار دون الليل للإستراحة فلا يعتبر، والمراد ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة، و هل يشترط سفر كل يوم إلى الليل اختلفوا فيه والصحيح أنه لا يشترط حتى لو بكر في اليوم الأول، و مشي إلى الزوال ثم في اليوم الثاني كذلك، ثم في اليوم الثالث كذلك. (البحر الرائق: ٢٢٧/٢، باب صلاة المسافر)

(٢) السفر الذي يتغير به الأحكام أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بسير الإبل ومشي الأقدام...... السير المذكور هو الوسط وعن أبي حنيفة التقدير بالمراحل وهو قريب من الأول ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح. (الهداية:١/١٦٥، باب صلاة المسافر)

(٣) قال الشامي تحت قوله (ولا إعتبار بالفراسخ على المذهب) إن الفراسخ تختلف بإختلاف الطريق في السهل والجبل والبر والبحر. (ردالمحتار:٦٠٢/٢)

تعیین کی ہے؛ چناں چہ صحابہؓ سے لے کر متاخرین فقہا تک کل چار اقوال ہیں، جن کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے:

(الف) 21 فرسخ جس میں 63 میل شرعی ہوتے ہیں۔

(ب) 18 فرسخ جس میں 54 میل شرعی ہوتے ہیں۔

(ج) 15 فرسخ جس میں 45 میل شرعی ہوتے ہیں (۱)۔

(د) 16 فرسخ جس میں 48 میل شرعی ہوتے ہیں (۲)۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ایک فرسخ تین میل کے برابر ہے، اور میل سے میل شرعی مراد ہے جو چار ہزار ہاتھ کے برابر ہے (۳)، میل انگریزی مراد نہیں، اس اعتبار سے

---

(۱) قال الشامي ثم اختلفوا فقيل أحد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسه عشر. (ردالمحتار:۲/۶۰۲)

ولم يعتبر بعض مشايخنا الفراسخ وفي السغناقي وهو الصحيح، وعامة مشايخنا قدروها بالفراسخ أيضا واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحدو عشرون فرسخا، وبعضهم قالوا ثمانية عشر، و بعضهم قالوا خمسة عشر. (الفتاوى التاتارخانية :۲/۴۹۰، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

(۲) كان ابن عمر وا بن عباس يقصران ويفطران في أربعة برد و هو ستة عشر فرسخا.

(الصحيح للبخارى:۱/۱۴۷، أبواب تقصير الصلاة)

عن نافع عن سالم أن ابن عمر رضي الله عنه خرج إلى أرض له بذات النصب فقصر وهي ستة عشر فرسخا. (المصنف لابن أبي شيبة :۵/۳۵۷، الرقم: ۸۲۲۰)

ولكن جمهور الفقهاء قدروها باعتبار المكان بأربعة برد وهو ثمانية وأربعون ميلاً إستنادًا إلى بعض الآثار.

(الموسوعة الفقهية :۳۶/۳۴۷)

(۳) قال الشامي تحت قوله (ولا إعتبار بالفراسخ) الفرسخ ثلاثة أميال، والميل أربعة آلاف ذراع.

(ردالمحتار: ۲ /۶۰۲)

ایک میل شرعی 2000 گز= 1828 میٹر 80 سینٹی میٹر کا ہوا (۱)۔ اس حساب سے 63 میل شرعی میں 115 کلومیٹر 214 میٹر 40 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 54 میل شرعی میں 98 کلومیٹر 755 میٹر 20 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 48 میل شرعی میں 87 کلومیٹر 782 میٹر 40 سینٹی میٹر ہوں گے۔

اور 45 میل شرعی میں 82 کلومیٹر 296 میٹر ہوں گے۔

فقہائے کرام کے ان اقوالِ اربعہ میں سے قول ثانی 18 فرسخ والے قول کو بعض فقہا نے مفتی بہ بتلایا ہے (۲)، اور ائمہ خوارزم نے قول رابع 15 فرسخ والے قول کو

---

(۱) إيضاح المسائل:ص ۷۰

(۲) قال الشامي ثم اختلفوا فقيل أحد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر والفتوى على الثاني لأنه الأوسط. (ردالمحتار : ۶۰۲/۲)

قال المرغيناني وعامة المشايخ قدروها بالفراسخ، فقيل أحد وعشرون فرسخا وقيل ثمانية عشر فرسخا، قال المرغيناني وعليه الفتوى و قال العتابي في جوامع الفقه وهو المختار.

(حلبی کبیر: ص ۵۳۵، فصل في صلاة المسافر)

وعامة مشايخنا قدروها بالفراسخ أيضا، واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحد وعشرون فرسخا، و بعضهم قالوا ثمانية عشر، وبعضهم قالوا خمسة عشر، و الفتوى على ثمانية عشر، لأنها أوسط الأعداد.

(الفتاوى التاتارخانية: ۴۹۰/۲، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

وعامة مشايخنا قدره بالفراسخ أيضا واختلفوا فيما بينهم بعضهم قالوا أحد وعشرون فرسخا، وبعضهم قالوا ثمانية عشر فرسخا، أدنى مدة السفر ثمانية عشر فرسخا، و بعضهم قالوا خمسة عشر فرسخا، والفتوى على ثمانية عشر لأنها أوسط الأعداد.

(المحيط البرهاني: ۳۸۵/۲، الفصل الثاني والعشرون في صلاة السفر)

مفتی بہ اور راجح قرار دیا ہے(۱)، یہی قولِ رابع (۱۵رفرسخ) اقوالِ اربعہ میں سے سب سے کم مسافت کا ہے، جو کہ کلومیٹر کے اعتبار سے 82 کلومیٹر 296 میٹر کا ہوتا ہے، اس سے کم مسافت پر قصر کے بارے میں متقدمین ومتاخرین فقہا میں سے کسی کا کوئی قول نہیں ملتا ہے، اس سفر شرعی کی مسافت 82 کلومیٹر 296 میٹر ہونی چاہیے؛ البتہ ہمارے بعض بزرگوں نے 48 میل انگریزی کا اعتبار کیا ہے جس میں 77 کلومیٹر 248 میٹر 51 سینٹی 2 ملی میٹر ہوتے ہیں۔

طريقة الإنطباق

سفر شرعی کے لیے حنفیہ کے یہاں ظاہر مذہب میں مسافت قصر کا مدار فراسخ اور میلوں پر نہیں (۲)، بل کہ تین دن ورات میں معتاد طریقہ پر جتنی مسافت پیدل یا جانور سے قطع کی جاسکے اس پر قصر کا مدار ہے(۳)، اب تین دن معتاد طریقہ سے چلنے سے مسافت کی مقدار کیا ہوگی، اس میں فقہائے متاخرین کے چار اقوال ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

---

(۱) قال الشامي: ثم اختلفوا فقيل أحد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر، والفتوى على الثاني، لأنه الأوسط، و في المجتبى فتوى أئمة خوارزم على الثالث. (ردالمحتار:۲/۶۰۲)

وفي النهاية الفتوى على إعتبار ثمانية عشر فرسخا وفي المجتبى فتوى أكثر أئمة خوارزم على خمسة عشر فرسخا. (البحر الرائق: ۲/۲۲۸، كتاب الفتاوى:۲/۴۷۶،

فتاوى قاسميه: ۸/۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، كتاب النوازل:۵/۳۹۳)

(۲) ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب لأن المذكور في ظاهر الرواية اعتبار ثلاثة أيام كما في الحلية و قال في الهداية هو الصحيح احتراز عن قول عامة المشايخ من تقديرها بالفراسخ.(ردالمحتار: ۲/۶۰۲)

(۳) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعا بينه و بين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشي الأقدام. (المختصر القدوري: ص ۳۴)

(الف) ۲۱ر فرسخ = ۶۳ ر میلِ شرعی = ۱۱۵ ر کلومیٹر ۲۱۴ ر میٹر ۴۰ ر سینٹی میٹر۔

(ب) ۱۸ ر فرسخ = ۵۴ ر میلِ شرعی = ۹۸ ر کلومیٹر ۷۵۵ ر میٹر ۲۰ ر سینٹی میٹر۔

(ج) ۱۵ ر فرسخ = ۴۵ ر میلِ شرعی = ۸۲ ر کلومیٹر ۲۹۶ ر میٹر (۱)۔

(د) ۱۶ ر فرسخ = ۴۸ ر میلِ شرعی = ۸۷ ر کلومیٹر ۷۸۲ ر میٹر ۴۰ ر سینٹی میٹر (۲)۔

اور ہمارے بعض اکابرینِ دیوبند نے اس مسافت میں ۴۸ ر میل انگریزی کا اعتبار فرمایا ہے۔ اور ایک انگریزی میل = ۱۷۶۰ ر گز = ۱ ر کلومیٹر ۶۰۹ ر میٹر ۳۴ ر سینٹی میٹر ۴ ر ملی میٹر کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۴۸ ر میل انگریزی = ۷۷ ر کلومیٹر ۲۴۸ ر میٹر ۵۱ ر سینٹی میٹر ۲ ر ملی میٹر کا ہوگا (۳)۔

سوال: اوپر ذکر کردہ اقوالِ اربعہ میں سب سے کم مسافت والا قول ۱۵ ر فرسخ والا ہے جو ۴۵ ر میل شرعی = ۸۲ ر کلومیٹر ۲۹۶ ر میٹر ہے، اور ہمارے اکابرین سے منقول قول ۴۸ ر میل انگریزی ہے، جو ۷۷ ر کلومیٹر ۲۴۸ ر میٹر ۵۱ ر سینٹی میٹر ۲ ر ملی میٹر ہے۔ ان دونوں کے درمیان تقریباً ۵ ر کلومیٹر کا فرق ہے۔ اب ایک بڑا سوال یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے مسافت قصر میں کون سا قول معتبر ہے؟

جواب: مسافت قصر کے سلسلے میں میل انگریزی کے بجائے میل شرعی پر عمل کرنا بچند وجوہ بہتر ہے۔

---

(۱) رد المحتار: ۲/ ۶۰۲، کما تقدم تخریجه.

(۲) الصحيح البخاري: ۱/ ۱۴۷، أبواب تقصير الصلاة، المصنف لابن أبي شيبة: ۵/ ۳۵۷، الموسوعة الفقهيه: ۳۶/ ۳۴۷، کما تقدم تخريجه.

(۳) إيضاح المسائل: ص ۷۰

وجہ اول: حضرات فقہا کے استنباط کردہ راجح قول پر عمل کرنا لازم ہے(۱)، اور 82 کلومیٹر 296 میٹر سے کم مسافت پر قصر کے بارے میں متقدمین و متاخرین فقہا میں سے کسی کا کوئی قول نہیں ملتا، اور اسی پر ائمہ خوارزم نے فتویٰ دیا ہے، جب کہ 48 میل انگریزی 77 کلومیٹر 248 میٹر 51 سینٹی میٹر 2 ملی میٹر کی کوئی اصل کتبِ فقہ میں نہیں ملتی۔

وجہ ثانی: شریعتِ مطہرہ میں جہاں اوزان وغیرہ کی بات آتی ہے وہاں شرعی اوزان کا اعتبار ہوتا ہے عرفی اوزان کا نہیں۔ اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں ایک تولہ عرفی ۱۰/گرام کا ہوتا ہے، اور شرعی تولہ ۱۱/گرام ۶۶/ملی گرام کا ہوتا ہے، فقہائے کرام نے باب زکاۃ وغیرہ میں شرعی تولہ کا ہی اعتبار کیا ہے(۲)، عرفی تولہ کا نہیں، ایسے ہی یہاں بھی شرعی میل کا اعتبار کرنا چاہیے نہ کہ انگریزی میل کا۔

وجہ ثالث: احتیاط اسی میں ہے کہ میل انگریزی کے بجائے میل شرعی کے اعتبار سے مسافتِ سفر کا تعین کیا جائے، اور اس بارے فقہائے کرام کا کم سے کم قول ۱۵/فرسخ = ۴۵/میل شرعی کا ہے، جس کے اعتبار سے ۸۲/کلومیٹر ۲۸۶/میٹر سے کم میں قصر کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ میل انگریزی' میل شرعی سے تقریباً ۵/کلومیٹر کم ہے۔ اور نماز کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اسی لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ قصر کی اجازت کم مسافت

---

(۱) قال الشامي: اعلم أنّ الواجب اتباع ما☆ ترجيحه عن أهله قد علما

أو كان ظاهر الرواية ولم ☆ يرجحوا خلاف ذالك فاعلم

أي أن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه فلا يجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح. (عقود رسم المفتي: ص ٤٤، الإفتاء بغير الراجح حرام)

(۲) تحفة الألمعي: ۲/۵۳۷

(میل انگریزی) کے بجائے زیادہ مسافت (میل شرعی) پر ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ میل انگریزی کو چھوڑ کر شرعی میل پر عمل کیا جائے؛ تاہم یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے، اس لیے اکابر کی رائے کو بالکل غلط بھی نہیں کہا جاسکتا ہے(۱)۔

رقم المسئلة (۱۲۷)

سفر میں منزل مقصود کے دو راستے ہوں ایک سفر شرعی سے کم اور دوسرا برابر یا زیادہ ہو

اگر کسی مقام کی مسافت ریل (Rail) یا بس (Bus) سے سفر کرنے میں مختلف ہو، یعنی بس کے ذریعہ مسافت شرعی (جس کے متعلق ہمارے علما کا اختلاف ہے کہ بعض نے 48 میل شرعی 87 کلومیٹر 782 میٹر 40 سینٹی میٹر، اور بعض نے 45 میل شرعی 82 کلومیٹر 296 میٹر کہا ہے(۲)، اور بعض نے 48 میل انگریزی 77 کلومیٹر 51 سینٹی میٹر 2 ملی میٹر (یعنی تقریباً سوا ستہتر (77.25 km) کلومیٹر کہا ہے) سے کم ہو، اور ریل کے ذریعہ مسافت شرعی کے بقدر یا اس سے زائد ہو، یا اس کے برعکس ہو تو جس راہ سے سفر کیا جائے گا، قصر و اتمام میں اسی کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر مسافر مسافت شرعی والا راستہ اختیار کرے گا تو مسافر

---

(۱) الإحتياط في حقوق الله تعالى جائز و في حقوق العباد لايجوز.

(قواعد الفقه :ص ٥٤، كتاب النوازل:٣٩٣/٥)

(۲) قال الشامي: ثم اختلفوا فقيل أحد وعشرون، و قيل ثمانية عشر، و قيل خمسة عشر، و الفتوى على الثاني، لأنه الأوسط وفي المجتبى فتوى أئمة خوارزم على الثالث ...... و الفرسخ ثلاثة أميال.

(رد المحتار:٦٠٢/٢)

ہوگا، اور مسافت شرعی سے کم مسافت والا راستہ اختیار کرے گا تو مسافر نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

سفر شرعی کے لیے مسافت شرعی کا قصد ضروری ہے(۲)، اور مسافتِ سفر میں اس راستہ کا اعتبار ہوتا ہے جس پر مسافر سفر کرتا ہے(۳)، یعنی اگر کسی مقام تک پہنچنے کے لیے دو راستے ہوں، ایک راستے سے مسافر ہوتا ہو، دوسرے سے نہ ہوتا ہو، تو جس راستے سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا، اگر لمبے راستہ سے سفر کرے گا تو مسافتِ شرعی کے پائے جانے کی وجہ سے مسافر ہوگا، اور اگر لمبے راستہ کو چھوڑ کر مسافتِ شرعی سے کم والے راستہ سے سفر کرے گا تو مسافر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مسافتِ شرعی کا قصد نہیں پایا گیا(۴)۔

---

(۱) ولو لموضع طريقان: أحدهما مدة السفر ولآخر أقل قصر في الأول لا الثاني.

(الدر المختار: ۶۰۳/۲)

فإذا قصد بلدة و إلى مقصده طريقان: أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، والآخر دونها، فسلك الطريق الأبعد كان مسافرا عندنا فكذا في فتاوى قاضي خان.

(الفتاوى الهندية: ۱۳۸/۱، جديد فقهى مسائل: ۱۴۳/۱،

فتاوى حقانيه: ۳۵۳/۳، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱۳۸/۱)

(۲) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعا بينه و بين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشي الأقدام. (المختصر القدوري: ص۳۵)

(۳) فالحاصل أن تعتبر المدة من أي الطريق أخذ فيه. (البحر الرائق: ۲۲۹/۲)

(۴) الحكم يدور مع علته عدما و وجودا. (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۵/۵)

رقم المسئلة (۱۲۸)

قسطوں میں سفر طے کر کے مسافتِ شرعیہ کو پورا کرنے والا شخص نماز میں قصر کرے گا یا اتمام؟

بسا اوقات تاجر حضرات مختلف شہروں کا سفر کرتے ہیں جو مجموعی اعتبار سے مسافتِ شرعیہ یا اس سے زائد ہوتی ہے، ایسی صورت میں قصر واتمام کا حکم لگانے کے لیے یہ دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شخص اپنے وطن اصلی سے ہی مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ بنا کر نکلا ہے جس کی مجموعی مقدار مسافتِ شرعی یا اس سے زائد ہو تو یہ شخص مسافر ہوگا، اور اس پر قصر لازم ہوگا(۱)؛ لیکن اگر وہ اپنے وطن اصلی سے صرف ایک ایسی بستی کے سفر کا ارادہ کرتا ہے جو مسافتِ شرعی سے کم ہے، پھر وہاں سے دوسری بستی کا ارادہ ہوگیا، اور وہ بھی مسافتِ شرعی سے کم ہے اور یہ سلسلہ دراز ہوگیا، تو یہ شخص مسافر نہیں ہوگا، اور اس پر اتمام لازم ہوگی (۲)۔

---

(۱) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعا بينه و بين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشي الأقدام. (المختصر القدوري: ص۳٤)

قال التمرتاشي من خرج من عمارة موضع إقامة قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الإستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوبًا. (ردالمحتار: ۲/۵۹۹، باب صلاة المسافر)

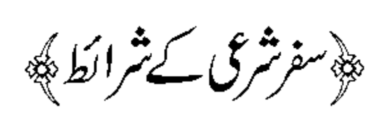
(۲) و أما الثاني فهو أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام فلو طاف الدنيا من غير قصد إلى قطع مسيرة ثلاثة أيام لايترخص. (البحرالرائق: ۲/۲۲٦)

ومن طاف الدنيا بلاقصد لم يقصر، قال الشامي بأن قصد بلدة بينه و بينها يومان للإقامة بها فلما بلغها بداله أن يذهب إلى بلدة بينه و بينها يومان وهلم جرًا. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/٦۰۱)

طريقة الإنطباق

سفرِ شرعی کے لیے مسافت سفر کا قصد وارادہ ضروری ہے(۱)، اس کے بغیر آدمی مسافر نہیں ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے وطن سے ہی مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ بنا کر نکلتا ہے جس کی مجموعی مقدار مسافتِ شرعی کی مقدار کے برابر ہو، یا اس سے زائد، تو وہ مسافر ہو جائے گا؛ کیوں کہ مسافتِ شرعی کا قصد پایا گیا۔

اور اگر وطن سے نکلتے وقت مسافت شرعی سے کم پر کسی بستی کے سفر کا ارادہ کر کے نکلا اور وہاں پہنچنے کے بعد اس نے پھر دوسری ایسی ہی بستی کا قصد کیا جو مسافت شرعی سے کم ہے، اور یہ سلسلہ دراز ہو گیا، تو یہ شخص مسافر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ سفر کا قصد تو پایا گیا لیکن مسافتِ شرعی کا قصد نہیں پایا گیا۔



رقم المتن - ٦٧

وَمَنْ خَرَجَ مُسَافِرًا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ إِذَا فَارَقَ بُيُوتَ الْمِصْرِ.

ترجمہ: اور جو مسافر بن کر نکلے تو اس وقت دو رکعت نماز پڑھنا شروع کرے گا جب شہر کے گھروں سے جدا ہو جائے۔

---

(١) السفر الذي يتغير به الأحكام هو أن يقصد الإنسان موضعا بينه و بين المقصد مسيرة ثلاثة أيام بسير الإبل ومشي الأقدام. (المختصر القدوري: ص ٣٤)

توضيح المسئلة

مذکورہ بالاعبارت میں مصنفؒ شرعی طور پر مسافر بننے کی شرط ذکر کررہے ہیں، اور وہ دو ہیں:

(الف) مسافت شرعی کا قصد وارادہ ہو۔

(ب) مسافت شرعی کے ارادہ کے ساتھ یہ شخص شہر کی آبادی سے یا فنائے شہر سے آگے نکل گیا ہو، جب یہ دونوں شرطیں پائی جائے گی تو یہ شخص مسافر شرعی ہوگا، اور نمازوں میں قصر کرے گا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٢٩)

بڑے شہروں (Big cities) میں مسافت سفر کی ابتدا

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین اور فقہائے متقدمین ومتاخرین کے زمانہ میں جو شہر ہوا کرتے تھے وہ بہت بڑے نہیں ہوا کرتے تھے؛ بل کہ بڑے سے بڑا شہر اس طرح ہوتا تھا کہ اس شہر کے تمام باشندے شہر کے ہر حصہ سے مانوس ہوا کرتے تھے، اور بڑے سے

---

(١) فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر ولو كان عاصيا بسفره إذا جاوزا بيوت مقامه وجاوز أيضا ما اتصل به فنائه. (نور الإيضاح:ص ١٠١)

من خرج من عمارة موضع إقامته ميسرة ثلاثة أيام ولياليها، صلى الفرض الرباعي ركعتين، قال الشامي أشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر، وهو ماحول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر. (الدرالمختار مع ردالمحتار:٢/٥٩٩، باب صلاة المسافر)

بڑا شہر ۲۵/۳۰ رکلومیٹر کے طول وعرض سے زیادہ پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا، لیکن آج کے دور میں ایسے شہر بھی وجود میں آگئے ہیں جنہوں نے آزو بازو کے کئی شہر اور کئی ضلعوں کو اتصال آبادی کے ذریعہ سے اپنے اندر داخل کرلیا ہے، اور شریعت میں سفر کی بنیاد پر بعض سہولتیں دی گئی ہیں، ان کا تعلق ایک خاص مسافت کے سفر سے ہے ان ہی سہولتوں میں نماز میں قصر (۱)، اور روزہ نہ رکھنے کا اختیار بھی شامل ہے (۲)، یہ مسافت علمائے ہند کے مشہور نقطۂ نظر کے مطابق ۴۸ رمیل کی ہے، اس بات پر بھی تقریباً اتفاق ہے کہ ان سہولتوں کا فائدہ عملاً شہر کی آبادی اور شہر کے متعلقات سے باہر نکلنے کے بعد ہی اٹھایا جاسکتا ہے (۳)، اس پس منظر میں یہ بات اہمیت اختیار کر گئی ہے کہ:

(الف) اگر ایک شخص اپنے گھر سے ۴۸ رمیل کا راستہ طے کرلے؛ لیکن ابھی وہ شہر میں ہی ہو، شہر کی حدود سے باہر نکلنے کی نوبت نہیں آئی ہو، تو کیا اس پر مسافر کے احکام

(۱) وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة. (النساء: ۱۰۱)

(۲) فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر. (البقرة: ۱۸۴)

وله رخص تدوم كالقصر في الصلاة والإفطار في الصوم. (شرح الوقاية: ۱/۱۹۴ باب صلاة المسافر)

(۳) ومن خرج مسافرا صلّى ركعتين إذا فارق بيوت المصر.

(المختصر القدوري: ص ۳۵ باب صلاة المسافر)

فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر ولو كان عاصيا بسفره إذا جاوز بيوت مقامه، وجاوز أيضا ما اتصل به من فنائه. (نور الإيضاح: ص ۱۰۱)

من خرج من عمارة موضع إقامته قاصرا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، قال الشامي وأشار إلى أنه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربض المصر وهو ماحول المدينة من بيوت ومساكن، فإنه في حكم المصر. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/۵۹۶، باب صلاة المسافر)

جاری ہوں گے، اور وہ نماز میں قصر کرے گا۔ یہ سوال اس وجہ سے ہوا کہ ایک طرف تو وہ شخص مسافت شرعی (۴۸ر میل) کی مسافت طے کر چکا ہے؛ لیکن مسافر بننے کی دوسری شرط (اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلنا) نہیں پائی گئی۔

(ب) اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ر میل کے فاصلہ پر نہ ہو؛ لیکن اس کے گھر کے پاس سے ۴۸ر میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو وہ قصر کرے گا یا اتمام؟

یہ سوالات اس لیے خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں کہ حنفیہ اور بعض فقہا کے نزدیک مسافر کے لیے قصر کا حکم بطور عزیمت کے ہے نہ کہ بطور رخصت کے اور قصر واجب ہے نہ کہ محض جائز (۱)۔

مذکورہ بالا سوالات کے سلسلے میں فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ مندرجۂ ذیل ہے:

سوال اول کا جواب:

جو آدمی اپنے گھر سے اپنے شہر کے اندر ہی کسی مقام پر جانے کے لیے نکلے تو خواہ وہ کتنی ہی لمبی مسافت طے کرے، اگر اس کا ارادہ شہر کے اندر ہی اندر رہنے کا ہے تو وہ شرعاً مسافر شمار نہیں کیا جائے گا، اور اس کے لیے سفر کی وہ رخصتیں نہیں ہوں گی جو مسافتِ شرعی کے سفر سے متعلق ہیں (۲)۔

---

(۱) والقصر عزيمة عندنا. (نور الإيضاح: ص۱۰۲، باب صلاة المسافر)

(۲) قد تقدم تخريجه الآن.

سوالِ ثانی کا جواب:

جو آدمی آبادی وشہر سے باہر سفر کے ارادہ سے نکلے وہی شرعاً نماز میں قصر اور رمضان المبارک میں روزہ افطار کی اجازت کے مسئلے میں مسافر ہوگا، اب چھوٹے شہروں میں تو مسافت شرعی کا حساب اس جگہ سے ہوگا جہاں شہر ختم ہوا ہے، یعنی شہر ختم ہونے کے بعد ۴۸ رمیل کا سفر کیا جائے تبھی وہ مسافر ہوگا (۱)۔

اور بڑے شہروں میں جن کی آبادی مسافتِ شرعی سے زائد میلوں تک پھیل گئی ہے، مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا؟ اس میں دونقاط نظر ہیں، زیادہ حضرات کی رائے ہے کہ جہاں شہر ختم ہوتا ہے، وہیں سے ۴۸ رمیل کی مسافت شمار کی جائے گی (۲)،

---

(۱) وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها، فيتعلق السفر بالخروج عنها، وفيه الأثر عن علي لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا. (الهدايه: ۱/ ۱٦٦، باب صلوة المسافر)

(۲) روى أبو يعلى بسنده عن أبي هريرة قال سافرت مع رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم مع أبي بكر و عمر كلهم، صلى حين يخرج من المدينة إلى أن يرجع إليها ركعتين في السير، و المقام بمكة، قال العلامة ظفر العثماني ففيه دلالة ظاهرة على معنى الباب، أن القصر ابتدائه من حين يخرج المسافر من بلده، والخروج من البلد، إنما يتحقق بمفارقة بيوته وعمرانه.

(إعلاء السنن: ۷/ ۲۹۵، باب القصر إذا فارق البيوت، الرقم: ۱۹۹٤)

واختلفوا فيما قبل الخروج عن البيوت فذهب الجمهور أنه لا بد من مفارقة جميع البيوت، وذهب بعض الكوفيين إلى أنه إذا أراد السفر يصلي ركعتين، ولو كان في منزله، ومنهم من قال إذا ركب قصر إن شاء ورجع ابن المنذر بأنهم اتفقوا على أنه يقصر إذا فارق البيوت.

(فتح الباري: ۲/ ۷۳۵، باب يقصر إذا خرج من موضعه)

وإذا فارق المسافر بيوت المصر صلى ركعتين، لأن الإقامة تتعلق بدخولها فيتعلق السفر بالخروج عنها، وفيه الأثر عن عليؓ لو جاوزنا هذا الخص لقصرنا. (الهداية: ۱/ ۱٦٦)

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس محلّہ سے سفر شروع ہوا ہے وہیں سے مسافت کا شمار ہوگا (۱)، البتہ سبھوں کا اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا، اور اسی طرح واپس ہوتے وقت شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے تک ہی قصر کرنا درست ہوگا۔

طريقة الإنطباق

ماتنِ قدوری نے مسافر شرعی کے لیے دو شرطوں کا ذکر کیا ہے، ایک مسافت شرعی کا قصد وارادہ ہو جیسا کہ عبارت ہے "ومن خرج مسافرًا" دوسری شرط شہر یا شہر کے متعلقات سے باہر نکل جائے جیسا کہ عبارت ہے "إذا فارق بيوت المصر" اب ایسے بڑے شہر جو مسافت شرعی یا اس سے بھی زائد مسافت پر پھیلے ہوئے ہوں جیسے ممبئی، دہلی، کلکتہ وغیرہ، ان میں اگر کوئی شخص ایک کنارے سے دوسرے کنارہ کا سفر کرے تو وہ شخص مسافر نہیں ہوگا، کیوں کہ سفر شرعی کے لیے دوسری شرط (شہر کی آبادی سے باہر نکلنا) مفقود ہے، اگر وہ شخص ایسے مقام کا سفر کر رہا ہو جو شہر کی انتہائی حدود سے تو ۴۸ ر میل کے فاصلہ پر نہ ہو، لیکن اس شخص کے گھر کے پاس سے (جو شہر کے دوسرے کنارے پر واقع ہے) ۴۸ ر میل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو ایسے شخص کے لیے مسافت شرعی کا شمار کس مقام سے ہوگا اس سلسلہ میں دو نقاط نظر ہیں:

---

(۱) الصحيح ما ذكر أنه يعتبر مجاوزة عمران المصر لا غير، إلا إذا كان ثمة قرية أو قرى متصلة بربض المصر، فحينئذ تعتبر مجاوزة القرى بخلاف القرية التي تكون متصلة بفناء المصر، فإنه يقصر الصلاة وإن لم يجاوز تلك القرية. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، مسافت سفر کا آغاز ایک اہم شرعی مسئلہ: ص ۲۳، ۲۴)

(الف) جہاں شہر ختم ہوتا ہے وہیں سے ۴۸ رمیل مسافت شمار کی جائے گی۔

(ب) جس محلّہ سے سفر شروع ہوا ہے وہی سے مسافت کا شمار ہوگا؛ البتہ ان دونوں نقاط نظر والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں قصر کا حکم شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع ہوگا، کیوں کہ مسافر بننے کے لیے شرط ثانی (خروج من البلد) کا پایا جانا ضروری ہے(۱)۔

﴿اوطانِ ثلاثہ کے احکام﴾

رقم المتن - ٦٨

وَمَنْ كَانَ لَهُ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوْطَنَ غَيْرَهُ ثُمَّ سَافَرَ فَدَخَلَ وَطَنَهُ الْأَوَّلَ لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ.

ترجمہ: اور ایک شخص کا وطن تھا، پھر اس وطن سے وہ منتقل ہوگیا، اور اس کے علاوہ کو وطن بنالیا پھر سفر کیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہوگیا تو یہ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔

توضيح المسئلة

فقہائے کرام نے وطن کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(الف) وطن اصلی: وہ جگہ ہے جہاں انسان کی پیدائش ہو، یا وہ شہر ہے جس میں اس نے شادی کرلی ہو، اور ہمیشہ وہیں رہنے کا ارادہ ہو۔

---

(۱) ومن خرج مسافرًا صلى ركعتين إذا فارق بيوت المصر. (المختصر القدوري: ص ۳۵)

(ب)وطنِ اقامت: وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی ہو

(ج)وطن سکنیٰ: وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو(۱)، وطن اصلی و وطن اقامت میں اتمام کا حکم ہے(۲)، اور وطن سکنٰی کا فقہا نے اعتبار نہیں کیا ہے، اس میں مسافر قصر ہی کرے گا(۳)، مذکورہ تفصیل کی روشنی میں قدوری کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کر دوسرا وطن اصلی بنالے تو اب اس کا پہلا وطن وطن اصلی باقی نہیں رہا کیوں کہ وطن اصلی، دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، اسی لیے اگر یہ شخص اپنے دوسرے وطن اصلی سے سفر کر کے اپنے پہلے وطن اصلی میں آجائے تو وہ مسافر ہی شمار ہوگا اور قصر کرے گا۔

---

(۱) إعلم أن الأوطان ثلاثة، وطن أصلي وهو مولود إنسان، أو البلدة التي تأهل فيها، و وطن الإقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوما فصاعدا، ووطن السكنى وهو المكان الذي ينوي أن يقيم فيه أقل من خمسة عشر يومًا. (تبيين الحقائق: ١/٥١٧)

(٢) ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره أو ينوي إقامته نصف شهر ببلد أو قرية.

(نور الإيضاح: ص١٠٣٤)

(٣) ولم يعتبر المحققون وطن السكنى وهو ما ينوي الإقامة فيه دون نصف شهر.

(نورالإيضاح: ص١٠٣)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٠)

جائے ملازمت (Place of Service) میں مستقل رہنے کا عزم کرنے سے کیا وہ جگہ وطن اصلی شمار ہوگی

بعض لوگ ملازمت وغیرہ کے لیے اپنے وطن اصلی سے تعلق رکھتے ہوئے کسی اور جگہ اقامت اختیار کر لیتے ہیں، ان کا سال کا زیادہ تر حصہ اسی جائے قیام پر گذرتا ہے، عید، بقرعید، یا طویل تعطیلات میں ہی وہ اپنے وطن اصلی جاتے ہیں، اگر اس طرح کے لوگ جائے ملازمت میں اپنا ذاتی مکان بنالیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں رہائش پذیر ہوں، اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزم مصمم کرلیں تو یہ جگہ ان کے لیے وطن اصلی ہے(١)۔

رقم المسئلة (١٣١)

جائے ملازمت (Place of service) میں کرایہ یا ادارہ کے مکان میں رہتا ہو

جن لوگوں نے جائے ملازمت میں ذاتی مکان نہ بنایا ہو، کرایہ کے مکان یا ادارہ و کمپنی کی طرف سے دیئے گئے مکان میں اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہوں، اور مستقلاً رہنے کا

---

(١) والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرى اتخذها دارا وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها. (البحر الرائق:٢/٢٣٩، بدائع الصنائع:١/٤٩٧، خير الفتاوى:٢/٦٨٤، محقق ومدلل جديد مسائل ١/١٤١)

عزم بھی ہو؛ نیز ان کی حالت و پوزیشن (Position) کچھ ایسی ہو کہ اس عزم وارادہ کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ ان کے لیے وطن اصلی ہوگی اور انہیں وہاں نمازیں پوری پڑھنی ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۳۲)

جائے ملازمت (Place of Service) میں تنہا رہتا ہو تو وطن اصلی شمار ہوگا یا نہیں

اگر کوئی شخص جائے ملازمت میں تنہا رہ رہا ہو، بال بچے ساتھ نہ ہوں، اور مکان بھی ذاتی نہ ہو لیکن اس جگہ مستقلاً رہنے کا عزم مصمم ہو، اور اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف نہ ہو تو یہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہوگی، اور وہ وہاں نمازیں پوری پڑھے گا (۲)، لیکن اگر شخص مذکور اس جگہ مستقلا رہنے کا عزم نہ رکھتا ہو، یا رکھتا ہو؛ لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف ہو تو اس کے لیے یہ جگہ وطن اقامت ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے

---

(۱) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه، قال الشامي تحت قوله (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه، و عدم الإرتحال وإن لم يتأهل. (الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/ ۶۱۴، باب صلاة المسافر) والحاصل أن شروط الإتمام ستة، المنية، والمدة، وإستقلال الرأي، وترك السير، واتحاد الموضع و صلاحيته قهستاني، قال الشامي زاد في الحلية شرطا آخر، وهو أن تكون حالته منافية لعزيمته قال كما صرحوا به في مسائل أي كمسئلة من دخل بلدة لحاجة، و مسئلة العسكر فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۶۰۹، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/ ۱۴۲)

(۲) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تاهله أو توطنه، قال الشامي أي عزم على القرار فيه وعدم الإرتحال وإن لم يتأهل ...... وأيضا و في الحلية شرطا آخر، وهو أن لا تكون حالته منافية لعزيمته.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۶۰۹، باب صلاة المسافر)

زائد رہنے کی نیت ہو تو نمازیں پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا(۱)۔

طریقة الإنطباق

وطن اصلی میں اصل چیز یہ ہے کہ انسان ایک ہی جگہ رہنے کا پکا ارادہ کرلے کہ وہاں سے کوچ کا ارادہ نہ ہو(۲)، اسی لیے فقہائے کرام عامتاً وطن اصلی کی تعریف میں وُلِدَ (جائے ولادت) یا تزوّج (جائے نکاح) کا لفظ لاتے ہیں کیوں کہ عامتاً جہاں انسان کی ولادت ہوئی ہو، یا جہاں اس نے نکاح کیا ہو، اکثر و بیشتر انسان اسی کو وطن اصلی بناتا ہے، اوران دونوں کے ساتھ فقہاء دائمی قصد اور عدم ارتحال کی قید لگاتے ہیں (۳)۔

پس معلوم ہوا کہ وطن اصلی میں اصل چیز دائمی قصد ہی ہے، اب یہ دائمی قصد و عزم کا معنی خواہ جائے ولادت میں پایا جائے، یا جائے نکاح میں، یا پھر جائے ملازمت میں اور اس کے ساتھ اس کی فیملی رہتی ہو، یا وہ اکیلے ہی رہتا ہو بہر صورت اس معنی عزم کی وجہ سے یہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہوگی، اور وہ پوری نماز پڑھے گا؛ لیکن اگر یہ عزم کا معنی

---

(۱) وأما وطن الإقامة فهو الوطن الذي يقصد المسافر الإقامة فيه، وهو صالح لها نصف شهر.

(البحر الرائق: ۲/۲۳۹، تبيين الحقائق: ۱/ ۵۱۷، خير الفتاوى ۲/۶۷۷، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۱۴۳)

(۲) الوطن الأصلي هو الذي ولد فيه أو تزوج أو لم يتزوج و قصد التعيش لا الإرتحال عنه.

(نور الإيضاح: ص ۱۰۴)

(۳) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه، قال الشامي تحت قوله (أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الإرتحال وإن لم يتأهل. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۱۴، باب صلاة المسافر) والحاصل أن شروط الإتمام ستة، النية، والمدة، و استقلال الرأي، وترك السير، لاتكون حالته منافية لعزيمته قال كما صرحوا به في مسائل أي كمسئلة من دخل بلدة لحاجة ومسئلة العسكر فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار :۲/ ۶۰۹، باب صلاة المسافر)

نہیں پایا گیا یا عزم کا معنیٰ تو پایا گیا لیکن اس کی حالت اس عزم کے منافی ومخالف ہو تو اس کے لیے یہ جگہ وطن اقامت ہوگی، اگر پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے گا ورنہ قصر کرے گا(۱)۔

رقم المتن - ٦٩

وَ إِذَا نَوَى الْمُسَافِرُ أَنْ يُقِيمَ بِمَكَّةَ وَمِنًى خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا لَمْ يُتِمَّ الصَّلَاةَ.

ترجمہ: اور جب مسافر مکہ و منیٰ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ نماز پوری نہ پڑھے۔

توضیح المسئلة

اگر مسافر نے مکہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں ہوگا؛ بل کہ مسافر ہی رہے گا اور نماز قصر پڑھے گا کیوں کہ مکہ اور منیٰ دو الگ الگ مقام ہیں، اور دو مقام میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۳)

موجودہ دور میں قصر واتمام کے سلسلے میں مکہ ومنیٰ کا حکم

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد کے ادوار میں منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ کی آبادی سے بالکل الگ اور خاصے فاصلے پر تھی، مکہ معظّمہ اور منیٰ دو الگ الگ آبادیاں شمار کیا جاتا تھا، اس لیے اگر کوئی شخص مکہ اور منیٰ میں ملا کر پندرہ ایام قیام

(۱) ووطن الإقامة وهو الموضع الذي ينوي المسافر أن يقيم فيه خمسة عشر يوما فصاعدًا.

(تبيين الحقائق: ۱/۵۱۷)

کی نیت کرتا تھا تو بھی اس پر مسافر کے احکام جاری ہوتے تھے، اور مقیم کی امامت میں نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں قصر کرتا تھا(۱)؛ مگر اب صورت حال بدل چکی، مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منی تک ہی نہیں بل کہ اس سے آگے پہنچ چکی ہے، اور منیٰ سرکاری طور پر بھی بلدیہ مکہ مکرمہ کا حصہ بن چکا ہے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ایک خط کے جواب میں امام وخطیب مسجد حرام الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل فرماتے ہیں:

دور حاضر میں شہر منیٰ مکہ مکرمہ کا ایک حصہ بن چکا ہے، اور مکہ مکرمہ کی آبادی نے نہ صرف اس کا احاطہ کیا بل کہ وہ حدود عرفہ تک بڑھ چکی ہے، اسی بنا پر منیٰ مکہ مکرمہ کے محلوں میں داخل ہو چکا ہے، اور منیٰ جانے والا شخص مسافر شمار نہیں ہوتا، اور نہ حاجی کے لیے قصر جائز ہے، اور نہ منیٰ میں جمع بین الصلاتین جائز ہے، (ان علماء کے قول کے مطابق جو اس کے قائل ہیں) کیوں کہ منیٰ میں قصر کی علت سفر ہے، اور منی میں جانے والا شخص حدود مکہ سے نکلا ہی نہیں، نیز سعودی حکومت منی کو شہر معظم مکہ کا ایک محلّہ ہی گردانتی ہے، اور منی میں تعمیرات سے روکنا مصلحت عامہ کی خاطر ہے(۲)۔

---

(۱) أو ينوي إقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة ومنى أي لو نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يوما، فإنه لا يتم الصلاة، لأن الإقامة لا تكون في مكانين، قيد بالمصرين و مراده. موضعان صالحان للإقامة لا فرق بين المصرين أو القريتين أو المصر والقرية للاحتراز عن نية الإقامة في موضعين من مصر واحد، أو قرية واحدة فإنها صحيحة لانهما متحدان حكما. (البحر الرائق: ۲/ ۲۳۲، باب المسافر)

(۲) قال الشيخ محمد بن عبد الله السبيل إن منى أصبحت اليوم جزءا من مدينة مكة بعد أن إكتنفها بنيان مكة، و تجاوز إلى حدود عرفة، وبناء على هذا فإنها قد أصبحت اليوم من أحياء مدينة مكة، فلا يعد الذاهب إليها من مكة مسافرا، وبناء عليه لا يجوز للحاج أن يقصر ولا أن يجمع بها قول من يقول من العلماء إن العلة في القصر بمنى إنما هو من أجل السفر، لأن الذاهب إلى منى لم يخرج عن حدود مكة إن=

شیخ کی اس تحریر سے معلوم ہورہا ہے کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ دونوں بلد واحد (ایک شہر) کے حکم میں ہیں، اس لیے حاجی ان دونوں مقاموں کے قیام میں پندرہ دنوں کی نیت کرے تو قصر نہیں بل کہ اتمام کرے گا، جیسے کوئی شخص کسی بڑے شہر کے دو مقاموں میں پندرہ روز کے قیام کی نیت کرے تو وہ مقیم کہلائے گا اور نمازوں میں اتمام کرے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

متقدمین فقہائے کرام نے مکہ ومنیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے والے شخص کو جو اتمام سے منع فرمایا تھا، اس کی وجہ اور علت ماضی بعید میں مکہ اور منیٰ دونوں کی آبادیوں کا الگ الگ ہونا تھا، جو اَب ختم ہوچکی ہے، کیوں کہ دورِ حاضر میں مکہ ومنیٰ دونوں ایک ہی شہر کی شکل اختیار کرچکے ہیں، اور جب علتِ منع ختم ہوچکی تو ممنوع ختم ہوگا، کیوں کہ قاعدہ مسلمہ ہے "**إذا زال المانع عاد الممنوع**" (جب مانع ختم ہو تو اصل حکم لوٹ آئے گا) لہٰذا اگر کوئی شخص دونوں مقاموں (مکہ ومنیٰ) کو ملا کر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ مقیم ہوگا اور اپنی نمازیں پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا(۲)۔

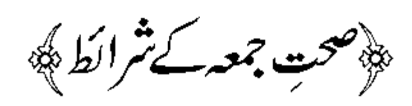
=حكومة المملكة العربية السعودية تعد منى من مكة على اعتبار أنها من أحياءها إلا أن الحكومة تمنع البناء فيها لمصلحة عامة. (شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کے ایک خط کے جواب میں شیخ کی تحریر بحوالہ المسائل المہمۃ: ۱/۸۸)

(۱) قال إبن نجيم تحت قوله (لابمكة ومنى) قيد بالمصرين ومراده موضعان صالحان للإقامة، لا فرق بين المصرين أو القريتين أو المصر والقرية للإحتراز عن نية الإقامة في موضعين من مصر واحد، أو قرية واحدة، فإنها صحيحة، لأنهما متحدان حكما، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافرا لم يقصر.

(البحرالرائق: ۲/۲۳۳ باب المسافر، المسائل المهمه: ۱/۸۸)

(۲) إذا زال المانع عاد الممنوع. (درر الحكام: ۱/۳۹)

الحكم يدور مع علته عدما و وجودا. (موسوعة قواعد الفقهية: ۵/۱۹۵)



﴿صحتِ جمعہ کے شرائط﴾

رقم المتن - ۷۰

وَلَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ إِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ أَوْ فِيْ مُصَلَّى الْمِصْرِ.

ترجمہ: اور جمعہ صحیح نہیں ہوتا ہے، مگر شہرِ جامع میں یا شہر کی فنا میں۔

توضیح المسئلة

فقہائے کرامؒ نے صحتِ جمعہ کے لیے چھ چیزوں کو شرط قرار دیا ہے:

(۱) شہر (۲) فنائے شہر (۳) بادشاہ یا اس کا نائب ہو

(۴) ظہر کا وقت (۵) اذنِ عام ہو (۶) جماعت

لہٰذا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مذکورہ بالا شروطِ ستہ کا پایا جانا ضروری ہے(۱)۔

---

(۱) ويشترط لصحتها ستة أشياء: المصر أو فناءه، والسلطان أو نائبه، ووقت الظهر، فلا تصح قبله وتبطل بخروجه، والخطبة قبلها بقصدها في وقتها، والإذن العام والجماعة.

(نور الایضاح: ص۱۱۷، باب الجمعة)

تفرع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٤)

ایئرپورٹ (Airport) قیدخانہ (Jail) فیکٹریوں (Factories) میں نماز جمعہ کا حکم

اگر کوئی آبادی ایسی ہے جس میں معتد بہ لوگ رہتے ہیں، اور وہ شہر کے اندر بھی ہے، لیکن دفاعی انتظامی یا حفاظتی وجوہ سے اس آبادی میں ہر شخص کو آنے کی اجازت نہیں ہے، بل کہ وہاں کا داخلہ وجوہ مخصوصہ کی بنا پر کچھ خاص قواعد کا پابند ہے، جیسے ایئرپورٹ، قیدخانہ، فیکٹریاں وغیرہ تو اس آبادی کے کسی بھی حصہ میں جمعہ پڑھنا جائز ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

جمعہ کے صحت کے لیے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے(۲)، اور ایئرپورٹ، قیدخانہ اور فیکٹریاں عامتاً شہر یا فنائے شہر میں ہی ہوتے ہیں، اور ان فیکٹریوں، قیدخانوں اور ایئرپورٹ میں بیک وقت اتنے افراد ہوتے ہیں جن کے ساتھ جماعت کا انعقاد ہو

---

(۱) والإذن العام من الإمام ...... فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة، لأن الإذن العام مقرر من أهله وغلقه لمنع العدو لا لمصلي. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣/٢٥، باب الجمعة)

وما يقع في بعض القلاع من غلق أبوابه خوفاً من الأعداء، أو كانت له عادة قديمة عند حضور الوقت فلا بأس به، لأنّ الإذن العام مقرر لأهله ولكن لو لم يكن لكان أحسن كما في شرح عيون المذهب.

(مجمع الأنهر: ١/٢٤٦، فتاوى محموديه: ٨/١٨٤، فتاوى عثماني: ١/٥٣٥، المسائل المهمة: ٢/١١١)

(٢) ولا تصح الجمعة إلّا في مصر جامع أو في مصلى المصر. (المختصر القدوري: ص٣٦)

سکے(۱)، رہی بات ان میں عام لوگوں کے آنے پر پابندی تو وہ انتظامی امور کے پیش نظر ہے جو اذنِ عام کی شرطیت کے منافی نہیں ہے(۲)، اذنِ عام کی شرطیت پر اس وقت اثر ہوگا جب کہ موجود مصلّیوں کو روکا جائے، اور یہ معنی یہاں مفقود ہے، اسی لیے ایئرپورٹ قید خانہ اور فیکٹریوں میں نماز جمعہ صحیح ہے(۳)۔

رقم المسئلة (۱۳۵)

ساحل پر لگے ہوئے اسٹیمر (Steamer) یا ایئرپورٹ پر کھڑے ہوئے ہوائی جہاز (Aeroplan) میں جمعہ

اگر کسی شہر کے ساحل پر پانی کا جہاز یا ایئرپورٹ پر ہوائی جہاز کھڑا ہو، اگرچہ یہ جہاز شہر یا فنائے شہر میں ہے پھر بھی اس کے مسافروں پر جمعہ واجب نہیں ہے، کیوں کہ ان جہازوں میں سفر کرنے والے مسافر ہیں، اور مسافروں پر جمعہ واجب نہیں ہے(۴)، البتہ اگر کوئی مسافر ایسا ہو جس کا سفر اس شہر میں ختم ہو رہا ہو، اور یہ شہر اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت

---

(۱) ویشترط لصحتها ...... والجماعة وهم ثلاثة رجال غير الإمام. (نورالإيضاح:ص۱۱۸)

(۲) والسابع: الإذن العام من الإمام ...... فلا يضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة، لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو ولا لمصلي. (الدرالمختار مع رد المحتار:۳/۲۵، باب الجمعة)

(۳) والسابع: الإذن العام من الإمام، قال الشامي والذي يضر إنما هو منع المصلين لا منع العدو.

(الدرالمختار مع رد المحتار:۳/۲۵، باب الجمعة)

(٤) ولا تجب الجمعة على مسافر. (المختصر القدوري:ص۳٦)

كما لا تلزم لو قدم مسافر يومها على عزم أن لا يخرج يومها ولم ينو الإقامة نصف شهر.

(الدر المختار: ۳/٤۰، باب الجمعة)

ہوتو اس پر جمعہ کا پڑھنا واجب ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

صحت جمعہ کے لیے صرف شہر یا فنائے شہر کا ہونا کافی نہیں ہے، بل کہ اس کے ساتھ اور بھی شرطیں ہیں، مثلاً آدمی کا مقیم ہونا، اِذنِ عام کا ہونا(۲)، اور یہ شرطیں شہر کے ساحل یا ایئر پورٹ پر کھڑے ہوئے جہاز میں مفقود ہیں(۳)؛ کیوں کہ وہ مسافر ہیں مقیم نہیں، نیز جہاز کے عملہ کی طرف سے کسی کو جہاز سے اترنے کی اجازت نہیں ہے کہ وہ قریبی مسجد میں جاکر جمعہ کی نماز ادا کرسکیں، اس لیے ان پر جمعہ واجب نہیں؛ لیکن کسی مسافر کا سفر ختم ہو رہا ہو، اور وقت ظہر باقی ہو اور یہ شہر اس کا وطن اصلی یا وطن اقامت ہو تو چوں کہ جمعہ کے صحت کی شرطیں موجود ہیں اس لیے اس پر جمعہ واجب ہوگا(۴)۔

---

(۱) شرط لإفتراضها تسعة، تختص بها إقامة بمصر، قال الشامي خرج به المسافر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار:۳/۲۷، باب الجمعة)

ولا يجب إلا على الأحرار الأصحاء المقيمين بالأمصار.

(الإختيار لتعليل المختار:۱/۲۷۲، باب الجمعة، كتاب المسائل:۱/٤٥٨)

(۲) والسابع لإذن العام من الإمام وهو يحصل بفتح أبواب الجامع للواردين ...... وشرط لإ فتراضها تسعة تختص بها إقامة بمصر، قال الشافي خرج به المسافر.

(الدر المختار مع رد المحتار:۳/۲٥،۲۷، باب الجمعة)

(۳) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة:۲/٦۲۳)

(٤) الثالث وقت الظهر. (الدرالمختار مع رد المحتار:۳/۱۸)

ولا يجب إلّا على الأحرار الأصحاء المقيمين بالأمصار. (الاختيار لتعليل المختار:۱/۲۷۲)

﴿خطبۂ جمعہ کا بیان﴾

رقم المتن - ۷۱

وَمِنْ شَرَائِطِهَا الْخُطْبَةُ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَخْطُبُ الْإِمَامُ خُطْبَتَيْنِ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا بِقَعْدَةٍ.

ترجمہ: اور جمعہ کے شرائط میں سے خطبہ ہے، نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے، جن کے درمیان ایک بیٹھک سے فصل کرے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ جمعہ کی ایک شرط خطبہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جمعہ کے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط خطبہ بھی ہے، اور خطبہ کی دو شرط ہیں، پہلی شرط یہ کہ خطبہ زوال کے بعد ہو، دوسری مردوں کی جماعت کی موجودگی میں ہو، اگر خطبہ نماز کے بعد یا زوال سے پہلے دے دیا تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہوگی، خطبہ کی تعداد دو ہو، اور ان دونوں کے مابین قعدہ سے فصل (۱)۔

---

(۱) قوله ومن شرائطها الخطبة قبل الصلاة، ثم للخطبة شرطان: أحدهما أن تكون بعد الزوال، والثاني بحضرة الرجال، ولو خطب بعد الصلاة أو قبل الزوال لاتجوز الجمعة. (الجوهرة النيرة: ۱/۲۲٤)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٣٦)

انگریزی زبان (English Language) میں خطبۂ جمعہ کا حکم

جمعہ کے دونوں خطبے اولیٰ اور ثانیہ خالص عربی میں دینا سنتِ متواترہ ہے، ان خطبوں کو انگریزی میں پڑھنا بدعتِ سیئہ اور مکروہِ تحریمی ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلادِ عجم کو فتح کیا، وہاں بھی خطبہ عربی زبان ہی میں دیا؛ جب کہ مخاطب عربی نہیں جانتے تھے، اور اسلام ابتدائی حالت میں تھا، وقت کا تقاضا بھی تھا کہ سامعین کی زبان میں ہی خطبہ دیا جائے تاکہ اسلام کی حقانیت اور باطل سے نفرت ان کے ذہن ودماغ میں رچ بس جائے؛ لیکن ان تمام عوامل کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے خطبہ عربی ہی میں دیا لہٰذا خطبہ خالص عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دینا گناہ سے خالی نہیں اور سنتِ متواترہ کے خلاف ہے(۱)۔

---

(١) لا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة فيكون مكروها تحريما. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: ١/ ٢٠٠، رقم الحاشية:٢، باب الجمعة) الخطبة بالفارسية التي أحدثوها واعتقدوا حسنها ليس الباعث إليها إلا عدم فهم العجم اللغة العربية، و هذا الباعث قد كان موجودا في عصر خير البرية و إن كانت في اشتباه، فلا اشتباه في عصر الصحابة والتابعين و من تبعهم من الأئمة المجتهدين حيث فتحت الأمصار الشاسعة والديار الواسعة وأسلم أكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الأعاجم، و حضروا مجالس الجمع والأعياد وغيرها من شعائر الإسلام، وقد كان أكثرهم لايعرفون اللغة العربية، و مع ذلك لم يخطب لهم أحد منهم بغير العربية، ولما ثبت وجود الباعث في تلك الأزمنة و فقدان المانع والتكاسل ونحوه معلوم بالقواعد=

طريقة الانطباق

خطبۂ جمعہ شرائطِ جمعہ میں سے ہے اور اس کی حیثیت ذکر کی ہے (۱)، قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "فاسعوا إلى ذكر الله" اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اللہ کے ذکر سے مراد محدثین اور مفسرین کے نزدیک خطبۂ جمعہ ہی ہے (۲)؛ پس معلوم ہوا کہ خطبہ نماز اور اذان کی طرح ذکر ہے، اس لیے خطبہ بحالت طہارت دینا مستحب ہے (۳)، تو جس طرح نماز اور اذان کا عربی میں ہونا ضروری ہے، اسی طرح خطبہ کا بھی عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔

= المبرهنة لم يبق إلا الكراهة التي هي أدنى درجات الضلالة. (مجموعة رسائل اللكنوي: ٤/٤٧)

الكراهة إنما هي لمخالفة السنة لأن النبي وأصحابه قد خطبوا دائما بالعربية، ولم ينقل عن أحد منهم أنهم خطبوا ولو خطبة غير الجمعة بغير العربية، الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة، وكل بدعة ضلالة والضلالة أدنى درجاتها الكراهة، فلا يخلو الخطبة بغير العربية عن الكراهة، ووجه كونه بدعة أنه لم يكن في القرون الثلاثة.

(مجموعة رسائل اللكنوي:٤/٤٤، فتاوى دار العلوم زكريا:٢/٧٠٨، المسائل المهمة:٨/١٢٧)

(١) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فإذا خرج الإمام حضرت الملائكة يستمعون الذكر. (الصحيح للبخاري:١/١٢١، كتاب الجمعة، باب فضل الجمعة)

قال العيني وفيه حضور الملائكة إذ خرج الإمام ليسمعوا الخطبة، لأن المراد من قوله يستمعون الذكر هو الخطبة. (عمدة القاري:٦/٢٤٩، باب فضل الجمعة)

(٢) فاسعوا إلى ذكر لله، قال الآلوسي استدل بذلك على فريضة الجمعة حيث رتب فيها الأمر بالسعي لذكر الله تعالى على النداء للصلاة، فإن أريد به الصلاة أو هي والخطبة فظاهر، وكذلك إن أريد به الخطبة لأن افتراض السعي إلى الشرط. (روح المعاني: ١٥/١٥٠)

(٣) ويخطب قائما على الطهارة ...... ثم هي شرط الصلاة فيستحب فيها الطهارة كالأذان.

(الهداية: ١/١٦٨، باب الجمعة)

﴿ اذانِ جمعہ کا بیان ﴾

رقم المتن - ۷۲

وَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الْأَذَانَ الْأَوَّلَ تَرَكَ النَّاسُ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَ تَوَجَّهُوْا إِلَى الْجُمُعَةِ.

ترجمہ: جب مؤذنین حضرات جمعہ کے روز پہلی اذان دے دیں تو خرید وفروخت کو بند کردیں اور جمعہ کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

توضيح المسئلة

مسئلہ یہ ہے کہ جب مؤذن حضرات جمعہ کے دن پہلی اذان دے دیں تو لوگوں پر جمعہ کی طرف سعی واجب ہوجاتی ہے، اور ہر ایسا کام جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہو وہ مکروہ تحریمی ہوگا(۱)۔

(۱) یا أیها الذین امنوا إذا نودي للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا إلی ذکر اللّٰه وذروا البیع. (الجمعة:۹)
ووجب سعي إلیها وترك البیع بالأذان الأول في الأصح، وإن لم یکن في زمن الرسول بل في زمن عثمان، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة علی المکروه تحریما، قال الشامي تحت قوله (وترك البیع) أراد به کل عمل ینافي السعي وخصه إتباعا للآیة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۸، باب الجمعة)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۷)

ہوٹل (Hotel) کھلی رکھنے کے لیے باری باری نمازِ جمعہ ادا کرنا

شہروں میں بعض دکاندار یا ہوٹل والے جمعہ کے دن اذانِ اول کے بعد بھی اپنی دکان یا ہوٹل کھلی رکھتے ہیں، اور اس دکان یا ہوٹل میں جتنے کام کرنے والے ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک الگ الگ مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرتا ہے، اس طرح کرنے سے ان کے کام میں بھی کوئی حرج وخلل واقع نہیں ہوتا، اور ہر ایک کی نمازِ جمعہ بھی ادا ہو جاتی ہے، لیکن چوں کہ نمازِ جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید وفروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اسی وقت سعی الی الجمعہ واجب ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں دکان یا ہوٹل کھلی رہے گی تو خرید وفروخت بھی ہوتی رہے گی، جس سے ترکِ سعی الی الجمعہ لازم آئے گا، اس لیے یہ صورت ترک کر دینی چاہیے، ورنہ کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی وجہ سے گرفت ہو جائے (۱)۔

---

(۱) يأيها الذين امنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع. (الجمعة: ۹)

(وذروا البيع) أراد ترك ما يشغل عن الصلاة والخطبة وإنما خصّ البيع بالذكر لإشتغالهم غالبا بعد الزوال في الأسواق بالبيع والشراء. (التفسير المظهري: ۲۷۶/۹)

ووجب سعي إليها وترك البيع بالأذان الأول، وفي الشامية أراد به كل عمل ينافي السعي وخصه إتباعا للآية.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۸/۳، باب الجمعة، المسائل المهمة: ۱۳۱/۸)

طريقة الإنطباق

فقہائے کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب متعدد اذانیں سنی جائیں، تو ان میں سے پہلی اذان کا جواب دے، خواہ وہ اذان مسجد محلّہ کی ہو یا غیر محلّہ کی (۱)، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعی کا وجوب اور بیع کی کراہت بھی شہر کی اذان اول پر ہو، خواہ یہ اذان مسجد محلّہ میں ہو یا غیر محلّہ میں، اسی لیے شہر میں اذان جمعہ کے بعد بھی ہوٹل وغیرہ کھولے رکھنا اور باری باری شہر کی مختلف مسجدوں میں نماز پڑھنا باعثِ کراہت ہوگا؛ کیوں کہ اس صورت میں اذانِ اول کو سن کر سعی الی الجمعہ جو واجب ہے اس پر عمل نہیں ہوا (۲)۔

---

(۱) ولو تكرر أجاب الأول، قال الشامي تحت قوله (أجاب الأول) سواء كان مؤذن مسجده أو غيره. (الد رالمختار مع الشامية: ۲/ ٦٦، باب الأذان)

وإذا تعدد الأذان يجيب الأول مطلقا سواء كان مؤذن مسجده أم لا، لأنه حيث سمع الأذان ندبت له الإجابة. (حاشية الطحاوي: ص۲۰۳، باب الأذان)

وسئل ظهير الدين عمن سمع في وقت من جهات ماذا عليه؟ قال إجابة أذان مسجد ه بالفعل وفي فتح القدير وهذا ليس مما نحن فيه، إذ مقصود السائل أي مؤذن يجيب باللسان إستحبابًا أو وجوبًا والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره. (البحر الرائق: ۱/ ٤٥٢، باب الأذان)

(۲) وذكر شمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة السرخسي، أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت. (الفتاوى التاتارخانية: ۱/ ٥٥٤، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة)

والقول الأصح والمختار عند الحنفية وهو اختيار شمس الأئمة أن المنهي عنه هو البيع عند الأذان الأول الذي على المنارة، وهوالذي يجب السعي عنده، وهو الذي رواه الحسن عن أبي حنيفة (رحمه الله) إذا وقع بعد الزوال. (الموسوعة الفقهية: ۹/ ۲۲٤)

باب الجنائز

رقم المتن – ۷۳

وَإِذَا مَاتَ شَدُّوا لِحْيَتَيْهِ وَغَمَّضُوا عَيْنَيْهِ.

ترجمہ: اور جب انسان مرجائے تو اس کے جبڑے کو باندھ دیں اور اس کی آنکھیں بند کردیں۔

توضیح المسئلہ

جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو فوراً اس کے سارے اعضاء سیدھے کردیے جائیں، مثلاً اس کے جبڑے کو باندھ دیں تاکہ منہ پھیل نہ جائے، اور اس کی آنکھوں کو بند کردیا جائے تاکہ آنکھیں کھلی نہ رہیں کیوں کہ جبڑوں کا کھلا رہنا اور آنکھوں کا کھلا رہنا بدنما لگتا ہے جو دیکھنے والوں کے لیے سامانِ وحشت ہوتا ہے(۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۳۸)

دماغی موت (Encephalic death) کا تعارف

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے، نفخِ روح سے انسانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اور

---

(۱) لأن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على أبي سلمة، وقد شق بصره فاغمضه ثم قال إن الروح إذا قبض أتبعه البصر، ولأنه إذا لم يغمض ولم يشد لحياه يصير كريه المنظر، و ربما تدخل الهوام عينيه وفاه إذا لم يفعل به ذلك. (الجوهرة النيرة: ۱/۲۵۲)

اس روح کے نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔لیکن روح کیا ہے؟ یہ ایک سربستہ راز ہے،قرآن نے اسے ''اَمرِ رب'' قرار دیا ہے۔یوں تو موت کی کچھ ایسی بدیہی علامتیں ہیں جنہیں دیکھ کر عام آدمی بھی بتا سکتا ہے کہ کون زندہ ہے اور کون مردہ،لیکن کچھ خاص حالات میں موت کی شناخت بہت مشکل ہو جاتی ہے،اور ماہر اطباء بھی موت کے وقوع کا فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔مثال کے طور پر زہر کے استعمال،حادثات میں لگنے والی گہری چوٹ،یا کسی اور سبب سے مریض طویل سکتہ میں مبتلا ہو جاتا ہے،اور موت کی ظاہری علامتیں طاری ہو جاتی ہیں،لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ابھی زندہ ہے۔

عام طور پر دل کی حرکت،دورانِ خون اور سانس کی آمد و رفت کا رک جانا موت کی علامت سمجھا جاتا ہے؛لیکن جدید میڈیکل سائنس (Modern medical science) نے ایسے آلات ایجاد کر لیے ہیں جو ایک عرصہ تک مصنوعی طور پر دل کی حرکت اور سانس کی آمد و رفت کو قائم رکھتے ہیں،یہیں سے جدید میڈیکل سائنس میں دماغی موت کا تصور ابھرا ہے۔اب یہ بات ممکن ہوگئی ہے کہ کچھ خاص وقت کے لیے قلب کو حرکت سے روک دیا جائے،اور مصنوعی قلب اور پھیپھڑے کے ذریعہ دورانِ خون اور سانس کی آمد و رفت کا کام لیا جائے،اس تجربہ نے اس تصور کو جنم دیا ہے،کہ اصل موت قلب اور سانس کا رُکنا نہیں ہے،بل کہ دماغ کے اس حصہ کا مر جانا ہے جیسے جذع المخ (Brain stem) کہتے ہے،دماغ کا یہی حصہ فکر و شعور کا مرکز ہے،اور یہی نظام جسمانی کو کنٹرول کرتا ہے، اگر دماغ کو چار پانچ منٹ تک خون کی سپلائی (Supply) بند ہو جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا،بل کہ پگھلنا شروع ہو جاتا ہے،دماغ کے مرنے کے بعد مصنوعی آلات کے ذریعہ

قلب کی حرکت اور دورانِ خون کو جاری رکھا جا سکتا ہے، لیکن یہ وقتی عمل ہوگا، جو بالآخر چند گھنٹوں یا چند دنوں سے زیادہ جاری نہیں رہ سکے گا، اب انسان کے اندر زندگی لوٹنے کا سوال باقی نہیں رہتا ہے، اس کے برخلاف اگر دماغ زندہ ہو، اور قلب کی حرکت محدود مدت کے لیے بند ہوگئی ہو؛ لیکن خارجی عمل کے ذریعہ خون کی سپلائی (Supply) برقرار رکھی جائے تو انسان زندہ رہے گا، اس تجربہ کی وجہ سے آج کے اطباء یہ سمجھتے ہیں کہ نفسِ انسانی کا مرکز انسانی دماغ ہے۔

عرضِ مسئلہ: دماغی موت (Encephalic death) کا حکم

انسان کی حیات وموت کا سوال فقہ کے کئی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، منجملہ ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ، مسئلۂ تجہیز وتکفین ہے، جس کا تعلق انسان کی موت سے ہے جیسا کہ صاحبِ قدوریؒ فرماتے ہیں: "وإذا مات شدوا لحيته الخ"۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ایک سوال پیدا ہوا کہ اطباء کا یہ تصور کہ اصل موت دماغی موت ہے، شرعاً کہاں تک درست ہے؟ یعنی اگر دماغ مر چکا ہو لیکن مصنوعی آلاتِ تنفس (Fabulous breathing instrument) کے ذریعہ قلب کی حرکت اور سانس کی آمد ورفت باقی رکھی گئی ہو، تو ایسے شخص کو مردہ قرار دیا جائے گا یا زندہ؟ تو جواباً عرض ہے کہ شریعت کی نظر میں جب تک جسم کے کسی بھی حصے کے ساتھ روح کا رشتہ برقرار ہے، ایسے شخص پر مردہ کے احکامات جاری نہیں ہو سکتے؛ لہٰذا اطباء کا یہ تصور کہ اصل موت دماغی موت ہے، اسلام کی نظر میں ناقابلِ قبول ہے، اور جو شخص دماغ کے اعتبار سے مفلوج ہو چکا ہو، لیکن اس کی سانس کی آمد ورفت فطری یا مصنوعی طور پر باقی ہو، تو ایسے شخص کو شرعاً

زندہ ہی مانا جائے گا، جب تک یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ واقعتاً مر چکا ہے، یعنی اس کی حرکتِ قلب اور سانس بند ہو جائے، اور اس پر موت کی دیگر علامتیں ظاہر ہو جائیں جو اس کے یقینی موت پر دلالت کرتی ہوں، اور ایسی حالت میں اس کی تجہیز وتکفین جائز نہیں ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

تجہیز وتکفین کا تعلق موت سے ہے، جیسا کہ خود صاحبِ قدوریؒ فرماتے ہیں:
"إذا مات شدوا لحيتيه الخ" یعنی جب کوئی انسان مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین کی جائے۔ اور موت نام ہے روح کا بدن کو چھوڑ دینا (۲)، موت کا یہ معنی جب یقینی طور پر معلوم

---

(۱) الموت في الإصطلاح هو مفارقة الروح للجسد، قال الغزالي و معنى مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها. (الموسوعة الفقهية :۳۹/ ۲٤۸)

وعلامته إسترخاء قدميه وإعوجاج منخره وانخساف صدغيه، قال الشامي وزاد على ما هنا أن تمتد جلدة خصيتيه لإنتشار الخصيتين بالموت. (الدر المختار مع رد المحتار: ۷۸/۳، باب صلاة الجنازة)

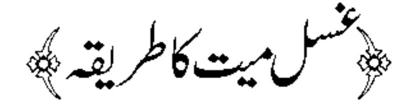
لا يجوز شرعًا الحكم بموت الإنسان، الموت الذي تترتب عليه أحكام الشرعية بمجرد تقرير الأطباء أنه مات دماغيا حتى يعلم أنه مات موتا لاشبهة فيه، تتوقف معه حركة القلب والنفس مع ظهور الأمارات الأخرى الدالة على موته يقينا لأن الأصل حياته.

موقع المسلم على شبكة نيت. (قرارداد اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سولہواں فقہی سیمینار منعقدہ اعظم گڑھ بتاریخ ۱۰ تا ۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ، المسائل المہمہ: ۹۹/۲، کتاب النوازل: ۳۰/۶)

(۲) الموت في الإصطلاح هو مفارقة الروح للجسد، قال الغزالي و معنى مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها. (الموسوعة الفقهية:۳۹/ ۲٤۸، علامات الموت)

الموت انسحاب الروح من البدن عند ما يصبح البدن غير أهل البقاء الروح فيه. (لغة الفقهاء: ص٤٦٨)

ہوجائے ،یعنی اس کی حرکت قلب اور سانس بند ہوجائے، اوراس پر موت کی علامتیں ظاہر ہوجائیں جواس کی یقینی موت پر دلالت کرتی ہوں ،تو اس کومردہ قراردیا جائے گا اوراس کی تجہیز وتکفین کا عمل شروع کیا جائے گا؛لیکن اگر کسی شخص کے متعلق ڈاکٹروں نے یہ اطلاع دی ہوکہ وہ محض دماغی طور پر مرا ہے، اورفطری یا مصنوعی طور پر اس کی سانس اورقلب کی حرکت باقی ہے،تو اسے شرعاً مردہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ موت کا معنی (روح کا بدن سے جدا ہوجانا) متحقق نہیں ہوا(۱)، نیز یہاں شخصِ مذکور میں حیات اصل ہے اور بدونِ یقین اس سے عدول وروگردانی نہیں کی جاسکتی (۲)۔



رقم المتن - ٧٤

فَإِذَا أَرَادُوا غَسْلَهُ وَضَعُوهُ عَلَى سَرِيْرٍ وَجَعَلُوهُ عَلَى عَوْرَتِهِ خِرْقَةً وَنَزَعُوا ثِيَابَهُ.

ترجمہ:جب میت کے غسل کا ارادہ کرے تو اس کو تخت پر رکھے اوراس کے ستر پر چھوٹا سا کپڑا رکھ دے اوراس کا کپڑا نکال دے۔

---

(۱) يدار الحكم على تلك العلة و جودًا وعدما، يعني يوجد حكم النص عند وجوده، و ينعدم عند عدمه. (أحسن الحواشي على هامش أصول الشاشي :ص٤٧، بحث الثاني دلالة النص)

الحكم يدوم مادامت علته وينتهي بإنتهاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٣/٥٨)

(٢) ما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين. (الموسوعة الفقهية:٤٥/٢٧٩، يقين)

توضيح المسئلة

امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ جب غسلِ میت کا ارادہ کرلیا جائے، تو پہلے میت کو کسی تخت پر لٹادیا جائے تاکہ پانی وہاں سے نیچے گر جائے اور اس کے ستر غلیظ کو یعنی ناف سے گھٹنہ کا حصہ چھپادیا جائے، اور مردہ کے پہنے ہوئے کپڑے کو نکال لیا جائے، تاکہ غسل دینا ممکن ہو (۱)؛ البتہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ مرد کو مرد غسل دے اور عورت کو عورت (۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۳۹)

(فإذا أرادوا غسله)

ایڈز یا سوائن فلو (Aids & Swine flu) کے مریض میت کے غسل کا حکم

اگر کسی وجہ سے میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو، یا جسم بہت پھول پھٹ گیا ہو، یا ایڈز یا سوائن فلو (Swine flu) کا مریض ہو، اور طبی ماہرین کے قول کے مطابق غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مردے کو تیمّم کرایا جائے گا اور شرعی طور پر کفنا کر، اور نماز

---

(۱) فإذا أرادوا غسله وضعوه على سرير لينصب الماء عليه، وجعلوا على عورته خرقة إقامة لواجب الستر، ويكتفي بستر العورة الغليظة هو الصحيح، ونزعوا ثيابه ليمكنهم التنضيف.

(الهداية: ۱/۱۷۸، باب الجنائز)

(۲) والسنة أن يغسل الرجال الرجال والنساء النساء. (الفتاوى التاتارخانية:۳/۱۳)

جنازہ ادا کر کے اسے دفن کیا جائے گا(۱)۔

طریقۃ الانطباق

یہاں میت کے غسل کے سلسلے میں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تا کہ انطباق واضح ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ میت کو جب تک غسل دینا ممکن ہو غسل دینا ضروری ہے، اور اگر غسل دینا ممکن نہ ہو تو غسل معاف ہے(۲)؛ اسی لیے اگر ایڈز یا سوائن فلو (Swine Flu) ایسی کیفیت اختیار کر گیا ہو جس میں غسل دینے سے جراثیم کے پھیلنے کا اندیشہ ہو، تو یہ بھی تعذرِ غسل کے معنی میں ہوگا، اور غسل معاف ہو جائے گا، اور اس کی جگہ مردے کو تیمّم کرادیا جائے گا؛ کیوں کہ غسل پر عدمِ قدرت کی صورت میں تیمّم ہی اس کا خلیفہ ہے(۳)۔

---

(۱) الحالات التي ييمم فيها الميت ييمم الميت في الحالات الآتية .... إذا تعذر غسله لفقد ماء حقيقية أو حكما كتقطع الجسد بالماء، أو تسلخه من صبه عليه. (الموسوعة الفقهية:۱۳/۹،۱۰،۱۱)

ولأن ترك الغسل لو كان للتعذر لأمر أن ييمموا كما لو تعذر غسل الميت في زماننا لعدم الماء.

(بدائع الصنائع:۲/۳٦۸، فصل في حكم الشهادة، أحكام مرض الإيدز في الفقه الإسلامي:۱/۲۱۷، غسل المريض، كتاب الفتاوى: ۳/۱۵۳، المسائل المهمة:۸/۱٤۲)

(۲) وطهارته مادام الغسل ممكنا. (الفتاوى الهندية: ۱/۱٦۳، الفصل الخامس)

(۳) والحدث والجنابة فيه سواء لما روى أن قوما جاؤا إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالوا إنا قوم نسكن هذه الرمال ولا نجد الماء شهرا وشهرين، وفينا الجنب والحائض والنفساء، فقال عليكم بأرضكم. (الهداية: ۱/۵۰، باب التيمم، فقهي ضوابط: ۱/۱۰۳)

رقم المسئلة (۱٤۰)

پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی کوشش کے باوجود نعش نہ ملی، پھر چند روز کے بعد نعش اوپر آئی تو اس میں تعفن پیدا ہو گیا، مگر نعش پھولی پھٹی نہ ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا، اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے (۱)؛ لیکن اگر نعش اس قدر سڑ گل گئی ہو کہ اس کو ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو اس پر یوں ہی پانی بہا دیا جائے گا، یہی کافی ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تا کہ انطباق بے غبار ہو جائے کہ میت کے غسل میں زندوں کی طرف سے فعلِ غسل ضروری ہے (۳)، اور پانی میں ڈوب کر مرنے والے میں یہ فعلِ غسل زندوں کی طرف سے نہیں پایا گیا، اس لیے اگر غسل ممکن ہو یعنی نعش پھٹی نہ ہو تو غسل دینا ضروری ہوگا محض پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

---

(۱) يغسل و يصلي عليه ما لم يتفسخ. (مراقي الفلاح:ص۲۱٦، أحكام الجنائز)

(۲) ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه، كذا في التاتارخانية ناقلا عن العتابية.
(الفتاوى الهندية:۱/۱٥۸، الفصل الثاني في الغسل، كتاب النوازل: ٦/۸٥، المسائل المهمة:۳/۹۸)

(۳) عن محمد و أبي يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل منا ...... لو وجد الميت في الماء لا بد من غسله لأن الخطاب يتوجه إلى بني آدم و لو يوجد منهم فعل، فالحاصل أنه لابد في إسقاط الواجب من الفعل، و أما النية فشرط لتحصيل الثواب. (منحة الخالق: ۲/۳۰٥، فقهي ضوابط:۱/۱۰٥)

رقم المسئلة (١٤١)

غیر مسلم نرس (Non Muslim Nurse) کا میت بچہ کو غسل اور کفن دینا

بسا اوقات کسی بچہ کی ولادت ہسپتال (Hospital) میں ہوتی ہے، اور وہ وہیں مر جاتا ہے تو ہسپتال کی غیر مسلم نرسیں اسے غسل وکفن کر دیتی ہیں، اور اس کے بعد اسے گھر پر غسل نہیں دیا جاتا ہے، اور قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے، شرعاً ایسا کرنا درست ہے، کیوں کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل صحیح ہے، غسل دینے والے کا مکلّف شرع ہونا شرط نہیں ہے (۱)؛ مگر چوں کہ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں: اول تو یہ کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل خلافِ سنت ہوگا (۲)؛ ثانی یہ کہ مسلم جنازہ کی تجہیز وتکفین مسلمانوں پر لازم ہے، اور یہ ذمے داری ان پر باقی رہ جاتی ہے؛ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس بچہ کو دوبارہ موافقِ سنت غسل دیا جائے (۳)۔

طريقة الإنطباق

غسل میت کے لیے غسل دینے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے (۴)،

---

(١) وإن لم يكن الغاسل مكلفًا. (رد المحتار:٣/ ٩٣، باب صلاة الجنازة)

(٢) فلابد في تحصيل الغسل المسنون. (رد المحتار:٣/ ٩٢)

(٣) الغسل والتكفين والصلوة فرض على الكفاية بالإجماع على ان غسل الميت فرض كفاية. (عمدة القاري:٨/ ٥٢، الجنائز)

(٤) وإن لم يكن الغاسل مكلفا. (ردالمحتار :٣/ ٩٣)

کیوں کہ غسل کا مقصد تطہیر ہے اور وہ کافر کے غسل دینے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے(۱)، اسی لیے ہسپتال کی غیر مسلم نرسوں کا مردہ بچہ کو غسل دینا درست ہے، البتہ اس غسل کے خلافِ سنت ہونے اور تجہیز و تکفین کے مسلمانوں پر لازم ہونے کی وجہ سے بہتر ہے کہ اس غسل کو لوٹا لیا جائے تا کہ غسلِ مسنون پر عمل بھی ہو جائے، اور ایک امرِ واجب کی ادائیگی بھی ہو جائے(۲)۔

رقم المسئلة (١٤٢)

خنثیٰ مشکل (Sissy) میت کا غسل

اگر میت خنثیٰ مشکل ہو، اور وہ بالغ یا مراہق یعنی قریب البلوغ ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی محرم ہو تو اس کو تیمّم کرادے، اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اجنبی آدمی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمّم کرادے، یہ تیمّم غسل کے قائم مقام ہوگا، اور اگر خنثیٰ مشکل میت مراہق نہ ہو بل کہ چھوٹا بچہ ہو تو پھر اسے مرد و عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں(۳)۔

---

(١) لأن المقصود من الغسل هو التطهير. (ردالمحتار :٣/٨٦)

ولذا صح تغسيل الذمية زوجها المسلم. (ردالمحتار:٣/٩٣)

(٢) كفنه ودفنه وتجهيزه فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها لإنكاره الإجماع.

(حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح : ٥/٥٨٠)

(٣) وكذا الخنثى المشكل يتيمم في ظاهر الرواية، وقيل يجعل في قميص لا يمنع وصول الماء إليه، ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبي وصبية لم يشتهيا، لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة.

(مراقي الفلاح:ص ٢١١، باب أحكام الجنائز)

والخنثى المشكل المراهق لا يغسل رجلا ولا امرأة، ولا يغسلها رجل ولا إمراة ويتيمم وراء الثوب.

(الفتاوى الهندية:١/١٦٠، الدرالمختار مع الشامية: ٣/٩٤، فتاوى دارالعلوم زكريا: ٣/٨٠٢، المسائل المهمة: ٧/١٠٠)

طريقة الانطباق

یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہیے تا کہ انطباق واضح ہوجائے، غاسل کی شرط یہ ہے کہ اس کے لیے مغسول شخص کو دیکھنا حلال ہو، اسی لیے مرد کو عورت غسل نہیں دے سکتی، اور نہ ہی عورت کو کوئی مرد غسل دے سکتا ہے (۱)، کیوں کہ ستر کا حکم موت سے ساقط نہیں ہوتا ہے (۲)، اب خنثیٰ مشکل کے مرد وعورت ہونے میں شک واقع ہوگیا، اسی لیے اس کا غسل ساقط کر کے تیمّم کو واجب کرا دیا گیا جو غسل کے قائم مقام ہے (۳)، یہ اس وقت ہے جب کہ خنثیٰ مشکل بالغ یا قریب البلوغ ہو، لیکن اگر وہ چھوٹا بچہ ہے تو اس کو مرد وعورت میں سے کوئی بھی غسل دے سکتا ہے، کیوں کہ ستر کا حکم بچہ کے حق میں نہیں ہے (۴)۔

رقم المسئلة (۱٤۳)

(ونزعوا ثيابه)

میت کی آنکھ سے کونٹیک لینس (Contact Lens) نکالنا

اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کی آنکھ میں کونٹیک لینس ہے، تو چوں کہ وہ

---

(۱) وأما الغاسل فمن شرطه أن يحل له النظر إلى المغسول، فلا يغسل الرجل المرأة، ولا المرأة الرجل والمجبوب والخصي. (البحر الرائق: ۲/۳۰۵ كتاب الجنائز)

(۲) قال ابن الهمام تحت قوله (وضعوا على عورته خرقة) لأن العورة لا يسقط حكمها بالموت، قال عليه الصلاة والسلام لعلي لاتنظر إلى فخذ حي و لا ميت و لذا لايجوز يغسل الرجل المرأة و بالعكس. (فتح القدير: ۲/۱۰۹، باب الجنائز)

(۳) وأما الخنثى المشكل المراهق إذا مات ففيه اختلاف، والظاهر أنه يتيمم. (البحر الرائق: ۲/۳۰۵)

(٤) ويجوز للرجل والمرأة تغسيل صبي وصبية لم يشتهيا، لأنه ليس لأعضائهما حكم العورة. (مراقي الفلاح: ص ۲۱۱)

لینس دوسرے کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، اور آنکھوں سے نکالنے میں بھی دقت ہے، اور یہ ایک زائد چیز بھی معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا میت کی آنکھوں سے نہیں نکالنا چاہیے(۱)۔

رقم المسئلة (١٤٤)

میت کے منہ سے مصنوعی دانت (Artificial teeth) نکالنا

اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے، اور اس کے منہ میں مصنوعی دانت ہوں، جو بآسانی نہیں نکل سکتے، تو انہیں منہ کے اندر ہی چھوڑ دیا جائے، غسل اور دفن میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے؛ اسی طرح اگر دانت سونے کے ہوں، اور انہیں نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میّت کی بے حرمتی ہو، تو اندر چھوڑ دیئے جائیں(۲)؛ کیوں کہ میّت کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے(۳)۔

طريقة الإنطباق

غُسلِ میت میں غسل سے پہلے کپڑے نکالنے کا مقصد حصول طہارت ونظافت

---

(١) وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال، لكنه أزال إحترامه بتعدّيه كما في الفتح، و مفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشق إتفاقا. (ردالمحتار:٢/٢٣٨)

(٢) وإن كان حرمة الآدميّ أعلى من صيانة المال، لكنه أزال إحترامه بتعدّية كما في الفتح، ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلاتعدّ لا يشق إتفاقا. (رد المحتار: ٢/٢٣٨)

(٣) ولقد كرمنا بني آدم . (الإسراء: ٧٠)

وقال مالك إنه بلغه أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسلم ميتًا ككسره وهو حي قال مالك نعني في الإثم.

(المؤطا للإمام مالك: ص٨٣، كتاب الجنائز ما جاء في الإختفاء النبش، المسائل المهمة: ٦/١٠٢)

ہے(۱)، جو کپڑے کے نکالنے کے بعد بدرجۂ اتم حاصل ہو جاتی ہے، اور کونٹیک لینس (Contact lens) اور مصنوعی دانت (False Tooth) اتصال کی وجہ سے بدن کا ایک حصہ بن چکے ہیں، جو حصولِ نظافت میں مانع نہیں ہیں، بل کہ ان کے نکالنے میں میت کی بے حرمتی لازم آتی ہے (۲)، اس لیے انہیں نکالے بغیر ہی غسل دے دیا جائے گا۔

رقم المسئلة (۱٤٥)

میت کے سینہ سے مشین (Machine) نکالنا

موجودہ دور کے ترقی یافتہ طریقۂ علاج میں ہارٹ (Heart) کے مریض کے سینے میں پیس میکر (Pace maker) نامی ایک مشین بٹھائی جاتی ہے، جو بہت قیمتی ہوتی ہے، اگر کوئی ہارٹ کا مریض (Patient of heart desease) جس کو یہ مشین لگائی گئی تھی انتقال کر جائے تو میت کے احترام کا خیال رکھتے ہوئے ضرورت کے مطابق سینہ چاک کر کے مشین نکالی جا سکتی ہے، تو نکالنے کی گنجائش ہے، اور اگر مشین نکالنا مشکل ہو اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو اندر چھوڑ دیا جائے، اس لیے کہ میت کی

---

(۱) قال ابن نجيم تحت قوله (جرد) أي من ثيابه ليمكنهم التنظيف ...... قالوا يجرد كما مات لأن الثياب تحمى فيسرع إليه التغيير. (البحر الرائق: ۳۰۱/۲، كتاب الجنائز)

(۲) والآدمي مكرم شرعًا و إن كان كافرًا فإيراد العقد عليه إبتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له ...... إلّا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر.

(رد المحتار :۲٤٥/۷، كتاب البيوع، مطلب الآدمي مكرم شرعًا)

قال الباجي تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، و إن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته. (أوجز المسالك: ۵۸۷/٤، كتاب الجنائز)

حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے(۱)، نیز اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز نکالی جائے اس کی قیمت دس درہم چاندی یا اس سے زیادہ ہو(۲)۔

نوٹ: دس درہم کی موجودہ مقدار ۳۰/ گرام ۶۲۰/ ملی گرام ساڑھے تین تولہ چاندی ہوتی ہے۔

طريقة الانطباق

غُسلِ میت میں غسل سے پہلے کپڑے نکالنے کا مقصد حصولِ طہارت ہے، جو کپڑے کو نکالے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ کپڑا ایک خارجی شئ ہے جس کے ناپاک ہونے سے بدنِ میت کے دوبارہ ناپاک ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے(۳)، اور پیس میکر (Pace Maker) نامی مشین کو میت کے سینہ میں ہونے کی وجہ سے وہ بدن کا ایک

---

(۱) ولقد كرمنا بني آدم. (الإسراء ۷۰)

قال مالك إنه بلغه أنه عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسلم ميتًا ككسره وهو حيّ قال مالك نعني في الإثم.

(المؤطا للإمام مالك :ص ۸۳، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الإختفاء البنش)

وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال إحترامه بتعدّيه كما في الفتح، ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّلا يشق إتفاقًا. (ردالمحتار: ۲/ ۲۳۸)

(۲) لو بلغ عشرة دراهم ومات يشق، وأفاد البيري عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها.

(ردالمحتار:۹/ ۲۸۱، كتاب الغصب، فتاوى قاسميه: ۲۳/ ۲۲٦، أحسن الفتاوى:٤/ ۲۵۱، المسائل المهمة: ۱۰/ ۹۵)

(۳) ويجرد من ثيابه، قال الشامي ليمكنهم التنظيف، لأن المقصود من الغسل هو التطهير، والتطهير لايحصل مع ثيابه، لأن الثوب متى تنجس بالغسالة تنجس به بدنه ثانيا بنجاسة الثوب فلا يفيد الغسل فيجب التجريد. (ردالمحتار:۳/ ۸٦، باب صلاة الجنازة)

حصہ ہوگئی، اب وہ خارجی شئ کے حکم میں باقی نہیں رہی، کہ حصولِ نظافت میں مانع ہو، اسی لیے اگر نکالنے سے میت کی بے حرمتی لازم آتی ہو تو مشین کو نکالے بغیر ہی غسل دے دیا جائے گا(۱)، اور اگر ایسا کوئی طریقہ ہو جس میں مشین کے نکالنے سے بے حرمتی لازم نہ آتی ہو، تو چوں کہ مشین دس درہم سے کہیں زائد رقم کی ہوتی ہے اس لیے اس کے نکالنے کی گنجائش ہے(۲)۔

رقم المسئلة (١٤٦)

میت کے غسل جنازہ میں میت کے پلاسٹر (Plaster) کا حکم

اگر کسی شخص کا پیر کسی حادثہ میں ٹوٹ گیا، اور ڈاکٹروں نے اس پر پلاسٹر چڑھا دیا، پھر وہ شخص انتقال کر گیا، تو اب اس کا وہ پلاسٹر چھوڑ کر غسلِ جنازہ دیا جائے(۳)۔

---

(۱) ولقد كرمنا بني آدم. (الإسراء: ۷۰)

و قال مالك أنه بلغه أنّ عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم كانت تقول كسر عظم المسلم ميتًا ككسره وهو حي، وقال مالك نعني في الإثم. (المؤطاء للإمام مالك: ص۸۳)

(۲) لو بلغ عشرة دراهمُ مات يشق وأفاد البيري عدم الخلاف في الدراهم والدنانير لعدم فسادها.

(ردالمحتار: ۹ / ۲۸۱، كتاب الغصب)

(۳) فإذا أرادوا غسله ...... ونزعوا ثيابه. (المختصر القدوري:ص۴۰، باب الجنائز)

ويجرد من ثيابه ليمكنهم التنظيف، لأن المقصود من الغسل هو التطهير، والتطير لا يحصل مع ثيابه.

(رد المحتار:۳/۸۶، باب صلاة الجنائز، فتاوى محموديه:۸/۵۰۰، المسائل المهمة:۵/۴۱)

طريقة الإنطباق

غسل میت میں میت کے کپڑوں کو نکالنے کا حکم اس ہے کہ کپڑا حصولِ طہارت کے لیے مانع ہے، کیوں کہ کپڑا ایک خارجی شئی ہے، نیز اس کی ضرورت حالت حیات میں ہوتی ہے ممات میں نہیں؛ اسی طرح میت کا پلاسٹر بھی ایک خارجی شئ ہے جو حصول طہارت کے لیے مانع ہے، اور اس کی ضرورت کا تعلق حیات سے ہے ممات سے نہیں، اسی وجہ سے پلاسٹر کو چھڑا کر میت کو غسل دیا جائے گا(۱)۔

رقم المتن - ٧٥

وَيُجَمَّرُ سَرِيْرُهُ وِتْرًا.

ترجمہ: اور دھونی دی جائے اس کے تختے کو طاق عدد میں۔

توضيح المسئلة

جس تخت پر میت کو غسل دینا ہو اس کو طاق عدد مثلاً (تین مرتبہ، پانچ مرتبہ) عود وغیرہ کی دھونی دی جائے، تاکہ غسل دینے والوں کو میت کی بدبو محسوس نہ ہو، تاکہ میت کی عظمت برقرار رہے(۲)۔

---

(۱) الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها. (قواعد الفقه:ص ٧٤)

(٢) ويجمر سريره وترًا لما فيه من تعظيم الميت. (الهداية: ١/ ١٧٨، باب الجنائز)

قال ابن الهمام يعني يدار المجمر وهو الذي يوقد فيه العود حوالى السرير ثلاثًا أو خمسًا أو سبعًا.

(فتح القدير: ٢/ ١١١، كتاب الصلاة فصل في الغسل)

وفي التجمير تعظيمه وإزالة الرائحة الكريهة، والوتر أحب إلى الله، وكيفيته أن يدار بالمجمرة حول السرير مرة أو ثلاثًا أو خمسًا لا يزاد عليها. (البحر الرائق: ٢/ ٣٠٠، كتاب الجنائز)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤٧)

تختے (Plank) کو عود کے بجائے مروجہ اگربتی سے دھونی دینا

اگر مردے کے تخت کو اگربتی سے دھونی دے دی جائے تو شرعاً جائز و درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے (۱)۔

طريقة الإنطباق

مردے کے تختے کو دھونی دینے کا مقصد تختے کو خوشبو دار کرنا ہے، تاکہ غسل دینے والوں کو کسی قسم کی بدبو محسوس نہ ہو، یہ معنی اگربتی میں بھی موجود ہے کیوں کہ وہ بھی نہایت خوشبودار ہوتی ہے، اسی لیے اگر تختے کو اگربتی کے ذریعہ سے دھونی دے دی جائے تو مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے جائز و درست ہوگا (۲)۔

رقم المتن - ٧٦

وَيَغْسِلُ رَأْسَهُ وَلِحْيَتَهُ بِالْخِطْمِيِّ.

ترجمہ: اور دھویا جائے اس کا سر اور اس کی داڑھی خطمی (ایک قسم کی خشبودار گھاس) سے۔

---

(١) ويجمر سريره وترًا. (المختصر القدوري: ص ٤٠، باب الجنائز)

ويوضع على سرير مجمر ككفنه، وفي الشامي أي مبخر إخفاء للرائحة الكريهة وفي الطحطاوي أي مبخر بنحو عود. (حاشية الطحطاوي: ص٥٦٧، كتاب الصلاة، كتاب النوازل:٦/ ٧٠)

(٢) الحكم يبنى على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية:٥/ ٢٣١)

توضيح المسئلة

خطمی ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے(۱)، اس سے میت کے سر اور اس کے داڑھی کے بال کو دھونے کا حکم ہے کیوں کہ یہ عمل نظافت کے لیے مفید اور ابلغ ہے(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤٨)

میت کے سر اور داڑھی کو ڈیٹول (Dettol) لکس (Lux) وغیرہ صابن سے دھونے کا حکم

خطمی ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہے جو عراق میں پیدا ہوتی ہے(۳)، اگر وہ کہیں دستیاب نہ ہو، اور میت کے سر اور داڑھی کو رائج صابن مثلاً ڈیٹول، لکس وغیرہ سے دھولیا جائے تو شرعاً اس کی اجازت ہے(۴)۔

طريقة الإنطباق

خطمی گھاس کا مقصد نظافت وصفائی ہے(۵)، جو رائج صابون ڈیٹول، لکس

(١) ويغسل رأسه ولحيته بالخطمي وهو نبت بالعراق طيب الرائحة. (الجوهرة النيرة: ١/٢٥٦)

(٢) وغسل رأسه و لحيته بالخطمي لأنه أبلغ في استخلاص الوسخ.

(البحر الرائق: ٢/٣٠٢، كتاب الجنائز)

(٣) الخطمي وهو نبت بالعراق طيب الرائحة. (الجوهرة النيرة: ١/٢٥٦)

(٤) وغسل رأسه ولحيته بالخطمي ...... وإن لم يكن فبالصابون ونحوه لأنه يعمل عمله.

(البحر الرائق: ٢/٣٠٢، كتاب الجنائز، فتح القدير: ٢/١١١، باب الجنائز، فصل في الغسل)

(٥) غسل رأسه ولحيته بالخطمي لأنه أبلغ في استخلاص الوسخ. (البحر الرائق: ٢/٣٠٢) =

وغیرہ میں علی وجہ الکمال پایا جاتا ہے، اس لیے اگر کوئی شخص میت کے سر اور داڑھی کو رائج صابون سے دھولے تو مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے جائز ہے(۱)۔

رقم المتن - ۷۷

وَلَا كَافُوْرٌ عَلٰی مَسَاجِدِهٖ.

ترجمہ: اور سجدہ کے اعضاء پر کافور مل دیا جائے۔

توضیح المسئلة

مردے کو غسل دینے کے بعد میت کے سجدہ کے اعضاء پیشانی، ناک، ہتھیلی، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیا جائے، کیوں کہ انہیں کے ذریعہ وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اس لیے انہیں زیادتی کرامت حاصل ہے(۲)؛ نیز کافور ملنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سجدہ کے اعضاء جلدی کیڑوں کے غذا بننے سے محفوظ رہیں(۳)۔

= ويغسل رأسه ولحيته بالخطمي ليكون أنظف له لأنه مثل الصابون في التنظيف.

(فتح القدير: ۲/ ۱۱۱، باب الجنائز فصل في الغسل)

(۱) الحكم يبني على المقصود و لا ينظر إلى اختلاف العبارة بعد اتحاد المقصود.

(موسوعة القواعد الفقهية:٥/ ۲۳۱)

(۲) والكافور على مساجده يعني جبهته وأنفه وكفيه وركبتيه وقدميه لفضيلتها، لأنه كان يسجد بها لله تعالى فاختصت بزيادة الكرامة. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۲٥۸، فصل في غسل الميت)

(۳) ثم يوضع الحنوط في رأسه ولحيته ...... و يديه و ركبتيه، وفي الكافور على مساجده يعني جبهته و أنفه و يديه و ركبتيه و قدميه، لما روى عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه قال وتتبع مساجده بالطيب، يعني بالكافور ولأن تعظيم الميت واجب، ومن تعظيمه أن يطيب لئلا تجيء منه رائحة منتنة وليصان عن سرعة الفساد. (بدائع الصنائع: ۲/ ۳۲۸، فصل في كيفية التكفين)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٤٩)

میت کے اعضائے مساجد پر بجائے کافور کے عطر (Perfume) لگانا

اگر کوئی شخص میت کے سجدہ کے اعضاء پر کافور کی جگہ مارکیٹ میں دستیاب کوئی عطر، مثلاً جنت الفردوس، مشک وغیرہ مل دے تو سنیت ادا نہیں ہوگی، کیوں کہ عطر کافور کے قائم مقام نہیں ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

اعضائے مساجد پر کافور ملنے کا مقصد ان اعضا کی تعظیم وتکریم اور جلد از جلد کیڑوں کی غذا بننے سے بچانا ہے، اور یہ مقصد دوسری خوشبوؤں اور عطر سے حاصل نہیں ہوسکتا، اس لیے عطر ملنے سے کافور کی سنیت ادا نہیں ہوگی لہٰذا جہاں تک ہوسکے کافور ہی ملا جائے (۲)۔

---

(١) عن علقمة عن ابن مسعود رضي الله عنه قال الكافور يوضع على مواضع السجود.

(السنن الكبرى للبيهقي: ٥٦٨/٣، الرقم: ٦٧٠٥، كتاب الجنائز، باب الكافور والمسك للحنوط)

عن أم عطية قالت لما ماتت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا اغسلنها وترًا ثلاثًا أو خمسًا، واجعلن في الخامسة كافورًا أو شيئًا من كافور.

(الصحيح لمسلم: ٣٠٥/١، كتاب الجنائز، كتاب النوازل: ٧٤/٦)

(٢) ويجعل الكافور على مساجد ليطرد الدود عنها، وفي الطحطاوي هذا حكمة تخصيص الكافور، فتخص بزيادة إكرام، أي لما كانت هذه الأعضاء يسجد بها خصت بزيادة إكرام صيانة لها عن سرعة الفساد. (حاشية الطحطاوي: ص ٥٧١، كتاب الصلاة)

وعن زفر (رحمه الله) أنه قال: يذر الكافور على عينيه و أنفه، لأن المقصود أن يتباعد الدود من الموضع الذي يذر عليه الكافور، فخص هذه المحال من بدنه لهذا. (بدائع الصنائع: ٣٢٨/٢، كتاب الصلاة) =

رقم المتن - ۷۸

فَإِذَا فَرَغُوا مِنْهُ صَلَّوْا عَلَيْهِ.

ترجمہ: جب میت کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جائیں تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔

توضيح المسئلة

میت پر نمازِ جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ نمازِ جنازہ کے ارکان، اس کی چار تکبیرات اور قیام ہیں، اور شرائط چھ ہیں:

(۱) میت کا مسلمان ہونا، (۲) میت پاک ہونا، (۳) میت کا آگے ہونا، (۴) میت کا موجود ہونا اور میت کے اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ موجود ہونا، (۵) مصلی کا زمین پر ہونا یعنی بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا، (۶) میت بھی زمین پر ہو(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۵۰)

جس میت کی شناخت نہ ہو تو اس پر نمازِ جنازہ کا حکم

اگر کسی بس یا کار میں مسلمان و کافر سفر کر رہے ہوں، اچانک گاڑی حادثہ کا شکار

= قال الشامي تحت قوله (كرامة لها) فإنه كان يسجد لهذه الأعضاء فتختص بزيادة كرامة و صيانة لها عن سرعة الفساد. (ردالمحتار: ۸۹/۳، باب صلاة الجنازة)

الحكم إذا ثبت بعلة زال بزوالها. (موسوعة القواعد الفقهية: ٤٨٩/١)

(١) الصلاة عليه فرض كفاية و أركانها التكبيرات و القيام، و شرائطها ستة إسلام الميت، وطهارته، و تقدمه، و حضوره أو أكثر بدنه، أو نصفه مع رأسه، و كون المصلي عليها غير راكب بلا عذر، و كون الميت على الأرض. (نورالإيضاح: ص۱۲۹، باب أحكام الجنائز)

ہوگئی اور تمام مسافرین جائے حادثہ پر اس طرح ہلاک ہوگئے کہ شناخت کی کوئی شکل باقی نہیں رہی، تو تمام کو غسل اور کفن دے کر ایک ساتھ سامنے رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف جنازۂ مسلم کی' کی جائے گی(۱)۔

طريقة الإنطباق

مسلمان میت پر نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے(۲)، اور کافروں پر نمازِ جنازہ مشروع نہیں ہے(۳)، اس لیے اگر مسلمان و کافر ایک ساتھ کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائیں تو

---

(۱) لو اجتمع موتی المسلمین و الکفار، إن کان بالمسلمین علامة یمکن الفضل بها یفضل، وإن لم یکن بهم علامة، ینظر إن کان المسلمون أکثر غسلوا و کفنوا، ودفنوا في مقابر المسلمین، وصلی علیهم وینوی بالدعاء المسلمین ...... إما إذا کانوا علی السواء فلا یشکل أنهم یغسلون لما ذکرنا، أن فیه تحصیل الواجب مع الإتیان بالجائز في الجملة، وینوی بالصلاة و الدعاء المسلمین لأنهم إن عجزوا عن تعیین العمل للمسلمین لم یعجزوا عن تمییز القصد في الدعاء لهم. (بدائع الصنائع: ۳۱٦/۲، کتاب الصلاۃ)

اختلط موتانا بکفار، ولا علامة اعتبر الأکثر، فان استووا اغسلوا واختلف في الصلاۃ علیهم، قال الشامي تحت قوله (واختلف في الصلاۃ) قیل لا یصلی، لأن ترك الصلاۃ علی المسلم مشروع في الجملة کالبغاۃ وقطاع الطریق، فکان أولی من الصلاۃ علی الکافر لأنها غیر مشروعة، لقوله تعالیٰ "ولا تصل علی أحد منهم مات أبدًا" وقیل یصلي ویقصد المسلمین، لأنه إن عجز عن التعیین لا یعجز عن القصد، قال في الحلیة فعلی هذا ینبغي أن یصلي علیهم في حالة ما إذا کان الکفار أکثر، لأنه حیث قصد المسلمین فقط، لم یکن مصلیا علی الکفار، فینبغي الصلاۃ علیهم في الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاثة و هو أوجه قضاء لحق المسلمین بلا إرتکاب منهي عنه. (الدر المختا رمع رد المحتار: ۹۳/۳، کتاب الصلاۃ، الموسوعة الفقهیة: ۳۸/۱٦، فتاوی محمودیه: ٦۵۹/۸، المسائل المهمة: ۹۵/۳)

(۲) الصلاۃ علیه فرض کفایة و شرائطها ستة، إسلام المیت. (نور الإیضاح: ص ۱۲۹)

(۳) لأن الصلاۃ علی الکافر غیر مشروعة أصلاً، قال اللّٰه تعالیٰ: ولا تصل علی أحدٍ منهم مات أبدًا.

(بدائع الصنائع: ۳۱٦/۲، کتاب الصلاۃ شرائط وجوب الغسل)

حتی المقدور علامتوں سے مسلمان میت کو پہچان کر صرف ان پر ہی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی علامت نہ ہو جس سے یہ امتیاز ہو سکے تو ان ساری میتوں پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، لیکن نماز و دعا میں صرف مسلمان میتوں کی نیت کی جائے گی، کیوں کہ مسلمان میتوں کے حق میں نمازِ جنازہ کے سلسلے میں تعیینِ عمل کے دشوار ہونے کے وقت کافر و مسلمان میت کے درمیان امتیاز و فرق صرف قصد و ارادہ سے ہو سکتا ہے، جو انسان کے بس میں ہے بس سے باہر نہیں (۱)۔

رقم المسئلة (١٥١)

ایکسیڈنٹ (Accident) میں یا ڈوب کر مرنے والے شخص کی نمازِ جنازہ کا حکم

اگر کوئی شخص ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مر گیا، اور اس کا نصف بدن بغیر سر کے ملا تو نہ اس کو غسل دیا جائے گا، اور نہ کفن دیا جائے گا، اور نہ ہی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی

---

(١) اختلط موتانا بكفار ولاعلامة ...... اختلف في الصلاة عليهم. قال الشامي: يصلي ويقصد المسلمين لأنه إن عجز عن التعيين لايعجز عن القصد.

(الدر المختار مع رد محتار:٣/٩٣، باب صلاة الجنازة)

قال بعضهم يصلي عليهم وينوي بالصلاة والدعاء المسلمين، لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد في الدعاء لهم.

(بدائع الصنائع: ٢/٣١٦، كتاب الصلاة، شرئط وجوب الغسل)

لايكلف الله نفسا إلّا وسعها. (البقرة:٢٨٦)

بل کہ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا(۱)، اور اگر نصف بدن سے زیادہ حصہ ملا، گر چہ بغیر سر کے ہو یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا تو اس کو غسل اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی(۲)۔

طريقة الإنطباق

نمازِ جنازہ کے صحت کے لیے مکمل میت کا یا میت کے اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ موجود ہونا شرط ہے(۳)؛ لہٰذا ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر یا کسی اور حادثہ میں اگر مردہ کا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ مل جائے تو اس پر حصولِ شرط کی وجہ سے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی(۴)، اور اگر نصف بدن سے بھی کم حصہ دستیاب ہو تو اس پر شرط مفقود

---

(۱) و إن وجد نصفه من غير الرأس، أو وجد نصفه مشقوقا طولا، فإنه لا يغسل ولا يصلي عليه، و يكف في خرقة و يدفن فيها. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۹، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الدرالمختار مع الشامية: ۳/۹۲، باب صلاة الجنازة، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص۵۷۵، كتاب الصلاة باب أحكام الجنائز، حلبي كبير: ص ۵۹۰، مجمع الأنهر: ۱/۲۷۲، باب صلاة الجنائز)

(۲) ولايصلي عليه ...... إلّا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس، قال الشامي تحت قوله (ولو بلا رأس) وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. (الدرالمختار مع الشامية: ۳/۹۲، باب صلاة الجنازة)

ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس غسل صلى عليه.

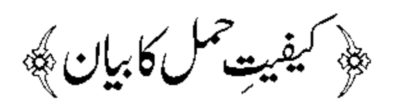
(البحر الرائق: ۲/۳۰۵، كتاب الجنائز، مراقي الفلاح: ص۵۷۵، أحكام الجنائز حلبي كبير: ص۵۹۰، مجمع الأنهر: ۱/۲۷۳، فتاوى محموديه: ۸/٦٦٤)

(۳) وشرائطها ستة: حضوره أوحضور أكثر بدنه أو نصفه مع رأسه. (نورالإيضاح: ص۱۲۹)

(٤) إذا وجد الشرط وجد المشروط. (قواطع الأدلة الأصول: ۱/۷٤)

لايثبت المشروط إلا بوجود الشرط جميعه. (جمهرة القواعد الفقهية: ۳/۱۱۸۲)

ہونے کی وجہ سے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی (۱)۔



رقم المتن – ۷۹

فَإِذَا حَمَلُوْهُ عَلَى سَرِيْرِهٖ أَخَذُوْا بِقَوَائِمِهِ الْأَرْبَعِ وَيَمْشُوْنَ بِهٖ مُسْرِعِيْنَ دُوْنَ الْخَبَبِ.

ترجمہ: پھر جب میت کو تخت پر اٹھائیں تو پکڑلیں اس کے چاروں پائے اور جنازہ کو تیزی کے ساتھ لے کر چلیں دوڑ کر نہ چلیں۔

توضيح المسئلة

میت کو جب کفن دے کر چار پائی پر لٹائے تو اس کے چار پائی کے چاروں پایوں کو پکڑ کر قبرستان کی طرف چلے لیکن اس انداز سے کہ تیزی کے ساتھ قبرستان جائے، دوڑ کر نہیں (۲)۔

---

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية:۲/۶۲۳، الرقم ۱۷۸)

(۲) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال سألنا نبينا صلى الله عليه وسلم عن المشي مع الجنازة فقال مادون الخبب. (السنن لأبي داؤد:۲/۴۵۳، باب الإسراع بالجنازة، الرقم: ۳۱۸۴)

قال عبدالله ابن مسعود رضي الله عنه من اتبع جنازة فليحمل بجوانب السرير كلها فإنه من السنة.

(السنن لابن ماجة: ص ۱۰۶، باب ما جاء في شهود الجنائز، الرقم: ۱۴۷۸۷)

عن علي الأزدي قال رأيت ابن عمر في جنازته فحمل بجوانب السرير الأربع فبدأ بالميامين ثم تنحى عنها فكان منها بمزجر كلب. (المصنف لابن أبي شيبة: ۷/۲۲۳، الرقم:۱۱۳۹۳، كتاب الجنائز)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٥٢)

گاڑی (Van) پر جنازہ لے جانے کا حکم

جنازہ کے اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار پاؤں کو چار آدمی اٹھاویں اور مونڈھوں پر رکھیں (۱)، پشت پر اٹھانا یا جانور کے اوپر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے، اور یہی حکم گاڑی پر لے جانے کا بھی ہے (۲)، لیکن بمجبوری وبضرورت، مثلاً قبرستان بہت زیادہ دور ہو تو جنازہ کو گاڑی پر لے جانے کی گنجائش ہے (۳)۔

طريقة الإنطباق

حملِ جنازہ (جنازہ کا اٹھانا) میں مقصود تکثیرِ جماعت کے ساتھ میت کا اکرام ہے، جو جنازہ کے چاروں پاؤں کو پکڑ کر پیدل چلنے میں موجود ہے (۴)، اسی لیے حملِ جنازہ

---

(١) قال عبدالله ابن مسعود من اتبع جنازة فليحمل بجوانب السرير كلها فإنه من السنة.

(السنن لابن ماجه: ص١٠٦)

(٢) ويكره عندنا حمله بين عمودي السرير، بل يرفع كل رجل قائمة باليد لا على العنق كالأمتعة ولذا كره حمله على ظهر ودابة، قال الشامي لأن السنة التربيع. (الدر المختار مع الشامية:١٣٥/٣، مطلب في حمل الجنازة، البحرالرائق: ٣٣٥/٢، فصل السلطان أحق بصلاته)

(٣) ورواه ابن ماجة وبه لفظه من اتبع الجنازة فليأخذ بجوانب السرير كلها فإنه من السنة، وإن شاء فليدع ثم إن شاء فليدع فوجب الحكم بأن هذا هو السنة، وأن خلافه أن تحقق من بعض من السلف فلعارض.

(فتح القدير: ١٤١/٢، فصل في حمل الجنازة، ردالمحتار:١٣٥/٣، فتاوى دارالعلوم ديوبند:٢٧٩/٥)

(٤) وإذا حملوا الميت على سريره أخذوا بقوائمه الأربع، بذلك وردت السنة، وفيه تكثير الجماعة و =

میں اس کو مسنون قرار دیا گیا ہے کہ میت کے سرہانے کو آگے رکھیں، اور اس کے چاروں پاؤں کو ایک ایک آدمی اٹھائے (۱)، ظاہر ہے یہ معنی (تکثیرِ جماعت، اکرامِ میت) جنازہ کو گاڑی میں لے جانے میں مفقود ہے، اسی لیے فقہا نے اس عمل کو مکروہ قرار دیا ہے (۲)؛ البتہ اگر کوئی عذر ہو تو یہ عملِ مکروہ جائز ہو جائے گا (۳)۔

=زيادة الإكرام و الصيانة. (الهداية: ۱/ ۱۸۲، فصل في حمل الجنازة)

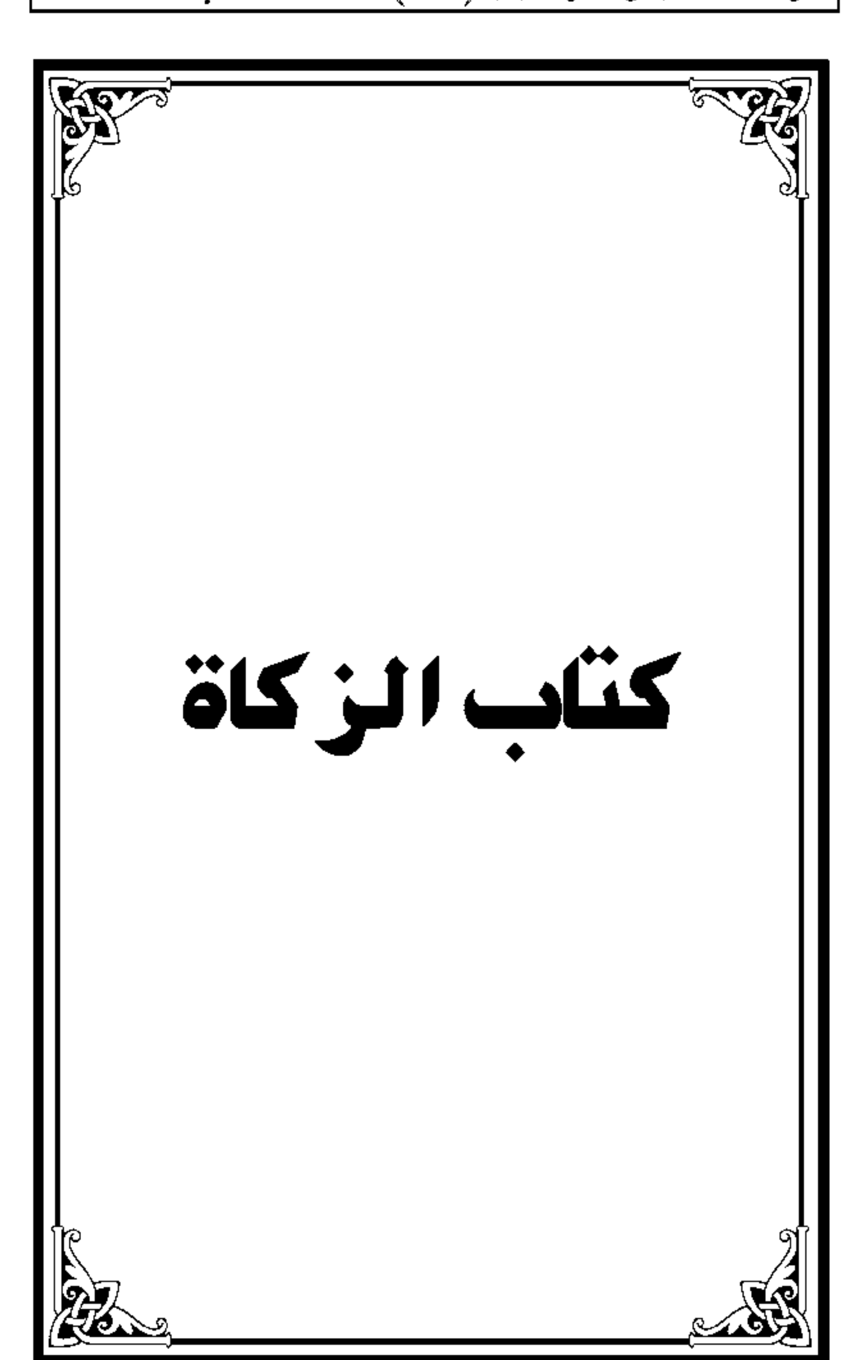
قال ابن نجيم المصري تحت قوله (ويؤخذ سريره بقوائمه الأربع) بذلك وردت السنة وفيه تكثير الجماعة وزيادة الإكرام والصيانة. (البحر الرائق: ۲/ ۳۳۵، فصل السلطان أحق بصلاته)

إنما يبتني الحكم على المقصود لا على ظاهر اللفظ. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲/ ۳۲۲)

(۱) والسنة في حمل الجنازة أن يحملها أربعة نفر من جوانبها الأربع، ويقدم الرأس في حال حمل الجنازة. (بدائع الصنائع: ۲/ ۴۲، الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۶۲، الفصل الرابع)

(۲) ولذا كره حمله على ظهر ودابة. (الدر المختار: ۳/ ۱۳۵، باب صلاة الجنازة)

(۳) الضرورات تبيح المحظورات. (قواعد الفقه: ص ۸۹، الرقم ۱۷۰)



كتاب الزكاة

﴿ وجوبِ زکاۃ کی شرطیں ﴾

رقم المتن - ۸۰

الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ إِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا مِلْكًا تَامًّا وَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ.

ترجمہ: زکاۃ واجب ہے ایسے شخص پر جو آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو جب کہ مکمل نصاب کا مالک ہو ملکِ تام کے طور پر، اور اس پر سال گزر گیا ہو۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ زکاۃ کے واجب ہونے کی شرطیں بیان فرما رہے ہیں؛ چناں چہ زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے کل آٹھ شرطیں ہیں پانچ شرطیں مالک کی اور تین شرطیں مملوک کی ہیں (۱)۔

مالک کی پانچ شرطیں:

(الف) آزاد ہونا، غلام پر زکاۃ فرض نہیں اگر چہ وہ غلام مکاتب بھی ہو (۲)، کیوں کہ

---

(۱) إعلم أن شرائط الزكاة ثمانية، خمسة في المالك وهو أن يكون حرا بالغا مسلما عاقلا وأن لا يكون لأحد عليه دين، وثلاثة في المملوك وهو أن يكون نصابا ملكا كاملا، وحولا كاملا، وكون المال إما سائما أو للتجارة إذا ملك نصابا ملكا تاما، الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد.

(الجوهرة النيرة: ۱/۲۸٤، كتاب الزكاة)

(۲) ولا مكاتب زكاة. (المختصر القدوري: ص ٤٣)

وجوبِ زکاۃ کے لیے کمالِ ملک کا ہونا ضروری ہے اور غلام میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے(۱)۔

(ب) مسلمان ہو کافر پر زکاۃ فرض نہیں ہے، کیوں کہ زکاۃ ایک عبادت ہے، اور کافر سے عبادت کا تحقق نہیں ہو سکتا(۲)۔

(ج) عاقل ہو، مجنون پر زکاۃ فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس میں کمالِ ملک کا معنیٰ نہیں ہے(۳)۔

(د) بالغ ہو، بچہ پر زکاۃ فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس میں بھی مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے(۴)۔

(ھ) مستغرق فی الدین نہ ہو، یعنی اس پر اتنا قرض نہ ہو جو اس کے سارے ہی مال کا احاطہ کرلے، کیوں کہ وجوبِ زکاۃ کے لیے نصابِ نامی ہونا ضروری ہے جو مستغرق فی الدین میں نہیں ہے(۵)۔

مملوک کی شرطیں:

(الف) مال نصابِ کامل ہو، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو

---

(۱) واشتراط الحریة لان کما ل الملك بها. (الهداية: ۱/۱۸۵، کتاب الزکاة)

(۲) ولأن الزکاة عبادة ولا يتحقق العبادة من الکافر. (الهداية: ۱/۱۸۵، کتاب الزکاة)

(۳) ولیس علی صبي ولا مجنون زکاة. (المختصر القدوري: ص ۴۳، کتاب الزکاة)

(٤) والعقل والبلوغ لما نذکره. (الهداية: ۱/۱۸۵، کتاب الزکاة)

(۵) ومن کان علیه دین یحیط بماله، فلا زکاة علیه، ولنا مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معدوما کالماء المستحق بالعطش وثیاب البذلة والمهنة. (الهداية: ۱/۱۸٦، کتاب الزکاة)

یا اس کی مقدار کرنسی یا سامانِ تجارت ہو(۱)۔

(ب) نصاب پر سال گزر گیا ہو، تاکہ نما (بڑھوتری) متحقق ہو جائے(۲)۔

(ج) مملوک میں ملکیت، ملکِ تام کے طور پر ہو، جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی(۳)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۵۳)

(الزکاۃ واجبة علی الحر)

قومی ورفاہی فنڈ (Helping Fund) میں رکھے ہوئے مال پر زکاۃ کا حکم

مدارسِ اسلامیہ اور مساجد اسی طرح دیگر قومی اور رفاہی فنڈ میں جمع شدہ رقومات پر شرعاً زکاۃ واجب نہیں ہے، گرچہ وہ مقدارِ نصاب ہی کیوں نہ ہوں، اور ان پر سال گزر گیا ہو(۴)۔

---

(۱) الزکاۃ واجبة في عروض التجارة کائنة ماکانت إذا بلغت قیمتها نصابا من الورق أو الذهب یقومها بما هو أنفع للفقراء والمساکین منهما. (المختصر القدوري: ص ٤٨، باب زکاة العروض)

(۲) لابد من الحول، لأنه لابد من مدة یتحقق فیها النماء، وقدرها الشرع بالحول لقوله صلی اللّٰه علیه وسلم لازکاة في مال حتی یحول علیه الحول. (الهدایة: ١/ ١٨٥، کتاب الزکاة)

(۳) قوله (ملکا تاما) یحترز عن ملك المکاتب والمدیون والمبیع قبل القبض، لأن الملك التام هو ما اجتمع فیه الملك والید. (الجوهرة النیرة: ص ٢٨٥)

(٤) الزکاة واجبة علی الحر المسلم العاقل البالغ، اعلم أن شرائط الزکاة ثمانیة خمسة في المالك وهو أن یکون حرًا بالغًا، مسلمًا، عاقلًا، وأن لایکون لأحد علیه دین. (الجوهرة النیرة: ١/ ٢٨٤، کتاب الزکاة)=

طريقة الإنطباق

مسئلۂ مذکور کو مصنف کی عبارت "علی الحر" پر منطبق کرنے کے لیے ایک ضابطے کا سمجھنا ضروری ہے، تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے زکاۃ کے وجوب کو شخص حقیقی (انسان کی ملکیت) کی ملکیتِ تامہ سے متعلق کیا(۱)، اسی وجہ سے صاحبِ قدوری نے مذکورہ بالا عبارت میں شخصِ حقیقی کے اوصاف کو بیان کیا۔ "علی الحر البالغ العاقل المسلم"، اور آزاد، بالغ، عاقل، مسلمان یہ وصف شخصِ حقیقی ہی کے ہوتے ہیں حکمی کے نہیں۔

اور مدارسِ اسلامیہ و مساجد میں رکھے ہوئے قومی و رفاہی فنڈ (Helping fund) شخصِ حقیقی نہیں بل کہ اشخاصِ حکمی میں شامل ہیں، اور شخصِ حکمی پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی ہے؛ کیوں کہ زکاۃ کے صحت ادا کے لیے مصارف میں سے جس مصرف کو زکاۃ دی جا رہی ہے اس کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، اور مالک بنانے کا وصف شخصِ حقیقی میں ہوتا ہے حکمی میں نہیں، اسی لیے مدارس، مساجد اور رفاہی فنڈس (Helping funds) میں جمع شدہ رقم پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۲)۔

= وأما الشرائط التي ترجع إلى المال، فمنها الملك فلاتجب الزكاة في سوائم الوقف.

(بدائع الصنائع: ۳۸۹/۲، كتاب الزكاة، فصل في الشرائط،

فتاوی قاسمیہ: ۳۲۹/۱۰، کتاب الفتاوی: ۳ / ۲۶۷)

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصابًا كاملا ملكا تامًا و حال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص۴۳)

(۲) فمنها الملك فلا تجب الزكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك، وهذا لأن في =

رقم المسئلة (١٥٤)

(الزكاة واجبة على ...... البالغ العاقل)

شادی کے لیے رکھے گئے زیورات (Jewelleries) پر زکاۃ

بسا اوقات ماں باپ شادی سے پہلے اپنی بچی کے لیے زیورات بنا کر رکھتے ہیں اگر وہ زیورات لڑکی کی ملک کر دیے گئے ہیں اور لڑکی نابالغ ہے تو اس کی زکاۃ نہ لڑکی پر واجب ہے اور نہ والدین پر (۱)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلے کو مصنف کی عبارت "على البالغ العاقل" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے بلوغت اور ملک تام (جس میں ملکیت اور قبضہ دونوں ہو) دونوں شرط ہیں (۲)، اور یہ دونوں شرطیں

= الزكاة تمليكًا، والتمليك في غير الملك لايتصور.

(بدائع الصنائع: ٢٨٩/٢، كتاب الزكاة ردالمحتار:١٧٤/٣، كتاب الزكاة)

(١) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابا كاملا ملكا تاما.

(المختصر القدوري:ص٤٣)

وشرط إفتراضها عقل وبلوغ فلا تجب على مجنون وصبي، لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها، وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي. (الدر المختار مع الشامية:١٧٣/٣)

وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي.

(البحر الرائق:٣٥٣/٢، كتاب الزكاة، المسائل المهمة: ٨٠/٤)

(٢) وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي. (البحرالرائق:٣٥٣/٢)

ان زیورات میں مفقود ہیں جو نابالغ لڑکی کی ملک کر دیئے گئے ہیں، اسی لیے ان زیورات کی زکاۃ نہ لڑکی پر واجب ہے اور نہ والدین پر، لڑکی پر اس لیے کہ وہ بالغہ نہیں ہے، جب کہ وجوب زکاۃ کے لیے بلوغت شرط ہیں، اور والدین پر اس لیے کہ یہ زیورات ان کے قبضے میں تو ہیں لیکن ملکیت میں نہیں جب کہ وجوب زکاۃ کے لیے ملکیت شرط ہے(۱)۔

رقم المسئلة (١٥٥)

(إذا ملك نصابًا كاملًا ملكا تاما)

پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع شدہ رقم پر زکاۃ

حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے جبراً کاٹ لیتی ہے، اور اتنی ہی رقم اس میں شامل کر کے ملازمین کے نام سے اپنی تحویل میں رکھتی ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر انہیں ادا کر دی جاتی ہے، اس پوری رقم کا لینا حلال ہے کیوں کہ اس میں نصف رقم ملازم کی ہے اور نصف حکومت کی طرف سے انعام ہے(۲)، اور فی الحال اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے(۳)، البتہ جب یہ رقم مل جائے تو اس پر سال گزر

---

(١) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة:٢/٦٢٣)

(٢) قال إبن نجيم تحت قوله (بل بالتعجيل أو بشرطه أو بالاستيفاء او بالتمكن) يعني لا يملك الأجرة إلا بواحد من هذه الأربعة، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك، كما أشار إليه القدوري في مختصره، لأنها لو كانت دينا لايقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس المستأجر عليها وحبس العين عنه، وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر، كذا في المحيط لكن ليس له بيعها قبل قبضها. (البحر الرائق:٧/٥١١، كتاب الإجارة، الفتاوى الهنديه:٤/٤١٣)

(٣) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام بالرفع صفة ملك خرج مال المكاتب، قال=

جانے کے بعد زکاۃ واجب ہوگی(۱)، سالہائے گزشتہ کی زکاۃ واجب نہیں ہوگی(۲)۔

رقم المسئلة (١٥٦)

سیکوریٹی ڈپوزٹ (Security Deposit) پر زکاۃ

مکان یادکان کو کرایہ پر لیتے وقت جو رقم مالکِ مکان یادکان کو سیکوریٹی ڈپوزٹ کے نام سے بطورِ ضمانت دی جاتی ہے اس رقم کی زکاۃ نہ تو دینے والے پر واجب ہے، اور نہ

= الشامي تحت قوله (خرج مال المكاتب) أي خرج بالتقييد به، لأن المراد التام المملوك رقبةً و يدًا، وملك المكاتب ليس بتام لوجودالمنافي، قلت وخرج أيضًا نحو المال المفقود والساقط في بحر و مغصوب لابينة عليه فلا زكاة عليه، لأنه وإن كان مملوكا له رقبة لكن لايدله عليه كما أفاده في البدائع.

(الدرالمختار مع الشامية:٣/١٧٤، كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

قال أصحابنا لا زكاة في المال المجحود و المال المغصوب، لنا ما روى أن عثمانؓ خطب فقال لازكاة في مال ضمار، وعن ابن عمر إنماالزكاة في الدين الذي إذا اقتضيته أمكنك أخذه، ولايعرف لهما مخالف، ولأنه خارج من يده ممنوع من الإنتفاع به،فلايجب عليه زكاته لما مضى كرقبة المكاتب بعد العجز ومال المكاتب. (التجريد:٣/١١٩١، رقم المسئله،٥١٠٥، الفتاوى التاتارخانيه:٢/٣، مجمع الأنهر: ٢٨٥، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية:١/١٧٥، الباب الأول في تفسيرها)

(١) وسببه أي سبب إفتراضهاملك نصاب حولي تام. (الدرالمختار:٣/١٧٣، كتاب الزكاة)

الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذاملك نصاباً كاملاًملكاتاما، و حال عليه الحول.

(المختصرالقدوري :ص٤٣)

(٢) روى ابن أبي شيبه في مصنفه عن عمرو بن ميمون قال أخذالوليدبن عبدالملك مال رجل من أهل الرقة يقال له أبو عائشة عشرين ألفاً، فالقاها في بيت المال فلما ولّى عمربن عبدالعزيز أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إليه، فكتب إلى ميمون أن أدفعوا إليهم أموالهم وخذوا زكاة عامهم هذا.

(فتح القدير:٢/١٧٥ كتاب الزكاة، فتاوى محموديه:٩/٤٠٤، المسائل المهمة:٣/١٣٩)

ہی لینے والے پر، کیوں کہ یہ سیکوریٹی ڈپوزٹ کی رقم رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھا جائے) پر، اور جب رہن واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکاۃ بھی واجب نہیں ہوگی (۱)، لیکن جب قبضہ میں ہوتے ہوئے اس رقم پر سال مکمل ہوجائے تو اب موجودہ سال کی زکاۃ واجب ہوجائے گی۔

رقم المسئلة (۱۵۷)

گریجویٹی فنڈ (Graduity Fund) پر زکاۃ

بعض کمپنیاں اپنے ملازمین کو ان کے ملازمت سے سبکدوش ہونے (Retirement) پر گریجویٹی فنڈ دیتی ہیں، گریجویٹی فنڈ کے نام سے ملازمین کو دی جانے والی یہ رقم ملازمین کے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے کم وبیش ہوتی ہے، اور یہ رقم بطورِ تبرع وقدر شناسی دی جاتی ہے؛ لہٰذا جب تک وہ رقم وصول نہ ہو اور نصاب کے بقدر نہ ہو اس میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۲)۔

---

(۱) ولافي مرهون بعد قبضه قال الشامي أي لاعلى المرتهن لعدم ملك الرقبة، ولاعلى الراهن لعدم اليد، وإذا استرده الراهن لايزكى عن السنين الماضية، وهو معنى قول الشارح بعد قبضه ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن. (الدر المختار مع الشامية :۳/۱۸۰، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، الفتاوى الهندية :۱/۱۷۲، كتاب الزكاة، محمود الفتاوى:۲/۲٦، المسائل المهمة :۳/۱٤۵)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذاملك نصابا كاملا ملكا تاما وحال عليه الحول. (المختصر القدوري :ص٤۳)

وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد.

(الدر المختار مع الشامية :۳/۱۷٤، البحر الرائق :۲/۳۵۳، كتاب الزكاة، المسائل المهمة :۵/۱٦۰)

طریقۃ الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کو مصنف کی عبارت "إذا ملك نصابًا كاملًا ملكًا تامًّا" پر منطبق کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ زکوۃ کے واجب ہونے کے لیے منجملہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ مملوک (مال) میں ملکیت، ملکِ تام کے طور پر ہو یعنی جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی ہو(۱)، اور پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں ملازم کا قبضہ نہیں ہوتا، اور سیکوریٹی ڈپوزٹ (Security Deposit) پر راہن کی ملکیت تو ثابت ہوتی ہے لیکن قبضہ نہیں، اور مرتہن کا قبضہ تو ہوتا ہے لیکن ملکیت نہیں ہوتی، اور گریجویٹی فنڈ میں تو ملازم کا قبضہ اور ملک دونوں نہیں ہے، جس کی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ اور سیکوریٹی ڈپوزٹ اور گریجویٹی فنڈ تینوں میں ملکِ تام کی شرط مفقود ہے جو وجوبِ زکاۃ کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ، گریجویٹی فنڈ اور سیکوریٹی ڈپازٹ، تینوں پر زکاۃ واجب نہیں ہوتی ہے(۲)، لیکن جب نوکری کے اختتام پر پراویڈنٹ فنڈ اور گریجویٹی فنڈ پر مالک کا قبضہ ہو جائے اور سیکوریٹی ڈپوزٹ کی رقم اجارہ کے اختتام پر مالک کے پاس پہنچ جائے، اوران رقومات پر سال گزر جائے تو سبب کے متحقق

---

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابا كاملا ملكا تاما وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص۴۳)

قوله (ملكا تاما) يحترز عن ملك المكاتب والمديون والمبيع قبل القبض لأن الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد؟. (الجوهرة النيرة:۱/۲۸۵)

(۲) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية:۲/۶۲۳، الرقم: ۱۷۸)

ہونے کی وجہ سے ان پر زکاۃ واجب ہوجائے گی(۱)۔

رقم المسئلة (۱۵۸)

پراویڈنٹ فنڈ (Provident fund) میں جمع کردہ رقم پر زکاۃ

ملازمین اپنی تنخواہوں میں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈینٹ فنڈ کے نام سے خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، ادارہ ان کو مجبور نہیں کرتا اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر اضافہ کے ساتھ انہیں ادا کردی جاتی ہے، اس صورت میں جتنی رقم کاٹی گئی ہے اتنی ہی رقم کا لینا حلال ہے، اس سے زیادہ لینے میں سود کا شبہ اور سود کا ذریعہ بنا لینے کا اندیشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے(۲)۔ اب جتنی رقم جمع ہوئی ہے اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، یا یہ ملازم پہلے سے صاحبِ نصاب ہے تو سالانہ اس فنڈ میں جمع کی ہوئی رقم کی

---

(۱) و سببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار:۳/۱۷۳، مطلب في أحكام المعتوه)

الحكم يبني على السبب. (موسوعة القواعد الفقهية:۵/۲۲۱)

(۲) أحل الله البيع و حرم الربوا. (البقرة:۲۷۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الحلال بين، وإن الحرام بين، و بينهما أمور مشتبهات (وفي الحديث) لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ دينه وعرضه، و من وقع في الشبهات وقع في الحرام، ويدخل في هذا الباب معاملة من كان في ماله شبهة أو خالطه رباء، فان الإختيار تركها إلى غيرها، و ليس بمحرم عليه،ذلك مالم يتيقن أن عينه حرام أومخرجه من حرام.

(بذل المجهود:۱۱/۱۱،۱٤، كتاب البيوع: الرقم: ۳۳۲۹، ۳۳۳۰)

إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرمًا، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبًا.

(المقاصد الشرعية: ص٤٦)

و كل ما ادى إلى ما لا يجوز لايجوز. (الدرالمختار مع الشامية:۹/۵۱۹، كتاب الحظر والاباحة فصل في اللبس)

بھی زکاۃ دینا لازم ہوگا (۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق واضح ہوجائے کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے (۲)؛ پس پراویڈنٹ فنڈ کی وہ صورت جس میں ملازمین اپنی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، اس میں معنیٰ اختیار کے پائے جانے کی وجہ سے ادارہ ان ملازمین کا وکیل ہوگیا، اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے، اس لیے یہاں ملازمین (مالک) کے لیے پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کردہ رقومات ملکیت وقبضہ دونوں پائے جانے کی وجہ سے ملک تام کا معنیٰ حاصل ہوگیا جو وجوب زکاۃ کا سبب ہے، اسی لیے اگر یہ رقم مقدار نصاب یا اس سے زائد ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (۱۵۹)

حج کمیٹی (Hajj Committee) یا پرائیویٹ ٹور (Private Tour) میں جمع کی ہوئی رقم پر زکاۃ کا حکم

حج کرنے والوں کے لیے عامتاً چار پانچ ماہ پہلے پیشگی رقم جمع کرانا لازم ہوتا ہے اور روانگی بھی بسا اوقات چار پانچ ماہ بعد ہوتی ہے، اگر کسی شخص نے حج کے ارادہ سے حج

---

(۱) الزكاة واجبة على المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابا كاملاً. (المختصر القدوري: ص۴۳، كتاب الزكاة)

الزكاة إنما تجب إذا ملك نصابًا تامًا. (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳۵، المسائل المهمة: ۳/۱۴۰)

وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۳/۱۷۳)

(۲) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوى التاتارخانية: ۴/۳۲۶، كتاب الوكالة)

کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور میں پیسہ جمع کروایا (جو نصاب یا نصاب سے بھی زائد ہو) اور روانگی سے پہلے صاحب نصاب آدمی کا سال مکمل ہو گیا تو اس صورت میں حج کے لیے جمع کی ہوئی رقم پر زکاۃ نہیں واجب ہوگی (۱)، البتہ حج کے بعد جو رقم لوٹائی جاتی ہے اگر وہ مقدار نصاب ہو یا نصاب سے کم ہو لیکن دوسرے مال کے ساتھ مل کر نصاب کے بقدر ہو جائے تو اس رقم پر زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت "إذا ملك نصابًا كاملاً ملكًا تامًا" پر منطبق کرنے کے لیے یہاں ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے کہ جب کسی حکم کے لیے کسی چیز کو شرط قرار دیا جاتا ہے، تو وہ حکم اس شرط کے وجود و عدم پر دائر ہوتا ہے، یعنی جب شرط پائی جاتی ہے تو حکم پایا جاتا ہے، اور جب شرط مفقود ہوتی

---

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابًا كاملاً ملكًا تاماً وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص٤٣)

ومنها الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد، وأما إذا وجد الملك دون اليد، كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لاتجب فيه الزكاة.

(الفتاوى الهندية: ١/٢٧٢، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها)

(٢) إذا أمسكه لينفق منه كل مايحتاجه فحال الحول وقد بقي منه نصاب، فإنه يزكي ذلك الباقي وإن كان قصده الإنفاق منه أيضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه إلى حوائجه الأصلية وقت حولان الحول. (رد المحتار: ٣/١٧٩، كتاب الزكاة مطلب في زكاة ثمن المبيع)

(فتاوى قاسميه: ١٠/٣٠٤، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا ص۱۴۵)

ہے تو حکم بھی مفقود ہو جاتا ہے(۱)، اور وجوبِ زکاۃ کے لیے ملک تام شرط ہے (۲)، اور ملک تام کی تعریف فقہا یہ کرتے ہیں کہ جس میں مالک کی ملکیت بھی ثابت ہو اور قبضہ بھی (۳)، یعنی ملک تام کے تحقق کے لیے ملکیت اور قبضہ دونوں کا ہونا ضروری ہے، اور حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور میں جو رقم جمع کروائی جاتی ہے اس میں اگرچہ مالک کی ملکیت ثابت ہے لیکن قبضہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اس جمع کروائی ہوئی رقم میں ملکِ تام کا معنی باقی نہیں رہا، جو وجوب زکاۃ کے لیے شرط ہے، اور قاعدہ ہے کہ شرط کے مفقود ہونے کی صورت میں حکم بھی مفقود ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور میں جمع کروائی ہوئی رقم پر زکاۃ واجب نہیں ہے، رہی بات اس رقم کی جو حج سے واپس آنے کے بعد لوٹا دی جاتی ہے، اگر وہ مقدار نصاب ہو تو اس پر دینِ قوی ہونے کے اعتبار سے زکاۃ واجب ہوگی، کیوں کہ اس رقم میں ابتداءً زکاۃ کے واجب نہ ہونے کی علت مالک کا عدمِ قبضہ تھا جو اَب نہیں ہے (۴)، بل کہ حج کمیٹی یا پرائیویٹ ٹور والوں پر حج کی ضروریات، مثلاً آمد و رفت کے ٹکٹ معلم کی فیس اور رہائش کی فیس اور اپنا نفع لینے کے بعد جو رقم بچ گئی ہے جسے انہوں نے احتیاطاً لے لیا تھا کا لوٹانا واجب ہے، کیوں کہ اس کی حیثیتِ فقہی دینِ قوی کی ہے، اور دینِ قوی پر زکاۃ واجب ہوتی ہے (۵)۔

---

(۱) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۶۲۳/۲، الرقم: ۱۷۸)

(۲) الزكاة واجبة على الحر...... إذا ملك نصاب كاملاً ملكاتاما. (المختصر القدوري: ص۴۳)

ومنها الملك التام. (الفتاوى الهندية: ۱۷۲/۱)

(۳) الملك التام هو ما اجتمع فيه الملك واليد. (الجوهرة النيرة: ۲۸۴/۱، الفتاوى: الهندية: ۱۷۲/۱)

(۴) إذا زال المانع عاد الممنوع. (قواعد الفقه: ص۵۷، الرقم: ۲۲)

(۵) وزكاة الدين على أقسام، فالقوي وهو بدل القرض مال التجارة إذا قبضه.

(نور الإيضاح: ص۱۵۷، كتاب الزكاة)

رقم المسئلة (١٦٠)

بینک(Bank)میں جمع شدہ رقم کی زکاۃ کا حکم

اگرکسی شخص نے بینک (Bank) میں پیسہ جمع کیا اور بینک میں جمع شدہ رقم ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس سے زائد قیمت کو پہنچ گئی، اوراس پر سال گزر گیا تو اس جمع شدہ رقم پر زکاۃ واجب ہوگی(۱)۔

طريقة الإنطباق

حنفیہؒ کے یہاں وجوب زکاۃ کے لیے ملک تام ضروری ہے، ملکِ تام یہ ہے کہ وہ شئی اس کی ملک میں بھی ہواوراس کو اس پر قبضہ بھی حاصل ہو، ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی جائے تو زکاۃ واجب نہ ہوگی(۲)۔

بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھی جائے یا فکس ڈپازٹ کی جائے، ہر دو

(١) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصابا كاملا ملكا تاما و حال عليه الحول.

(المختصرالقدوري :٤٣)

و سببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدرالمختار:٣/١٧٤، كتاب الزكاة،

فتاوى دارالعلوم زكريا:٣/١٣٦، كتاب النوازل: ٦/٤٧٥، جديد فقهى مسائل:١/١١٠)

(٢) الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملا وملكاتا ماو حال عليه الحول.

(المختصرالقدورى /٤٣)

قال الشامي تحت قوله (خرج المكاتب) لأن المراد بالتام المملوك رقبة ويدًا. (ردالمحتار:٣/١٧٥)

و منهـا الملك التام وهو ما اجتمع فيه الملك واليد، وأما إذا وجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض أو وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزكاة كذا في السراج الوهاج.

(الفتاوى الهندية:١/١٧٢، الباب الأول)

صورت میں جمع شدہ رقم پر زکاۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ مقدارِ نصاب ہو، اور اس پر سال گزر جائے (۱)، کیوں کہ بینک میں جمع رقم پر ملکیت تو جمع کرنے والے کی ظاہر ہی ہے، قبضہ بظاہر اس کا نہیں ہے؛ مگر چوں کہ اس نے اپنے ارادہ واختیار سے بینک میں رقم جمع کی ہے؛ لہٰذا بینک قبضہ میں اصل مالک کا نائب ہے، اور نائب کا قبضہ اصل کا قبضہ ہوتا ہے (۲)، اسی لیے فقہائے کرام نے از راہِ امانت رکھے گئے مال میں زکاۃ واجب قرار دی ہے، کیوں کہ امین کا قبضہ اصل مالک کا قبضہ ہے (۳)، نیز زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے عملی طور پر قبضہ ضروری نہیں ہے؛ بل کہ اگر وہ بر وقت تصرف کرنے کے موقف میں ہو تو حکماً قابض ہی سمجھا جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ خرید کیے ہوئے سودے پر قبضہ سے پہلے ہی زکاۃ واجب ہوتی ہے (۴)؛ حالاں کہ یہاں بھی مالک کو صرف تصرف کا اختیار ہے، اس کو قبضہ حاصل نہیں ہے، اور اکاؤنٹ ہولڈر (Account Holder) کو بھی اپنی جمع کردہ رقومات میں ہر وقت تصرف کا اختیار رہتا ہے، تو اس کو اگر چہ ان رقومات پر قبضہ حقیقی نہیں؛ لیکن قبضہ حکمی حاصل ہے، جو وجوب زکاۃ کے لیے کافی ہے (۵)؛ پس معلوم ہوا کہ اکاؤنٹ ہولڈر کو اپنی

---

(۱) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۳/ ۱۷۴)

(۲) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوی التاتارخانية: ۴/ ۳۲۶، كتاب الوكالة)

(۳) أن يده (المودع) يد المالك فالهلاك في يده كالهلاك في يد المالك.

(بدائع الصنائع: ۸/ ۳۶۳، كتاب الوديعة)

(۴) وأما المبيع قبل القبض فقيل لا يكون نصابًا والصحيح أنه يكون نصابا كذا في محيط السرخسي.

(الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۷۲)

(۵) القبض الحكمي عند الفقهاء يقام مقام القبض الحقيقي. (الموسوعة الفقهية: ۲۳/ ۲۶۲، القبض)

بینک میں جمع کردہ رقومات پر ملکیت اور قبضہ دونوں حاصل ہے، اس لیے بینک میں جمع کی ہوئی رقم پر زکاۃ واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (١٦١)

درآمدات و برآمدات تجارت
(Business of Import & Export)
مبیع اور ثمن کی زکاۃ کس پر

درآمدات و برآمدات کا تعارف:

آج کل بہت سے تاجر (Buisiness men) باہر ممالک سے مال منگواتے ہیں، اور ان خریدے ہوئے سامان کی قیمت (Payment) بھی پیشگی ادا کر دیتے ہیں، اس طرح مال منگوانے والے کو امپورٹر (Importer) اور مال منگوانے کو امپورٹ (Import) اور مال روانہ کرنے والے بائع (Seler) کو ایکسپورٹر (Exporter) اور مال روانہ کرنے کو ایکسپوٹ (Export) کہتے ہیں۔

عرضِ مسئلہ

بسا اوقات امپورٹر مال آڈر (Order) کرکے روپیہ ایکسپوٹر کو بھیج دیتا ہے، اس طرح ایکسپوٹر تو ثمن پر قابض ہو جاتا ہے، لیکن ابھی سامانِ تجارت امپورٹر کے قبضہ میں نہیں آتا، اور کبھی کبھی یہ تاخیر مہینوں اور سال تک کی بھی ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امپورٹر کے بھیجے ہوئے ثمن پر جو زکاۃ واجب ہوگی وہ کس پر، اور

ایکسپورٹر کے بھیجے ہوئے سامانِ تجارت پر جو زکاۃ واجب ہوگی وہ کس پر ہوگی۔

امپورٹ اور ایکسپورٹ کی صورتیں اور ان کا حکم

امپورٹ اور ایکسپورٹ کی دو صورتیں ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان صورتوں کو ذکر کریں یہاں بطورِ مقدمہ کے ایک چیز کا سمجھنا ضروری ہے، اس لیے پہلے ہم وہ امر ذکر کرتے ہیں۔

بیع (Sell) اور وعدۂ بیع (Agreement to sell) کے درمیان فرق

جب اگریمنٹ ٹو سیل ''وعدۂ بیع'' کیا جاتا ہے تو جو سامان فروخت کیا گیا ہے اس کا ٹائٹل (Title) یعنی حق ملکیت خریدار کی طرف منتقل نہیں ہوتا جب تک کہ بیع حقیقتاً وجود میں نہ آجائے، بل کہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ دونوں پارٹیاں آپس میں اگری (وعدہ) کرتی ہیں، یعنی بائع (Seller) کہتا ہے کہ میں سامان خریدار کو مہیا کروں گا، اور خریدار کہتا ہے کہ میں قیمت (Payment) ادا کروں گا، لیکن محض اس اگریمنٹ (Agreement) کے نتیجے میں دونوں کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی ہے، یعنی پہلی کی طرح بائع اپنی مبیع کا اور مشتری اپنے ثمن کا مالک رہتا ہے۔ اس کے برعکس بیع (Sell) کہ بیع کے نتیجے میں نہ صرف ملکیت منتقل ہو جاتی ہے، بل کہ عام حالات میں اس کا رسک (ضمان خطرہ) بھی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے(۱)۔

---

(۱) البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي مثل أن يقول أحدهما بعت، والآخر =

مسئلہ کی پہلی صورت ایگریمنٹ ٹوسیل (Agreement to Sell)

اگر امپورٹر (مشتری) اور ایکسپورٹر (بائع) کے مابین ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدۂ بیع) ہوا ہو، تو علی حالہ ثمن کی زکاۃ مشتری پر اور سامانِ تجارت کی زکاۃ بائع پر واجب ہوگی؛ کیوں کہ بیع نہ ہونے کی وجہ سے ثمن مشتری کی ملکیت سے اور سامانِ تجارت بائع کی ملکیت سے نہیں نکلے۔ اور جب ان کی ملکیت ان میں پہلے کی طرح برقرار ہے، تو وہ زکاۃ بھی ملکیتِ سابقہ کے اعتبار سے ہی نکالیں گے(۱)۔

مسئلہ کی دوسری صورت بیع (Sell)

اگر امپورٹر (مشتری) ایکسپورٹر (بائع) کے مابین بیع (Sell) ہوئی ہو، اور اس نے امپورٹر کے منگوائے ہوئے سامانِ تجارت کو شپنگ کمپنی (Shipping Company)

= اشتريت لأن البيع إنشاء تصرف، والإنشاء يعرف بالشرع، والموضوع للأخبار قد استعمل فيه فينعقد به، و لا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل. و إذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية. (الفتاوى الهندية: ۳/ ۱۸، كتاب البيوع)

الوعد المجرد بالبيع أو بغيره من العقود أو الأعمال، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه لم يقم له الفقهاء وزنا من الوجهة القضائية، أي أنه لايلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية، أما القضاء فلا يجبر عن الوفاء بوعده، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب و قبول قطعيين، كما لو قال الإنسان لآخر سأبيعك أو أعدك بأن أبيعك المال الفلاني بكذا فهذا من قبيل الوعد المجرد ...... إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراءه خلال مدة معينة. (عقد البيع لمصطفى أحمد الزرقاء: ص ۱۷۱، الفصل السابع في وعد بالبيع)

(۱) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصابًا كاملًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول.

(المختصر للقدوري: ص ۴۳)

کے حوالے کر دیا ہو، اور امپورٹر نے بھی ثمن ایکسپورٹر کو دے دیا ہو، تو اس صورت میں ثمن کی زکاۃ ایکسپورٹر (بائع) پر اور سامانِ تجارت کی زکاۃ امپورٹر (مشتری) پر واجب ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا مناسب ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے۔

زکاۃ کے وجوب کا تعلق انسان کے ان املاک سے ہے، جن میں نمو کی صلاحیت ہو، اور انسان کو ان املاک پر ملکیتِ تامہ حاصل ہو یعنی ملک اور قبضہ دونوں ہو، اور اس پر سال گزر گیا ہو (۲)۔ اب مسئلہ کی پہلی صورت جس میں امپورٹر (مشتری) اور بائع (ایکسپورٹر) کے درمیان وعدۂ بیع (Agreement to sell) ہوئی ہو، تو چوں کہ وعدۂ بیع کی صورت میں بیع کے نہ ہونے کی وجہ سے بائع ومشتری ایک دوسرے کے املاک کے مالک نہیں ہوتے، اس لیے مشتری علیٰ حالہ ثمن کا مالک ہونے کی وجہ سے ثمن کی زکاۃ نکالے گا، اور بائع علی حالہ سامانِ تجارت کا مالک ہونے کی وجہ سے سامانِ تجارت کی زکاۃ نکالے گا۔ اور مسئلہ کی دوسری صورت جس میں امپورٹر (مشتری) اور ایکسپورٹر (بائع) کے درمیان بیع کا معاملہ ہوا ہے، اور بیع کی وجہ سے ثمن مشتری کی ملک سے نکل کر بائع کی ملک میں آجاتی ہے، اور مبیع بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہے، اس لیے کہ اس دوسری صورت میں امپورٹر (مشتری) سامانِ تجارت کی زکاۃ نکالے گا، اور ایکسپورٹر (بائع)

---

(۱) يفترض على كل مسلم حر مالك لنصاب حولي.

(مجمع البحرين وملتقى النيرين: ۱/۱۷۹، فقہی مقالات: ۳/۷۱)

(۲) و سببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار: ۳/۱۷٤، كتاب الزكاة)

ثمن کی، رہی بات یہ کہ سامانِ تجارت ابھی امپورٹر (مشتری) کے قبضہ میں نہیں آیا، تو قبضہ نہ ہونے کی صورت میں ملکِ ناقص ہے، اور زکاۃ ملکِ تام میں واجب ہوتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایکسپورٹر سامانِ تجارت شپنگ کمپنی (Shipping Company) کے حوالے کرے گا، شپنگ کمپنی کا بحیثیت وکیلِ مؤکل (امپورٹر) کا قبضہ ہوگا، کیوں کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہوتا ہے(۱)، اس لیے قبضہ کے پائے جانے کی وجہ سے ملکیتِ تامہ ثابت ہوگئی جو وجوبِ زکاۃ کے لیے کافی ہے۔

رقم المسئلة (۱٦۲)

(وحال عليه الحول)

وجوبِ ادائے زکاۃ میں شمسی سال (Solar Year) کا اعتبار ہوگا یا قمری سال (Lunar Year) کا

مقدارِ نصابِ مال پر جب سال گذر جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے(۲)، لیکن حولانِ حول یعنی سال کے گذرنے میں شمسی سال کا اعتبار ہوگا یا قمری سال کا؟ یہ سوال اس وجہ سے اہمیت کا حامل ہے کہ قمری حساب سے سال ۳۵۴/دن کا ہوتا ہے، اور شمسی حساب سے سال ۳٦۵/دن اور ایک چوتھائی روز اور ایک سو بیسواں حصے کا ہوتا ہے، یعنی

---

(۱) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوی الولوالجية: ٤/٣٢٦، كتاب الوكالة)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم ...... إذا ملك نصابا كاملا ملكا تاما و حال عليه الحول.

(المختصر القدوری:ص:٤٣، كتاب الزكاة)

قمری سال شمسی سال سے تقریباً ۱۱ردن چھوٹا ہوتا ہے (۱)، تو حولان حول میں قمری سال کا اعتبار ہوگا، شمسی (انگریزی) سال کا اعتبار نہیں ہوگا (۲)، مثلاً ایک شخص ۶ ررجب المرجب کو صاحبِ نصاب ہوا تو آئندہ سال ۶ ررجب المرجب کو اس کے نصاب پر سال پورا ہوگا اور زکاۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں مہینہ کے آغاز و اختتام کا مدار فلکیاتی حساب (Skydyed claculation) اور سائنس (Science) پر نہیں ہے، اور نہ ہی نظام شمسی پر ہے، بل کہ شریعت میں معتبر قمری نظام ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته" یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اس لیے حولانِ حول میں بھی اعتبار قمری سال کا ہوگا نہ کہ شمسی سال کا (۳)۔

---

(۱) وعن شمس الأئمة الحلواني الشمسية ثلاث مأة و خمسة و ستون يومًا و ربع يوم و جزء من مأة وعشرين جزءًا من اليوم، والقمرية ثلاث مائة وأربعة وخمسون يوما كذا في الكافي.

(الفتاوى الهندية: ۱/۵۲۳، الباب الثاني في العنين)

(۲) وحولها أي الزكاة قمري بحر عن القنية لاشمسي، وسيجيء الفرق في العنين، قال الشامي وأجل سنة قمرية بالأهلة على المذاهب، و هي ثلاثما ئة وأربع وخمسون وبعض يوم، وقيل شمسية بالأيام، وهي أزيد بأحدعشر يوما. (الدرالمختار مع الشامية: ۳/۲۲۳، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

و حولان الحول على النصاب شرط لوجوب الزكاة فيه، والمرادالحول القمري.

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ۱/۳۵۶، كتاب الزكاة)

وأن يحول عليه الحول الهجري.

(فقه السنة: ۱/۳۲۳، كتاب الزكاة، المسائل المهمة: ۱/۹۷، كتاب النوازل: ۶/۵۵۲)

(۳) العبرة في الزكاة للحول القمري كذا في القنيه. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵)

رقم المسئلة (١٦٣)

سونے چاندی کے ناک، دانت

(Nose & Ear of Gold & Silver)

وغیرہ پر زکاۃ کا حکم

بعض حالات میں بعض خاص مصلحت کے پیش نظر سونے چاندی کے مصنوعی اعضاء(Faboluos organ) کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ناک، دانت کھو کھلے دانتوں کا سونے چاندی سے بھرنا، سونے کے تاروں سے دانت کو باندھنا وغیرہ ان کا حکم یہ ہے؛ کہ اگر ان کو بآسانی نکالا جاسکتا ہے تو ان میں زکاۃ واجب ہوگی(۱)؛ لیکن اگر ان کو آسانی سے نکالا نہیں جاسکتا؛ بل کہ وہ مستقل طور پر لگادئے گئے ہیں، اوران کے جسم کا ایسا عضو بن جائے جس کو الگ کیا جانا ممکن نہ ہو تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۲)۔

---

(١) وسبب لزوم أدائها توجه الخطاب يعني قوله تعالى واتوا الزكاة وشرطه ثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكاة كيفما أمسكهما ولو للنفقة.

(الدرالمختار:٣ / ١٨٥، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)

إن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة. (البحرالرائق: ٢/ ٣٦١، كتاب الزكاة)

(٢) وليس في دورالسكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة، لإنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضا.

(الهداية: ١/ ١٨٦، كتاب الزكاة، جديد فقهي مسائل: ١/ ١١١، فتاوى دارالعلوم زكريا: ٣/ ٩٨)

طریق الإنطباق

یہاں وجوبِ زکاۃ کی ایک علت جان لینا چاہیے تا کہ انطباق واضح ہو جائے، زکاۃ واجب ہونے کے لیے مال کا نامی (بڑھوتری) ہونا ضروری ہے(۱)، اسی لیے وجوبِ زکاۃ کے لیے سال گزرنے کی قید لگائی گئی ہے؛ پس سونے چاندی کے وہ مصنوعی اعضاء جو فولڈ (Fold) ہوں، یعنی جنہیں بآسانی نکالا جاسکتا ہو، ان پر زکاۃ واجب ہوگی، اس کی نظیر عورتوں کے زیورات ہیں (۲)، کیوں کہ یہاں وجوبِ زکاۃ کی علت نمو حکمی موجود ہے، جو وجوبِ زکاۃ کے لیے کافی ہے (۳)، اور دوسری قسم ان اعضاء کی ہے جو فکس (Fix) ہوتے ہیں، یعنی جنہیں بغیر آپریشن کے جسمِ انسانی سے نکالا نہیں جاسکتا، ان میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ مصنوعی اعضاء جسمِ انسانی سے پیوست ہونے کی وجہ سے انسان کی بنیادی

---

(۱) ولنا لأن السبب هو المال النامي. (الهداية: ۱۸۷/۱، كتاب الزكاة)

ومنها كون النصاب ناميًا. (الفتاوى الهندية: ۱۷٤/۱)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن إمرأتين أتتا رسو ل الله صلى الله عليه وسلم وفي أيديهما سواران من ذهب، فقال لهما أتؤديان زكاته، فقالتا لا فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم أتحبان أن يسور كما الله بسورين من نار قالتا لا قال فأديا زكاته.

(السنن للترمذي: ۱/ ۱۳۸، باب ماجاء في زكاة الحلي)

(۳) قال الشامي تحت قوله (نام ولو تقديرًا) النماء في اللغة بالمد الزيادة، وفي الشرع هو نوعان حقيقي و تقديري ....أو التقديري تمكنه من الزيا دة بكون المال في يده أويد نائبه.

(رد المحتار: ۱۷۹/۳، كتاب الزكا ة،مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)

ومنها كون النصاب نا ميا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجا رة أوتقد يراً بأن يتمكن من الإ ستمناء بكون المال في يده أوفي يد نائبه. (الفتاوى الهندية: ۱۷٤/۱)

الحكم يثبت بحسب العلة. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲۲٦/٥)

ضروریات (حاجتِ اصلیہ) میں داخل ہوگئے، جس کی وجہ سے اب ان میں نمو کی صلاحیت باقی نہیں رہی، اسی لیے علت کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (١٦٤)

اموالِ تجارت کی زکاۃ باعتبار قیمتِ خرید یا فروخت

تاجروں پر اپنے اموالِ تجارت کی زکاۃ سال ختم ہونے پر بازاری قیمت کے اعتبار سے واجب ہے نہ کہ اصل قیمت خرید کے اعتبار سے؛ لہٰذا اگر تاجر نے بنیتِ تجارت کوئی سامان ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا، اور آج اس کی مارکیٹ (Market) قیمت پانچ لاکھ روپے ہیں تو زکاۃ میں مارکیٹ قیمت (پانچ لاکھ) کا چالیسواں حصہ واجب ہوگا (۲)۔

---

(١) والحكم ينتهي بانتهاء علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/٩٥)

(٢) الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص٤٣)

إذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوي مائتي درهم فتم الحول، ثم زاد السعر أو انتقص، فإن أدى من عينها أدى خمسة أقفزة، وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. (الفتاوى الهندية: ١/١٧٩، كتاب الزكاة)

رجل له مائتا قفيز حنطة للتجارة حال عليها الحول، وقيمتها مائتا درهم حتى وجبت عليها الزكاة، فإن أدى من عينها أدى ربع عشر عينها خمسة أقفزة حنطة، وإن أدى من قمتها ربع العشر القيمة أدى خمسة دراهم، فإن لم يؤد حتى تغير سعر الحنطة إلى زيادة وصارت تساوي أربع مأة، فإن أدى من عين الحنطة أدى ربع العشر خمسة أقفزة بالإتفاق، وإن أدى من القيمة أدى خمسة دراهم قيمتها يوم حولان الحول الذي هو يوم الوجوب عند أبي حنيفة.

(الفتاوى التاتارخانية: ٣/١٦٩، بيان زكاة عروض التجارة، فتاوى محمودية: ١٤/١٧٣، المسائل المهمة ٤/٨٢، فتاوى دار العلوم زكريا: ٣/١٣١)

طريقة الإنطباق

زکاۃ کے سلسلے میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(الف) نفسِ وجوبِ زکاۃ (ب) ادائے وجوبِ زکاۃ

نفس وجوب کا تعلق بقدرِ نصاب مال کے مالک ہونے سے ہے (۱)، اور ادائے وجوب کا تعلق حولانِ حول یعنی سال گذرنے سے ہے (۲)، یعنی جب کوئی شخص نصاب کے بقدر کسی مال کا مالک ہوتا ہے تو اس پر محض زکوۃ کا نفسِ وجوب متعلق ہوتا ہے، زکاۃ کی ادائیگی سال کے گزرنے پر موقوف ہوتی ہے تا کہ اس مال میں بڑھوتری ہو سکے (۳)، اور جب زکاۃ کی ادائیگی سال کے مکمل ہونے پر واجب ہے تو زکاۃ کی ادائیگی میں سامانِ

(۱) وسبب افتراضها ملك نصاب. (الدر المختار:۳/۱۷٤)

ولنا أن كمال النصاب شرط وجوب الزكاة، فيعتبر وجوده في أول الحول وآخره لا غير، لأن أول الحول وقت انعقاد السبب، وآخر وقت ثبوت الحكم.

(بدائع الصنائع:۲/٤٠٤، كتاب الزكاة مايقطع حكم الحول)

(۲) عن عائشةؓ قالت سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول. (السنن لابن ماجة :ص۱۲۸، كتاب الزكاة، باب من استفاد مالا: الرقم: ۱۷۹۲)

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فإذا كانت لك مائتا درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون دينارًا، فإذا كانت لك عشرون دينارًا، و حال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلك.

(السنن لأبي داؤد:۱/۲۲۱، باب في الزكاة السائمة: الرقم: ۱۵۷۳)

(۳) لابد من الحول لأنه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء، و قدّرها الشرع بالحول لقوله عليه السلام لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول، ولأنه الممكن به من الاستنماء لاشتماله على الفصول المختلفة، والغالب تفاوت الأسعار فيها فادير الحكم عليه. (الهداية: ۱/ ۱۸۵، كتاب الزكاة)

تجارت کے اس قیمت کا اعتبار ہوگا جو سال کے مکمل ہونے کے وقت ہو، کیوں کے یہی زکاۃ کے ادائیگی کا وقت ہے(۱)۔

﴿دیون (Loans) کی زکاۃ کا حکم﴾

رقم المتن - ۸۱

وَ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِمَالِهِ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ وَ إِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ زَكَّى الْفَاضِلَ إِذَا بَلَغَ نِصَابًا.

ترجمہ: ایک شخص پر اتنا قرض ہے جو اس کے مال کے برابر ہے، تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہے، اور اگر اس کا مال قرض سے زائد ہے تو زائد کی زکاۃ دے جب کہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

توضیح المسئلة

ایک شخص کے ذمے اتنا قرض ہے جو اس کے پورے مال کو گھیرے ہوئے ہے تو ایسے شخص پر بھی زکاۃ فرض نہیں ہے، کیوں کہ یہ مال اس کے حاجتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہے، اور جو مال حاجت اصلیہ کے ساتھ مشغول ہو وہ معدوم کے درجہ میں ہوتا ہے، جیسے وہ پانی جو پیاس بجھانے کے لیے متحقق ہوا ہو، اس کا ہونا بھی نہ ہونے کے درجہ میں ہے

(۱) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء وفي الشامية تعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح.

(ردالمحتار: ۲۲۹/۳، باب زكاة المال)

فيعتبر قيمتها يوم الأداء، والصحيح أن هذا مذهب جميع أصحابنا.

(بدائع الصنائع: ۴۱۸/۲، كتاب الزكاة، فصل صفة الواجب في مال التجارة)

کیوں کہ وہ بھی اس کی حاجت کے لیے ہے، اس لیے اس کے ہوتے ہوئے تیمّم جائز ہوگا(۱)؛ البتہ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد مقدار نصاب مال بچ جائے، جو اس کے حاجت اصلیہ سے بھی زائد ہو تو اب اس بچے ہوئے مال میں زکاۃ واجب ہوگی، کیوں کہ وجوب زکاۃ کا سبب پایا گیا(۲)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ مال جو مستغرق فی الدین ہو، مدیون (قرض لینے والا) کے ذمے زکاۃ نکالنا واجب نہیں ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا دائن (قرض دینے والا) اس قرض میں دیے ہوئے مال کی زکاۃ نکالے گا؟

تو اس سلسلے میں دیون سے متعلق اہم ترین تین شکلیں علیٰ الترتیب یہاں ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(الف) دَینِ قوی: وہ دَین جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر لازم ہے، اور مدیون اس قرض کا اقرار بھی کرتا ہے، اور مدیون ادائیگی پر قدرت بھی رکھتا ہے، اور دائن بآسانی اس کو وصول بھی کر سکتا ہے، تو ایسے دَین کو دَینِ قوی کہا جاتا ہے، اور اس کی زکاۃ دائن (قرض لینے والے) پر واجب ہوتی ہے(۳)۔

---

(۱) ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه، ولنا أنه مشغول بحاجته الإصلية فاعتبر معدوما كالماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة. (الهداية: ۱/۱۸٦، كتاب الزكاة)

(۲) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد، وفارغ عن حاجته الأصلية، لأن المشغول بها كالمعدوم. (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۱۷٤)

(۳) و زكاة الدين على أقسام فإنه قوي ووسط وضعيف، فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر ولو مفلسا أو على جاحد عليه بينة زكاة لما مضى.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۱۵، كتاب الزكاة)

(ب) دَینِ متوسط: اگر مدیون دَین کا اقرار کر رہا ہے مگر مفلس ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے قاصر ہے، تو ایسی صورت میں اگر حاکم نے اس کو مفلس تصور کر کے اس پر افلاس کا حکم نہیں لگایا ہے تو دین متوسط کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ کی زکاۃ ادا کرنا بھی دائن (قرض دینے والا) پر لازم ہوگا۔

اور اگر حاکم نے افلاس کا حکم لگا دیا ہے، تو مالِ ضمار اور دَینِ ضعیف کے حکم میں ہونے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد سنین ماضیہ کی زکاۃ ادا کرنا حضرت امام محمدؒ کے نزدیک دائن پر واجب نہ ہوگا، اس لیے کہ قبضہ سے قبل اس کے وصول پر دائن کو قدرت حاصل نہیں ہے، اور حضراتِ شیخین کے نزدیک سنین ماضیہ کی زکاۃ واجب ہے، اس لیے کہ اس میں جانبِ فقراء کی رعایت پائی جاتی ہے، اور صاحبِ درمختار، صاحبِ تحفہ اور قاضی خان وغیرہ نے حضرت امام محمدؒ کے قول کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے اور باقانی نے کافی سے نقل کر کے شیخین کے قول کو راجح قرار دیا ہے(۱)۔

(ج) دَینِ ضعیف: اگر مدیون (قرض لینے والا) دَین کا اقرار کر رہا ہے، اور اس کے پاس ادا کرنے کے لیے مال بھی ہے لیکن ٹال مٹول کر رہا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے کئی سال گزر گئے، اور دائن کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت بھی نہیں ہے تو ایسی

---

(۱) ولو كان الدين (إلى قوله) على معسر أو مفلس أي محكوم بإفلاسه أو على جاحد عليه بينة وعن محمد لا زكاة وهو الصحيح (وتحته في الشامية) لو لم يفلسه القاضي وجبت الزكاة بالإتفاق (إلى قوله) وهو الصحيح صححه في التحفة كما في غاية البيان، وصححه في الخانية أيضًا (إلى قوله) ونقل الباقاني تصحيح الوجوب عن الكافي.

(الدرالمختار مع الشامي:۳/۱۸۴، كتاب الزكاة مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

صورت میں قبضہ ہونے کے بعد سنینِ ماضیہ کی زکاۃ ادا کرنا دائن پر واجب نہیں ہوگا صرف مستقبل کی زکاۃ ادا کرنا لازم ہوگا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٦٥)

بونڈس (Bonds) اور حکومت کو بطور قرض دی گئی رقم کی زکاۃ کا حکم

بونڈس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حکومتیں یا مختلف کمپنیز (Companies) لوگوں سے قرض مانگتی ہیں، اور ان قرضوں کی واپسی کے لیے کچھ مدت پانچ دس سال وغیرہ مقرر کرتی ہیں، اور بطور ثبوت قرض دہندہ کو سرٹیفیکٹ (Certificate) ایشو (Issue) کرتی ہیں وہی بونڈس کہلاتے ہیں۔ حکومت اور کمپنی وغیرہ کو طے شدہ مدت اور معاہدہ کے تحت جو رقم بطور قرض دی جاتی ہے شرعاً ان پر قبضہ ہونے کے بعد سنین ماضیہ (گزرے ہوئے سالوں) کی بھی زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

---

(١) وأمّا سائر الديون المقر بها فهي على ثلاث مراتب عند أبي حنيفة (رحمه اللّٰه) ضعيف و هو كل دين ملكه بغير فعله لابد لا عن شيء لا زكاة فيه عنده حتّى يقبض نصابًا ويحول عليه الحول.

(الفتاوى الهندية: ١/١٧٥، الباب الأول كتاب الزكاة)

(٢) الدين على ثلثة أقسام، قوي و هو بدل القرض و مال التجارة ففي القوي تجب الزكاة إذا حال الحول.

(البحر الرائق: ٢/٣٦٣، كتاب الزكاة)

عن عبد اللّٰه بن دينار عن ابن عمر قال زكوا ما كان في أيديكم، و ما كان من دين في ثقة، فهو بمنزلة ما في أيديكم. (السنن الكبرى للبيهقي: ٦/٦٩، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين إذا كان على معسر، رقم الحديث: ٧٧١٧، فتاوى قاسميه ١٠/٣٨٠)

طريقة الإنطباق

حکومتوں یا کمپنیوں کو بونڈس (Bonds) کے طور پر جو قرض دیا جاتا ہے اس کی حیثیت دینِ قوی کی ہے، اور دین قوی پر شرعاً زکاۃ واجب ہوتی ہے(۱)۔ (دینِ قوی وہ دین ہے جو تجارتی مال یا قرض کے طور پر مدیون پر لازم ہوتا ہے، اور مدیون اس دین کی ادائیگی پر قدرت رکھنے کے ساتھ اس کا اقرار (Accept) بھی کرتا ہے) اور بونڈس میں بھی مدیون (حکومت، کمپنی) قرض دہندہ (دائن) کو بطورِ ثبوت سرٹیفکیٹ جاری کر کے قرض کو ایکسپٹ (Accept) کرتا ہے، اور کمپنی یا حکومت اس قرض کی ادائیگی پر قدرت بھی رکھتی ہے؛ پس جب بونڈس میں دینِ قوی کا معنیٰ من کل الوجوہ پایا جارہا ہے تو دینِ قوی کی طرح بونڈس میں بھی بطورِ قرض کے دیئے ہوئے دین پر قبضہ کے بعد گزرے ہوئے سالوں کی زکاۃ واجب ہوگی۔

رقم المسئلة (۱٦٦)

بِسّی (Bissi) کی رقم پر زکاۃ کا حکم

چند لوگ آپس میں مل کر بِسی (Bissi) لگاتے ہیں، اور قرعہ اندازی کے ذریعہ ہر ایک کا ہفتہ یا مہینہ مقرر ہو جاتا ہے کہ فلاں ہفتہ یا مہینہ میں فلاں شخص کو بِسّی ملنی ہے، پھر ہر مہینہ یا ہفتہ سارے لوگوں کے حصے کے پیسے جمع کر کے اس شخص کو دے دیا جاتا ہے، جس کی اس مہینہ یا ہفتہ میں باری تھی، بِسّی کی اس صورت میں جب کسی کی بِسی اٹھے گی تو اس پر

(۱) فالقوي وهو بدل القرض ومال التجارة إذا قبضه وكان على مقر ولو مفلسًا، وعلى جاحد عليه بينة زكاه لما مضى. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۷۱۵)

صرف اپنے ذاتی حصے پر زکاۃ واجب ہوگی (بشرطیکہ وہ بھی مقدار نصاب ہو) زائد پیسوں پر نہیں، مثلاً دس لوگوں نے مل کر دو دو ہزار روپئے بیسی میں لگائے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ جس کی باری تھی اس کے پاس یہ بیس ہزار (20000) کی رقم جمع کی گئی، تو اس پر صرف دو ہزار (2000) ہی کی زکاۃ واجب ہوگی جو اس کی ذاتی ملک ہے، بشرطیکہ اس کے پاس اس کے علاوہ نصاب کے برابر مال ہو۔ بقیہ اٹھارہ ہزار (18000) پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک قاعدہ جان لینا چاہیے تا کہ انطباق آسان ہو جائے؛ کہ احکام کا مدار سبب پر ہوتا ہے، یعنی وجودِ سبب پر حکم ثابت ہوتا ہے (۲)، اور سبب کے معدوم ہونے کی صورت میں حکم بھی معدوم ہو جاتا ہے (۳)، اور وجوب زکاۃ کا سبب مقدار نصاب مال میں ملکیت کا ثابت ہونا ہے (۴)، بیسی کی صورت میں شریک اپنی باری آنے سے پہلے جتنا پیسہ

(۱) وسببه أي سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد.

(تنوير الأبصار على الدر المختار: ۳/ ۱۷۴)

قال أصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة، سواء كان الدين للعباد، كالقرض و ثمن المبيع وضمان المتلفات و إرش الجراحة، وسواء كان الدين من النقود أو المكيل أو الموزون أو الحيوان.

(الفتاوى الهندية: ۱ /۱۷۲، كتاب الزكاة، الباب الأول في تفسيرها، المسائل المهمة: ۱/ ۱۰۳)

(۲) الحكم يثبت بالسبب. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/ ۲۲۱)

(۳) الحكم ينتفي لإنتفاء سببه. (موسوعة القواعد الفقهية: ۵/ ۱۹۵)

(۴) و سببه إلى سبب إفتراضها ملك نصاب حولي تام. (تنوير الأبصار على الدر المختار: ۳/ ۱۷۴)

بھر چکا ہے وہی اس کی ملکیت ہے، اس لیے اگر یہ بھرا ہوا پیسہ مقدار نصاب ہو؛ تو وجود سبب (ملکیت) کے پائے جانے کی وجہ سے زکاۃ کا حکم لگے گا۔ اور بیسی اٹھنے پر رقم کی وہ مقدار جس کا بھرنا باقی ہو وہ قرض ہونے کی وجہ سے ملکیت سے خارج ہے، اس لیے اس پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔

﴿استعمالی اشیاء کی زکاۃ کا حکم﴾

رقم المتن - ۸۲

وَلَيْسَ فِيْ دُوْرِ السُّكْنٰى وَثِيَابِ الْبَدَنِ وَ أَثَاثِ الْمَنْزِلِ وَ دَوَابِّ الرُّكُوْبِ وَ عَبِيْدِ الْخِدْمَةِ وَسِلَاحِ الْاِسْتِعْمَالِ زَكَاةٌ.

ترجمہ: اور زکاۃ واجب نہیں ہے رہنے کے گھر میں، بدن کے کپڑے میں، گھر کے سامان میں، سواری کے جانور میں، خدمت کے غلام میں، اور استعمال کے ہتھیار میں۔

توضیح المسئلة

زکاۃ فرض ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مال اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد ہو، جو مال اپنی اصلی ضرورتوں کے لیے ہو، اور انسانی زندگی میں روزمرہ استعمال میں آتے ہوں، ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے، چناں چہ رہائش کا گھر، اور استعمالی کپڑے وغیرہ یہ سب انسانی ضروریات میں داخل ہیں اس لیے ان پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔

---

(۱) وشرط وجوبها العقل ...... فارغ عن الدين وحاجته الأصلية. (البحر الرائق:۲/۳۵۵)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٦٧)

موبائل (Mobile) پر زکاۃ کا حکم

آج کل کمپنیاں طرح طرح کے قیمتی موبائل (Mobile) ایجاد کر رہی ہیں، اگر کسی شخص کے پاس اپنے ذاتی استعمال کے لیے ایک یا چند موبائل ہوں، اور وہ اتنی قیمت کے ہیں کہ اتنی قیمت پر آدمی صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے، تو بھی ان کی مالیت پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی، خواہ وہ کتنے ہی قیمتی ہوں (۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول جان لینا چاہیے کہ کسی شئ میں زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے اس شئ کا حاجت اصلیہ سے زائد اور فارغ ہونا شرط ہے، تو ہی اس پر زکاۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، کیوں کہ جو شئ حاجت اصلیہ سے متعلق ہوتی ہے وہ معدوم کے درجہ میں ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو موبائل اپنے ذاتی استعمال کے لیے ہے وہ حاجت اصلیہ میں داخل ہے، کیوں کہ وہ بھی روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے؛ پس معلوم ہوا کہ موبائل میں وجوب زکاۃ کی شرط (حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا) مفقود ہے، اس لیے موبائل پر

---

(١) وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. (المختصر القدوري: ص٤٣)

قال إبن الهمام تحت قوله (وآلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه، ولا يبقى أثره في المعمول كالصابون والحرض وغيرها كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الأجر حينئذ مقابلا بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة. (فتح القدير: ٢/١٧٣، كتاب الزكاة، المسائل المهمة: ٤/٧٧)

زکاۃ واجب نہیں ہوگی خواہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو(۱)۔

رقم المسئلة (١٦٨)

آٹو رکشا(Auto rickshaw)یا فور وہیلر(Four wheeler) کی قیمت پر زکاۃ

کسی شخص کے پاس ایک آٹو رکشا یا فور وہیلر گاڑی تھی، جس کو کرایہ پر چلا کر اس کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں مزید آٹو یا فور وہیلر گاڑیاں کرایہ پر چلانے کے لیے خریدی، اور آخر سال میں اس کے پاس اس کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہ رہی یا باقی رہی مگر بقدر نصاب نہ رہی، تو اس شخص پر آٹو رکشا یا فور وہیلر گاڑیوں کی قیمت پر زکاۃ واجب نہیں ہے(۲)۔

---

(١) وشرط فراغه عن الحاجة الأصلية لأن المال المشغول بها كالمعدوم. (البحر الرائق: ٣٦١/٢)

وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم، قال الشامي فسره ابن ملك المشغول بالحاجة الأصلية وهي مايدفع الهلاك عن الإنسان كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب أو تقديرًا كالدين وآلات الحرفة. (الدر المختار مع رد المحتار: ١٦٦/٣، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة:٦٢٣/٢)

(٢) فليس في دور السكنى وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الإستعمال زكاة وكذا آلات المحترفين. (الفتاوى الهنديه: ١٧٢/١، كتاب الزكاة، الباب الأول)

إذا اشترى دارا أو عبدا فآجره، خرج من أن يكون للتجارة لأنه لما أجره فقد قصد الغلة فخرج عن حكم التجارة. (الفتاوى التاتارخانيه:١٦٧/٣، زكاة عروض التجارة)

ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يؤاجرها لاتجب فيها الزكاة كما لاتجب في بيوت الغلة، وكذا لو اشترى جوالق بعشر آلاف درهم ليؤاجر من الناس فحال عليها الحول لازكاة فيها، لأنه اشتراها للغلة.

(فتاوى قاضي خان:١٢٠/١، فصل في التجارة المسائل المهمة: ٨١/٤)

رقم المسئلة (١٦٩)

کارخانہ یا فیکٹری (Factory) کی مشینوں (Machines) پر زکاۃ

اگر کارخانہ یا فیکٹری ایسے ہیں کہ ان میں تجارت اور خرید وفروخت کا کام نہیں ہوتا، صرف اجرت لے کر لوگوں کا کام کیا جاتا ہے، مثلاً گارمینٹس (Garments) کا کارخانہ ہے جو لوگوں سے محض آرڈر لے کر مال تیار کر دیتا ہے، تجارت نہیں کرتا ہے، تو ان صورتوں میں صرف اجرت کی آمدنی ہی پر زکاۃ واجب ہوگی؛ بشرطیکہ وہ مقدار نصاب ہو اور ان پر سال گزر جائے (۱)، کارخانہ یا اس کے اوزار اور مشینوں کی قیمتوں پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۲)۔

اور اگر کارخانہ یا فیکٹری ایسے ہیں کہ ان میں تجارت بھی کی جاتی ہے، چیزیں خرید کر تیار کی جاتی ہیں اور فروخت کی جاتی ہیں، تو اس صورت میں اخراجات نکالنے کے بعد سال بھر کی آمدنی کے علاوہ خام اور تیار شدہ مال پر بھی زکاۃ واجب ہوگی (۳)؛ البتہ کارخانہ یا فیکٹری کی عمارت فرنیچر، اوزار، مشینوں پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۴)۔

---

(١) وسببه أي سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام. (الدر المختار:٣/١٧٤)

(٢) فليس في دور السكنى ...... وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة ...... وكذا آلات المحترفين. (الفتاوى الهندية :١/١٧٢، الفتاوى التاتارخانية :٢/١٨)

(٣) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الورق أو الذهب.

(المختصر القدوري: ص٤٨)

(٤) ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يواجرها لاتجب فيها الزكاة، كما لا تجب في بيوت الغلة.

(فتاوى قاضي خان :١/١٢٠، فصل في التجارة، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص۳۵۸)

طريقة الإنطباق

یہاں ایک ضابطہ جان لینا چاہیے تا کہ انطباق صاف ہو جائے، صنعتی آلات میں جو آلات کام کرنے کے بعد بعینہ باقی رہتے ہیں ان میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ یہ ذرائع آمدنی ہیں، جس میں کام کے عوض میں اجرت لی جاتی ہے، نہ یہ کہ ان صنعتی آلات کی تجارت کی جاتی ہے، کہ اس میں نمو کی صلاحیت ہو، جو وجوبِ زکاۃ کا سبب ہے(۱)، اسی لیے آٹو رکشا (Auto rickshaw) فور وہیلر (Four wheeler) اور وہ کارخانے اور فیکٹریاں جو صرف اجرت لے کر کام کرتے ہیں، ان میں زکاۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ بھی کام کرنے کے بعد بعینہ باقی رہتی ہیں، یعنی آمدنی کا ذریعہ ہیں، ان میں نمو کی صلاحیت نہیں ہے کہ زکاۃ واجب کر دیا جائے(۲)؛ البتہ وہ کارخانے یا فیکٹریاں جو اپنا پروڈکٹ (Product) بناتی ہیں، ان کی اس بنائی جانے والی اشیاء پر زکاۃ واجب ہوگی، کیوں کہ یہ کارخانے اور فیکٹریاں ان کی تجارت کرتی ہیں، جس میں علتِ نمو کا وجود ہوتا ہے، جو وجوبِ زکاۃ کا سبب ہے(۳)۔

---

(۱) وضابطه أن ما يبقى أثره في العين فهو مال التجارة، وما لا يبقى أثره فيها فليس منه.

(البحر الرائق: ۲/۳٦۸، كتاب الزكاة)

قال الشامي تحت قوله (وكذلك آلات المحترفين) أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الإنتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك لكن هذا منه ما لا يبقى أثر عينه كصابون وجرض الغسال، ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلا زكاة في الأولين، لأن ما يأخذه الأجرة بمقابلة العمل.

(ردالمحتار: ۳/۱۸۳، فتح القدير: ۲/۱۷٤)

(۲) الحكم ينتفي لإنتفاء سببه. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/۱۹٥)

(۳) الحكم يثبت بالسبب. (موسوعة القواعد الفقهية: ٥/۲۲۱)

﴿ادائیگی زکاۃ میں نیت کا حکم﴾

رقم المتن - ۸۳

وَلَا يَجُوزُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ إِلَّا بِنِيَّةٍ مُقَارِنَةٍ لِلْأَدَاءِ أَوْ مُقَارِنَةٍ لِعَزْلِ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ.

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے زکاۃ ادا کرنا مگر ایسی نیت کے ساتھ جو ادا کرنے سے ملی ہوئی ہو، یا ملی ہوئی ہو مقدارِ واجب الگ کرنے سے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں زکاۃ کی ادائیگی کی شرط بیان کی جاری ہے، یعنی زکاۃ کا مال مصرف میں دیتے وقت زکاۃ کی نیت کرنا شرط ہے، کیوں کہ زکاۃ عبادتِ مقصودہ ہے، اور عبادتِ مقصودہ میں نیت شرط ہوتی ہے(۱)۔

نیت کی تعریف:

لغتاً ارادہ کرنا، اصطلاحاً بارگاہِ ایزدی میں کسی فعل کو ایجاد کر کے عبادت کا ارادہ کرنا(۲)، یہ نیت کا معنی یا تو حقیقتاً پائی جائے (مثلاً بوقت ادائیگی زکاۃ) یا حکماً پائی جائے

---

(۱) ولا يجوز أداء الزكاة إلا بنية مقارنة للأداء، أو مقارنة لعزل مقدار الواجب، لأن الزكاة عبادة فكان من شرطها النية. (الهداية: ۱/۱۸۸، كتاب الزكاة)

(۲) النية في اللغة القصد، و في الشرع قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد الفعل. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۱۲۱)

(مثلاً زکاۃ کی نیت سے علاحدہ کردیا، پھر بعد میں مصرف میں دے دیا) تو زکاۃ ادا ہو جائے گی(۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۷۰)

گفٹ (Gift) کے نام سے زکاۃ دینا

بسا اوقات رشتہ داروں اور متعلقین میں سے کچھ لوگ زکاۃ کے مستحق ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنی غیرت وعزت کے پیشِ نظر زکاۃ کے نام پر روپیہ لینے میں شرم محسوس کرتے ہیں، اسی وجہ سے اگر انہیں زکاۃ کے نام پر مالِ زکاۃ دیا جائے تو وہ انکار کردیتے ہیں، ایسے مستحقین زکاۃ کو زکاۃ کی نیت کرکے زبانی گفٹ (Gift) کے نام پر زکاۃ دینا شرعاً جائز و درست ہے اور زکاۃ ادا ہوجائے گی (۲)۔

طریقة الإنطباق

زکاۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لیے مزکی (زکاۃ نکالنے والے) کا زکاۃ کی نیت کرنا شرط ہے (۳)، اور نیت نام ہے دل کے ارادہ کا، نیت کے الفاظ کا زبان سے ادا

---

(۱) الأصل فیها الإقتران إلا أن الدفع یتفرق فاکتفی بوجودها حالة العزل تیسرًا کتقدیم النیة في الصوم.
(الهدایة: ۱۸۸/۱، کتاب الزکاة)

(۲) ومن أعطی مسکینًا دراهم سمها هبة أو قرضًا ونوی الزکاة فإنها تجزیه، وهو الأصح.
(الفتاوی الهندیة: ۱۷۱/۱، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص۳۸۲)

(۳) ویشترط لصحة أدائها أن ینوي المزکي الزکاة. (نور الإیضاح: ص۱۵۶، کتاب زکاة)

کرنا ضروری نہیں ہے(۱)، اس طرح مزکی لہ (مستحقِ زکاۃ) کا یہ جاننا بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ زکاۃ کا مال ہے(۲)؛ پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ صحتِ ادائے زکاۃ میں صرف نیت شرط ہے، تو اگر کوئی شخص زکاۃ کی نیت کے ساتھ کسی مستحقِ زکاۃ کو زکاۃ کا مال گفٹ (Gift) بول کر دے تو زکاۃ معنیٔ نیت (شرط) کے پائے جانے کی وجہ سے ادا ہو جائے گی(۳)، زبان سے گفٹ بولے ہوئے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

باب صدقة الغنم

رقم المتن - ٨٤

لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً سَائِمَةً وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا شَاةٌ إِلَى مِأَةٍ وَّعِشْرِيْنَ.

ترجمہ: چالیس بکریوں سے کم میں زکاۃ نہیں ہے، پھر جب وہ بکریاں چالیس ہو جائیں دراں حالیکہ وہ سائمہ (جنگل میں چرنے والا) ہوں، اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں ایک بکری ہے ایک سو بیس تک۔

---

(۱) النية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه ...... أما الذكر باللسان فلا معتبر به.

(الهداية: ۱/۹۶، كتاب الصلاة)

(۲) ولا يشترط علم اخذ الزكاة بان ما يأخذه زكاة. (نور الإيضاح: ص۱۵۷، كتاب الزكاة)

(۳) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦ /٧٦)

توضيح المسئلة

جانوروں میں زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

(الف) سائمہ ہونا یعنی جانوروں کو کھلانے میں خرچ نہ ہو؛ بل کہ وہ جنگل سے چرتے ہوں۔

(ب) نصاب، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کا جو نصاب بیان فرمایا ہے جانوروں کی تعداد اس مقدار تک پہنچ جائے۔

(ج) حولانِ حول: جانوروں کے اس نصاب پر سال کا گزرنا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٧١)

فارم (Farm) کی بکریوں، بھینسوں وغیرہ پر زکاۃ کا حکم

آج کل بہت سے لوگ گائے، بھینس بکری کے فارم بناتے ہیں تاکہ اس سے حاصل ہونے والا دودھ فروخت کریں، تو اس صورت میں جانوروں پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)؛ البتہ دودھ فروخت کرنے کے بعد جو آمدنی حاصل ہوگی اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو سالانہ ڈھائی فیصد زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

طريقة الإنطباق

زکاۃ کے واجب ہونے کا سبب مالِ نامی (بڑھنے والا مال) ہے اور یہ نمو (بڑھوتری)

---

(١) ولا في عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة. (الدر المختار: ٣/ ٢٠٣، باب زكاة الغنم)

(٢) وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحوائجه الأصلية نام ولو تقديرا لأنه عليه الصلاة والسلام قدر السبب به. (البحر الرائق: ٢/ ٣٥٥)

کا معنی یا تو تجارت کی نیت سے متحقق ہوتا ہے یا جانوروں کے سائمہ ہونے سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے علوفہ (جس کے کھلانے میں خرچ برداشت کرنا پڑے) میں زکاۃ واجب نہیں ہے کیوں کہ نمو کا معنی معدوم ہے۔ مذکورہ امر کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ فارم میں پالے ہوئے جانوروں میں بھی زکاۃ کے واجب ہونے کا سبب (نمو) مفقود ہے، اسی وجہ سے ان میں زکاۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ ان سے حاصل ہونے والے دودھ میں تجارت کی نیت کی وجہ سے نمو کا معنی موجود ہے، اسی لیے ان سے حاصل ہونے والے دودھ کی مالیت پر اس وقت زکاۃ واجب ہوگی جب اس پر سال گزر جائے اور وہ نصاب کے بقدر ہو(۱)۔

باب زكاة الفضة والذهب

رقم المتن – ۸۵

لَيسَ فِي مَا دُوْنَ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَت مِائَتَيْ دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمسَةُ دَرَاهِمَ، لَيسَ فِي مَا دُوْنَ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا مِنَ الذَّهَبِ صَدَقَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِيْنَ مِثْقَالًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ.

ترجمہ: دوسو (۲۰۰) درہم سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، پس جب چاندی دوسو درہم ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم واجب ہوں گے، بیس (۲۰) مثقال

(۱) ليس في العوامل و الحوامل ولا في البقرة المثيرة صدقة، و لأن السبب هو المال النامي، ودليله الإسامة أو الإعداد للتجارة ولم يوجد، ولأن في العلوفة تتراكم المؤنة فينعدم النماء معنى.

(الهداية: ۱/ ۱۹۲، باب صدقة السوائم)

سونے سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، پس جب سونا بیس مثقال ہوجائے، اور اس پر سال گزر جائے تو ان میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہوگی۔

توضيح المسئلة

مذکورۃ عبارت میں مصنفؒ سونے اور چاندی کے زکوٰۃ کا نصاب بیان فرمارہے ہیں، کہ چاندی کا نصاب دوسو (۲۰۰) درہم ہے، اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اور سونے کا نصاب بیس (۲۰) مثقال ہے، اس سے کم میں زکاۃ واجب نہیں ہے، اگر کسی کے پاس چاندی کا دوسو درہم نصاب ہو تو اس میں چالیسواں حصہ یعنی ۵/ درہم زکاۃ واجب ہوگی، اور اگر کسی کے پاس سونے کا نصاب ۲۰/ مثقال سونا ہو تو اس میں بھی چالیسواں حصہ یعنی آدھا مثقال سونا زکوٰۃ میں واجب ہوگا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۷۲)

سونے چاندی کا نصابِ شرعی موجودہ اوزان کے اعتبار سے

چاندی کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ساڑھے باون تولہ (52.50) یعنی 612 گرام 360 ملی گرام چاندی ہے۔ اور سونے کا نصاب موجودہ اوزان کے اعتبار سے ساڑھے سات تولہ (7.50) یعنی 87 گرام 480 ملی گرام سونا ہے(۱)۔

---

(۱) ونصاب الذهب عشرون مثقالا ونصاب الفضة مائتادرهم.

(النتف في الفتاوىٰ: ص۱۰۹، كتاب الزكاة، شروطهافي المال النصاب)

ليس في مادون مائتي درهم صدقة ...... وليس في مادون عشرين مثقالا من الذهب صدقة.

(المختصر القدوري: ص۴۷، فتاوىٰ دارالعلوم ديوبند رقم الفتاوىٰ: ۸۷۹، فتاوىٰ قاسمية: ۲۸۹/۱۰)

طريقة الإنطباق

نصوص میں ثمنین (سونا، چاندی) کے نصاب شرعی کے سلسلے میں چاندی سے متعلق دوسو درہم، اور سونے سے متعلق بیس مثقال کی صراحت ہے(۱)، اب موجودہ اوزان کے اعتبار سے سونے اور چاندی کے نصابِ شرعی کی مقدار کیا بنتی ہے، اس کو معلوم کرنے کے لیے درہم اور مثقال کی معرفت ضروری ہے، جس کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے۔

ایک مثقال کا وزن

ایک مثقال کا وزن ہمارے یہاں جمہور علمائے ہند کے مطابق 36 رتی کے برابر ہے، اور موجودہ گراموں کے اعتبار سے ایک رتی برابر ساڑے اکیس (21.50) ملی گرام کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے ۳۶ رتی برابر ۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام ہوئے (۲)۔

دراہم کی تفصیل

سکّے خواہ چاندی کے ہوں یا سونے کے وہ بار بار ڈھالے جاتے ہیں، اور مختلف ادوار میں ان کی مقدار میں کبھی کسی قدر کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے، اور جو فرق ایک سکہ میں بہت خفیف محسوس ہوتا ہے، وہی جب زیادہ ہو جائیں تو خاصا بڑھ جاتا ہے؛ اس لیے

---

(۱) عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم ببعض أول هذا الحديث، قال فإذا كانت لك مأتا درهم، وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون ديناراً فإذا كانت لك عشرون دينارًا وحال عليها الحول ففيها نصف دينار، فما زاد فبحساب ذلك.

(السنن لأبي داؤد: ١/٢١٨، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة، الرقم:١٥٧٣)

(٢) جواهر الفقه: ١/٤١٣، ايضاح المسائل:ص ١٣٠، كتاب النوازل: ٦/٥٢٤

فقہائے کرام نے درہم ودینار کی مقدار کی تحدید وتعیین پر خصوصی توجہ دی ہے، اس طرف اولین توجہ خود حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمائی ان کے دور میں تین قسم کے دراہم مروج تھے(۱)۔

(الف)وزن عشرۃ (ب)وزن ستہ (ج)وزن خمسہ

(الف)وزن عشرۃ:

یہ ہے کہ دس درہم دس مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن ایک مثقال یا 20 قیراط ہو، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے دس درہم کا وزن 43 گرام 74 ملی گرام، اور دوسو درہم (200) کا وزن 874 گرام 8 ملی گرام ہوگا۔

اور شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام کا ہوتا ہے، اور 874 گرام 8 ملی گرام کو شرعی تولہ میں تقسیم کرنے پر تقریبا 75 تولہ ہوتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ وزن عشرۃ والے درہم کے اعتبار سے دوسو (200) درہم کا موجودہ وزن 875 گرام 8 ملی گرام یعنی 75 تولہ ہے۔

(ب)وزنِ ستہ:

یہ ہے کہ دس درہم 6 مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.6 مثقال یا ۱۲ر قیراط ہوں، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے 6 مثقال کا وزن جو وزن ستہ کے دس درہم کا وزن ہے، 26 گرام 244 ملی گرام ہے، اور

---

(۱) قال الشامي أعلم أن الدراهم كانت في عهد عمر رضي الله تعالى عنه مختلفة، فمنها عشرة دراهم على وزن عشرة مثاقيل وعشرة على ستة مثاقيل وعشرة على خمسة مثاقيل.

(رد المحتار: ۳/۲۲٤، باب زكاة المال، البحر الرائق: ۲/۳۹٦)

200 درہم کا وزن 524 گرام 88 ملی گرام ہوتا ہے، اور اسے شرعی تولہ (11.66 گرام) میں تقسیم کرنے پر تقریباً 45 تولہ ہوتا ہے؛ پس معلوم ہوا کہ وزن ستہ والے دراہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 524 گرام 88 ملی گرام یعنی 45 تولہ ہے۔

(ج) وزنِ خمسہ:

یہ ہے کہ 10 درہم 5 مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.5 مثقال یا 10 قیراط ہو، اور ایک مثقال کا موجودہ وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے۔ اس اعتبار سے 5 مثقال کا وزن جو وزنِ خمسہ کے دس درہم کا وزن ہے، 21 گرام 87 ملی گرام ہے، اور 200 درہم کا وزن 437 گرام 4 ملی گرام ہوتا ہے، اور اسے شرعی تولہ (11 گرام 66 ملی گرام) میں تقسیم کرنے پر 37.51 تولہ ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ وزنِ خمسہ والے دراہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 437 گرام ۴ ملی گرام یعنی 37.51 تولہ ہے۔

ان تینوں اوزان کا رواج عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا، لوگ ان تینوں اوزان کے ساتھ معاملہ کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ زمانہ آیا تو آپؓ نے چاہا کہ زکاۃ وغیرہ عمدہ وزن یعنی وزنِ عشرہ کے ساتھ وصول کریں، اور لوگوں نے اس میں تخفیف چاہی ہے تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے کے حساب داں ماہرین کو جمع فرمایا، کہ وہ ان اوزان ثلاثہ کو سامنے رکھ کر درمیانی وزن متعین کریں، جس میں دونوں (مزکی، مزکی لہم) کی رعایت ملحوظ ہو؛ چناں چہ انہوں نے تینوں اوزان کے مثاقیل کو اکٹھا کیا، یعنی وزن عشرہ کے دس مثقال اور وزن ستہ کے چھ مثقال اور وزن خمسہ کے پانچ مثقال جن کا مجموعہ 21 مثاقیل ہوئے اور اوزان چوں کہ تین ہیں، اس لیے 21 مثاقیل کو 3 پر تقسیم کیا گیا تو

ایک کے حصے میں 7 مثقال آئے یعنی درمیانی وزن یہ نکلا کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، اسی کو وزن سبعہ کہا جاتا ہے، اسی پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، اور اسی پر حضرت عمرؓ کے دفتر میں عمل ہوتا رہا اور اسی وزن پر امر مستقر ہوگیا، اسی لیے ادائے زکاۃ وغیرہ میں اسی وزن سبعہ والے درہم کا اعتبار ہوتا ہے(۱)۔

وزنِ سبعہ والے دراہم کے اعتبار سے ۲۰۰/درہم کا موجودہ وزن

وزنِ سبعہ یہ ہے کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں، یعنی ہر درہم کا وزن 0.7 مثقال یا 14 قیراط ہوگا، اور ایک مثقال کا وزن 4 گرام 374 ملی گرام ہے، اس اعتبار سے 7 مثقال کا وزن جو وزن سبعہ کے دس درہم کا وزن ہے، 30 گرام 618 ملی گرام، اور 200 درہم کا وزن 612 گرام 36 ملی گرام ہوتا ہے، اور اگر اسے شرعی تولہ (11 گرام 66 ملی گرام) میں تقسیم کرنے سے تقریباً ساڑھے باون تولہ (52.51) ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وزنِ سبعہ والے دراہم کے اعتبار سے 200 درہم کا موجودہ وزن 612 گرام 36 ملی گرام یعنی ساڑھے باون تولہ ہے(۲)۔

---

(۱) فأخذ عمر رضي الله تعالیٰ عنه من كل نوع ثلثا كي لاتظهر الخصومة في الأخذ و العطاء، فثلث عشرة ثلاثة و ثلث، و ثلث ستة إثنان، ثلث الخمسة درهم و ثلثان، فالمجموع سبعة، و إن شئت فاجمع المجموع فيكون إحدى و عشرين، فثلث المجموع سبعة، و لذا كانت الدراهم العشرة و زن سبعة و هذا يجري في كل شيء حتى في الزكاة، و نصاب السرقة، و المهر و تقدير الديات.

(ردالمحتار: ۳/۲۲۴، باب زكاة المال)

(۲) المعتبر بالدراهم وزن سبعة و هو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل، بذلك جرى التقرير في ديوان عمر رضي الله عنه و استقر الأمر عليه. (الهداية: ۱/۱۹۴، باب زكاة المال، أثمار الهداية: ۲/۵۰۵)

اھم نوٹ: جاننا چاہیے کہ آج کل مارکیٹ میں جو تولہ رائج ہے، وہ 10 گرام کا ہوتا ہے، اور شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام کا ہے، بابِ زکوۃ اور دیگر مسائل میں شرعی تولہ معتبر ہے، اسی لیے ہم نے اسی شرعی تولہ کے حساب سے ہر جگہ عملِ تقسیم کر کے تولہ کی مقدار کی تعیین کی ہے(۱)۔

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دراہم کے اوزانِ اربعہ کا نقشہ

وزن	دس درہم کا وزنِ قدیم	دس درہم کا وزنِ جدید	دوسو درہم کا وزنِ جدید	دوسو درہم کا وزنِ شرعی تولہ کے حساب سے
وزنِ عشرہ	10 مثقال یا 200 قیراط	43.74 گرام	874.8 گرام	75 تولہ
وزنِ ستہ	6 مثقال یا 120 قیراط	26.244 گرام	524.88 گرام	45 تولہ
وزنِ خمسہ	5 مثقال یا 100 قیراط	21.87 گرام	437.4 گرام	37.51 تولہ
وزنِ سبعہ	7 مثقال یا 140 قیراط	30.618 گرام	612.36 گرام	52.51 تولہ

دنانیر کی تفصیل

سونے کا قدیم نصابِ شرعی بیس مثقال سونا ہے، اور ہم بتا چکے ہیں کہ ایک مثقال موجودہ اوزان کے اعتبار سے 4 گرام 374 ملی گرام کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے 20 مثقال 87 گرام 48 ملی گرام ہوا، اور اسے شرعی تولہ 11 گرام 66 ملی گرام میں تقسیم کرنے سے ساڑھے سات (7.50) تولہ ہوتا ہے۔

---

(۱) تحفة الألمعي: ۲/ ۵۳۲

رقم المسئلة (١٧٣)

موجودہ دور کے تولہ کے حساب سے سونے اور چاندی کے نصابِ شرعی کی مقدار

سونے کا نصابِ شرعی بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ 87 گرام 48 ملی گرام) ہے(۱)، جس کا وزن عرفی تولہ (10 گرام) کے حساب سے آٹھ تولہ 748 ملی گرام ہوتا ہے۔ اور چاندی کا نصابِ شرعی دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (612 گرام 36 ملی گرام) ہے(۲)، جس کا وزن عرفی تولہ (10 گرام) کے حساب سے 61 تولہ 236 ملی گرام ہوتا ہے۔

طريقة الإنطباق

عرفی تولہ جس کا لوگوں میں رواج ہے وہ 10 گرام کا ہے، اب ظاہر سی بات ہے کہ سونے اور چاندی کے نصاب کے گراموں کو جب اس عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو جو حاصلِ قسمت نکلے گا وہی سونے اور چاندی کا عرفی تولہ کے حساب سے نصاب ہوگا، مثلاً

(۱) ليس فيما دون عشرين مثقالًا من ذهب صدقة، فإذا كانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال.

(المختصر القدوري: ص٤٧)

المثقال وهو الدينار عشرون قيراطًا. (البحر الرائق:٢/٣٩٦، باب زكاة المال)

(٢) ليس في ما دون مأتي درهم صدقة، فإذا كانت مأتي درهم وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم.

(المختصر القدوري: ص٤٧)

الدرهم اربعة عشر قيراطا.

(البحر الرائق: ٢/٣٩٦، فتاوى قاسميه: ١٠/٢٩١، إيضاح المسائل:ص١٠٢، أثمار الهداية:٢/٥٠٥)

سونے کا نصاب گرام کے اعتبار سے 87 گرام 48 ملی گرام ہے، جب ہم اس کو 10 گرام عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو حاصلِ قسمت آٹھ تولہ 748 ملی گرام آئے گا، جو عرفی تولہ کے حساب سے سونے کا نصاب ہوگا، اسی طرح چاندی کا نصاب گرام کے اعتبار سے 612 گرام 36 ملی گرام ہے جب ہم اس کو 10 گرام عرفی تولہ میں تقسیم کریں گے تو حاصلِ قسمت 61 تولہ 236 ملی گرام آئے گا، جو عرفی تولہ کے اعتبار سے چاندی کا نصاب ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (١٧٤)

سونے چاندی میں حرمتِ زکاۃ ووجوبِ زکاۃ کے سلسلہ میں اعتبار کس کا ہوگا؟

یہ بات ظاہر ہے کہ سونا چاندی کا نصاب منصوص ہے، اگر کوئی شخص سونے یا چاندی کی مقررہ مقدار کا مالک ہوجائے، تو اس پر اس مال کی زکاۃ واجب ہوجائے گی؛ لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اگر کسی شخص کے پاس نقد روپئے یا سامانِ تجارت ہو تو زکاۃ واجب ہونے کے لیے پیمانہ سونے کا نصاب ہوگا یا چاندی کا نصاب؟ یعنی اگر کسی شخص کے پاس مثلاً اتنی نقد رقم ہو جس سے نصاب کے بقدر چاندی تو خریدی جاسکتی ہے، لیکن نصاب کے بقدر سونا خریدا نہیں جاسکتا ہو تو ایسے شخص پر زکاۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس نقد رقم مالِ تجارت یا اموالِ زکاۃ کے علاوہ کوئی مال چاندی کے نصاب کی قیمت کا موجود ہو؛ مگر وہ سونے کے نصاب کی قیمت کو نہیں پہنچتا ہو تو اس کے لیے زکاۃ لینا جائز ہوگا یا حرام؟

---

(۱) إيضاح المسائل :ص۱۰۲، تحفة الألمعي: ۵۳۲/۲

تو جواباً عرض ہے کہ سونا اور چاندی دونوں کا نصاب منصوص ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ چاندی کے نصاب سے متعلق نصوص زیادہ ہیں، اور وہ قوت میں بھی فائق ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاندی کا نصاب متفق علیہ ہے، جب کہ سونے کے نصاب کی بابت کچھ اختلاف رہا ہے، بل کہ مشہور تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ کا بیان تو یہ ہے کہ عہد نبوت میں چاندی ہی زیادہ رائج تھی یعنی دراہم نہ کہ دینار (۱)، آج کے اس دور میں سونے اور چاندی کے نصاب کی مالیت میں زمین وآسمان کا فرق واقع ہو چکا ہے، اس لیے نصابِ حرمتِ زکاۃ ووجوبِ زکاۃ کی کم سے کم مقدار نصاب چاندی سے مقرر کی جائے تو یہ "أنفع للفقراء وأحوط لغيرهم" ہے۔ أنفع للفقراء اس طرح کہ جس کے پاس بھی نصابِ چاندی کی مقدار میں مال ہوگا وہ زکاۃ نکالے گا، جس میں فقراء کا فائدہ ہے، اور أحوط لغيرهم اس

(۱) عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس في مادون خمسة أوسق من التمر صدقة، وليس فيما دون خمسة أواق من الورق صدقة، وليس فيما دون ذود من الإبل صدقة. (الصحيح للبخاري: ۱/ ۱۹٦، باب ليس فيما دون خمس ذود صدقة)

ويبدو أن النقود الفضية كانت هي الشائعة والكثيرة للاستعمال عند العرب في عصر النبوة، لهذا نصت عليها الأحاديث المشهورة التي بينت مقادير الصدقات المفروضة وأنصبتها فصرحت بنصاب الدراهم، كما صرحت بمقدار الواجب فيها، وعلم منها أن نصاب الفضة مئتا درهم، و هذا مما لم يخالف فيه أحد من علماء الإسلام وأما النقود الذهبية (الدنانير) فلم يجيء في نصابها أحاديث في قوة أحاديث الفضة وشهرتها، ولذا لم يظفر نصاب الذهب بالإجماع كالفضة، غير أن الجمهور الأكبر من الفقهاء ذهبوا إلى أن نصابه عشرون دينارًا و روي عن الحسن البصري أن نصابه أربعون دينارًا و روي عنه مثل قول الأكثرين، ونصاب الذهب معتبر في نفسه، وخالف في ذلك طاؤس فاعتبر في نصابه التقويم بالفضة فما بلغ منه ما يقوم بمئتي درهم وجبت فيه الزكاة، وحكى مثله عن عطاء والزهري وسليمان بن حرب وأيوب السختياني. (فقه الزكاة: ص۱۷۷، زكاة الذهب والفضة)

طرح کہ جس کے پاس بھی نصاب چاندی کی مقدار میں مال ہوگا وہ زکاۃ نہیں لے گا بل کہ دے گا، اور یہ دونوں باتیں اس کے حق میں اولیٰ وبہتر ہیں، اسی وجہ سے موجودہ دور میں وجوبِ زکاۃ اور حرمتِ زکاۃ کے لیے چاندی کے نصاب کو پیمانہ بنانا چاہیے(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں دو باتیں جاننا ضروری ہے، تاکہ انطباق واضح ہو جائے۔

پہلی بات: تعینِ نصاب اور ضمِ نصاب میں فقراء کی شرعاً رعایت کی جائے گی، اور دیکھا جائے گا کہ انفع للفقراء کی صورت کون سی ہے، جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' میں ہے: يقومهما بما هو أنفع للمساكين احتياطا لحق الفقراء (۲)۔

دوسری بات: سونے اور چاندی سے تقویم (قیمت لگانے) میں تخییر کے باوجود شرعاً اعتبار سونے اور چاندی میں سے اس کا ہوگا جس سے نصاب کی تکمیل ہو سکے(۳)۔

---

(۱) ولو بلغ بأحدهما نصابًا و خمسًا و بالآخر أقل، قوّمه بالأنفع للفقير.

(الدر المختار: ۲۲۹/۳، باب زكاة المال)

ويرى كثير من علماء العصر أن النقود تقدر بسعر الفضة احتياطا لمصلحة الفقراء، و لأن ذلك أ نفع لهم، و أرى الأخذ بهذا الرأي لأنه يفتى بما هو أنفع للفقراء.

(الفقه الإسلامي و أدلته: ۳/ ۱۸۲۱، المبحث الخامس زكاة النقود، المسائل المهمة: ۹۳/۱)

(۲) هدايه: ۱۹۵/۱، باب زكاة الأموال.

ويعتبر فيهما الأنفع أيهما كان أنفع للمساكين. (تبيين الحقائق: ۷۸/۲، باب زكاة المال)

يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا و رواجا. (الفتاوى الهندية: ۱۷۹/۱، كتاب الزكاة)

(۳) لابد أن يقوم بما يبلغ نصابًا حتى إذا قومت بالدراهم تبلغ نصابًا، و إذا قومت بالذهب لا تبلغ نصابًا يقوم بالدراهم و بالعكس كذالك. (البناية في شرح الهداية: ۳ / ۴۵۰، فصل في العروض) =

مذکورہ دونوں باتوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حرمتِ زکاۃ اور وجوبِ زکاۃ کے سلسلے میں بحیثیتِ نصاب سونے اور چاندی میں سے چاندی کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ اگر ہم چاندی کو معتبر مانتے ہیں تو مذکورہ دونوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں جو شرعاً ضروری ہیں، مثلاً چاندی کو معتبر ماننے میں فقراء کا فائدہ ہے، اور وہ اس طرح کہ زکاۃ تھوڑے مال میں واجب ہوگی، اور مزکّی زیادہ ہوں گے، اور تکمیلِ نصاب میں بھی چاندی سونے کے بہ نسبت زیادہ معین ومددگار ہے؛ کیوں کہ چاندی سستی ہے، نیز چاندی کا نصاب بھی متفق علیہ ہے(۱)، جس سے نصاب میں اسے معتبر ماننا اَوکد ہو جاتا ہے۔ خلاصۂ کلام تین وجوہات کے پیشِ نظر تعیینِ نصاب اور ضمِّ نصاب میں چاندی کا اعتبار ہوگا:

(الف) یہ فقراء کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔

(ب) سونے کی بہ نسبت سستی ہونے کی وجہ سے نصاب کی تکمیل آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(ج) اس کا نصاب صحیح حدیث سے ثابت ہے جس پر فقہا متفق ہیں۔

= قال ابن نجيم المصري الحاصل أن المذهب تخييره إلا إذ كان لا يبلغ بأحدهما نصابًا تعين التقويم بما يبلغ نصابًا و هو مراد من قال يقوم بالأنفع، ولذا قال في الهداية وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابًا.
(البحر الرائق: ۲ / ۴۰۰، كتاب الزكاة باب زكاة المال)

و لو بلغ بأحدهما نصابًا دون الآخر تعين ما يبلغ به. (الدرالمختار: ۳/۲۲۹ باب زكاة المال)

(۱) وأما المقدار الذي تجب فيه الزكاة من الفضة، فإنهم اتفقوا على أنه خمس أواق لقوله عليه الصلاة السلام الثابت ليس فيما دون خمس أواق من الورق صدقة ماعدا المعدن من الفضة، فإنهم اختلفوا في إشتراط النصاب منه .... وسبب إختلافهم في نصاب الذهب أنه لم يثبت في ذلك شيء عن النبي (صلى الله عليه وسلم) كما ثبت ذلك في نصاب الفضة.

(بداية المجتهد: ۲/۱۷، ۱۸، كتاب الزكاة، الفصل الأول في الذهب والفضة)

رقم المتن - ٨٦

وَفِيْ تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهِمَا وَالْآنِيَةِ مِنْهُمَا زَكَاةٌ.

ترجمہ: اور سونے چاندی کی ڈلی (بغیر ڈھلا ہوا) اوران کے زیورات اور برتنوں میں بھی زکاۃ ہے۔

توضیح المسئلة

حنفیہ کے نزدیک سونے وچاندی کی ہر چیز پر زکاۃ ایک سال گذرنے کے بعد فرض ہے، خواہ وہ مردوں کے ہوں یا عورتوں کے، تراش کر بنے ہوں یا پگھلا کر، کچھ استعمال میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں، ہر حال میں ان پر زکاۃ فرض ہے بشرطیکہ وہ مقدارِ نصاب ہوں اوران پر سال گزر چکا ہو(۱)۔

تفریع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٧٥)

سونے کی انگوٹھی میں جڑے ہوئے ہیرے (Dimond) میں زکاۃ کا حکم

اگر کسی شخص کے پاس سونے کی انگوٹھی ہو، جس میں ہیرا بھی لگا ہوا ہے، اب زکاۃ

---

(۱) عن عمرو ابن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأة أتت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعها ابنة لها و في يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب، فقال لها أتعطين زكاة هذا، قالت لا، قال أيسرك أن يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار، فخلعتهما فالقتهما إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت هما لله و لرسوله. (السنن لأبي داؤد: ٢١٨/١، كتاب الزكاة، باب الكنز ما هو زكاة الحلي)

وفي تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة، ولنا أن السبب مال نام و دليل النماء موجود، و هو الإعداد للتجارة خلقة، والدليل هو المعتبر بخلاف الثياب. (الهداية: ١٩٥/١)

نکالنے کے لیے جب وہ سونے کو وزن کر کے قیمت لگا کر زکاۃ دے گا تو زکاۃ میں ہیرے کی قیمت شامل نہیں کرے گا، بل کہ صرف سونے کی قیمت پر زکاۃ واجب ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

شریعت نے اصولی طور پر معدنیات میں سوائے سونے اور چاندی کے کسی چیز میں زکاۃ واجب قرار نہیں دی ہے (۲)، اس اصول کے مطابق ہیرے جواہرات میں زکاۃ واجب نہیں ہے (۳)، سوائے اس کے کہ اسے تجارتی مقصد کے لیے خریدا ہو، اسی لیے فقہائے احناف نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لیے نہ ہوں تو خواہ وہ ہزاروں روپے کے کیوں نہ ہوں اس میں زکاۃ واجب نہیں ہے، اس لیے مذکورہ صورت

---

(۱) عن سعيد بن جبير رضي الله عنه قال ليس في حجر زكاة إلا ما كان لتجارة من جوهر ولا ياقوت ولا لؤلؤ ولا غيره إلّا الذهب والفضة. (السنن الكبرى للبيهقي: ٤/٢٤٦، كتاب الزكاة: الرقم: ٧٥٩٢)

لازكوة في اللآلي والجواهر كاللؤلؤ والياقوت والزمرد وأمثالها إلا أن تكون للتجارة.

(الدر المختار مع الشامية: ٣/١٩٤، كتاب الزكاة)

وكذا لا زكاة في الجوهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها إذا لم يكن للتجارة .

(الفتاوى الهندية: ١/١٧٢، كتاب الزكاة، فتاوى دارالعلوم زكريا: ٣/١١٢، كتاب النوازل: ٦/٤٤٤، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلے: ص ٦٠)

(۲) الأصل أن ماعدا الحجر من السوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المودى إلى الثنى، قال الشامي تحت قوله (ماعدا الحجرين) كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعبيد والثياب والأمتعة ونحو ذلك من العروض.

(الدرالمختار مع الشامية: ٣/١٩٤، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية: ١/١٨٠)

(۳) عن الحكم عن علي قال ليس في جوهر زكاة.

(السنن الكبرى للبيهقي: ٤/٢٤٦، كتاب الزكاة: ٧٥٩١)

میں بھی انگوٹھی میں لگے ہوئے ہیرے میں احناف کے نزدیک زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (۱۷۶)

زکاۃ کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے

اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کے زیورات ہیں، جن کی مالیت مثلاً فی تولہ 17200 کے اعتبار سے 129000 ہوتی ہے، اور اس پر واجب ہونے والی زکاۃ کی مقدار 3225 ہوتی ہے، اور اگر اس میں بناوٹ کی قیمت فی تولہ 220 روپے کو ملاتے ہیں، تو ان زیورات کی مالیت 130500 ہوگی، اور اس پر واجب ہونے والی زکاۃ کی مقدار 3262 روپے 5 پیسے ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دو مالیتوں (مالیت باجرت صنعت، اور مالیت بدونِ اجرت صنعت) میں سے ادائیگی زکاۃ میں کس کا اعتبار ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زکاۃ عین سونا یا عین چاندی سے ادا کی جارہی ہو، تو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کے موجودگی کی صورت میں ان کا چالیسواں حصہ زکاۃ میں ادا کردے۔

اور اگر زکاۃ میں عین سونا یا عین چاندی کا چالیسواں حصہ ادا نہ کیا جائے، بل کہ سونا یا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکاۃ روپیوں سے ادا کی جارہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونا یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بل کہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اس کے اعتبار سے زکاۃ ادا کی جائے گی، اور اس سونا یا چاندی کی مقدار کے ساتھ زیور کی صنعت میں لگی ہوئی رقم پر بھی

---

(۱) لا زكاة في الجواهر واللآلي إلا أن يتملكها بنية التجارة. (مراقي الفلاح:ص ۳۹۱)

زکاۃ کا وجوب ہوگا، اور اس کی بھی زکاۃ ادا کی جائے گی(۱)۔

طريقة الإنطباق

ادائے زکاۃ کی سلسلے میں اصول یہ ہے کہ زکاۃ عینِ نصاب میں واجب ہوتی ہے، اس لیے اگر زکاۃ عینِ نصاب سے ادا کی جائے تو وزن کا اعتبار ہوگا، یعنی اس نصاب کے چالیسویں حصہ کو ادا کرنا ہوگا، اور اگر زکاۃ عینِ نصاب کے علاوہ کسی اور جنس سے ادا کی جائے، تو نصاب کے چالیسویں حصہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی اس چالیسویں حصہ کی مارکیٹ میں جو بھی قیمت ہوگی خواہ وہ کتنی ہی ہو وہ قیمت زکاۃ میں ادا کرنی ہوگی(۲)۔

مذکورہ اصول کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ اگر زکاۃ میں عینِ سونا یا عینِ چاندی کا چالیسواں حصہ ادا نہ کیا جائے، بل کہ سونا یا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکاۃ

---

(۱) والمعتبر وزنهما أداء ووجوبًا و لا قيمتهما، قال الشامي تحت قوله (والمعتبر وزنهما أداء) يعني يعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزنًا عند الإمام، والثاني قوله (لا قيمتهما) هذا إن لم يؤد من خلاف الجنس وإلا اعتبرت القيمة إجماعًا، وأجمعوا أنه لو أدى من خلافِ جنسه اعتبرت القيمة.

(الدر المختار مع ردالمحتار : ۲۲۷/۳، باب زكاة المال)

ويعتبر أن يكون المؤدّي قدر الواجب وزنًا ولا يعتبر فيه القيمة ...... و لو كان له إبريق فضة وزنه مائتان و قيمته لصياغته ثلثمائة إن أدى من العين يؤد ربع عشرة و هو خمسة قيمتها سبعة و نصف، وإن أدّى خمسة جاز، و لو أدّى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع. (الفتاوى الهندية: ۱۷۷/۱، فتاوى دارالعلوم: ۱۲٦/٦، فتاوى عثماني: ٦٦/۲، المسائل المهمة: ۱۳۱/۳)

(۲) والمعتبر وزنهما أداءً ووجوبًا ولا قيمتهما قال الشامي تحت قوله (المعتبر وزنهما أداء) يعني يعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزنًا عند الإمام، والثاني قوله (لاقيمتهما) هذا إن لم يود من خلاف الجنس و إلا اعتبرت القيمة إجماعا، وأجمعوا أنه لوأدى من خلافِ جنسه اعتبرت القيمة.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۷/۳)

روپیوں سے ادا کی جارہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونے یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بل کہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اور مارکیٹ میں زیورات کی قیمت کا اعتبار محض اس میں لگے ہوئے سونے اور چاندی کے اعتبار سے نہیں ہوگا، بل کہ اس کی قیمت میں صنعت کی قیمت بھی ملائی جائے گی، اسی لیے اس نصاب والے زیورات کے چالیسویں حصے میں محض سونے یا چاندی کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا؛ بل کہ اس کی صنعت کا بھی اعتبار ہوگا اور صنعت کی بھی رقم ادائے زکاۃ میں ادا کی جائے گی۔

باب عروض التجارة

رقم المتن - ۸۷

الزَّكَاةُ وَاجِبَةٌ فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ كَائِنَةً مَا كَانَتْ إِذَا بَلَغَتْ قِيمَتُهَا نِصَابًا مِنَ الْوَرِقِ أَوِ الذَّهَبِ.

ترجمہ: زکاۃ واجب ہے تجارت کے سامان میں سامان کوئی بھی ہو، جب پہنچ جائے اس کی قیمت نصاب کو چاندی یا سونے سے۔

توضيح المسئلة

فقہا تجارتی مال کو عروضِ تجارت کہتے ہیں، اور اس سے مراد سونا چاندی کے علاوہ ہر وہ سامان ہوتا ہے جو تجارت کے لیے مہیا کیا گیا ہو، خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو، اگر اس پر سال گزر جائے اور اس کی قیمت بقدرِ نصاب ہو تو ایسے سامانِ تجارت پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۱۷۷)

شیئرز (Shares) کی مختلف صورتیں اور اُن پر زکاۃ کا حکم

(الف) اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جو تجارت کرتی ہے، مثلاً: لوہا، کپڑا، سیمنٹ، الکٹرانک سامان، پہننے اور اوڑھنے کی چیزیں وغیرہ فروخت کرتی ہے، تو شیئرز اور منافع دونوں پر زکاۃ واجب ہوگی (۱)۔

(ب) اور اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جو تجارت نہیں کرتی، بل کہ محض کرایہ وصول کرتی ہے، جیسا کہ ریلوے کمپنی اور بس کمپنی وغیرہ تو محض منافعِ شیئرز پر زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

(ج) اور اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہیں جو خام مال خرید کر سامان اور چیزیں تیار کرکے فروخت کرتی ہے، تو شیئرز اور منافع دونوں پر زکاۃ واجب ہوگی (۳)۔

طریقة الإنطباق

اشیائے مملوکہ میں زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے مملوک شیٔ میں تین شرطوں کا

---

(۱) ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول من جنسه ضمه إليه و زكّاه به.

(الهداية: ۱/ ۱۹۳، كتاب الزكاة)

(۲) ولو اشترى قدورًا من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۸۰)

(۳) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق أو الذهب.

(المختصر القدوري: ص۴۸، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۱۷۹)

پایا جانا ضروری ہے:

(الف) وہ شئ مملوک، کامل نصاب کو پہنچ چکی ہو، یعنی اس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی، یا ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت کے بقدر ہو۔

(ب) اس نصاب پر سال گزر گیا ہو۔

(ج) وہ شئ مملوک تجارت کے لیے ہو، تا کہ نمو (بڑھوتری) متحقق ہو جائے (۱)، اور شیئرز (Shares) بھی مال تجارت کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لیے وہ کمپنیاں جو تجارت کرتی ہیں، ان کے شیئرز اور منافع دونوں پر زکاۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ ان کمپنیوں کے شیئرز میں زکاۃ واجب کرنے والی شرط (تجارت) پائے گئی (۲)، اور وہ کمپنیاں جو تجارت نہیں کرتی، محض کرایہ وصول کرتی ہیں، ان کے محض منافع شیئرز پر زکاۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ اجرت پر دی ہوئی چیزوں سے حاصل شدہ منافع ثمنِ تجارت کے درجہ میں ہیں (۳)؛ نیز منافع میں نمو (بڑھوتری) کے معنی پائے جاتے ہیں اصل میں نہیں، اور زکاۃ کو واجب کرنے میں نمو ہی اثر انداز ہوتی (۴)۔

---

(۱) اعلم أن شرائط الزكاة ثانية خمسة في المالك ...... وثلاثة في المملوك و هو أن يكون نصابًا كاملًا و حولا كاملا و كون المال إما سائمًا أو للتجارة. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۲۸٤، كتاب الزكاة)

(۲) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسومة القواعد الفقهية: ٦/٧٦)

(۳) لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(فتاوى قاضيخان على هامش الهندية: ۱/۲٥٣)

(٤) ومنها كون المال ناميًا، لأن معنى الزكاة و هو النماء، لايحصل إلا من المال النامي.

(۲/ ۳۹٤، كتاب الزكاة)

رقم المسئلة (۱۷۸)

مرغی فارم (Poultry farm) کی زکاۃ

مرغی فارم کی زمین اور عمارت وغیرہ کی قیمت پر زکاۃ واجب نہیں (۱)، اور ان میں جو مرغیاں پالی جاتی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں:

(الف) اگر مرغی فارم سے انڈے مقصود ہیں اور انہیں کے ذریعہ آمدنی حاصل کی جاتی ہے، مرغیاں فروخت کے لیے نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں مرغیوں کی قیمت پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۲)؛ بل کہ صرف انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکاۃ لازم ہوگی (۳)؛ گویا مرغیاں آلات کے درجے میں ہیں۔

(ب) اور اگر مرغی فارم سے محض انڈے مقصود نہیں بل کہ خود مرغیوں اور چوزوں کو بیچنا مقصود ہے تو ایسی صورت میں سال پورا ہونے پر ان مرغیوں اور چوزوں کی قیمت پر

---

(۱) لا تجب الزكاة في الشوم والإهاون التي يحتاج إليها ليدهن بها الجلود، و آلات الصناع الذين يعملون بها، وظروف الأمتعة لا تجب فيها الزكاة. (الفتاوى التاتارخانية:۲/ ۱۹)

(۲) ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يواجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الغلة.
(فتاوى قاضي خان على هامش الهنديه: ۱/ ۲۵۱)

(۳) إذا آجر داره أو عبده بمأتي درهم لا تجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة (رحمه الله) فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهمًا بعد الحول، كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.
(فتاوى قاضي خان على هامش الهنديه: ۱/ ۲۵۳)

زکاۃ واجب ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول ذہن نشیں کر لینا چاہیے تا کہ انطباق واضح ہو جائے، سونے اور چاندی کے علاوہ اموال میں زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے تجارت کی نیت کا ہونا ضروری ہے تا کہ نمو (بڑھوتری) متحقق ہو جائے (۲)، اب یہ نمو خواہ تجارت کے ذریعہ سے ہو یا اجارہ (کرایہ) کے ذریعہ کیوں کہ اشیائے مستأجرہ کی اجرت کو معنیٔ نمو کے پائے جانے کی وجہ سے ثمنِ تجارت کا درجہ حاصل ہے (۳)۔

مذکورہ اصول کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر مرغی فارم سے مرغیوں کو فروخت کرنا مقصود ہے تو دونوں میں معنیٔ نمو کے پائے جانے کی وجہ سے، اور اگر صرف انڈے فروخت کرنا مقصود ہے مرغیاں نہیں تو صرف انڈوں میں معنیٔ نمو کے پائے جانے کی وجہ سے زکاۃ واجب ہوگی۔

---

(۱) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق والذهب.

(الفتاوى الهنديه: ۱/۱۷۹، الفصل الثاني في العروض، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۱۷٤)

(۲) الأصل أن ماعدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة ...... و شرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة. (الدرالمختار: ۳/۱۹٤، كتاب الزكاة)

ومنها كون المال ناميًا لأن معنى الزكاة وهو النماء لا يحصل إلا من المال النامي.

(بدائع الصنائع: ۲/۳۹٤)

(۳) لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة في الصحيح من الرواية.

(فتاوى قاضي خان على هامش الهنديه: ۱/۲۵۳)

رقم المسئلة (۱۷۹)

تجارتی پلاٹ (Plot) پر زکاۃ

اگر کسی شخص نے کوئی پلاٹ (Plot) بیچنے اور فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہو تو ایسے پلاٹ پر بازاری قیمت (Market Rate) کے اعتبار سے زکاۃ واجب ہوگی، مثلاً جس وقت خریدا اس وقت اس کی قیمت صرف پچاس ہزار تھی لیکن سال پورا ہوا، اس روز اس کی قیمت بازار کے اعتبار سے ایک لاکھ روپے ہو تو ایک لاکھ کی زکاۃ ادا کرنی ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

نمو کے معنی بڑھوتری کے آتے ہیں جس کی بابِ زکاۃ میں دو قسمیں ہیں:

(الف) نمو حقیقی: اس کا مطلب یہ ہے کہ مال توالد و تناسل اور تجارت کی شکل میں بڑھتا رہے۔

(ب) نمو تقدیری: اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ مال از خود یا اپنے نائب وغیرہ کے ذریعے سے مال کو بڑھانے اور ترقی کرنے پر قدرت رکھتا ہو (۲)؛ پس معلوم ہوا کہ

---

(۱) قال الكاساني سواء كان مال التجارة عروضًا أو عقارًا أو شيئًا مما يكال أو يوزن، لأن الوجوب في أموال التجارة تعلق بالمعنى وهو المالية و القيمة وهذه الأموال كلها في هذا المعنى جنس واحد.

(بدائع الصنائع :۲/ ۴۱۶، فصل في نصاب أموال التجارة)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الأداء كما في السوائم يوم الأداء إجماعًا و هو الأصح ويقوم في البلد الذي المال فيه لو في مفازة. (ردالمحتار:۳/۲۲۹، الفتاوى الهندية:۱/۱۸۰)

(۲) وفي الشرع هو نوعان حقيقي و تقديري فالحقيقي الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات، والتقديري تمكنه من الزيادة بكون المال في يده أو يد نائبه. (ردالمحتار: ۳/۱۷۹)

وجوب زکاۃ کے لیے مال کا مالِ نامی ہونا شرط ہے خواہ نمو حقیقی ہو یا تقدیری ہو(۱)، اور تجارتی پلاٹ میں نمو حقیقی کی شرط موجود ہے، اسی لیے شرط کے پائے جانے کی وجہ سے اس میں زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (۱۸۰)

مرغی یا مچھلی فارموں (Poultry or Fish farms) میں استعمال ہونے والی خوراک پر زکاۃ کا حکم

مرغی یا مچھلی فارموں میں مرغیوں یا مچھلیوں کو کھلانے کے لیے جو خوراک استعمال کی جاتی ہے عامتاً ان فارموں کے مالکان اسٹاک (Stock) میں وہ خوراک خرید کر رکھ لیتے ہیں جن کی مالیت بسا اوقات نصاب یا نصاب سے زائد ہوتی ہے، شرعاً ان خوراک پر زکاۃ واجب نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) وإنما النماء شرط الوجوب. (الهداية: ۲۰۷/۱، باب من يجوز دفع الصدقات)

(۲) الزكاة واجبة في عروض التجارة ما كانت ما كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق أو الذهب لأنها معدة للإستنماء باعداد العبد فأشبه المعد باعداد الشرع و يشترط نية التجارة ليثبت الإعداد.

(الهداية: ۱۹۵/۱، باب زكاة المال)

شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۷۶/۶)

(۳) وكذلك آلات المحترفين قال الشامي أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الإنتفاع ...... أو تستهلك لكن هذا منه ما لا يبقى أثر عينه كصابون وحرض الغسال.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸۳/۳، كتاب الزكاة، كتاب المسائل: ۲۲۰/۲)

رقم المسئلة (١٨١)

پریس (Press) میں چھپائی کے لیے رکھی ہوئی روشنائی (Ink) پر زکاۃ کا حکم

عموماً بڑے پریس والے چھپائی کے لیے روشنائی کا بڑا اسٹاک (Stock) پہلے سے خرید کر رکھ لیتے ہیں، اگر اسٹاک میں رکھے ہوئے روشنائی (Pink) کی مالیت بقدرِ نصاب ہو تو اس پر سال کے گزرنے پر زکاۃ واجب ہوگی (۱)۔

طريقة الإنطباق

الزكاة واجبة في عروضِ التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق أو الذهب - یعنی زکاۃ بقدرِ نصاب سامانِ تجارت میں واجب ہے خواہ وہ سامانِ تجارت کوئی بھی ہو۔ یہاں ایک ضابطہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے۔

صنعتی آلات میں جو آلات کام کرنے کے بعد بعینہٖ باقی رہتے ہیں، جیسے فیکٹریوں کی مشینیں اور بڑھئی کا بسولہ وغیرہ، یا وہ آلات بالکلیہ ختم ہو جاتے ہیں، جیسے دھوبی کا صابن، تو ان میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی، اور جن آلات کا صرف اثر باقی رہتا ہے، جیسے رنگریز کے پاس کا رنگ، تو ان میں زکاۃ واجب ہوگی؛ کیوں کہ رنگ یہ ایسا آلہ ہے جو استعمال کے بعد نہ تو بعینہٖ باقی رہتا ہے اور نہ بالکل معدوم ہوتا ہے بل کہ صرف اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

---

(١) وأما إذا كان يبقى أثرُها في المعمولِ كما لو اشترى الصباغُ عصفرًا أو زعفرانًا ليصبغ ثياب الناس بأجرٍ وحال عليه الحول كان عليه الزكاة إذا بلغ نصابًا.

(الفتاوى الهنديه : ١٧٢/١، كتاب المسائل : ٢١٥/٢)

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں دونوں مسئلوں کا انطباق آسان ہوگیا، مرغی یا مچھلی فارموں (Poultry Fish Forms) میں استعمال ہونے والی خوراک میں زکاۃ واجب نہیں کیوں کہ ضابطہ ہے کہ جو آلہ استعمال ہونے کے بعد بالکلیہ ختم ہوجائے اس میں زکاۃ واجب نہیں ہوتی ہے، اور خوراک استعمال ہونے کے بعد ختم ہوجاتی ہے، اور پریس (Press) میں چھپائی کے لیے رکھی ہوئی روشنائی (Pink) پر زکاۃ واجب ہے کیوں کہ ضابطہ ہے کہ جو آلہ استعمال ہونے کے بعد نہ تو بعینہٖ باقی رہے اور نہ ہی بالکلیہ ختم ہو بل کہ اس کا اثر باقی رہے اس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور روشنائی (Pink) ایک ایسا آلہ ہے جو استعمال کے بعد محض اپنا اثر چھوڑتا ہے نہ تو بالکلیہ ختم ہوتا ہے اور نہ ہی بعینہٖ باقی رہتا ہے(۱)۔

---

(۱) وأصل هذا أنه ليس على التاجر زكاة مسكنه و خدمه ومركبه و كسوة أهله و طعامهم ...... العمال الذين يعملون للناس بأجر إذ اشتروا أعيانًا للعمل بها فحال عليها عندهم، فكل عين يبقى له أثر في العين بحيث يرى كالعصفر و الزعفران وما أشبه ذلك، ففيه الزكاة، وما لا يبقى له أثر في العين بحيث لا يرى كالصابون و الأشنان فلا زكاة فيه.

(الفتاوى التاتارخانية:۳/۱٦۸، الفصل الثالث في بيان عروض التجارة)

وكذلك آلات المحترفين قال الشامي أي سواء كانت مما لاتستهلك عينه في الإنتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك، لكن هذا منه ما لايبقى أثر عينه كصابون وجرض الغسال، و منه ما يبقى كعصفر و زعفران لصباغ ودهن و عفص لدباغ فلا زكاة في الأولين، لأن ما يأخذه من الأجرة بمقابلة العمل، و في الأخير الزكاة إذا حال عليه الحول لأن المأخوذ بمقابلة العين كما في الفتح.

(الدر المختار مع رد المحتار:۳/۱۸۳، كتاب الزكاة)

رقم المسئلة (١٨٢)

(إذابلغت قيمتها نصابًا من الورق أو الذهب)

لمیٹڈ کمپنیوں (Limited Companies) پر زکاۃ کا حکم

آج کل لمیٹڈ کمپنیوں کا رواج عام ہو چکا ہے جس میں چند اشخاص مشترکہ کاروبار کرتے ہیں، کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصابِ زکاۃ کے بقدر یا اس سے زائد ہوتا ہے، لیکن اگر اس کی مجموعی مالیت حصہ داروں پر تقسیم کی جائے اور ہر ایک کے حصہ میں بقدرِ نصاب نہ آتی ہو تو زکاۃ واجب نہیں ہوگی (۱)، اور اگر ہر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہو تو ہر شریک پر اپنے حصے کی زکاۃ واجب ہوگی (۲)۔

طريقة الإنطباق

نصابِ زکاۃ میں وجوبِ زکاۃ کے لیے نصاب کا شخصِ واحد کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، یعنی بقدرِ نصاب مال میں ملکیت ایک شخص کی ہو۔ اگر کمپنی کا مجموعی سرمایہ نصابِ زکاۃ کے بقدر یا اس سے زائد ہو، لیکن ہر شریک کا حصہ بقدرِ نصاب نہ ہو تو کمپنی کے

---

(۱) لا تجب الزكاة عندنا في نصاب مشترك من سائمة ومال تجارة وإن صحت الخلطة فيه ...... وإن تعدد النصاب تجب إجماعا، ويتراجعان بالحصص، وبيانه في الحاوي، فإن بلغ نصيب أحدهما نصابًا زكاه دون الآخر قوله في نصاب مشترك، المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الإشتراك وضم أحد المالين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بإنفراده نصابًا.

(الدر المختار مع ردالمحتار:۳/۲۳۵، باب زكاة المال)

(۲) الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق أو الذهب.

(المختصر القدوري:ص٤٨، محقق مدلل جديد مسائل: ١/١٧١)

مجموعی سرمایہ پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ نصابِ زکاۃ (مجموعی سرمایہ) شخص واحد کی ملک نہیں ہے، اور اگر ہر شریک کا حصہ بقدرِ نصاب یا اس سے زائد ہو تو چوں کہ یہاں بقدر نصاب مال شخصِ واحد کی ملک میں ہے، اس لیے ہر شریک پر زکاۃ واجب ہوگی(۱)۔

باب زكاة الزروع والثمار

رقم المتن - ۸۸

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَلِيْلٍ مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَ كَثِيْرُهُ الْعُشْرُ وَاجِبٌ سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا أَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ إِلَّا الْحَطَبَ وَ الْقَصَبَ وَ الْحَشِيْشَ ...... وَ مَا سُقِيَ بِغَرْبٍ أَوْ دَالِيَةٍ أَوْ سَانِيَةٍ فَفِيْهِ نِصْفُ الْعُشْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ.

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ زمین کی پیداوار میں کم ہو یا زائد عشر (دسواں حصہ) واجب ہے خواہ زمین جاری پانی سے سیراب کی گئی ہو یا بارش کے پانی سے سوائے لکڑی، بانس اور گھاس کے، اور جو زمین سینچی گئی ڈول سے یا رہٹ سے یا اونٹنی سے تو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے دونوں قولوں پر۔

---

(۱) قال العلامة أبو بكر الكاساني فأما إذا كانت مشتركة (بين اثنين) فقد اختلف فيه، قال أصحابنا أنه يعتبر في حال الشركة ما يعتبر في حال الإنفراد، و هو كمال النصاب في حق كل واحد منهما، فإن كان نصيب كل واحد منهما يبلغ نصابا تجب الزكاة و إلا فلا.

(بدائع الصنائع: ۲/۴۳۳، كتاب الزكاة، فصل في نصاب الغنم)

توضیح المسئلة

شریعتِ مطہرہ نے جن اموال میں زکاۃ واجب قرار دیا ہے، ان میں ایک زمین کی پیداوار بھی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ" یعنی اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں اور زمین کی پیداوار سے خرچ کرو۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ"؛ لہٰذا قولِ امام کے مفتی بہ قول کے مطابق زمین کی ہر پیداوار میں خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر بشرطیکہ وہ مقصود بالزرع ہو (جس کو لوگ عامتاً بوتے ہوں اور اس سے مقصود کمائی اور آمدنی کا حصول ہو) عشر (دسواں حصہ) واجب ہے، جب کہ اس کھیتی کی سیرابی قدرتی ذرائع مثلاً بارش اور چشمہ کے پانی سے ہوئی ہو، اور اگر کھیتی کی سینچائی اور آبیاری مالکِ ارض اپنی محنت سے کرے تو اس کھیتی میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔

نوٹ: یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ عشر و زکاۃ میں چند فروق ہیں، جنہیں مندرجہ ذیل بیان کر دیا جا رہا ہے:

(الف) عشر کے واجب ہونے میں کسی نصاب کی شرط نہیں، قلیل و کثیر ہر دو پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے(۱)، جب کہ وجوب زکاۃ کے لیے نصابِ شرعی کا ہونا ضروری ہے(۲)۔

---

(۱) قال أبو حنيفة رحمه الله في قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر واجب.

(المختصر القدوري: ص۴۸، باب زكاة الزروع والثمار)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم ...... إذا ملك نصابًا كاملًا. (المختصر القدوري: ص۴۳)

(ب) اشیائے عشر میں عشر کے واجب ہونے کے لیے عشری اشیاء کا ایک سال تک باقی رہنا شرط نہیں ہے، اسی لیے سبزیوں میں بھی عشر واجب ہوتا ہے(۱)، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے نصاب کا ایک سال باقی رہنا شرط ہے(۲)۔

(ج) عشر میں حولانِ حول (سال گزرنے) کی بھی قید نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر کسی زمین میں سال کے اندر دو مرتبہ کاشت کی جائے تو ہر مرتبہ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا(۳)، جب کہ زکاۃ نصابِ شرعی میں ایک ہی مرتبہ واجب ہوتی ہے(۴)۔

(د) عشر کے واجب ہونے کے لیے عاقل ہونا بھی شرط نہیں ہے، مجنون کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے عقل ضروری ہے۔

(ھ) عشر کے واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا بھی شرط نہیں ہے، نابالغ کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے بلوغت ضروری ہے۔

---

(١) قال الشامي تحت قوله (بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء) فيجب فيما دون النصاب بشرط أن يبلغ صاعا وقيل نصفه، وفي الخضروات التي لا تبقى، وهذا قول الإمام وهو الصحيح كما في التحفة.

(ردالمحتار:٣/٢٦٥، باب العشر)

(٢) الزكاة واجبة على الحر ...... إذا ملك نصابًا كاملًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول.

(المختصر القدوري: ص٤٣)

(٣) وبلا شرط بقاء وحولان حول قال الشامي حتى لو أخرجت الأرض مرارا وجب في كل مرة لإطلاق النصوص عن قيد الحول، ولأن العشر في الخارج حقيقة فيتكرر بتكرره. (ردالمحتار: ٣/٢٦٦، باب العشر)

(٤) لابد من الحول لأنه لابد من مدة يتحقق فيها النماء، و قدرها الشرع بالحول لقوله صلى الله عليه وسلم لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول، و لأنه الممكن به من الاستنماء لإشتماله على الفصول المختلفة و الغالب تفاوت الاسعار فيها فادير الحكم عليه. (الهداية: ١/١٨٥، كتاب الزكاة)

(و) عشر کے واجب ہونے کے لیے آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے، مکاتب اور ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے آزاد ہونا ضروری ہے(۱)۔

(ز) عشر کے واجب ہونے کے لیے زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے، اگر کرایہ کی زمین ہو تو بھی اس کی پیداوار پر زکاۃ واجب ہے، جب کہ زکاۃ کے وجوب کے لیے نصابِ شرعی کا مالک ہونا ضروری ہے(۲)۔

(ح) مالکِ ارض مقروض ہو تب بھی عشر واجب ہوگا(۳)، جب کہ زکاۃ کے واجب ہونے کے لیے آدمی کا قرض سے خالی ہونا ضروری ہے(۴)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۸۳)

ہندوستان کی زمینیں (Lands) عشری ہیں یا خراجی؟

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی سے متعلق فقہ اکیڈمی کے چھٹے فقہی سیمینار

---

(۱) قال الشامي تحت قوله (وفي أرض صغير) فلا يشترط في وجوبه العقل والبلوغ والحرية ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، و إنما الشرط ملك الخارج لأنه يجب في الخارج.

(رد المحتار: ۳/۲٦٦، باب العشر)

(۲) الزكاة واجبة على الحر المسلم العاقل البالغ إذا ملك نصابًا كاملًا ملكًا تامًا و حال عليه الحول و ليس على صبي و لا مجنون و لا مكاتب زكاة. (المختصر القدوري: ص۴۳)

(۳) ويجب مع الدين. (الدرالمختار:۳/۲٦٦، باب العشر)

(٤) و من كان عليه دين محيط بماله فلا زكاة عليه. (المختصرالقدوري: ص۴۳)

عمرآباد بتاریخ ۱۷تا۲۰ ررجب ۱۴۱۴ھ، مطابق ۳۱ ردسمبر ۱۹۹۳ء تا ۳ رجنوری ۱۹۹۴ء میں جوقرارداد منظور کی گئی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) مسلمان حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو عطا کردہ زمینیں جواب تک مسلمانوں کے پاس چلی آرہی ہیں، وہ عشری ہیں(۱)۔

(ب) جس علاقے کے لوگ مسلم حکومت کے قیام سے پہلے بخوشی مسلمان ہو گئے ہوں اور وہ زمینیں ابھی تک مسلمانوں ہی کے پاس چلی آرہی ہیں، وہ عشری ہیں (۲)۔

(ج) جوزمین عرصۂ دراز سے مسلمانوں کے پاس ہیں اور تاریخی طور پر ان کا خراجی ہونا ثابت نہیں ہے، وہ بھی عشری ہیں (۳)۔

طريقة الإنطباق

عشری زمین اس زمین کو کہتے ہیں جس میں عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ واجب ہو، اور یہ وہ زمین ہیں جنہیں حکومت اسلام نے مسلمانوں کو عطا کیا

---

(۱) وكل بلدة فتحت عنوة وقسمها الإمام بين الغانمين فهي عشرية.

(فتاوی قاضی خان: ۱/۱۲۹، فصل العشر والخراج)

كل أرض فتحت عنوة وقهرا وقسمت بين الغانمين المسلمين فهي عشرية. (الفتاوى التاتارخانية:۲/۸۱)

(۲) الأرض العشرية التي أسلم عليها أهلها طوعًا، لأنها أرض إسلامية يناسبها ما في معنى العبادة.

(الفقه الإسلامي وأدلته:۳/۱۹۰۲)

(۳) وجوب العشر إذا ملك المسلم مستمرا عليها من زمن السلطنة المسلمة انتقلت إليه وهو لا يعلم أنها من مسلم انتقلت أو كافر؟ هذا ما اختاره الشيخ رشيد أحمد الغنغوهي ومولانا أشرف على التهانوى، ومبناه عدم القطع بكونه دارالحرب لاسيما في بعض الأحكام. (فتاوی محمودیه: ۹/۴۵۶، امداد الفتاوی: ۲/۶۲، فتاوی رشیدیه: ص۴۴۷، المسائل المهمه:۳/۱۴۷)

ہو، یا اس زمین کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوگئے ہوں اور وہ زمینیں انہیں کے پاس چلی آرہی ہو(۱)، اس تعریف میں 'الف' اور 'ب' والی صورت داخل ہوگئی، رہ گئی 'ج' والی صورت، اس میں عشر کے واجب ہونے کی وجہ عشر میں بنیادی تصور عبادت کا ہے(۲)، اور عبادات میں احتیاط کا پہلو غالب ہوتا ہے(۳)؛ اسی وجہ سے 'ج' والی صورت میں بھی عشر واجب ہوگا۔

رقم المسئلة (۱۸٤)

ٹیوب ویل (Tubewell) کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم

آج کل کھیتوں کی سیرابی کے لیے ٹیوب ویل (Tube wel) کا استعمال عام ہو چکا ہے، کیوں کے ٹیوب ویل کے ذریعہ کھیتی کی سیرابی اچھی طرح ہوجاتی ہے، وقت بھی کم لگتا، ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر شرعاً نصف عشر (پیداوار کا

---

(۱) الأرض العشرية ما فيها عشرًا و نصف عشر، و ليس فيها الخراج وهي ما أسلم أهلها طوعًا أو فتح عنوة، وقسمت على جيش المسلمين. (التعريفات الفقهية: ص١٦٨)

(۲) قال الشامي تحت قوله (لأنه أليق بالمسلم) أي لما فيه معنى العبادة.

(الدرالمختار مع الشامية: ۳/۲۷۲، كتاب الجهاد باب العشر والخراج)

ولأبي حنيفة (رحمه الله) أن الأراضي النامية لا تخلو من العشر أو الخراج والذمي ليس أهلا للعشر لأنه معنى العبادة لقوله تعالى واتوا حقه يوم حصاده. (الإختيار لتعليل المختار: ۱/۳٦۷)

(۳) الإحتياط في حقوق الله تعالى لا في حقوق العباد. (قواعد الفقه: ص ٥٤)

بیسواں حصہ) واجب ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جس کھیت کی زراعت میں آب پاشی کے لیے بوجھ اٹھانا پڑے تو اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے (۲)، اور ٹیوب ویل (Tube wel) کے ذریعہ آب پاشی کی صورت میں بھی مالی بوجھ کی علت موجود ہے، اس لیے علت کے پائے جانے کی وجہ سے ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کی ہوئی کھیتی میں نصف عشر واجب ہوگا(۳)۔

رقم المسئلة (١٨٥)

بارش اور ٹیوب ویل (Tubewell) کے ذریعہ سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر کا حکم

بسا اوقات کھیتیوں کی سیرابی بارش اور ٹیوب ویل دونوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اگر بارش کے پانی کو دیکھا جائے تو اس کا تقاضا عشر ہے، اور اگر ٹیوب ویل کے ذریعہ سیرابی کا اعتبار کیا جائے تو اس کا تقاضا نصف عشر ہے، تو اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر زمین ایسی

(١) عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر وسقى بالنضح نصف العشر وما سقى بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر على القولين.
(الصحيح للبخاري:١٠٢/١، باب العشر، المختصر القدوري:ص٤٨
فتاوى محموديه:٤٣٢/٩، فتاوى حقانيه:٥٦٧/٣، المسائل المهمه:١٤٨/٣)

(٢) وما سقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر. (الفتاوى الهنديه:١٨٦/١، الباب السادس)

(٣) الحكم يدور مع علته عدما ووجودًا. (القواعد الفقهية:ص٢٧٢)

ہے کہ اس کی سینچائی اکثر بارش کے پانی سے ہی ہوئی ہے، ٹیوب ویل کی اتفاقیہ معمولی نوبت آئی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائے گا، اور اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل سے ہوئی ہے تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا۔ اور اگر دونوں (بارش، ٹیوب ویل) سے مساوی طور پر سینچائی ہوئی ہے تو نصف عشر واجب ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں دو فقہی قاعدوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔

پہلا قاعدہ: اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر کسی شئ کے ثابت ہونے کے لیے متعدد افراد ہوں تو ان میں اکثر کا پایا جانا حکم کو ثابت کر دیتا ہے، اور اکثر افراد کا معدوم ہونا حکم کو معدوم کر دیتا ہے، مثلاً ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے چار رگوں کا کٹنا مطلوب ہے، اگر تین رگیں کٹی ہیں تب بھی ذبیحہ حلال ہو جائے گا، اور اگر اکثر رگیں نہ کٹی ہوں تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیوں کہ اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر اکثر رگیں کٹی ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ کل رگیں کٹ گئیں، اور اگر اکثر نہ کٹی ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ کل رگیں نہیں کٹی(۲)۔

---

(۱) ولو سقى سيحا و بآلة أعتبر الغالب ولو إستويا فنصفه. (الدر المختار: ٣/٢٦٩، كتاب الزكاة، باب العشر، البحر الرائق: ٢/٤١٦، باب العشر، فتاوى حقانيه: ٣/٥٩٨)

(٢) الأكثر يقوم مقام الكل. هذه القواعد و كثير غيرها بمعناها تودى معنى متحدا، و هو أن الحكم إذا تعلق بمتعدد و وجد أكثر هذا المتعدد فإن الحكم ينطبق على الكل، و لا يضر ثبوت الحكم تخلف الأقل أو عدم وجوده...... من أمثلة هذه القاعدة. المطلوب في حل الذبيحة الإختيارية قطع الحلقوم و المرئ والودجين و لكن أجازوا قطع أكثرها أو أكثر كل واحد منها فتحل. (موسوعة القواعد الفقهية: ٢/٢٥٤)

دوسرا قاعدہ: جو چیز یقینی ہو اس کو شک ختم نہیں کر سکتا، یعنی جس حکم کے ثبوت میں یقین ہو اس کو محض شک کی وجہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو حدث کا یقین ہے اور طہارت میں شک ہو گیا تو حدث کے یقینی ہونے کی وجہ سے وہ محدث (بے وضو) ہی ہوگا، اور اگر طہارت کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو گیا ہو تو طہارت کے یقینی ہونے کی وجہ سے وہ باوضو ہی ہوگا (۱)۔

مذکورہ بالا دونوں قاعدوں کی روشنی میں بات صاف ہو گئی کہ کھیتی کی سیرابی میں عشر یا نصف عشر کا حکم لگانے کے لیے اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا، اسی وجہ سے اگر کھیتی کی سیرابی اکثر بارش کے پانی سے ہوئی ہے تو عشر، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل سے ہوئی ہے تو نصف عشر واجب ہوگا؛ کیوں کہ اکثر کو کل کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر کھیتی کی سیرابی بارش اور ٹیوب ویل سے مساوی طور پر ہوئی ہے، تو اس صورت میں نصف عشر کا وجوب یقینی ہے؛ کیوں کہ سیرابی میں بارش اور ٹیوب ویل دونوں کا مساوی طور پر دخل ہے، جس کی وجہ سے نصف عشر سے زائد واجب ہونے میں شک واقع ہو گیا، اور ثبوت کے لیے یقین ہونا ضروری ہے، اور وہ نصف عشر ہے اور نصف عشر سے زائد میں شک ہے اسی وجہ سے نصف عشر سے زائد واجب نہیں ہوگا (۲)۔

---

(۱) اليقين لايزول الشك، من تيقن الحدث وشك في الطهارة فهو محدث، و من تيقن الطهارة وشك في الحدث فهو متطهر، لأن اليقين لا يزول بالشك. (موسوعة القواعد الفقهية: ۲/۱۰۰)

(۲) قال الشامي تحت قوله (ولو استويا فنصفه) كما في القهستاني عن الاختيار لأنه وقع الشك في الزيادة على النصف فلا تجب الزيادة بالشك. (ردالمحتار:۳/۲۶۹، باب العشر)

رقم المسئلة (١٨٦)

جدید طریقۂ کاشت (Way Of Cultivation) کی صورت میں عشر کا حکم

پہلے زمانے میں لوگ کاشت کاری کرتے تھے تو صرف ہل چلا کر اور پانی لگا کر یا بارش کے پانی سے سیرابی کرکے پیداوار حاصل کر لیتے تھے، تو بارش کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر (دسواں حصہ) اور مشین وغیرہ کے ذریعہ سیرابی کی صورت میں نصف عشر (بیسواں حصہ) سمجھ میں آگیا؛ لیکن موجودہ دور میں جدید طریقۂ کاشت میں زراعت پر کافی خرچہ آتا ہے، جیسے ٹریکٹر (Tractor) کے ذریعہ زمین کا جوتنا، کھاد، ادویات وغیرہ تو کیا ان اخراجات کو دیکھتے ہوئے عشر یا نصف عشر پر کوئی اثر پڑے گا؟ (یعنی ان اخراجات کے ساتھ زمین کا بارش کے پانی سے سیرابی کی صورت میں عشر کا نصف عشر میں تبدیل ہونا، یا ان اخراجات کے ساتھ زمین کا مشین وغیرہ سے سیرابی کی صورت میں نصف عشر کی مقدار میں کچھ کمی ہونا)۔

تو فقہی ذخائر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین کی پیداوار پر اخراجات زیادہ ہوتے ہوں، تو اس پیداوار میں نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا، اور جس زمین پر کم اخراجات ہوتے ہوں تو دسواں حصہ لازم ہوگا (١)، لیکن اخراجات کو منہا (وضع) کرنا جائز

---

(١) العشر واجب سواء سقی سیحا أو سقته السماء...... وما سقی بغرب أودالیة أوسانیة ففیه نصف العشر.

(المختصر القدوري :ص٤٨) =

نہیں ہے(۱)؛ لہٰذا جدید طریقۂ کاشت پر اخراجات زیادہ آنے کے باوجود منہا کرنا جائز نہیں؛ البتہ عشر بیسواں حصہ کے اعتبار سے ادا کرنا ہوگا۔

طريقة الإنطباق

"ما سقی بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر" جو زمین ڈول یا رہٹ یا اونٹنی سے سینچی گئی ہو، اس میں نصف عشر کے واجب ہونے کی علت کثرتِ مؤنۃ (زیادہ اخراجات) ہے، اور یہ علت جدید طریقۂ کاشت، ٹریکٹر، کھاد، ادویات وغیرہ میں بھی موجود ہے، اس لیے اگر کھیتی میں یہ سارے اخراجات لگ رہے ہوں، تو علت (کثرت مؤنہ) کے پائے جانے کی وجہ سے اس میں بھی نصف عشر (بیسواں حصہ) ہی واجب ہوگا(۲)۔

= عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر، وما سقي بالنضح نصف العشر. (الصحيح للبخاری: ۱/۲۰۱، كتاب الزكاة، باب العشر)

(۱) قال الشامي تحت قوله (بلا رفع مئون) أي يجب العشر في الأول ونصفه في الثاني بلا رفع أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ ونحو ذلك.

(رد المحتار: ۳/۲٦۹، باب العشر، فتاوی حقانیه: ۳/۵۸۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ص ۱۸٤)

(۲) ويجب نصفه في سقي غرب ودالية لكثرة المؤنة قال الشامي تحت قوله (لكثرة المؤنة) علة لوجوب نصف العشر فيما ذكر. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۲٦۸، باب العشر)

قال الشيخ وهبه الزحيلي ويجب نصف العشرفيما سقي كالدوالي (النواعير) النواضح ……، وسبب التفرقة واضح، وهو كثرة المؤنة في أرض السقي وخفتها في أرض البعد كما هو الفرق بين الماشية المعلوفة و السائمة. (الفقة الإسلامي وأدلته: ۲/۸۱۳، المطلب الرابع)

رقم المسئلة (١٨٧)

مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ اراضی (Pruduct of dedicated lands) کی پیداوار پر عشر کا حکم

اگر اہلِ وقف مثلاً ذمے دارانِ مدرسہ یا متولیانِ مسجد، مدرسہ یا مسجد کے لیے موقوفہ زمین میں کاشت کرتے ہیں، شرعاً ایسی زمین کی پیداوار پر عشر دینا لازم ہوگا(۱)۔

طریقة الإنطباق

عشر کے واجب ہونے کے لیے زمین کی ملکیت شرط نہیں ہے(۲)، بل کہ ما خرج من الأرض (زمین کی پیداوار) کا مالک ہونا شرط ہے؛ اسی وجہ سے مصنفؒ نے فرمایا "في قليل ما أخرجته الأرض أو كثيره"؛ کیوں کہ عشر پیداوار میں واجب ہوتا ہے زمین میں نہیں، اور مسجد و مدرسہ کی موقوفہ اراضی میں گرچہ ملکیت کا معنیٰ مفقود ہے لیکن پیداوار کا تحقق ہوگیا ہے، اور عشر بھی پیداوار میں واجب ہوتا ہے اسی لیے مسجد و مدرسہ کی موقوفہ اراضی کے پیداوار پر عشر واجب ہوگا۔

---

(١) فيجب في الأراضي التي لا مالك لها، وهي الأراضي الموقوفه لعموم قوله تعالى: يأيها الذين امنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض. (بدائع الصنائع: ٢/ ١٧٣)

ويجب مع الدين وفي أرض صغير ...... ووقف.

(الدر المختار:٣/ ٢٤٢، باب العشر، فتاوى حقانيه: ٣/ ٥٧٢، المسائل المهمة :٣/ ١٦٢)

(٢) قال الشامي تحت قوله (و وقف) أفاد أن ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، و إنما الشرط ملك الخارج، لأنه يجب في الخارج لا في الأرض فكان ملكه لها و عدمه سواء.

(رد المحتار: ٣/ ٢٦٦، باب العشر)

ملك الأرض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الأرض الموقوفة. (البحر الرائق: ٢/ ٤١٣، باب العشر)

رقم المسئلة (۱۸۸)

مساجد اور گھروں کے احاطے (House Boundary wall) میں لگائے گئے پھلوں کے درختوں پر عشر کا حکم

بعض لوگ گھر کی چھت پر یا گھر کے احاطے میں پھل دار درخت یا سبزی کے درخت لگاتے ہیں، اسی طرح بعض مساجد کے ذمے داران مساجد کے احاطے میں خالی پڑی ہوئی جگہ میں پھل دار درخت لگاتے ہیں، شرعاً گھروں میں اور مساجد کے احاطے میں لگے ہوئے پھل دار درختوں کے پھل میں عشر واجب نہیں ہے (۱)۔

طريقة الانطباق

یہاں ایک فقہی قاعدہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے "التابع تابع لا یفرد بالحکم" یعنی جو شیٔ کسی شیٔ کے تابع ہو تو اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو متبوع کا ہوتا ہے، تابع کا کوئی الگ سے حکم نہیں ہوتا ہے، جیسے گھر فروخت کیا تو کھڑکیاں بھی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں، کیوں کہ کھڑکیاں گھر کے تابع ہیں۔ مساجد اور گھروں کے احاطہ میں لگائے گئے پھل دار درختوں کے پھلوں میں عشر کے واجب نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ درخت گھروں اور مساجد کے تابع ہیں، اور جب متبوع (گھر اور مسجد) میں عشر واجب

---

(۱) رجل في داره شجرة مثمرة لا عشر فيها، و إن كانت البلدة عشرية بخلاف ما إذا كانت في الأراضي. (خلاصة الفتاوی: ۲۴۷/۱، الفصل العاشر، الفتاوی الهندية: ۱۸۶/۱، الباب السادس، فتاوی حقانیه: ۵۸۲/۳، المسائل المهمه: ۱۵۶/۳)

نہیں تو تابع (پھلدار درختوں کے پھلوں) میں عشر کیسے واجب ہوگا(۱)۔

رقم المتن - ۸۹

وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لَا يَجِبُ الْعُشْرُ إِلَّا فِيْمَا لَهٗ ثَمَرَةٌ بَاقِيَةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ، وَالْوَسَقُ سِتُّوْنَ صَاعًا بِصَاعِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَيْسَ فِيْ الْخَضْرَوَاتِ عِنْدَهُمَا عُشْرٌ.

ترجمہ: اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عشر واجب نہیں مگر ان میں جن کے پھل باقی رہتے ہیں، بشرطیکہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں، اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے۔

توضیح المسئلة

جن چیزوں میں عشر واجب ہوتا ہے ان کے لیے کوئی خاص مقدار نصاب شرط ہے (جیسے زکوۃ کے لیے ہوتا ہے) یا نہیں؟ اس بارے میں دو مذہب مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔

مذہب اول:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین میں پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر واجب ہے، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، سال بھر باقی رہنے والی ہو یا جلدی خراب ہونے والی ہو،

---

(۱) قال الشامي تحت قوله (يجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة) وخرج ثمرة شجر في دار رجل و لو بستانا في داره، لأنه تبع للدار كذا في الخانية. (رد المحتار: ۳/ ۲٤۱، باب العشر)

التابع تابع لا يفرد بالحكم. (قواعد الفقه: ص٦٧)

یعنی وجوبِ عشر کے لیے کوئی نصاب اور اس شیٔ میں بقاء کا معنی شرط نہیں ہے(۱)۔

مذہب ثانی:

صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عشر واجب ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

شرطِ اول:

زمین کی پیداوار میں نصاب شرط ہے، اور وہ پانچ وسق ہے، اگر پانچ وسق سے کم ہو تو اس میں عشر واجب نہیں ہے، اگر پانچ وسق یا اس سے زائد ہو تو اس میں عشر واجب ہوگا۔

شرطِ ثانی:

وہ چیز جو کہ زمین سے پیدا کی گئی ہے بغیر کسی علاج و تدبیر کے ایک سال تک باقی رہنے والی ہو، جیسے گیہوں، چاول وغیرہ لہٰذا سبزیاں، پھل پھول وغیرہ میں ان کے نزدیک عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبین کی دلیل:

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت "ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة"، یعنی ۵ وسق سے کم پیداوار میں زکوٰۃ اور عشر لازم نہیں(۲)، اور حضرت معاذ کی روایت ہے

---

(۱) يأيها الذين امنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم وممّا أخرجنا لكم من الأرض. (البقرة ۲٦۷)

كلوا من ثمره آتوا حقه يوم حصاده. (الأنعام: ۱٤۱)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال إن النبي صلى الله عليه وسلم قال ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة. (السنن للترمذي: ۱/۱۳٦، كتاب الزكاة، ماجاء في صدقة الزرع)

کہ سبزیوں میں کوئی شئ واجب نہیں (۱)۔

صاحبین کی دلیل کا جواب:

حدیث پاک (ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة) کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ پانچ وسق سے کم کی پیداوار میں عشر ہی واجب نہیں ہے، بل کہ محدثین نے اس کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

توجیہ اول: اس حدیث میں غلہ کے تاجر کی زکاۃ کا نصاب بیان کیا گیا ہے، عشر کا نصاب نہیں، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے تاجروں کی سہولت کے لیے ایک لُمسُم حساب بتلایا ہے کہ جس تاجر کے پاس پانچ وسق غلہ ہو اس پر زکاۃ فرض ہے، کیوں کہ غلہ کی یہ مقدار پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی قیمت کے برابر ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ عید الفطر میں مفتی اور قاضی کی طرف سے صدقۃ الفطر کی رقم کا اعلان ہوتا ہے کہ نصف صاع گیہوں کی یہ قیمت ہے، یہ لوگوں کی سہولت کے لیے ہے، کیوں کہ نصف صاع کتنا وزن ہے؟ عام دکانوں پر ایک ریٹ ہوتا ہے، اور راشن کی دکانوں پر دوسرا ریٹ ہوتا ہے اس لیے ہر شخص کے لیے رقم کی تعیین دشوار ہوتی ہے، اس لیے مفتی لوگوں کی سہولت کے لیے ایک رقم کا اعلان کر دیتا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے تاجر کا موٹا حساب بتلایا کہ پانچ وسق غلہ یا پھل پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی قیمت کے برابر

---

(۱) عن معاذ أنه كتب إلى النبي صلى الله عليه وسلم يسأله عن الخضراوات وهي البقول؟ فقال ليس فيها شيء. (السنن للترمذي: ۱/۱۳۸، كتاب الزكاة، ماجاء في زكاة الخضراوات)

ہیں؛ پس جس تاجر کے پاس پانچ وسق غلہ ہے اس پر زکاۃ فرض ہے، غرض بابِ عشر سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں (۱)۔

توجیہ ثانی: اس حدیث (ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة) میں عرِیَّہ (عطیہ) کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ باغ یا کھیت کا مالک چند درخت کسی رشتہ دار کو دیدیتا تھا تاکہ ان درختوں پر جو پھل آئیں وہ اس کو استعمال کرے، شریعت نے پانچ وسق سے کم میں عریہ کی اجازت دی یعنی جب ساعی عشر و زکاۃ وصول کرنے کے لیے آئے گا، اور مالک اسے بتائے گا کہ میں نے یہ درخت عریہ دی ہے، تو وہ پانچ وسق سے کم میں اس کی بات مان لے گا، اور ان درختوں کا عشر نہیں لے گا، اور اگر عریہ پانچ وسق سے زیادہ ہو تو مالک کی بات قبول نہیں کی جائے گی، مصدِّق ان کا عشر بھی وصول کرلے گا (۲)۔

توجیہ ثالث: اس حدیث کا مدعیٰ یہ ہے کہ پانچ وسق اور زیادہ غلے کا عشر بیت المال میں پہنچانا ضروری ہے، اور اس سے کم کی زکاۃ مالکان خود تقسیم کرسکتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ گورنمنٹ (Government) کی طرف سے جو شخص عشر وصول کرنے کے لیے آتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کھیت کھیت جاکر زکوۃ وصول کرے، کسی

---

(۱) قال ابن نجيم المصري وتاويل مرويهما أن المنفى زكاة التجارة، لأنهم كانوا يتبايعون بالأوساق، وقيمة الوسق أربعون درهمًا. (البحرالرائق: ۲/۴۱۵)

(۲) فالحديث لا حجة لهم فيه فإن محمله عندي "العرية" ولي في ذلك قرائن منها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص في بيع العرايا فيما دون خمسة أوسق، فالرجل صاحب النخل لما عرى أحد من الفقراء نخلة، ثم استبدلها بتمر فلا يلزم فيها بما دون خمسة أوسق صدقة. (معارف السنن: ۵/۲۰۸)

ایک جگہ بیٹھ کر، لوگوں کو قابل زکوۃ اموال وہاں لانے کا مکلّف بنانا اور وہیں بیٹھے ہوئے زکوۃ وصول کرنا جائز نہیں، حدیث میں ہے (لَا جَلَبَ وَ لَا جَنَبَ) یعنی نہ تو لوگوں کے لیے جائز ہے کہ مصدّق کو پریشان کرنے کے لیے اموالِ زکوۃ لے کر دور چلے جائیں، اور نہ ہی ساعی کی لیے جائز ہے کہ وہ لوگوں کو کسی ایک جگہ قابل زکوۃ اموال لانے کا مکلّف کرے، بل کہ اسے گھر گھر اور کھیت کھیت جا کر زکاۃ وصول کرنی ہوگی، اور ظاہر ہے کہ عامل دھڑی دو دھڑی اناج کے لیے ایک کھیت سے دوسرے کھیت نہیں جاسکتا، اس کا وقت ضائع ہوگا، عامل کے لیے بھی دشواری ہے، اور بیت المال کا بھی نقصان ہے، حکومت کا ٹرک (Truck) کہاں کہاں گھومے گا! بل کہ ساعی صرف وہاں جائے گا جہاں کم از کم دس بوریاں پیداوار ہوئی ہو تا کہ عشر میں کم از کم ایک بوری ملے، اس سے کم پیداوار کا عشر مالکان خود غریبوں کو دیں گے، زیادہ میں دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ پانچ وسق اور زیادہ کی زکاۃ بیت المال کو ادا کرنا ضروری ہے(۱)، رہی حدیث (ليس في الخضراوات صدقة) تو امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے(۲)۔

نوٹ: پیداوار سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی چیز ہو جس کو زمین میں لوگ عادتاً بوتے ہوں اور اس سے مقصود کمائی اور آمدنی کا حصول ہو، بانس لکڑی گھاس چوں کہ ان میں یہ بات نہیں ہے، بل کہ ان کو تو زمین سے دور کر کے صاف کیا جاتا ہے؛ لہٰذا ان میں عشر واجب نہیں

---

(۱) وأما ثالثا فأقول، و لو سلمنا أن لا صدقة فيما دون خمسة أوسق، والمراد من هذه الصدقة ما كان تلزمهم أن يرفعوها إلى بيت المال، وما يأخذ السعاة من أرباب الأموال، فالغرض أن صدقة مادون خمسة أوسق إنما يؤدونها إلى الفقراء ديانة فيما بينه وبين الله تعالى. (معارف السنن: ۲۱۲/۵، تحفة الألمعي: ۵۳۳/۲)

(۲) قال أبو عيسى إسناد هذا الحديث ليس بصحيح. (السنن للترمذي: ۱۳۸/۱، ماجاء في زكاة الخضروات)

ہے، ہاں اگر وہ بانس یا گھاس اس قسم کا ہو جس سے کمائی اور آمدنی مقصود ہو تو اس میں عشر واجب ہو جاتا ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۸۹)

وسق کی تحقیق کلوگرام (Kilo Gram) کے اعتبار سے

وسق قدیم پیمانے کے لحاظ سے ساٹھ (60) صاع کا ہوتا ہے(۲)، اس لحاظ سے پانچ وسق تین سو (300) صاع کا ہوا، جس کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن نوسو پچپن کلو بتیس گرام (955,032) کا ہوگا۔

طريقه الإنطباق

انطباق سے پہلے یہاں درہمِ شرعی کا موجودہ وزن جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے، اور وہ تین گرام اکسٹھ ملی گرام (3.061) ہے(۳)، اور ایک وسق میں 60 صاع آتا ہے(۴)، جب کہ ایک صاع میں 8 رطل ہوتے ہیں(۵)، اور ایک رطل

---

(۱) (إلا الحطب والقصب) وكل مالايقصد به استغلال الأرض، ويكون في أطرافها، أما إذا اتخذ أرضه مقصبة أو مشجرة أو منبتا للحشيش وساق إليه الماء، ومنع الناس عنه يجب فيه العشر.

(اللباب في شرح الكتاب: ۱/۱۴۵)

(۲) والوسق ستون صاعًا. (المختصر القدوري: ص۴۸، نجم الفتاوى: ۳/۱۵۴)

(۳) أثمار الهداية: ۱/۲۹۶

(۴) والوسق ستون صاعًا. (الهداية: ۱/۲۰۱)

(۵) قال الشامي إعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان. (ردالمحتار: ۳/۳۲۰)

(130) دراہم کا ہوتا ہے(۱)؛ لہٰذا ایک صاع میں کتنے دراہم ہوتے ہیں یہ معلوم کرنے کے لیے ہم نے (130) دراہم کو 8 رطل میں ضرب دیا (130x8=1040) تو (1040) دراہم ہوئے۔

پس معلوم ہوگیا کہ ایک صاع میں (1040) دراہم ہوتے ہیں، اور درہم شرعی کا موجودہ وزن (3,061) ہے، اس درہم شرعی کے موجودہ وزن (3,061) کو (1040) دراہم میں ضرب دیا (3.061x1040=3.183.44) تو تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3.183.44) ہوئے، یہ کلوگرام کے اعتبار سے ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔ جب کہ ایک وسق (60) صاع کا ہوتا ہے، لہٰذا (60) صاع کتنے کلوگرام کا ہوتا ہے معلوم کرنے کے لیے ہم نے ایک صاع کے وزن (3.183.44) کو (60) صاع میں ضرب دیا (3.183.44x60=191006.4) تو ایک لاکھ اکیانوے ہزار چھ گرام چار ملی گرام حاصل ضرب آیا، جو ایک وسق کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ہے، پھر کلوگرام کے اعتبار سے پانچ وسق کا وزن معلوم کرنے کے لیے ہم نے (191006.4) کو (5) میں ضرب دیا (191006.4x5=9.55.032) تو نو لاکھ پچپن ہزار بتیس گرام حاصل ضرب آیا، پھر اس پانچ وسق کے وزن (9,55,032) کو (1000) گرام پر تقسیم کیا (9,55,032/1000=955,032) تو حاصلِ تقسیم نو سو پچپن کلو بتیس گرام نکلا جو پانچ وسق کا موجودہ وزن ہے۔

---

(۱) والرطل العراقي عند أبي حنيفة عشرون إستار، والإستار ستة دراهم ونصف.

(الموسوعة الفقهية: ۲۶/۳۰۶ صاع، نجم الفتاوى ۳/۱۵۴)

﴿باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لايجوز﴾

﴿مصارفِ زکاۃ کا بیان﴾

رقم المتن - ۹۰

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ (الآية) فَهٰذِهِ ثَمَانِيَةُ أَصْنَافٍ فَقَدْ سَقَطَ مِنْهَا الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوْبُهُمْ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَ أَغْنٰى عَنْهُمْ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یقیناً زکاۃ حق ہے فقراء ومساکین کا؛ چناں چہ یہ آٹھ قسم کے آدمی ہیں جن میں مؤلفۃ قلوب ساقط ہوگئے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور ایسے لوگوں سے بے پرواہ کر دیا۔

توضيح المسئلة

مصارفِ زکاۃ (جنہیں زکاۃ کا مال دینا لازم ہے) کتاب اللہ میں کل آٹھ ہیں(۱):

(۱) **فقراء:** جس کے پاس کچھ تھوڑا سا ہو۔

(۲) **مساکین:** جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

---

(۱) إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل. (التوبة: ٦٠)

(۳) **عاملین:** جو اسلامی حکومت کی جانب سے صدقات وغیرہ وصول کرنے کے لیے متعین ہوں، ان کو مزدوری میں زکاۃ کی رقم دینا۔

(۴) **مؤلفۃ القلوب:** جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہو، زکاۃ کی رقم دے کر ان کو اسلام کی طرف مائل کرنا۔

(۵) **رقاب:** کا معنیٰ گردن ہے، یہاں مراد ہے غلام خرید کر آزاد کرنا، یا زکاۃ سے بدلِ کتابت ادا کر کے غلام آزاد کرنا ہے۔

(۶) **غارمین:** کسی سبب سے مقروض ہو گیا، زکاۃ سے اس کی مدد کرنا۔

(۷) **فی سبیل اللہ:** جو جہاد میں ہو، زکاۃ سے ان کی مدد کرنا۔

(۸) **ابن السبیل:** مسافر یعنی حالتِ سفر میں سخت ضرورت پڑ جائے اور اس کے پاس پیسہ نہ ہو اس کو زکاۃ کا پیسہ دینا۔

مذکورہ آٹھ مصارف میں سے مؤلفۃ القلوب کو زکاۃ دینا شروع اسلام میں جائز تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں منسوخ ہو گیا، کیوں کہ اب اسلام کو اللہ نے عزت دے دی(۱)۔

نوٹ: جمہور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ مصارفِ زکاۃ میں بھی زکاۃ کی ادائیگی کے لیے یہ شرط ہے کہ ان مصارف میں سے کسی مستحق کو مالِ زکاۃ پر مالکانہ قبضہ دے دیا

---

(۱) وسکت عن المؤلفة قلوبهم لسقوطهم أي في خلافة الصديق لما منعهم عمر وانعقد عليه إجماع الصحابة. (الدر المختار مع رد المحتار:۳/۲۸۷)

جائے(۱)، بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہیں لوگوں کے فائدے کے لیے خرچ کیا گیا تو بھی زکاۃ ادا نہیں ہوگی۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۰)

مقدمات (Law suits) میں زکاۃ کی رقم دینا

بسا اوقات کوئی رشتہ دار یا متعلق کسی کیس (Cass) میں پھنس جاتا ہے، اور رشتہ دار یا پنچایت والے اس کے حق میں کیس لڑنے کے لیے زکاۃ کی رقم جمع کرتے ہیں، اگر صاحبِ مقدمہ غریب ہے، زکاۃ کا مستحق ہے اور حق پر ہے تو اس کو مقدمہ کے خرچہ کے لیے زکاۃ کی رقم دینا جائز ہوگا(۲)، طریقہ یہ ہے کہ زکاۃ کی رقم اس آدمی کے ہاتھ میں دے دی جائے، پھر اس کے بعد وہ اپنے مقدمہ میں خرچ کرلے، اگر برادری یا پنچایت والے خود جمع کرکے صاحبِ مقدمہ کے ہاتھ میں دیئے بغیر خود خرچ کریں گے تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی(۳)۔

---

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة فلايكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لاتكفي. (الدرالمختار مع رد المحتار:۳/۲۹۱، كتاب الزكاة)

(۲) و لو كان الفقير قويا مكتسبا يحل له أخذ الصدقة.

(بدائع الصنائع: ۲/۱۱٦، فصل و أما الذي رجع إلى المؤدي)

(۳) والحيلة في الجواز في هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير، ثم يأمره بعد ذالك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة، وللفقير ثواب هذه القرب، و أشار المصنف إلى أنه لو أطعم يتيمًا بنيتها لايجزيه لعدم التمليك.

(البحر الرائق:۲/٤۲٤، كتاب الزكاة، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:۴۴۲)

طريقة الإنطباق

زکاۃ کی ادائیگی میں صرف مصارف زکاۃ میں دے دینا کافی نہیں ہے بل کہ تملیکاً (مالک بنانا) دینا ضروری ہے(۱)، اسی لیے اگر کسی کیس میں پھنسے ہوئے شخص کو جو مستحقِ زکاۃ بھی ہو زکاۃ کا پیسہ قبضہ میں دے دیا جائے جن سے وہ خود مقدمہ میں آنے والے مصارف کو ادا کرے تو درست ہے، کیوں کہ رکن تملیک کا معنی پایا گیا، لیکن اگر برادری یا پنچایت کے لوگ مالِ زکاۃ کو جمع کر کے صاحبِ مقدمہ کو دیئے بغیر خود خرچ کریں تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی کیوں کہ رکن تملیک نہیں پائی گئی۔



رقم المتن – ۹۱

وَالْفَقِيْرُ مَنْ لَهُ أَدْنٰى شَيْءٍ وَالْمِسْكِيْنُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ.

ترجمہ: اور فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

توضيح المسئلة

حضراتِ حنفیہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہو، یا مالکِ نصاب تو

---

(۱) وبناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قن يعتق) قال ابن نجيم المصري وعدم الجواز لانعدام التمليك الذي هو الركن في الأربعة. (البحرالرائق:۲/ ۴۲۴، باب المصرف)

وتشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة، قال الشامي فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك و لو أطعمه عنده ناويًا الزكاة لا تكفي. (الدر المختار مع ردالمحتار:۳/ ۲۹۱، باب المصرف)

ہو لیکن وہ مال غیر نامی ہو، یا مال نامی ہو لیکن اس کی ضرورتِ اصلیہ سے زائد نہ ہو، مسکین وہ ہے جس کے پاس بالکل کوئی چیز نہ ہو(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۱)

طلبہ کی اسکالرشپ (Scholorship) کے ذریعہ امداد

آج کل بعض ادارے یا کمیٹی کے اراکین آپس میں مالِ زکاۃ کا چندہ کرکے مالی اعتبار سے کمزور طلبہ کے لیے بہتر تعلیم حاصل کرنے کے واسطے اسکالرشپ (وظیفہ) کے ذریعہ مدد کرتے ہیں، اگر وہ طلبہ مستحقِ زکاۃ یعنی فقیر و مسکین ہیں، تو کمیٹی کے اراکین کا جمع کیا ہوا مالِ زکاۃ ایسے طلبہ کو تملیکاً دینا جائز و درست ہوگا، اور زکاۃ بھی ادا ہو جائے گی(۲)؛ لیکن اگر طلبہ صرف فیس کے ادا کے اعتبار سے کمزور ہوں؛ لیکن وہ فقیر و مسکین نہ ہوں،

---

(۱) هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة، قال الشامي تحت قوله (أدنى شيء) المراد بالشيء النصاب النامي، والأظهر أن يقول من لا يملك نصابًا ناميًا.
(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۳/۳)

(۲) الأصل فيه قوله تعالى: إنما الصدقات للفقراء فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم. والفقير من له أدنى شيء، والمسكين من لا شيء له وهذا مروي عن أبي حنيفة رحمه الله.
(الهداية: ۲۰۴/۱، من يجوز دفع الصدقات)

الصدقة تقتضي تمليكا ...... وإنما قلنا ذالك لقول النبي صلى الله عليه وسلم أمرت أن آخذ الصدقة من أغنيائكم وردّها في فقرائكم، فتبين أن الصدقة مصروفة إلى الفقراء، فدل ذلك على أن أحدا لا يأخذها صدقة إلا بالفقر. (أحكام القرآن للجصاص: ۱۶۱/۳، التوبة)

صاحبِ نصاب ہوں، تو مالِ زکاۃ کے ذریعہ ان کی امداد کرنا تاکہ وہ اپنی فیس ادا کرلیں جائز نہیں ہے اور ایسا کرنے سے زکاۃ بھی ادا نہیں ہوگی(۱)۔

طریقة الإنطباق

منجملہ مصارفِ زکاۃ میں سے فقیر و مسکین ہیں، اور فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس نصاب سے کم مال ہو، یا نصاب کے بقدر تو ہو لیکن وہ مالِ نامی نہ ہو، اور مسکین کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو، اب اگر اسکالرشپ کے ذریعہ جمع شدہ مالِ زکاۃ سے اگر ایسے طلبا کی امداد کی جائے جن پر فقیر یا مسکین کی تعریف صادق آتی ہو تو جائز و درست ہے، بشرطیکہ ادائیگی میں تملیک کا معنی پایا جائے (۲)، اور اگر ایسے طلبا کی امداد کی جائے جن میں فقیر یا مسکین کی تعریف صادق نہ آتی ہو تو مالِ زکاۃ کے ذریعہ سے ان کی امداد کرنا جائز نہیں ہوگی کیوں کہ وہ معنیٔ فقر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مصارفِ زکاۃ میں سے نہیں ہیں، اور غیر مصرف میں زکاۃ دینا جائز ہے (۳)۔

---

(۱) ولا تدفع إلی غني. (المختصر القدوري: ص/۴۹، المسائل المهمه: ۸/۱۵۵)

(۲) مصرف الزكاة والعشر هو فقير و هو من له أدنی شيء أي دون النصاب، ومسكين من لا شيء له علی المذهب. (الدرالمختا رمع ردالمحتار:۳/۲۸۳، باب المصرف)

(۳) ولا إلی غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أيّ مال كان. (الدرالمختار: ۳/۲۹۵) أن الفقر شرط في جميع الأصناف إلّا العامل والمكاتب وابن السبيل. (رد المحتار: ۳/۲۸۳)

﴿عامل کوزکاۃ دینے کا حکم﴾

رقم المتن - ۹۲

وَالْعَامِلُ يَدْفَعُ إِلَيْهِ الْإِمَامُ إِنْ عَمِلَ بِقَدْرِ عَمَلِهِ.

ترجمہ: اور حاکم زکاۃ عامل کو دے، اگر اس نے کام کیا ہو اس کے کام کے بقدر۔

توضيح المسئلة

یہاں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکاۃ، عشر وغیرہ لوگوں سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں جس کی مقدار وہ ہے جو اُن کو اور اُن کے اعوان و مددگاروں کو کافی ہو جائے (۱)، یہ لوگ چوں کہ اپنے تمام اوقات اس خدمت میں خرچ کرتے ہیں، اس لیے ان کی ضروریات کی ذمے داری اسلامی حکومت پر عائد ہے، اسی کے پیش نظر عاملین صدقہ کو مالِ زکاۃ میں سے ان کی محنت و عمل کی حیثیت کے مطابق دیا جاتا ہے، لیکن مالِ مقبوض کے نصف سے زائد نہیں دیا جائے گا (۲)۔

---

(۱) و أما العاملون فهم الذين نصبهم الإمام لإستيفاء صدقات المواشي، فيعطيهم مما في يده من مال الصدقة ما يكفيهم و عيالهم.

(الفتاوى التاتارخانية:۳/۱۹۹، كتاب الزكاة، الفصل الثامن بمن توضع فيه الزكاة)

(۲) كذا ذكره المصنف (بقدرعمله) ما يكفيه وأعوانه بالوسط لكن لا يزاد على نصف ما يقبضه.

(الدرالمختار:۳/۲۸٦، باب المصرف)

یہاں یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ عاملینِ صدقہ کو جورقم مدِّ زکاۃ سے دی جاتی ہے وہ بحیثیتِ صدقہ نہیں، بل کہ ان کی خدمت کا معاوضہ ہوتا ہے، اسی لیے باوجود غنی اور مال دار ہونے کے بھی وہ اس رقم کے مستحق ہیں اور زکاۃ سے ان کو دینا جائز ہے(۱)، اور مصارفِ زکاۃ کی آٹھ مدات میں سے صرف ایک یہی مد ایسی ہے جس میں زکاۃ کی رقم بطورِ معاوضۂ خدمت دی جاتی ہے، ورنہ زکاۃ نام ہی اس عطیہ کا ہے جو غریبوں کو بغیر کسی معاوضۂ خدمت کے دیا جائے، اور اگر کسی غریب فقیر سے کوئی خدمت لے کر مالِ زکاۃ دیا گیا تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی (۲)۔

اس جگہ پر حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ نے معارف القرآن میں دو اہم سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے، ہم تتمیمًا للفائدہ یہاں ذکر کردیتے ہیں:

سوال اول: مالِ زکاۃ کو معاوضۂ خدمت میں کیسے دیا گیا؟

سوال ثانی: مال دار عامل کے لیے یہ مالِ زکاۃ حلال کیسے ہوا؟

مذکورہ بالا دونوں کا ایک ہی جواب ہے کہ عاملینِ صدقہ کی اصلی حیثیت کو سمجھ لیا جائے، وہ یہ ہے کہ یہ حضرات فقراء کے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ سب جانتے ہیں

---

(۱) وأما العاملون عليها فهم الذين نصبهم الإمام لجباية الصدقات، قال أصحابنا يعطيهم الإمام كفايتهم منها، و لنا أن ما يستحقه العامل إنما يستحقه بطريق العمالة لا بطريق الزكاة، بدليل أنه يعطى وإن كان غنيًا بالإجماع ولو كان ذلك صدقة لما حلت للغني.

(بدائع الصنائع:۲/۴۶۷، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة كما مرّ. (الدر المختار:۳/۲۹۱، باب الصرف)

کہ وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنا قرض وصول کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنادے، اور قرض دار یہ قرض وکیل کو سپرد کردے تو وکیل کا قبضہ ہوتے ہی قرض دار بَری ہوجاتا ہے، تو جب زکاۃ کا مال عاملینِ صدقہ نے فقراء کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کرلی تو ان کی زکاۃ ادا ہوگئی، اب یہ پوری رقم ان فقراء (مؤکلین) کی ملک ہے جن کی طرف سے بطور وکیل انھوں نے وصول کی ہے، اب جو رقم بطور حق الخدمت کے ان کو دی جاتی ہے وہ مال داروں کی طرف سے نہیں بل کہ فقراء کی طرف سے ہوئی، اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے، ان کو یہ بھی حق ہے کہ جب اپنا کام ان لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنی رقم میں سے ان کو معاوضۂ خدمت دے دیں۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ فقراء نے تو ان کو وکیل نہیں بنایا، یہ ان کے وکیل کیسے بن گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ جس کو امیر کہا جاتا ہے، وہ قدرتی طور پر منجانب اللہ پورے ملک کے فقراء، غرباء کا وکیل ہوتا ہے، کیوں کہ ان سب کی ضروریات کی ذمے داری اس پر عائد ہوتی ہے، امیر مملکت جس جس کو صدقات کی وصولیابی پر عامل بنادے، وہ سب ان کے نائب کی حیثیت سے فقراء کے وکیل ہوجاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ عاملینِ صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ سب درحقیقت زکاۃ نہیں دی گئی، بل کہ زکاۃ جن فقراء کا حق ہے، ان کی طرف سے معاوضۂ خدمت دیا گیا(۱)۔

---

(۱) معارف القرآن: ۴/ ۳۹۷، ۳۹۸

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩٢)

کیا مدارسِ اسلامیہ کے محصّلین (سفراء) عاملین کے حکم میں ہیں

مدارس کے سفراء عاملین کے حکم میں نہیں ہیں، بل کہ زکاۃ دہندگان اور طلبہ دونوں کے وکیل ہوتے ہیں (۱)، اور زکاۃ دہندگان کی طرف سے سفراء کے قبضہ میں زکاۃ آتے ہی ان کی زکاۃ ادا ہو جاتی ہے (۲)، اس کے بعد سفراء کی اگلی ذمے داری مدارس کے دفتروں میں داخل کرنے تک کی ہے، اور دفتروں میں داخل کرنے سے پہلے پہلے بلا حیلۂ تملیک اس پیسہ کو خرچ کرنا یا اپنی تنخواہ وصول کرنا جائز نہیں ہے (۳)۔

طريقة الإنطباق

سفراء اور عاملین کے مابین صرف ایک امر میں اتحاد ہے اور وہ یہ ہے کہ سفراء اور عاملین دونوں ہی معطیین (زکاۃ دینے والے) اور مزکیٰ لہم (مصرفِ زکاۃ جن کو زکاۃ دی جائے) دونوں کے وکیل ہیں، لیکن بہت سے ایسے امور ہیں جن میں اتحاد نہیں ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) زکاۃ دہندہ پر لازم ہے کہ مالِ زکاۃ عامل کے حوالہ کردے؛ مگر سفراء کے حوالہ کرنا لازم نہیں۔

---

(۱) جواہر الفقہ: ۴/ ۳۸۸، فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۵۱۳، فتاویٰ قاسمیہ: ۱۱/ ۱۸۲

(۲) لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالك. (الفتاوى الولوالجية: ٤/ ٣٢٦، كتاب الوكالة)

(٣) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة.

(الدر المختار: ٣/ ٢٩٢، باب المصرف، فتاوى قاسميه: ١١/ ١٧٩)

(۲) عامل کے پیچھے قوتِ عسکری ہوتی ہے، سفراء کے پیچھے نہیں ہوتی ہے۔

(۳) عامل کی زکاۃ حکومت کے نظام کے تحت بلا کسی حیلہ جوئی کے مصرف میں صرف ہوتی ہے، سفراء کی نہیں بل کہ اس میں اکثر حیلہ تملیک بھی ہوتا ہے۔

(۴) عامل ایک دفعہ میں زکاۃ دہندہ کی پوری زکاۃ وصول کرتا ہے، سفراء نہیں کرسکتے۔

(۵) عامل کی زکاۃ بیت المال میں جمع ہوجاتی ہے، سفراء کی نہیں۔

(۶) عامل کی زکاۃ کی حفاظت اور صحیح مصرف پر خرچ کرنے کا نظام حکومت کے تحت ہوتا ہے، سفراء کی زکاۃ کے لیے منجانب حکومت کوئی انتظام نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ عاملین اور سفراء کے مابین بہت سے امور میں اختلاف ہونے کی وجہ سے سفرائے مدارس پر عاملین کی شرعی تعریف صادق نہیں آتی ہے، اسی لیے سفراء کا عاملین کی طرح مالِ زکوۃ سے بلا حیلہ تملیک تنخواہ یا حق الخدمت لینا جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ سفراء کی حیثیت شرعی امین کی ہے، اوران کے قبضہ میں موجود مالِ زکاۃ ودیعت و امانت ہے، اور امانت میں مودَع (امین) کے لیے تصرف جائز نہیں ہے(۱)، برخلاف عاملین کے، ان کے لیے خود اللہ رب العزت نے مالِ زکاۃ میں سے حصے کی صراحت کی ہے(۲)، اس لیے محض سفراء کا عاملین کے ساتھ ایک امر میں اتحاد مالِ زکاۃ سے تنخواہ یا حق الخدمت لینے کے جواز کو ثابت نہیں کرسکتا ہے۔

---

(۱) وليسَ للمُودَعِ حقُ التصرُّف والإستِرباحِ في الوديعةِ. (المبسوط للسرخسي: ۱۱/۱۲۲، كتاب الوديعة)
و في الخلاصة والوديعة ولا تودع لاتعار ولا تؤجر ولا ترهن وإن فعل شيئًا منها ضمن.
(ردالمحتار: ۱۲/ ۴۵۰)

(۲) والعاملينَ عليها قال ابنُ العربي إنّهم يُعطون من غيرِ الزكاةِ و هو ما كان من بيتِ المالِ فإنّ اللّٰه أخبر بسهمهم فيها نصًّا فكيف يخلفون عنه إستقراء وسبرا. (أحكام القرآن لابن العربي: ۲/۹۶۲)

﴿ مکاتب غلام کو زکاۃ دینے کا حکم ﴾

رقم المتن - ۹۳

وَ فِيْ الرِّقَابِ أَنْ يُّعَانَ الْمُكَاتَبُوْنَ فِيْ فَكِّ رِقَابِهِمْ.

ترجمہ: اور گردنوں کے چھڑانے میں وہ یہ ہے کہ مدد کی جائے مکاتبوں کی ان کی گردنوں کے چھڑانے میں۔

توضیح المسئلة

"و في الرقاب" منجملہ مصارف میں سے ایک مصرف رقاب ہے، "رقاب، رقبۃ" کی جمع ہے، اصل میں گردن کو رقبہ کہتے ہیں، عرف میں اس شخص کو رقبہ کہہ دیا جاتا ہے جس کی گردن کسی دوسرے کی غلامی میں مقید ہو۔

اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ رقاب سے آیت میں کیا مراد ہے؟ جمہور فقہا و محدثین اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے مال کی کوئی مقدار متعین کر کے کہہ دیا ہو کہ اتنا مال کما کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو، جس کو قرآن وسنت کی اصطلاح میں "مکاتب" کہا جاتا ہے، ایسے شخص کو آقا اس کی اجازت دے دیتا ہے کہ وہ تجارت یا مزدوری کے ذریعہ مال کمائے اور آقا کو لا کر دے، آیت مذکورہ میں رقاب سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کو زکاۃ کی رقم میں سے حصہ دے کر اس کو آزاد کرانے میں امداد کی جائے (۱)۔

---

(۱) وقال عامة أهل التأويل الرقاب المكاتبون وقوله تعالى "و في الرقاب" أي وفي فك الرقاب وهو =

نوٹ: مکاتب کو مالِ زکاۃ کا مالک بنا کر اس کو آزاد کرانے سے زکاۃ ادا ہوگی، بغیر تملیک کے آزاد کرانے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۳)

قیدیوں (Captives) کی رہائی کے لیے زکاۃ کی رقم دینا

آج کل بہت سی مسلم تنظیمیں مسلم (Muslim organisation) بچوں کی رہائی کے لیے سرگرم رہتی ہیں، اگر مسلمان قیدی غریب ہے، رہائی حاصل کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، تو ان مسلم تنظیموں کا ان مسلمان قیدیوں کو زکاۃ کی رقم دے دینا تا کہ وہ اس پیسے سے رہائی حاصل کرسکیں جائز و درست ہے (۲)۔

اور اگر مسلمان قیدی ایسے قید خانہ میں ہے کہ وہاں قیدی سے ڈائریکٹ رابطہ کرنا مشکل ہے، اور باہر کے لوگ اس کو پیسہ دے کر چھڑا سکتے ہیں، تو ایسی صورت میں زکاۃ دینے کی صورت میں تملیک کرا کر دیں تا کہ زکاۃ بھی ادا ہو جائے اور قیدی بھی رہائی حاصل

= أن يعطي المكاتب شيئًا من الصدقة يستعين به على كتابته.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۴۷۱، كتاب الزكاة، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه)

(۱) إن الواجب إيتاء الزكاة والإيتاء هو التمليك والدفع إلى المكاتب تمليك، فأما الإعتاق فليس بتمليك. (بدائع الصنائع: ۲/ ۴۷۱، كتاب الزكاة، فصل في الذي يرجع إلى المؤدى إليه)

(۲) وكذلك إختلف العلماء في فك الأسارى منها، فقد قال أصبغ لا يجوز ذلك، وقال إبن حبيب يجوز ذلك، وإذا كان فك المسلم عن رق المسلم عبادة وجائزا من الصدقة فأولى وأحرى أن يكون ذلك في فك المسلم عن رق الكافر وذلّه. (أحكام القرآن لإبن العربي: ۲/ ۹٦۸)

کر لے شرعاً یہ جائز و درست ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول ذہن نشین کرلیا جائے تا کہ انطباق بے غبار ہوجائے زکاۃ جس مصرف میں دی جائے اس میں صفت فقر کا ہونا شرط ہے، اگر صفتِ فقر نہیں ہے تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی، اس اصول سے صرف تین مصارف مستثنیٰ ہیں: (الف) عامل (ب) مکاتب (ج) اور ابن السبیل، اور قیدیوں میں صفتِ فقر موجود ہے، اس لیے ان کو زکاۃ کا مال دینا تا کہ وہ قید سے رہائی حاصل کریں شرعاً جائز و درست ہے(۲)۔

رقم المتن - ٩٤

وَلَايُبْنٰى بِهَا مَسْجِدٌ وَلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ.

ترجمہ: اور نہ بنائی جائے مسجد زکاۃ کے مال سے اور نہ کفن دیا جائے اس سے میت کو۔

توضيح المسئلة

زکاۃ کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا اور زکاۃ کی رقم سے میت کی تجہیز و تکفین کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ادائے زکاۃ کے لیے بلا عوض اور بلا خدمت فقیر کو مالک بنا دینا شرط ہے اور یہ بات مذکورہ امور میں نہیں ہے(۳)۔

---

(١) وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء.

(الدر المختار: ٢٩٣/٣، باب المصرف، زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ۳۵۳)

(٢) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٧٦/٦)

(٣) (و بناء مسجد و تكفين) قال ابن نجيم المصري وعدم الجواز لإنعدام التمليك الذي هو الركن.

(البحر الرائق: ٤٢٤/٢ باب المصرف)

البتہ بوقت ضرورت حیلۂ تملیک کی گنجائش ہے لیکن یہاں حیلۂ شرعی سے متعلق دو اہم بحث کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) حیلہ کرنا کب جائز ہے؟ تو اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ جہاں کوئی شرعی ضرورت ہو، اور اس کی تکمیل حیلے کے بغیر ممکن نہ رہے، تو اس جگہ حیلہ کرنے کی گنجائش ہے، اور جہاں ضرورت نہ ہو یا ضرورت تو ہو مگر حیلے کے بغیر ضرورت پوری ہو سکتی ہو، تو وہاں حیلہ کرنا جائز نہیں ہے(۱)۔

(ب) حیلۂ شرعی کا طریقہ کیا ہو- تو اس سلسلے میں تین صورتیں اکابر کے زمانے سے جاری ہیں:

(۱) کسی غریب فقیر کو زکاۃ کی رقم دے کر واقعتاً مالک بنا دیا جائے، پھر اسے ترغیب دی جائے کہ وہ ضرورت کی جگہ میں اپنی جانب سے خرچ کرے۔

(۲) دوسری صورت یہ کہ فقیر سے کہا جائے کہ وہ کسی سے قرضِ حسنہ لے کر مدارس وغیرہ کی ضرورت میں لگا دے، پھر اس فقیر کا قرضہ زکاۃ کی رقم سے ادا کر دیا جائے(۲)۔

---

(۱) والحق أنه كان ذلك لغرض صحيح فيه رفق للمعذور، وليس فيه إبطال لحق الغير فلا باس به من ذلك كما في قوله تعالى: "وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث" وإن كان لغرض فاسد كإسقاط حق الفقراء من الزكاة بتمليك ماله قبل الحول لولده أو نحو ذلك فهو حرام أو مكروه. (عمدة القاري: ۹/۱۰)

إن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال الحق أو لإدخال شبهة فيه أو لتمويه باطل فهي مكروهة، وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى حلال فهي حسنة. (الفتاوى الهندية ٦/٣٩٠)

(۲) إن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذا الأشياء، والحيلة لمن أراد ذلك أن يتصدق ينوى الزكاة على فقير، ثم يأمر بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الصدقة، ولذالك الفقير ثواب هذا الصرف. (الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۰۸)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ طلبہ کی فیس مقرر کی جائے اور ہر مہینہ انہیں فیس کی رقم بد زکاۃ دے کر ان سے فیس کی رقم جمع کرالی جائے (۱)۔

مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت پر بوقتِ ضرورتِ شدیدہ عمل کرکے حیلۂ شرعی کی گنجائش ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹٤)

ڈگری کالج (Degree College) یا جونیئر اسکول (Junior school) کی بلڈنگ کے لیے زکاۃ کی رقم استعمال کرنا

کالج کے تمام مصارف نفلی عطیات سے پوری کئے جائیں، زکاۃ اور صدقات واجبہ کی رقومات اس مد میں لگانا شرعاً درست نہیں ہے، نہ تو تملیک سے پہلے اور نہ ہی تملیک کے بعد (۲)۔

طريقة الانطباق

زکاۃ کی ادائیگی میں تملیک کو رکن کی حیثیت حاصل ہے، اور کالج کے مصارف تعمیرات وغیرہ میں تملیک کے معنی کے مفقود ہونے کی وجہ سے مد زکاۃ کی رقومات کا ان

---

(۱) وحيلة التكفين بها التصدق على فقير، ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد.

(الدر المختار: ۳/ ۱۹۱، كتاب الزكاة، كتاب النوازل: ۷/ ۱٦۷)

(۲) ولا يبنى بها مسجد ولا يكفن بها ميت. (المختصر القدوري: ص ٤۹)

ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذ القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۸۸، كتاب النوازل: ۷/ ۱٦۱)

میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے(۱)؛ رہی بات کہ تملیک کے بعد بھی کیوں درست نہیں، تو یاد رکھنا چاہیے کہ حیلۂ تملیک صرف اُن ہی ضروریات کے لیے جائز ہے، جن کے بغیر اسلامی شعار اور دینی علوم اور عبادات وغیرہ ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہو، اور جونیئر ہائی اسکول (Junior High School) یا ڈگری کالج (Digree College) دینی ضروریات سے خارج ہیں، اسی لیے ان کے لیے حیلۂ تملیک کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے(۲)۔

رقم المتن - ۹۵

وَلَا يُشْتَرى بِهَا رَقَبَةٌ يُعْتَقُ.

ترجمہ: اور نہ خریدا جائے زکاۃ کے مال کے ذریعہ غلام جس کو آزاد کیا جائے۔

توضیح المسئلة

اگر زکاۃ کے مال سے غلام یا باندی خرید کر آزاد کر دیا جائے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، کیوں کہ زکاۃ کا رکن مالک بنانا ہے، جو غلام خرید کر آزاد کرنے کی صورت میں پایا نہیں جاتا

---

(۱) (وبناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه) قال ابن نجيم وعدم الجواز لا نعدام التمليك الذي هو الركن. (البحر الرائق: ۲/۴۲۴، باب المصرف)

(۲) وأما الإحتيال لإبطال حق المسلم فإثم وعدوان، و قال النسفي في الكافي عن محمد ابن الحسن قال ليس من أخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة إلى إبطال الحق.

(عمدة القاري: ۲۴/۱۰۹، تحت رقم الحديث ۶۹۵۳)

فمذهب علماء نا إنه أن كل حيلة يحتال بها الرجل لإبطال حق الغير أو لإدخال شبهة فيه أو لمتويه باطل فهي مكروهة وفي العيون وفي الجامع الفتاوى لا يسعه ذلك.

(الفتاوى التاتارخانية: ۱۰/۳۱۱، هنديه ۶/۳۹۰)

ہے، بل کہ خرید کر آزاد کرنے میں ملک ساقط کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں (۱)۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (١٩٥)

زکاۃ کی رقم سے قبرستان کے لیے موٹر پمپ (Motor Pump) خریدنا

بسا اوقات قبرستان میں پانی کے ضرورت کے پیش نظر موٹر پمپ کی ضرورت ہوتی ہے، اگر یہ موٹر پمپ (Motor Pump) زکاۃ سے خریدا جائے تو شرعا درست نہیں ہے اور زکاۃ ادا نہیں ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (١٩٦)

مدِ زکاۃ سے غریبوں کو فلیٹ (Flat) خرید کر دینا

زکاۃ کی رقم سے فلیٹ اور مکانات تعمیر کر کے انھیں غریبوں میں بطور ملکیت تقسیم کرنا اور انھیں رجسٹری (Registory) کر کے خود مختار مالک بنانا درست ہے، اور اس سے مالکان کی زکاۃ ادا ہو جائے گی (۳)۔

---

(١) ولا يشترى بها رقبة تعتق لان العتق إسقاط الملك وليس بتمليك. (الجوهرالنيرة: ١/٣١٣)

(٢) ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد والقناطر والسقايات و إصلاح الطرقات.

(الفتاوى الهندية: ١/١٨٨، كتاب النوازل ٧/٩٤)

(٣) مصرف الزكاة هوفقير وهو من له ادنىٰ شئى أي دون نصاب لأن الفقر شرط في جميع الأصنا.

(الدرالمختارمع الشامى:٣/٢٨٣باب المصرف، كتاب المسائل:٢/٢٦٣)

طريقة الإنطباق

ادائیگیِ زکاۃ کے صحت کے لیے مصرف (فقیر) کو مالک بنانا لازم ہے، کیوں کہ تملیک کا معنی ادائیگی زکاۃ کے لیے رکن کی حیثیت رکھتا ہے(۱)؛ اسی وجہ سے رفاہی مصارف وضروریات، مثلاً راستوں، پلوں، شفاخانوں وغیرہ کی تعمیر میں زکاۃ کا روپیہ لگانا درست نہیں ہے(۲)، مذکورہ امر کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ قبرستان کے لیے موٹر پمپ خرید کر دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس میں تملیک کا معنی جو کہ شرط ہے نہیں پایا گیا(۳)؛ لیکن غریبوں کے لیے مد زکاۃ سے فلیٹ وغیرہ خرید کر دے دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؛ کیوں کہ معنیٔ تملیک جو شرط ہے اس صورت میں موجود ہے(۴)۔

رقم المتن - ۹٦

وَلَا تُدْفَعُ إِلٰى غَنِيٍّ.

ترجمہ: اور مال دار کو زکاۃ نہ دی جائے۔

توضيح المسئلة

زکاۃ فقراء کا حق ہے مال دار کا نہیں، اور غنی وہ شخص ہے جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نامی موجود ہو، جو اس کے حوائجِ اصلیہ سے زائد ہو، اگر مال دار کو زکاۃ دی

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة. (الدر المختار: ۳/۲۹۱، باب المصرف)

(۲) ولا يجوز أن يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات. (الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۸)

(۳) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة: ۲/٦۲۳)

(٤) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/٧٦)

جائے گی تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۷)

شادی کے لیے بقدر نصاب روپیہ جمع ہونے کے بعد زکاۃ کی رقم وصول کرنا

بسا اوقات غریب گھرانے کی لڑکی کے شادی کے لیے لوگ سال دوسال پہلے مدّ زکاۃ سے امداد کرتے ہیں، اگر یہ رقم مقدار نصاب کو پہنچ جائے تو اب اس لڑکی کو مدّ زکاۃ سے روپیہ دینا شرعاً جائز نہیں ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

زکاۃ کا مصرف فقیر ہے اور فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو؛ پس مال دار زکاۃ کا مصرف نہیں ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ غریب بچی جس کے شادی کے لیے سال دوسال پہلے سے ہی زکاۃ کا مال جمع کیا جا رہا ہو اور مال کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو، تو اب اس کو زکاۃ کا مال دینا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ نصاب کے

---

(۱) ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان.

(الدر المختار: ۳/۲۹۵، باب لمصرف)

(۲) إنما الصدقات للفقراء والمساكين. (التوبة: ٦٠)

دفع قوم زكاة أموالهم رجل يقضيه لفقير واحد فاجتمع عنده أكثر من مأتي درهم فكل من دفع قبل البلوغ إلى المأتين جاز. (بزازيه على هامش الهندية: ٤/٨٥ كتاب النوازل: ٧/٨٠)

بقدر مال کے مالک ہونے کی وجہ سے اس میں فقر کا معنی موجود نہیں ہے جو جوازِ زکاۃ کے لیے شرط ہے(۱)۔



باب صدقة الفطر

رقم المتن - ۹۷

وَالْفِطْرَةُ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ شَعِيرٍ وَالصَّاعُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ (رحمهما الله تعالى) ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِيِّ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفُ (رحمه الله) خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثُ رَطْلٍ.

ترجمہ: اور فطرہ آدھا صاع ہے گیہوں کا یا ایک صاع ہے کھجور یا کشمش یا جو کا، اور صاع طرفین کے نزدیک آٹھ رطل کا معتبر ہے عراقی رطل سے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنف نے صدقۃ الفطر کی مقدار ذکر فرمائی ہے۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ جو اشیا صدقۃ الفطر میں دی جاتی ہے وہ صحیحین میں صرف چار ہیں: (۱) تمر (کھجور) (۲) شعیر (جو) (۳) زبیب (کشمش) (۴) اِقط (پنیر) (۲)۔

---

(۱) ولا تدفع إلى غني. (المختصر القدوري: ص ۴۹)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۶۲۳)

(۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال كنا نخرج في عهد النبي صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام وقال أبو سعيد وكان طعامنا الشعير والزبيب والإقط والتمر.

(الصحيح للبخاري: ۱/۲۰۴، رقم الحديث: ۱۵۱۰، باب الصدقة قبل العيد)

البتہ صحاح میں سے باقی سننِ اربعہ میں ان چار کے علاوہ حطہ (گندم) کا بھی ذکر ہے، لیکن یہاں مقدار میں روایات مختلف ہیں، بعض میں صاع اور اکثر میں نصف صاع کا ذکر ہے(۱)، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر غلہ کا صدقۃ الفطر ایک صاع ہے، خواہ وہ منصوص ہو یا غیر منصوص یعنی حدیثوں میں اس کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو(۲)، اور احناف کے نزدیک حطہ اور زبیب میں راجح قول کے مطابق نصف صاع ہے، اور باقی غلوں میں ایک صاع ہے(۳)، اور زبیب میں احناف کے یہاں دوسرا قول ایک صاع کا بھی ہے لیکن وہ قول شاذ ہے(۴)، اور غیر منصوص غلوں میں جیسے چاول چنے وغیرہ میں نصف صاع حطہ کی قیمت یا دوسرے غلوں کے ایک صاع کی قیمت کے برابر واجب ہے(۵)۔

---

(۱) عن الحسن أن ابن عباس خطب بالبصرة فقال أدوا زكاة صومكم، فجعل الناس ينظر بعضهم إلى بعض، فقال من ههنا من أهل المدينة قومو إلى إخوانكم فعلموهم، فإنهم لا يعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة الفطر على الصغير والكبير والحر والعبد والذكر والأنثى نصف صاع من برّ أوصاعا من تمر أو شعير. (سنن النسائي: ۱/ ۲۷۰، باب التمر في زكاة الفطر)

عن عبد الله ابن أبي صعير عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صاع من بر.

(السنن لأبي داؤد: ۱/ ۲۲۸، باب من روى نصف صاع من قمح)

(۲) و قال الشافعي من جميع ذلك صاع لحديث أبي سعيد الخدري.

(الهداية: ۱/ ۲۱۰، باب صدقة الفطر)

(۳) نصف صاع فاعل يجب من برّ أو دقيقه أو سويقه أوزبيب ...... وبه يفتى.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۳۱۸، باب صدقة الفطر)

(٤) وجعلاه كالتمر أي في أنه يجب صاع منه وهو رواية عن الإمام أي أبي حنيفة كما في بعض النسخ.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/ ۳۱۹، باب صدقة الفطر)

(٥) وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۳۱۹، باب صدقة الفطر)

صاع کی حقیقت

صاع کے بارے میں علما کا اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے، اسی کو مصنفؒ نے "وقال أبو یوسفؒ خمسة أرطال وثلث رطل" عبارت میں بیان فرمایا ہے، اس صاع کو صاعِ حجازی کہتے ہیں(۱)، اور طرفین کے نزدیک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اسی کو مصنفؒ "والصاع عند أبي حنیفة ومحمد ثمانیة أرطال بالعراقي" عبارت میں بیان فرمایا اس صاع کو صاع عراقی کہتے ہیں(۲)۔

سوال : یہاں ایک بہت حساس سوال پیدا ہوتا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع (صاع عراقی) ہے جو نبی کے صاع (صاع حجازی) سے مختلف ہے(۳)، حضرت عمر

(۱) اختلف الفقهاء في مقدار الصاع فذهب جمهور الفقهاء إلى أن الصاع خمسة أرطال وثلث بالعراقي لما ورد أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال لكعب بن عجرة تصدق بفرق بين ستة مساكين، وقال أبو عبيد ولا إختلاف بين الناس أعلمه في أن الفرق ثلاثة آصع، والفرق ستة عشر رطلا، فثبت أن الصاع خمسة أرطال وثلث. (الموسوعة الفقهية: ٢٦/٣٠٦)

(۲) وقال أبو حنيفة الصاع ثمانية أرطال لأن أنس بن مالك قال كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يتوضأ بالمد وهو رطلان ويغتسل بالصاع فعلم من حديث أنس أن مقدار المد رطلان، فإذا ثبت أن المد رطلان يلزم أن يكون صاع رسول اللّٰه أربعة امداد، وهي ثمانية أرطال، لأن المد ربع صاع بالاتفاق.

(الموسوعة الفقهية: ٢٦/٣٠٦)

(۳) ولنا ما روى أنه عليه الصلاة والسلام كان يتوضأ بالمد رطلين ويغتسل بالصاع ثمانية أرطال وهكذا كان صاع عمر رضي اللّٰه عنه. (الهداية: ١/٢١٠، باب صدقة الفطر)

رضی اللہ عنہ تو حدیث کو ترک نہیں کر سکتے ہیں، یہ ناممکن بات ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صاع نبی کریم کے صاع سے مختلف کیوں تھا۔

جواب: بات درحقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جزیرۃ العرب میں درہم نہیں ڈھلتے تھے؛ بل کہ روم اور ایران سے ڈھل کر آتے تھے، اور وہ تین قسم کے تھے، دس قیراط کا بارہ قیراط کا، بیس قیراط کا، اور نبیؐ نے دوسو درہم چاندی کی زکاۃ کا نصاب مقرر کیا، اب سوال یہ ہے کہ چھوٹے درہم کا اعتبار کیا جائے یا بڑے کا یا درمیان کا؟

فاروق اعظمؓ نے جب اپنے دور خلافت میں درہم ڈھالنے کا ارادہ کیا تو تینوں درہموں کو پگھلا کر مساوی حصوں میں تقسیم کیا تو ایک حصہ چودہ قیراط کا بنا (دس قیراط بارہ اور بیس کا مجموعہ ۴۲ ہے اور اس کا ایک تہائی چودہ ہے) پس آپؓ نے چودہ قیراط کا سکہ ڈھال دیا۔

اب چاروں فقہا احکامِ شرعیہ میں اسی چودہ قیراط والے درہم کا اعتبار کرتے ہیں اب دس بارہ اور بیس قیراط والے درہموں کا اعتبار نہیں، اور ہدایہ میں ہے کہ درہم میں معتبر وزن سبعہ ہے یعنی جو دس درہم سات دینار کے ہم وزن ہو جائیں ان کا اعتبار ہے، اور وہ چودہ قیراط والا درہم ہے جس کا موجودہ وزن ''3.061'' ہے، چاروں فقہا کے نزدیک یہی درہم معتبر ہے (۱)۔

---

(۱) والمعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في ديوان عمر واستقر الأمر عليه. (الهداية: ۱/ ۱۹٤، باب الزكاة)

اسی طرح مدینہ منورہ میں جو ''مد'' استعمال ہوتا تھا وہ دو رطل کا تھا' اور صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا، اور جزیرۃ العرب میں مد تو وہی تھا جو مدینہ میں استعمال ہوتا تھا؛ مگر صاع آٹھ رطل کا تھا، اس سے مدینہ کے تاجروں کو پریشانی تھی، اس لیے کے وہ تھوک میں صاع کے حساب سے خریدتے تھے' اور خود مد کے حساب سے بیچتے تھے، یعنی چھوٹے پیمانہ سے لیتے تھے اور بڑے پیمانہ سے دیتے تھے اس لیے گھاٹا ہوتا تھا؛ چناں چہ صحابہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صاع بڑا کرنے کی درخواست کی تھی؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، صرف دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے مد میں بھی برکت فرما اور ہمارے صاع میں بھی برکت فرما، اور ہمارے تھوڑے میں بھی برکت فرما، اور ہمارے زیادہ میں بھی برکت فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تو بات نبھ گئی کیوں کہ اس وقت اسلامی حکومت مختصر تھی؛ مگر فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی حکومت پھیل گئی اور روم' شام' ایران' مصر وغیرہ اسلامی حکومت میں شامل ہوئے تو اب یہ بات چلنے والی نہ تھی، اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو مد چھوٹا کر دیا جائے؛ مگر اس میں خلفشار رہوتا، یا صاع بڑا کر دیا جائے اور اس میں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی، اس لیے کہ مدینہ کے علاوہ سارے جزیرۃ العرب میں آٹھ رطل کا صاع مستعمل تھا؛ چناں چہ حضرت عمرؓ نے آٹھ رطل کا صاع کر دیا، اور لوگ نئے صاع سے کاروبار کرنے لگے اور پرانا صاع یکبارگی موقوف ہوگیا۔

ایک واقعہ سے استدلال

ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ مدینہ گئے، ان کی امام مالکؒ سے ملاقات ہوئی، دونوں کے درمیان یہ مسئلہ چھڑا کہ صاع کتنے وزن کا ہوتا ہے؟ چوں کہ امام ابو یوسفؒ عراق کے باشندے تھے اور وہاں صاع آٹھ رطل کا تھا اس لیے وہ اس کے قائل تھے، اور امام مالکؒ پانچ رطل اور تہائی رطل کے قائل تھے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ان کی بات تسلیم کرنے میں تردد ہوا۔ امام مالکؒ نے تلامذہ سے کہا: اپنے گھر جاؤ اور جس کے گھر میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا صاع ہے اسے لے آؤ، کہتے ہیں مجلس میں ستر صاع جمع ہو گئے اور ہر ایک نے سند بیان کی، یہ صاع میرے والد کو میراث میں ملا ہے اور میرے دادا صحابیؓ تھے، جب امام ابو یوسفؒ نے ان کو ناپا تو وہ پانچ رطل اور تہائی رطل کے تھے، کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد امام ابو یوسفؒ نے اپنی رائے بدل لی (۱)۔

اس واقعہ میں ہمارے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ امام مالکؒ نے گھروں سے صاع کیوں منگوائے! وہ طالب علموں سے کہتے کہ بازار سے لاؤ، اور ایک ایک دوکان پر لے جا کر صاع بتاؤ اور ناپ کر دکھاؤ کہ وہ کتنے وزن کا ہے، مگر امام مالکؒ نے ایسا نہیں کیا،

---

(۱) وروي أن أبايوسف حينما دخل المدينة سألهم عن الصاع ' فقالوا خمسة أرطال وثلث فطالبهم بالحجة فقالو: غدا فجاء من الغدسبعون شيخا كل واحد منهم آخذ صاعا تحت ردائه فقال صاعي ورثته أبي عن جدي و ورثه أبي عن جدي، حتى انتهوا به إلى النبي.

(الموسوعة الفقهية: ۳۰۶/۲۶، فتح القدير: ۳۰۲/۲، باب صدقة الفطر، تحفة الألمعي: ۵۳۷/۲)

اس لیے کہ بازار میں دوکان پر جو صاع تھا وہ آٹھ رطل کا تھا، یعنی یہ بات تسلیم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا تھا؛ مگر جب حضرت عمرؓ نے اس کی تعدیل کی اور آٹھ رطل کا صاع جاری کیا تو پرانا صاع بازار سے اٹھ گیا، اور لوگوں نے اس پرانے صاع کو باپ دادا کی نشانی سمجھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا صاع ہونے کی وجہ سے گھروں میں محفوظ رکھا؛ پس جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں درہموں کی تعدیل کی گئی اور تمام فقہا نے اس تعدیل کو قبول کیا اور احکام شرع میں اس کا اعتبار کیا اسی طرح چاہیے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صاع میں جو تعدیل ہوئی اسے بھی قبول کرتے ؛ مگر عجیب بات ہے، ائمہ ثلاثہ نے دراہم کی تعدیل کو تو قبول کیا؛ مگر صاع کی تعدیل قبول نہیں کیا، اور احناف نے دونوں تبدیلیاں قبول کی۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (١٩٨)

مقدارِ صاع موجودہ اوزان (Kilo gram) کے اعتبار سے

علامہ شامیؒ نے درہم، مثقال، استار اور مد کے ذریعہ صاع کی جو مقدار ہونی چاہیے، اس کی تعیین فرمائی ہے، ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔

(الف) صاع بحساب درہم:

ایک صاع: ایک ہزار چالیس (1040) دراہم کا ہوتا ہے، جس کا کلو گرام کے اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوتا ہے۔

نصف صاع: پانچ سوبیس (520) دراہم کا ہوتا ہے جس کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتّر ملی گرام (1,591,72) کا ہوتا ہے(۱)۔

(ب) صاع بحساب مثقال:

ایک صاع: سات سو بیس (720) مثقال کا ہوتا ہے، جس کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو پچاس گرام (3,150) ہوتا ہے۔

نصف صاع: تین سو ساٹھ (360) مثقال کا ہوتا ہے، جس کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو پچہتّر گرام (1,575) ہوتا ہے(۲)۔

(ج) صاع بحساب مُد:

مد کے حساب سے صاع یا نصف صاع کا وزن کلوگرام کے اعتبار سے بعینہٖ وہی ہے جو اوپر بذریعہ درہم بیان کیا گیا ہے؛ کیوں کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے(۳)، اور ایک مد دو سو ساٹھ (260) دراہم کا ہوتا ہے (۴)، اس عتبار سے چار مدُ ایک ہزار چالیس (1040) دراہم کا ہوا۔

---

(۱) وهو أي الصاع المعتبر ما يسع ألفا وأربعين درهما من ماش أو عدس. قال الشامي إعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان، والرطل نصف من، والمن بالدراهم مائتان وستون درهما.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰، باب صدقة الفطر،

جواهرالفقه: ۱/ ۴۰۹، ۴۲۴، درس ترمذی: ۲/ ۴۹۸)

(۲) الدرهم الكبير المثقال و هوما يبلغ وزنه مثقالًا. (الهداية: ۱/ ۷۵، جوهر الفقه: ۱/ ۴۰۹، ۴۲۴)

(۳) قال الشامي اعلم أن الصاع أربعة أمداد. (ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰)

(۴) والمن بالدراهم ما ئتان وستون درهمًا، فالمد والمن سواء كل منهما ربع صاع.

(رد المحتار: ۳/ ۳۲۰، جواهر الفقه: ۱/ ۴۰۸، ۴۲۵)

ایک صاع کا وزن کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوگا۔

نصف صاع کا وزن کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتّر ملی گرام (1,591,72) ہوگا۔

(د) صاع بحساب اِستار:

ایک مُد یا ایک مَن یا دو رطل (کیوں کہ یہ تین چیزیں ہم وزن ہیں) چالیس اِستار کے برابر ہیں(۱)، اس اعتبار سے ایک صاع ایک سو ساٹھ (160) استار کا ہوا، کیوں کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں، اور علامہ شامی کے صراحت کے اعتبار سے ایک استار ساڑھے چھ درہم (6،50) یا ساڑھے چار مثقال (4'50) کا ہوتا ہے(۲)۔

ایک صاع

اگر استار میں دراہم کا اعتبار کریں تو (160) استار کو ساڑھے چار میں ضرب دیں گے (کیوں کہ ایک استار (6.50) درہم کا ہوتا ہے) تو حاصلِ ضرب (1040) دراہم ہوں گے، جس کا موجودہ وزن کلوگرام کے اعتبار سے تین کلو ایک سو تراسی گرام چوالیس ملی گرام (3.183.44) ہوا جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔

---

(۱) والمد رطلان، والرطل نصف من، والمدن بالدراهم مائتان وستون درهما وبإستار أربعون.

(ردالمحتار:۳/ ۳۲۰)

(۲) والإستار بكسر الهمزة بالدراهم ستة ونصف، وبالمثاقيل أربعة ونصف.

(ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰، جواهر الفقه:۱/ ٤٢٦)

اور اگر اِستار میں مثقال کا اعتبار کریں تو چوں کہ ایک مثقال ساڑھے چار درہم کا ہے، اس لیے ایک سو ساٹھ (160) اِستار کو ساڑھے چار (4.50) میں ضرب دینے سے (720) مثقال ہوا، اور (720) مثقال کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے تین کلو ایک سو پچاس گرام (3.150) ہوا، جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔

نصف صاع

دراہم کے اعتبار سے اَسّی (80) اِستار (520) دراہم ہوتے ہیں، جن کا موجودہ وزن کلو گرام کے اعتبار سے ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتّر ملی گرام (1,591,72) ہے، جو نصف صاع کا موجودہ وزن ہے۔

مثقال کے اعتبار سے (360) مثقال جس کا موجودہ وزن ایک کلو پانچ سو پچھتر گرام (1,575) ہے، جو نصف صاع کا موجودہ وزن ہے۔

نوٹ: صاع کا وزن کلو گرام کے اعتبار سے کتنا ہوتا ہے معلوم کرنے کے جو چار طریقے اوپر مذکور ہوئے ان سب کا نتیجہ یہ ہے کہ جس جگہ مثقال سے حساب لگایا گیا وہاں (3.183.44) حساب آیا، اور جہاں دراہم سے حساب لگایا گیا وہاں (3.150) حساب آیا۔ معلوم ہوا کہ فقہا کی مذکورہ تصریحات میں الٹ پلٹ کر یہی دو صورتیں بالآخر نکلتی ہیں، جن میں پورے صاع پر تقریباً تین تولہ (تولۂ عرفی جو دس گرام کا ہوتا ہے) اور نصف صاع پر ڈیڑھ تولہ کا فرق آتا ہے؛ تاہم مذکورہ بالا چاروں حسابوں میں سے جس حساب کو بھی اختیار کر لیا جاوے صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا، لیکن دراہم والے حساب میں چوں کہ زیادتی

ہے اس لیے اس کے ادا کرنے میں زیادہ احتیاط ہے(۱)۔

طریقة الإنطباق

مذکورہ بالا چاروں حسابوں (دراہم، مثقال، مُد، اِستار) سے صاع عراقی کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن نکالنے کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) درہم کا موجودہ وزن (ب) مثقال کا موجودہ وزن۔

جہاں تک بات درہم کے موجودہ وزن کی ہے تو ہم توضیح المسئلہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں تین قسم کے دراہم مروج تھے۔

(۱) الدرہم الکبیر: بیس قراط، جس کا موجودہ وزن (4,375) ہے۔

(۲) الدرہم المتوسط: بارہ قراط، جس کا موجودہ وزن (2,625) ہے۔

(۳) الدرہم الصغیر: دس قیراط، جس کا مودہ وزن (2,187) ہے۔

یہ تینوں دراہم روم اور ایران سے ڈھل کر آتے تھے، جب فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں درہم ڈھالنے کا ارادہ کیا تو تینوں درہموں کو پگھلا کر مساوی حصوں میں تقسیم کر دیا، اس طرح ایک حصہ چودہ قراط کا بنا یعنی دس قیراط، بارہ قیراط، بیس قیراط کا مجموعہ ۴۲ ہے اور اس کا ایک تہائی چودہ قیراط ہوا پس آپ نے چودہ قیراط کا سکہ ڈھال دیا، اب چاروں فقہا احکامِ شرعیہ میں اسی چودہ قیراط والے درہم کا اعتبار کرتے ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے: "والمعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو أن تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل بذلك جرى التقدير في ديوان عمرؓ استقر الأمر عليه" اور یہ چودہ

---

(۱) الإحتياط في حقوق الله تعالى جائز و في حقوق العباد لايجوز. (قواعد الفقه: ص ۱۵، الرقم: ۱۷)

قیراط (درہم مروّج) کا موجودہ وزن (3,061) ہے(۱)۔

اسی طرح ایک مثقال کا وزن درہم کبیر کے برابر ہے؛ پس معلوم ہوگیا کہ ایک مثقال کا موجودہ وزن (4,375) ہے(۲)۔

اب جب درہم میں معتبر درہمِ مروج ہے، جس کا موجودہ وزن (3.061) ہے تو انطباق آسان ہوگیا۔ مثلاً:

صاع بحساب درہم:

صاع بحساب درہم میں ایک صاع (1040) درہم کا ہوتا ہے(۳)، ہم نے اس (1040) دراہم کو درہمِ واحد کے موجودہ وزن (3,061) ضرب دیا تو حاصل ضرب تین

---

(۱) الدرهم الإسلامي و كيفية تحديده و تقديره كانت الدراهم المضروبة قبل الإسلام متعددة مختلفة الأوزان، وكانت ترد إلى العرب من الأمم المجاورة فكانوا يتعاملون بها، لا باعتبار العدد بل بأوزان اصطلحوا عليها، وجاء الإسلام وأقرهم على هذه الأوزان كما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم الوزن وزن أهل مكة، والمكيال مكيال أهل مدينة، و لما إحتاج المسلمون إلى تقدير الدرهم في الزكاة كان لابد من وزن محدد للدرهم يقدر النصاب أساسه، فجمعت الدراهم المختلفة الوزن و أخذ الوسط منها، واعتبر هو الدرهم الشرعي وهو الذي تزن العشرة منه سبعة مثاقيل من الذهب، فضربت الدراهم الإسلامية على هذا الأساس، وهذا أمر متفق عليه بين علماء المسلمين فقهاء و مؤرخين لكنهم إختلفوا في العهد الذي تم فيه هذا التحديد، فقيل تم في عهد عمر بن الخطاب.

(الموسوعة الفقهية: ۲۰/۲٤۸، اوزان شرعیه :ص ٥٦)

(۲) و أراد بالدرهم الكبير المثقال، ومعناه مايكون يبلغ وزنه مثقالا. (البناية في شرح الهداية: ۱/۷۳۳)

(۳) وهو أي الصاع المعتبر ما يسع ألفاوأربعين درهمامن ماش أو عدس.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۲۰، جواهر الفقه:۱/٤۰۹، ٤۲٤)

کلوایک سوتراسی گرام چوالیس ملی گرام (3,183,44) ہوا جو ایک صاع کا موجودہ وزن ہے، اور نصف صاع (520) دراہم کا ہوتا ہے، اس لیے ہم نے (520) دراہم کو (3.061) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ایک کلو پانچ سو اکیانوے گرام بہتر ملی گرام (1.591.72) ہوا، جو کلوگرام کے اعتبار سے نصف صاع کا موجودہ وزن ہوتا ہے۔

صاع بحساب مُد:

صاع بحساب مُد میں بھی حساب وہی ہوگا جو دراہم کا ہوا؛ کیوں کہ ایک صاع چار مُد کا ہوتا ہے، اور ایک مُد (260) دراہم کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے چار مُد کا وزن (1040) دراہم ہوئے (۱)۔

صاع بحساب مثقال:

صاع بحساب مثقال میں ایک صاع (720) مثقال کا ہوتا ہے، کیوں کہ ایک رطل (90) مثقال کا ہے، اور ایک صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں، اور ہم اوپر ایک مثقا کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن بتا چکے ہیں کہ وہ (4,375) ہے (۲)، اس (720) مثقال کو (4.375) میں ضرب دیا تو حاصل ضرب تین کلو ایک سو پچاس گرام (3.150) ہوا، جو ایک صاع کا کلوگرام کے اعتبار سے موجودہ وزن ہوا، اور نصف صاع میں (360) مثقال

---

(۱) قال الشامي إعلم أن الصاع أربعة أمداد، والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراهم، مائتان و ستون درهما فالمد والمن سواء...... (ردالمحتار:۳/ ۳۲۰، جواهر الفقه: ۱/ ٤٠٨، ٤٢٥)

(۲) وأراد بالدراهم الكبير المثقال، ومعناه مايكون يبلغ وزنه مثقالاً.

(البناية في شرح الهداية: ۱/ ۷۳۳، جواهر الفقه: ۱/ ٤٠٩، ٤٢٤)

ہوتے ہیں، اس لیے (360) مثقال کو (4.375) میں ضرب دیا تو حاصلِ ضرب ایک کلو پانچ سو پچہتر گرام (1.575) ہوا، جو کلوگرام کے اعتبار سے نصف صاع کا موجودہ وزن ہوا۔

صاع بحسابِ استار:

ایک مُد چالیس (40) اِستار کے برابر ہوتا ہے (۱)، اور ایک صاع میں چار مُد ہوتے ہیں' اس طرح ایک صاع (160) استار کا ہوا، اور ایک استار علامہ شامیؒ کے صراحت کے اعتبار سے ساڑھے چھ درہم (6.50) کا ہوتا ہے (۲)، اس لیے (6.50) درہم کو (160) استار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (1040) دراہم ہوئے جس کا ذکر ما قبل میں بحساب درہم کی صورت میں ہو چکا۔

اسی طرح ایک اِستار کا وزن ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے (۳)، تو ہم نے (4,50) کو (160) اِستار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب (720) ہوئے جس کا ذکر ما قبل میں بحساب مثقال کی صورت میں ہو چکا۔

---

(۱) والمد رطلان والرطل نصف من .... وبالإستار أربعون. (ردالمحتار ۳/ ۳۲۰)

(۲) والإستار بالدراهم ستة ونصف. (ردالمحتار: ۳/ ۳۲۰)

(۳) وبالمثاقيل أربعة ونصف. (ردالمحتار :۳/ ۳۲۰)





كتاب الصوم

﴿رؤیتِ ہلال کا بیان﴾

رقم المتن - ۹۸

وَيَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِي الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنْ رَأَوْهُ صَامُوْا وَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ أُكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوْا، وَ مَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ وَحْدَهٗ صَامَ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلِ الْإِمَامُ شَهَادَتَهٗ، وَإِذَا كَانَ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبِلَ الْإِمَامُ شَهَادَةَ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي السَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتّٰى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيْرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ. وَمَنْ رَأَى هِلَالَ الْفِطْرِ وَحْدَهٗ لَمْ يُفْطِرْ. وَإِذَا كَانَتْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يُقْبَلِ الْإِمَامُ فِي هِلَالِ الْفِطْرِ إِلَّا شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَ امْرَأَتَيْنِ وَ إِنْ لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ يُقْبَلْ إِلَّا شَهَادَةُ جَمَاعَةٍ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ.

ترجمہ: اور مناسب ہے لوگوں کے لیے کہ تلاش کریں چاند کو شعبان کی انتیسویں تاریخ میں، پھر اگر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو روزہ رکھیں اور اگر چاند ان پر مشتبہ ہو گیا تو پورے کر لیں شعبان کے تیس دن، پھر روزہ رکھیں۔ اور جس شخص نے دیکھا رمضان کا چاند تنہا تو وہ روزہ رکھے اگر چہ امام اس کی شہادت کو قبول نہ کرے۔ اور جب آسمان میں کوئی علت (ابر) ہو تو امام ایک عادل آدمی کی گواہی چاند دیکھنے کے بارے میں قبول کرے، گواہی دینے والا مرد

ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو گواہی قبول نہ کرے یہاں تک کہ دیکھے اس کو ایسی جماعتِ کثیرہ جن کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے۔

اور جس نے عید کا چاند دیکھا تنہا وہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں کوئی علت ہو تو قبول نہ کرے حاکم عید کے چاند میں مگر دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو نہیں قبول کی جائے گی مگر ایک جماعت جن کی خبر پر یقین آ جائے۔

توضيح المسئلة

ہلالِ عید و رمضان کے متعلق شرعی ضابطہ باعتبار رؤیت وشہادت

قمری مہینہ کبھی (۳۰) کا ہوتا ہے اور کبھی (۲۹) کا، اور شریعت میں چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "صوموا لرؤيته" اس لیے ۲۹ رشعبان کو رمضان کا چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔ اگر نظر آ جائے تو روزہ رکھ لیا جائے اور اگر دکھائی نہ دے تو اگلے روز کا روزہ نہ رکھے (۱)؛ یعنی رمضان کی ابتدا اور انتہا کا مدار جو رؤیت پر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الجملہ رؤیت ضروری ہے، اگر کسی کو بھی چاند نظر آیا اور وہ رؤیت کی گواہی دے تو چاند کا ثبوت ہو جائے گا، ہر شخص کے لیے چاند دیکھنا ضروری نہیں، پھر اگر مطلع صاف ہو تو جم غفیر کی رؤیت ضروری ہے، یعنی ثبوتِ ہلال کے لیے ضروری ہے کہ اتنی بڑی تعداد چاند دیکھے جس سے یقین ہو جائے کہ واقعی

---

(۱) يجب أن يلتمس الناس الهلال في التاسع والعشرين من شعبان وقت الغروب، فإن رأوه صاموه، وإن غم أكملوه ثلاثين يوما. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۹۷)

انھوں نے چاند دیکھا ہے، ان کو دھوکا نہیں ہوا ہے، یہ حکم ہلالِ عید اور رمضان دونوں کا ہے۔

اور اگر مطلع صاف نہ ہو (بادل، گرد و غبار یا تیز سرخی ہو) تو رمضان کے چاند میں ایک مسلمان کی خبر کافی ہے جو عادل ہو، لفظ شہادت ضروری نہیں ہے(۱)؛ البتہ عید کے چاند میں تعداد (دو گواہوں) کا ہونا شرط ہے، اور ان کا دیندار ہونا بھی شرط ہے؛ اسی طرح لفظ شہادت یا ہر زبان میں اس کا مترادف لفظ بولنا ضروری ہے(۲)۔

شہادت کے سلسلے میں چند اصولی امور

حکومت یا ذمے دارانِ ہلال کمیٹی (Moon Committee) کے لیے شہادت کا اعتبار کر کے ملک میں اعلان کرنے کے واسطے تین صورتوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے، اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو ایسی شہادت کی بنیاد پر عید کا اعلان کرنا حکومت کے لیے یا ہلال کمیٹی کے کسی ذمے دار کے لیے جائز نہیں ہے، وہ تین صورتیں اصطلاحِ شریعت میں یہ ہیں:

(الف) شهادت على الرؤية

(ب) شهادت على شهادة الرؤية

(ج) شهادت على القضاء

---

(۱) وبلا لفظ أشهد وبلا حكم ومجلس قضاء، لأنه خبر لاشهادة.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳۵۲/۳، كتاب الصوم)

(۲) وشرط للفطر، مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ أشهد.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳۵۳/۳ كتاب الصوم، جواهر الفقه: ۳۹۹/۱)

شہادت علی الرؤیۃ

شہادت علی الرؤیہ یہ ہے کہ گواہی دینے والے حضرات ایسے عالم یا علما کی جماعت کے سامنے بذاتِ خود پیش ہوں، جن کی احکام شرعیہ میں مہارت پر پورے علاقے یا ملک میں اعتماد و یقین کیا جاتا ہو، اور یہ عالم یا علما متفقہ طور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کریں۔

شہادت علی الشہادۃ

شہادت علی الشہادۃ یہ ہے کے اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہوئے یا نہیں ہو سکے تو ہر ایک کی گواہی پر دو گواہ ہوں، اور وہ گواہ عالم یا علما کے سامنے یہ شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے بیان دیا ہے کہ میں نے فلاں رات فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

شہادت علی القضاء

شہادت علی القضاء یہ ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا، اگر وہاں حکومت کی طرف سے کوئی ذیلی کمیٹی ہے (جیسے ہمارے ہندوستان میں ہر صوبہ کی ہلال کمیٹی) اور اسمیں کچھ ایسے علما موجود ہیں، جن کے فتوی پر علما اور عوام اعتماد کرتے ہیں، اور چاند دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی عینی شہادت پیش کریں، اور وہ علما ان کی شہادت قبول کریں تو ان علما کا فیصلہ اس حلقے (صوبہ) کے لیے تو کافی ہے جس میں شہادت پیش ہوئی ہے، مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کے لیے ضروری ہے کے حکومت کی نامزد کردہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے سامنے ان علما کا فیصلہ بشرائط ذیل پیش ہو۔

یہ سب علما یا ان کا امیر تحریر کریں کہ فلاں وقت ہمارے سامنے دو یا زائد شاہدوں نے بچشمِ خود چاند دیکھنے کی گواہی دی، اور ہمارے نزدیک یہ گواہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، اس لیے ان کی شہادت پر چاند ہونے کا فیصلہ دے دیا، یہ تحریر دو گواہوں کے سامنے لکھی جائے، پھر یہ گواہ یہ تحریر لے کر مرکزی کمیٹی کے علما کے سامنے اپنی اس شہادت کے ساتھ پیش کریں کہ فلاں علما کی جماعت نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے۔

مرکزی علما ہلال کمیٹی کے نزدیک اگر ان علما کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہے، تو اب یہ کمیٹی پورے ملک میں مرکزی حکومت کے دیے ہوئے اختیارات کے ماتحت اعلان کرسکتی ہے، اور یہ اعلان سب مسلمانوں کے لیے واجب القبول ہوگا، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ یہ اعلان عام خبروں کی طرح نہ کیا جائے بل کہ مرکزی ہلال کمیٹی کے سرکردہ کوئی عالم خود ریڈیو وغیرہ پر اس امر کا اعلان کرے کہ ہمارے پاس شہادت علی الرؤیۃ، یا شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ، یا شہادت علی القضاء کی تین صورتوں میں سے فلاں صورت پیش ہوئی ہے، ہم نے تحقیقات ہونے کے بعد اس پر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

تنبیہ:

جن ملکوں میں اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، وہاں چاند کا اعلان وہی معتبر ہوگا جو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ افراد یا کمیٹی کی طرف سے کیا جائے، اپنے طور پر عوام کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا اختیار نہ ہوگا(۱)۔

(۱) قال الشامي والصحيح من هذا كله أنه مفوض إلى رأى الإمام.

(ردالمحتار: ۳/۳۵٦، كتاب الصوم)

ہندوستان جیسے ممالک جہاں اقتدارِ اعلیٰ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے، وہاں چاند کے اعلان کا اختیار معتمد علیہ رویت ہلال کمیٹیوں یا علاقہ کے با اثر ائمہ اور علما کو ہوگا، اُنہیں کے سامنے چاند کی شہادتیں پیش کی جائے گی، اور انہی کے اعلان پر روزہ یا عید کا فیصلہ ہوگا، اور جس کمیٹی اور عالم کا جتنا دائرۂ اثر ہے؛ اسی حد تک اس کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۱۹۹)

ہیلی کاپٹر (Helicopter) سے چاند دیکھنے کا حکم

اگر ہلی کاپٹر (Helicopter) سے افق پر جاکر چاند کو دیکھا جائے، اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے تو شرعاً اسکا اعتبار ہوگا، اور اس رویت پر شرعی ثبوت کے بعد چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۲۰۰)

ہوائی جہاز (Aeroplan) سے چاند دیکھنے کا حکم

ہوائی جہاز سے جو چاند دیکھا جائے اور وہ زمین پر سے نظر نہ آئے تو اس بارے

---

(۱) والعالم الثقة في بلدة ولا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على شرح الوقاية ۱/۲٤٦، رقم الحاشية:۸، جواهر الفقة ۱/٤۰۲)

(۲) وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد، إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع، وإليه الإشارة في كتاب الإستحسان، وكذا إذا كان على مرتفع في المصر.

(فتح القدير: ۲/۳۲۸، فصل في رؤية الهلال، الفتاوى التاتارخانية: ۲/۹۲، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۲۵۸، امداد المفتيين: ۲/٤۰۵)

میں قدرے تفصیل ہے: اگر ہوائی جہاز کے ذریعے نیچے پرواز کر کے چاند دیکھ لیا گیا تو اس کا شرعاً اعتبار ہے، جیسا کہ ہیلی کاپٹر سے چاند دیکھنے میں ہوتا ہے (۱)، اور اگر ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر جا کر چاند دیکھا کہ وہاں کا مطلع بدل جاتا ہے، اور اس خبر کو مان لینے سے مہینہ ۲۸/دن کا ہونا لازم آجائے تو ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار نہ ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جدید آلات (ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز خوردبین وغیرہ) کے ذریعہ رؤیت کی حیثیت محض کشف کی ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز وجود میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے خواہ مخواہ نظر آنے لگے، بل کہ وہ ایک موجود شئ کو جسے ہم دوری، غبار یا نظر کی کمی کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، ہمارے لیے قابلِ دید بنا دیتی ہے، اس کی نظیر خود فقہا متقدمین کے یہاں بھی ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص بلند مقامات سے چاند دیکھے جب کہ نیچے سے نظر نہ آ رہا ہو تو یہ رؤیت شرعاً معتبر ہے (۳)، اور وہاں بلند

---

(۱) وذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع، وإليه الإشارة في كتاب الاستحسان، وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر. (الهداية: ۱/۲۱٦)

(۲) إن عدم عبرة إختلاف المطالع، إنما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، أقول لابد من تسليم قول الزيلعي والإلتزام وقوع العيد يوم السابع والعشرين أو الثامن والعشرين، أو يوم الحادي والثلاثين أو الثاني والثلاثين فإن هلال بلاد قسطنطنية ربما يتقدم على هلالنا يومين.

(العرف الشذي على هامش الترمذي: ۲/۱٤٥، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال، كتاب النوازل: ٦/۲۸۱، إمداد الفتاوى: ۲/۱۰۸، جديد فقهي مسائل: ۲/۳٤)

(۳) وذكر الطحاوي تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع وإليه الإشارة في كتاب الاحسان وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر. (الهداية: ۱/۲۱٦، كتاب الفتاوى: ۲/۲٤)

مقامات سے وہ اونچائی مراد ہے جو عموماً شہروں میں ہوا کرتی ہے، تاکہ مکانوں اور درختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں حائل نہ ہو، خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، مذکورہ بالا گفتگو کی روشنی میں انطباق آسان ہوگیا، کہ اگر مطلع صاف نہ ہو اور کوئی شخص ہیلی کاپٹر سے یا ہوائی جہاز کے ذریعے اتنے اونچائی سے چاند کو دیکھے جہاں سے صرف موجود چاند نظر آئے تو رؤیت معتبر ہوگی، کیوں کہ رؤیت سے یہاں رؤیتِ بصری مراد ہے جو یہاں پر موجود ہے، نیز ہیلی کاپٹر کی پرواز اتنی نہیں ہوتی کے مطلع ہی بدل جائے کہ آج کے چاند کے بجائے کسی اور دن کا چاند نظر آجائے، اسی لیے ہم نے ہوائی جہاز کے ذریعے رؤیت کے معتبر ہونے کے لیے کم اونچائی سے دیکھنے کو شرط قرار دیا ہے، کیوں کہ عامتاً ہوائی جہاز کی پرواز اتنی بلندی پر ہوتی ہے جہاں سے مطلع بدل جاتا ہے، اور موجودہ چاند کے علاوہ کوئی اور چاند نظر آجاتا ہے۔

رقم المسئلة (۲۰۱)

ہلال رمضان وعید کے سلسلے میں ریڈیو (Radio) اور ٹی وی (TV) کی خبر پر اعتماد کا حکم

اگر قاضی یا ہلال کمیٹی (Moon Committee) کسی شہادت پر مطمئن ہو کر عید یا رمضان کا اعلان ریڈیو یا ٹی وی پر نشر کرے، تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات ودیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر عید وغیرہ کا کرنا جائز ہے، کیوں کہ قدیم زمانے میں توپ، دف اور قنادیل کی روشنی کو اعلانِ رمضان وعید کے لیے استعمال کیا جاتا تھا(۱)، بشرطیکہ ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی

---

(۱) قال الشامي قلت و الظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر، =

والوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کریں، صرف وہی فیصلہ نشر کریں جو اُس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے دیا ہے؛ اور لوگوں پر لازم ہے کہ ریڈیو یا ٹی وی پر قاضی یا ہلال کمیٹی کا اعلان انتہائی احتیاط سے سنیں۔

رقم المسئلة (۲۰۲)

ہلال رمضان وعیدین کے سلسلے میں موبائل (Mobile) واٹ شاپ (Whatsapp) وغیرہ کی خبروں کا حکم

جب کسی جگہ رویت عام یا معتبر شہادتوں سے حاکم شرعی یا معتبر مفتی یا ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کردے، اور فیصلہ کی خبر ٹیلی فون' موبائل' فیکس' واٹ شاپ وغیرہ کے ذریعہ دوسری جگہ اس طرح پہنچے کہ اس کی صحت پر کامل یقین ہو جائے، تو اس طرح کی ناقابل تردید خبروں کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا، اور ان پر عمل کرنا لازم ہوگا(۱)۔

تنبیہ: آج ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلامی نظام حکومت نافذ نہیں ہے، رمضان اور عیدین میں انتشار کی وجہ یہی بنتی ہے کہ ایک طبقہ خبر مستفیض (کسی جگہ سے چاند کی خبر یا قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی خبر دوسرے شہر تک اس تواتر سے پہنچے کہ اس سے

= لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

(ردالمحتار: ۳۵۴/۳ مبحث في صوم يوم الشك، محقق وجديد مسائل ۲۵۵/۱، كتاب الفتاوى: ۳۷۶/۳)

(۱) قال شمس الأئمه الحلواني الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض و تحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة.

(رد المحتار: ۳ /۳۵۹، منحة الخالق:۲/ ۲۷۰، مجمع الأنهر:۱/ ۳۵۲، كتاب النوازل ۲۸۴/۶)

چاند کے ثبوت کا علم یقینی ہو جائے) کو نہ ماننے پر اڑا رہتا ہے، اور ہر چہار جانب سے چاند کے فیصلہ کی متواتر خبریں مسلسل آنے کے باوجود اپنے یہاں چاند کا اعلان اس وقت تک نہیں کرتا جب تک شخصی شہادت نہ آ جائے، حالاں کہ خبر مستفیض میں شخصی شہادت کی قطعاً ضرورت نہیں، یہی ضد سخت اختلاف وانتشار کا سبب بن جاتی ہے، اس لیے ایسے سب حضرات کو موجودہ دور میں استفاضہ کی جزئیات کو پیش نظر رکھ کر صحیح اور جلد فیصلہ کرنے کی راہ اپنانی چاہیے، کیوں کہ آج کل مواصلاتِ ذرائع عام ہونے کی بنا پر خبر مستفیض کا حصول آسان ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔بنیادی طور پر رمضان کے روزے کا ثبوت دو طریقے سے ہوتا ہے، رؤیت ہلال جب کہ مطلع صاف ہو(۲)۔اور شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے جب کہ فضا ابر آلود ہو(۳)۔

---

(۱) إن هذه الإستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة، لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر، وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها، لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة، فلابد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي، فكانت تلك الإستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي أقوى من الشهادة بأن أهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا، لأنها لا تفيد اليقين، فلذا لم تقبل إلا إذا كانت على الحكم أو على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة وإلا فهي مجرد إخبار بخلاف الاستفاضة فإنها تفيد اليقين. (ردالمحتار:۳/ ۳۵۹، مطلب لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم)

(۲) فمن شهد منكم الشهر فليصمه. (البقرة: ۱۸۵) – فإن رأوه صاموا. (المختصر القدوري:ص ۵۱)

(۳) صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين. (السنن لابن ماجة: ص ۵۳۰)

وإن غم عليهم أكملوا عدة شعبان ثلثين يومًا ثم صاموا. (المختصر القدوري:ص ۵۱)

جدید آلات (موبائل، ٹی وی وغیرہ) سے حاصل ہونے والی خبریں دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ ان آلات کی خبر یہ ہو کہ کسی جگہ کے علما پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہے، اور اناؤنسر (Announcer) اس فیصلے کی پوری تفصیلات ہلال کمیٹی کی تصریحات کے ساتھ اسی کے حوالے سے اور اس کی طرف منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ اس فیصلے کو نشر کرتا ہے، تو اس خبر یعنی اعلان کو صحیح سمجھا جائے گا، اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، جیسا کہ اوپر ذکر کیے ہوئے دونوں مسئلوں میں سے یہاں یہ بات موجود ہے کہ شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے فیصلۂ ہلال ہو چکا ہے، اب صرف اس فیصلۂ ہلال کی نشر واشاعت کرنی ہے، جس میں ان آلات کی حیثیت محض معاون کی ہے، اس لیے جائز ودرست ہے(۱)، ان آلات جدیدہ کے ذریعے ہلال کے خبر کی دوسری شکل یہ ہے کہ ان پر محض یہ خبر نشر ہو کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا ہے، تو اصولی طور پر یہ خبر ہے نہ کہ شہادت؛ کیوں کہ چاند دیکھنے والے پر نظام قضا یا مقامی علما یا ہلال کمیٹی کے ذمے داروں کو جا کر شہادت دینا لازم ہے(۲)، اس لیے موبائل ٹی وی وغیرہ کی ایسی خبروں پر عمل کرنا لازم نہیں ہوگا۔

---

(۱) لم يذكروا عندنا العمل بالأمارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا، والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر.

(منحة الخالق على البحر الرائق: ۲/۴۷۲، قبيل باب ما يفسد الصوم)

قلت الآلة المسماة بالراديو محفوظة جدا فجاز الاعتماد بخبرها عند بيان منشأ الحكم و اسم الحاكم خاصه لا يصل إليها كل أحد إذا عرف السامع الصوت و صاحبه فافهم. (فتاوى فريديه: ۴/۴۸، ۵۵)

(۲) إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها في ليلته حرا كان أو عبدًا ذكرًا كان أو أنثى.

(الفتاوى الهندية: ۱/۱۹۷، الباب الثاني في رؤية الهلال)

رقم المسئلة (۲۰۳)

رؤیتِ ہلال کے سلسلہ میں ماہرینِ فلکیات (Astronomer) اور سائنس دانوں (Scientists) کے حساب کا حکم

چاند سے متعلق ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کا حساب شرعاً معتبر نہیں ہے، یعنی چاند دیکھے بغیر محض ان ماہرین کے کہنے سے لوگوں پر روزہ رکھنا اور عید منانا جائز نہیں ہوگا(۱)، بل کہ ثبوتِ رمضان یا ثبوتِ عید کے لیے چاند کی رؤیت یا اس کا ثبوت لازم ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک بات سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں جن میں دو باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

---

(۱) ولا يجوز تقليد المنجم في حسابه لا في الصوم ولا في الإفطار.

(الفتاوى التاتار خانية: ۲/۳٦۸، الفصل الثاني فيما يتعلق برؤية الهلال)

قال الشامي تحت قوله (ولا عبرة بقول المئوقتين) أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج لا يعتبر قولهم بالإجماع، ولا يجوز للمنجم أن يعمل بحساب نفسه.

(ردالمحتار:۳/۳٥٤، مطلب لا عبرة بقول المؤقتين في الصوم)

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته فإن حالت دونه غيابة فأكملوا ثلاثين يومًا.

(السنن للترمذي:۱/۱٤۸، ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار، محقق ومدلل جديد مسائل:۱/۲٥٦، جديد فقهى مسائل:۲/۲٥)

(الف) شریعت عبادتوں اور تہوار کے اوقات کے لیے ایسی چیزوں کو معیار بناتی ہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام و خواص اور ناخواندہ و تعلیم یافتہ آدمی کے لیے ممکن ہوتا ہے۔

(ب) شریعت عبادتوں اور تہوار کے اوقات کے لیے ایسی چیز کو معیار بناتی ہے جو یقینی ہو تخمینی نہ ہو، جو باب صوم میں رؤیت ہلال ہے یا شعبان کے تیس دن مکمل ہونا۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں انطباق آسان ہو گیا کہ ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کا حساب شرعاً غیر معتبر ہے، کیوں کہ ان کے حساب میں مذکورہ بالا دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے، اس لیے کہ ان کے حساب کی گتھی صرف پڑھے لکھے لوگوں کو ہی سمجھ میں آئے گی عام لوگوں کو نہیں، نیز ان کی باتیں یقینی اور حتمی نہیں ہوتی، بل کہ وہ ایک تخمینہ اور اندازہ ہوتا ہے، اور صرف تخمینہ اور اندازہ پر حکمِ شرعی مرتب نہیں ہوتا(۱)۔

---

(۱) هل يعتبر قول المنجم؟ لاعبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم ولا على من وثق بقولهم، لأن الشارع علق الصوم على إمارة ثابتة لا تتغير أبدًا، و هي رؤية الهلال أو إكمال العدة ثلاثين يومًا، أما قول المنجمين فهو إن كان مبنيا على قواعد رقيقة، فإنّا نراه غير منضبط بدليل إختلاف آرائهم في أغلب الأحيان، هذا هو رأي ثلاثة من الأئمة. (الفقه على مذاهب الأربعة: ۴۸۱/۱، هل يعتبر قول المنجم)

قوله صلى اللّٰه عليه وسلم (أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب) قال إبن بزيزة و هو مذهب باطل فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم، لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذ لا يعرفها إلا القليل.

(بذل المجهود: ۴۴۰/۸، الرقم: ۲۳۱۹، باب الشهر يكون تسعا و عشرين)

رقم المسئلة (٢٠٤)

اختلاف مطالع (Difference of moonrise)

کہاں معتبر ہے اور کہاں نہیں؟

عرض مسئلہ:

مطلع کے معنی چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کے ہیں، اس طرح ''اختلافِ مطلع'' کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں چاند کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے، لہٰذا ممکن ہے کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہو، ایک جگہ ایک دن چاند نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن۔ اب یہاں دو سوالات ہیں:

(الف) ''اختلاف مطلع'' پایا بھی جاتا ہے یا نہیں؟

(ب) اگر پایا جاتا ہے تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ اختلاف مطلع پایا جاتا ہے یا نہیں؟ تو یاد رکھنا چاہیے کہ چاند کا ایک قدرتی نظام ہے، اور مہینہ کے ہر دن اس کی منزلیں متعین ہیں، اور بلاشبہ طول البلد اور عرض البلد کے اعتبار سے ہر علاقہ میں چاند کا مطلع بھی الگ الگ ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے؛ کیوں کہ اللہ رب العزت نے خود قرآن کریم میں اس کی صراحت فرمائی ہے ''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ بڑھنے کے بعد پرانی ٹہنی کے مانند لوٹ آتا ہے''(۱)۔

---

(۱) والقمر قدرنه منازل حتى عاد كالعرجون القديم. (یٰس:۳۹)

اور اب تو یہ بات قرینہ اور مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہوچکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے، عین اس وقت جب ایک جگہ دن اپنے شباب پر رہتا ہے تو دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کرچکی ہوتی ہے، ٹھیک اس وقت جب ایک مقام پر ظہر کا وقت ہوتا ہے دوسری جگہ مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کا مطلع ایک تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پس معلوم ہوگیا کہ اختلاف مطلع قدرتی، مشاہدتی، عقلی اور تجرباتی طور پر ثابت ہے۔

سوال ثانی: کیا اختلاف مطلع کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں یعنی اگر پوری دنیا کے کسی بھی ایک ملک میں چاند نظر آجائے تو پوری دنیا کے لیے وہ چاند حجت ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر کسی ملک کے ایک صوبہ میں چاند نظر آیا تو کیا اس ملک کے سارے صوبوں میں چاند حجت ہوگا یا نہیں؟

جواب: احناف کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر مشرق کے کسی خطہ میں چاند نظر آیا تو وہ مغربی خطوں کے باشندوں کے لیے بھی حجت ہوگا، اور یہی رؤیت ان کے لیے عیدین و رمضان ثابت کرنے کو کافی ہوگی (۱)۔

---

(۱) اختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه أكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۳۶۳، مطلب في إختلاف المطالع)

مگر جب نقل وحمل اور مواصلات کے ذرائع وسیع ہوئے، اب آدمی ۲۴ر گھنٹے میں پوری زمین کا چکر لگا سکتا ہے اور دو چار منٹ میں ایک کونے کی خبر دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے، تو علما کا فتوی بدل گیا، اور فی زماننا ہذا، ننانوے فی صد علما کی رائے یہ ہے کہ اب بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع شرعاً معتبر ہے، اور بعید کی حد یہ ہے کہ وہاں کی رؤیت تسلیم کرنے سے یہاں کا مہینہ ۲۹ر دن سے کم یا ۳۰ر دن سے زیادہ کا لازم آجاتا ہو (مثلاً ہندوستان اور سعودیہ) ایسی جگہوں کی خبریں تسلیم نہیں کی جائیں گی، اگرچہ کتنے ہی وثوق کے ساتھ کیوں نہ آئیں۔

البتہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطالع شرعاً معتبر نہیں ہیں، اور قریب کی حد یہ ہے کہ اس جگہ کی معتبر خبر کو مان لینے سے اپنے یہاں مہینہ ۲۹ر دن سے کم یا ۳۰ر دن سے زیادہ لازم نہ آتا ہو، مثلاً (ہندوستان کے مختلف صوبے بلادِ قریبہ کے حکم میں ہیں)(۱)۔

---

(۱) إن عدم عبرة إختلاف المطالع إنما هو في البلاد المتقاربة لا البلاد النائية، أقول لابد من تسليم قول الزيلعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين، أو الثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين.

(العرف الشذي على هامش الترمذي :۲/ ۱٤٥، باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطار)

إذا كان بين القطرين قريب بحيث تتحد المطالع فلايعتبر، وإن كانت بعيدة بحيث تختلف المطالع فيعتبر، فلو صام أهل قطر ثلاثين يوماً برؤية، وأهل قطر آخر تسعة وعشرين يوماً برؤية، فعليهم قضاء يوم إن كا بين القطرين قريب بحيث تتحد المطالع،وإن كانت بعيدة بحيث تختلف لايلزم أحد القطرين حكم الآخر فالقرب مثل سورية والعراق، والبعد مثل الكويت والمغرب وجاء عن ابن عباس وعائشة صوم كل جماعة يوم يصومون وفطرهم يوم يفطرون.

(الفقه الحنفي وأدلته :۱/ ۳٦۷، قبول خبر الوحد في رؤية هلال رمضان، تبيين الحقائق:۲/ ۱٦٥، كتاب الصوم، جديد فقهي مسائل:۲/ ۲۷، فتاوى دار العلوم زكريا:۳/ ۲٥٥، كتاب النوازل:٦/ ۲۸۹)

طريقة الإنطباق

یہاں شریعت کا ایک اصول ذہن نشین کرلینا چاہیے تاکہ انطباق آسان ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں اسلامی مہینہ نہ تو ۲۹/دن سے کم ہوسکتا ہے اور نہ ہی ۳۰/دن سے زیادہ ہوسکتا ہے(۱)، اسی وجہ سے فقہانے بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطالع کو معتبر مانا ہے؛ کیوں کہ اگر بلادِ بعیدہ میں اختلافِ مطلع کو معتبر نہ مانے تو مہینہ کا ۲۹/دن سے کم یا ۳۰/ سے زیادہ ہونا لازم آئے گا، جو شرعا درست نہیں ہے، اور بلادِ قریبہ میں اختلاف مطلع کو معتبر نہیں مانا ہے، کیوں کہ بلادِ قریبہ میں اختلافِ مطلع کو معتبر نہ ماننے کی صورت میں مہینہ کا ۲۹/دن سے کم یا ۳۰/دن سے زیادہ ہونا لازم نہیں آتا ہے، رہی بات فقہائے متقدمین کی انہوں نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟

تو اس سلسلہ میں علامہ بنوریؒ نے تحریر کیا ہے کہ ائمہ کرام کے زمانہ میں جو نظام مواصلات تھا اس کے اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر کوئی شخص اتنا طویل مسافت طے کرلے جس میں مطلع ہلال مختلف ہوجائے، پس کوئی شخص ایک جگہ چاند دیکھ کر کسی دوسری ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا، جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف ہوجائے، اس لحاظ سے ائمہ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ بھی معتبر ہے، اور مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں، حاصل یہ ہے کہ ان کے زمانے میں بھی اگر نظام مواصلات میں ترقی کرلی ہوتی جواب ہے تو وہ فقہا بھی یہی کہتے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے(۲)۔

---

(۱) عن ابن مسعودؓ قال ما صمت مع النبي صلى الله عليه وسلم تسعا وعشرين أكثر مما صمنا ثلاثين

(السنن للترمذي: ۱/ ۱۴۸، ماجاء أن الشهر يكون تسعا وعشرين)

(۲) قال الراقم والذي يظهر أن الأئمة لم ينقل عنهم إلا قول عدم العبرة للإختلاف مطلقا من غير فرق=

رقم المسئلة (۲۰۵)

سعودی عرب میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد ہندوستان آنے کی صورت میں روزے کا حکم

اگر کوئی شخص ابتدائے رمضان میں سعودی عرب میں تھا، بعد میں وہ ہندوستان آیا اب وہاں چوں کہ دو دن یا ایک دن پہلے رمضان شروع ہوا تھا، اس لیے جس دن وہاں عید تھی، اس دن وہاں ہندوستان میں انتیسواں یا تیسواں روزہ تھا، اس اعتبار سے اس کا اکتیسواں یا بتیسواں روزہ ہو رہا ہے، تب بھی وہ یہاں ہندوستان میں رمضان کے مطابق روزہ رکھے گا(۱)۔

= بين قرب وبعد ومن غير تفصيل، وإنما المنقول عنهم قول إجمالي، ومنشأ ذلك أن طيّ مسافة بعيدة يختلف في مثلها مطلع الهلال ماكان يمكن في شهر واحد نظر إلى نظام المواصلات في ذالك العهد، ونظرإلى النظم المعهود في قطع المسافة عند ذالك ، فما كان يمكن أن يرى رجل الهلال، ثم يصل قبل تمام الشهر إلى بلد يختلف مطلعه فكان الحكم هو اللزوم بالوجه الشرعي وعدم العبرةللإختلاف فجاء قول عدم العبرةمن هذه الجهة. (معارف السنن: ٣٣٨/٥/ ٣٣٩)

(١) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلي الله عليه وسلم قال الصوم يوم تصومون ، والفطر يوم تفطرون.
(السنن للترمذي : ١/ ١٥٠، ماجاء أن الصوم يوم تصومون)

لوصام رأي هلال رمضان وكمل العدة لم يفطر إلا مع الإمام لقوله عليه السلام صومكم يوم تصومون و فطركم يو م تفطرون.

(ردالمحتار:٣/ ٣٥١، مبحث في يو م الشك، محقق ومد لل جديد مسائل:١/ ٢٥٩)

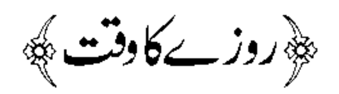
طريقة الإنطباق

یہاں ایک قاعدۂ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہوجائے "الاحتياط في حقوق الله تعالىٰ جائز وفي حقوق العباد لايجوز" یعنی حقوق اللہ میں احتیاط کے پہلو کا اعتبار ہوگا لیکن حقوق العباد میں نہیں؛ اسی قاعدہ کی روشنی میں مصنفؒ کی ہر دو عبارت "ومن رأى هلال رمضان وحده صام، ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر" کا معنی مفہوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص تنہا رمضان کا چاند دیکھتا ہے تو وہ روزے رکھے گا، گرچہ امام نے اس کی شہادت کو رد کردیا ہو؛ کیوں کہ اس کے حق میں شہودِ رمضان کا تحقق ہوگیا؛ اسی طرح اگر کوئی شخص تنہا عید کا چاند دیکھ لے تو وہ روزے رکھے گا عید نہیں منائے گا کیوں کہ روزہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، جس میں احتیاط کے پہلو کا اعتبار ہوتا ہے، اور احتیاط روزہ رکھنے میں ہے۔ چھوڑنے میں نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص سعودی عرب میں چاند دیکھ کر روزہ شروع کرلے اور تیس روزے مکمل کرنے کے بعد ہندوستان آئے اور یہاں ۲۹/واں یا ۳۰/واں روزہ ہو تو وہ شخص ہندوستان میں روزے ہی رکھے گا، خواہ اس کے روزے ۳۱/یا ۳۲/ہی کیوں نہ ہوجائیں، کیوں کہ روزہ حق اللہ ہے جس میں احتیاط کا پہلو غالب ہوتا ہے(۱)۔

---

(۱) الإحتياط في حقوق الله تعالىٰ جائز و في حقوق العباد لايجوز. (قواعدالفقه:ص ۱۵)

قال الشامي في التحفة يجب عليه الصوم، وهو ظاهر إستدلالهم في هلال رمضان بقوله تعالىٰ "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" وفي العيد بالاحتياط. (ردالمحتار: ۳۵۱/۳ كتاب الصوم)



رقم المتن - ۹۹

وَوَقْتُ الصَّوْمِ مِنْ حِيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الثَّانِيِّ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ.

ترجمہ: اور روزہ کا وقت صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک ہے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ عبارت میں مصنفؒ روزہ کا اول وقت اور آخر وقت بیان کر رہے ہیں، اور وہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۰۶)

طویل عرصہ کے دن اور رات والے علاقوں میں روزے کے اوقات کا تعین

جہاں پر طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے، وہاں جس طرح نماز کے اوقات کو اندازے سے متعین کیا جاتا ہے، اسی طرح ماہِ رمضان کی آمد اور

---

(۱) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل و أدبر النهار وغابت الشمس فقد أفطرت. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۰، ما جاء إذا أقبل الليل)

روزے کے اوقات کا بھی تعین اندازے سے کیا جائے گا، اس کی آسان صورت یہ ہے کہ ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہیے جو ان سے قریب ہیں، اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کے آمد ورفت کا سلسلہ ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ واضح قرینہ کے پائے جانے کی صورت میں عمل لازم ہو جاتا ہے(۲)؛ کیوں کہ ایک شئ کی متعدد پہچان ہو سکتی

---

(۱) ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال، فقال إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه، والله خليفتي على كل مسلم، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف، فإنها جواركم من فتنته، قلنا وما لبثه في الأرض، قال أربعون يومًا يوم كسنة ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، فقلنا يارسول الله صلى الله عليه وسلم، هذا اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة، قال لا أقدروا له قدره. (السنن لأبي داؤد:۲/۵۹۳، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال) إنما أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتقدير، بأن يقدر الصلاة قدر اليوم والليلة، وهو أربعة و عشرون ساعة، لأن طول يوم الدجال كان لشعبذة منه لاحقيقة، فلهذا أمر بأن يقدورا له، وأما في البلاد التي يكون اليوم أطول فالصلاة فيه مقدرة على قدره، لأنه على حقيقته.

(بذل المجهود: ۱۲/ ۳۷۳، كتاب الملاحم، خروج الدجال)

قال الشامي لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح، قلت وكذالك يقدر لجميع الآجال كالصوم، والزكاة، والحج ، والعدة، وآجال البيع، والسلم، و الإجارة، وينظر إبتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص، كذا في كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعًا في الصلوات.

(ردالمحتار:۲/ ۲۲، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار، محقق و مدلل جديد مسائل : ۱/۲۵۲، فتاوى حقانيه: ۱۴۵/۴، نوادر الفقه:۱/۲۷۷)

(۲) وقال الشيخ الشنقيطي عند قوله تعالى "و شهد شاهد من أهلها الخ" يفهم من هذه الآية لزوم الحكم بالقرينة الواضحة. (طرائق الحكم المتفق عليها أو المختلف فيها في الشريعة الإسلامية:ص۲۸۳)

ہے، اسی لیے کسی چیز سے متعلق ایک دلیل کا مفقود ہونا اس چیز کے جائز نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے(۱)، مذکورہ اصول کی روشنی میں مسئلہ مبحوث عنہا کا انطباق آسان ہوگیا، کہ اگرچہ کسی جگہ طویل عرصہ دن اور رات ہو، اس کے باوجود ان پر روزہ فرض ہوگا۔ وہ اس طرح کہ ایسے علاقوں میں روزے کے وقت کو معلوم کرنے کرنے لیے قرینۂ واضحہ ان سے قریب کے وہ علاقے ہوں گے جہاں حسبِ عادت شب وروز کا ظہور ہوتا ہے، ان علاقوں کے اوقات کی رعایت طویل عرصہ دن اور رات والے علاقوں کے لوگوں پر لازم ہوگی (۲)؛ کیوں کہ یہ چیز ان کے حق میں قرینۂ واضحہ کے درجہ میں ہے۔

رقم المسئلة (۲۰۷)

کارڈ (Card) یا جنتری کے حساب سے افطار وسحر کا حکم

افطار کا مدار غروبِ آفتاب پر ہے(۳)، اور سحر کے وقت کا تعلق صبح صادق سے پہلے

(۱) ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض و بين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر وجواز تعدد المعرفات للشيء، فانتفاء الوقت انتفاء المعرف، وانتفاء الدليل على شيء لاستلزام إنتفاء لجواز دليل آخر وقد وجد.

(فتح القدير: ۱/ ۲۲۶، كتاب الصلاة)

(۲) قال الشامي لو مكثت الشمس عند قوم مدة، قال في إمداد الفتاح قلت و كذالك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة، وينظر إبتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب مايكون كل يوم من الزيادة والنقص، كذا في كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعًا في الصلوات.

(رد المحتار: ۲/ ۲۲، كتاب الصلاة مطلب في فاقد وقت العشاء)

(۳) أتموا الصيام إلى الليل. (البقرة:۱۸۷)

سے ہے(۱)، کارڈ یا جنتری پر نہیں، کارڈ وغیرہ غروب اور صبح صادق کے تابع ہوتے ہیں، اور اس میں غلطی کا امکان بھی ہے، اس لیے اس کا بالکلیہ اعتبار نہیں ہوگا؛ البتہ جو کارڈ یا جنتری طلوع وغروب کا وقت بتانے میں تجربہ سے صحیح ثابت ہو چکے ہوں، تو صحیح گھڑی سے ان کے وقتِ افطار کے مطابق افطار کرنا جائز ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

شریعتِ مطہرہ میں اوقاتِ افطار وسحر کی بنیاد آفتابی سایوں طلوع وغروب (جو ظاہری آثار ہیں) پر رکھی گئی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کو سمجھنا ہر عام وخاص کو آسان ہے، لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ طلوع وغروب کی حیثیت فقط علامات کی ہے، اگر ابر و بارش وغیرہ کی وجہ سے ان شرعی علامات سے واقفیت نہ ہو، تو واقفینِ فن کی بنائی ہوئی جنتری، تقویم وغیرہ کے ذریعے افطار وسحر کی شرعاً اجازت ہوگی؛ بشرطیکہ ان کے ذریعہ ظنِ غالب حاصل ہو؛ کیوں کہ وسائل مقصود نہیں ہوتے ہیں بل کہ مطلوب، مقاصد ہوتے

---

(۱) كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر. (البقرة:۱۸۷)
عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل وأدبر النهار، وغابت الشمس فقد أفطرت. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۰، ما جاء إذا أقبل الليل)

(۲) قال الشامي: قلت: ومقتضى قوله لا بأس بالفطر بقول عدل صدقه إنه لا يجوز إذا لم يصدقه، ولا بقول المستور مطلقًا، وبالأولى سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لاحتمال كونه لغيره، ولأن الغالب كون الضارب غير عدل فلابد حينئذٍ من التحري، فيجوز لأنّ ظاهر مذهب أصحابنا جواز الإفطار بالتحري كما نقله في المعراج عن شمس الأئمة السرخسي، لأن التحري يفيد غلبة الظن وهي كاليقين.
(ردالمحتار:۳/۳۸۳، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، محقق ومدلل جديد مسائل:۱/۲۵۴)

ہیں(۱)، اور وہ (افطار وسحر کے وقت کا معلوم ہونا) جنتری وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ رمضان کے لیے ہمارے زمانے میں جو جنتری کارڈ وغیرہ سحر وافطار کے وقت کو بتانے کے لیے بنائے جاتے ہیں وہ ماہر فن علما کی نگرانی میں تیار ہوتے ہیں، جن سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے اور ظنِ غالب کا شریعت میں اعتبار ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۲۰۸)

سحری (Dawn meal) ہندوستان میں اور افطار (Break fast) سعودی عرب میں

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں شام کو مثلاً پانچ بجے ہندوستان سے سعودی عرب کے لے چلا اور ہندوستان میں افطار کا وقت چھ بجے ہے، اب راستے میں کہیں سورج غروب نہیں ہوا، جب سعودی پہنچا تو وہاں ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا تھا، تو ہندوستان کے وقت کے مطابق افطار نہیں کرے گا، بل کہ سعودی کے وقت کے اعتبار سے افطار کرے گا گرچہ روزہ لمبا ہو جائے(۳)۔

(۱) والوسائل تتبع المقاصد في أحكامها، الوسائل أخفض رتبة من المقاصد.

(موسوعة القواعد الفقهية: ۱۹۹/۱۲)

(۲) فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوات وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع و الاصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك. (ردالمحتار:۲/ ۱۰۰، كتاب الصلاة مبحث في إستقبال القبلة)

(۳) أتموا الصيام إلى الليل. (البقرة:۱۸۷)

قال الشامي والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق، قال =

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کا سمجھنا ایک اصول کے سمجھنے پر موقوف ہے، اور وہ یہ ہے کہ سحری افطار اور دیگر عبادات میں اسی جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے جہاں وہ عبادت انجام دی جارہی ہے۔اسی وجہ سے اگر کوئی شخص کسی ملک سے افطار سے کچھ گھنٹوں پہلے کسی ایسے ملک میں آجائے جہاں ابھی اس ملک کے مقابلے میں جہاں سے یہ شخص آیا ہے افطار میں زیادہ وقت باقی ہے تو یہ شخص اس ملک کے اعتبار سے روزہ افطار کرے گا جہاں وہ فی الحال ہے؛ کیوں کہ عبادات میں اسی جگہ کا اعتبار ہے جہاں عبادت کرنے والا موجود ہے(۱)۔

﴿روزے کا معنی، مفسداتِ صوم﴾

رقم المتن - ۱۰۰

وَالصَّوْمُ هُوَ الإِمْسَاكُ عَنِ الأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ نَهَارًا مَعَ النِّيَّةِ...... وَمَنْ أَكَلَ أَوْشَرِبَ مَا يُتَغَذّٰى بِهِ، أَوْ يُتَدَاوِيْ بِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ.

ترجمہ: اور روزہ نام ہے کھانے پینے اور صحبت کرنے سے رُکے رہنے کا دن بھر نیت کے ساتھ اور اگر کوئی کھالے یا پی لے ایسی چیز جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا دوا کی جاتی ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

= صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل من ههنا فقد أفطر الصائم أي إذا وجدت الظلمة حسا في جهة المشرق، فقد ظهر وقت الفطر، أوصار مفطرا في الحكم.

(ردالمحتار:۳/ ۳۳۰، كتاب الصوم، محقق و مدلل جديد مسائل:۱/ ۲٦۰)

(۱) تحكم المكان أصل في الشرع. (قواعد الفقه :ص ٦٨، رقم القاعدة:٧٦)

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے روزے کے شرعی معنی کا ذکر کیا ہے کہ روزہ اپنے آپ کو نیت کے ساتھ پورے دن کھانے پینے اور جماع سے روکنے کا نام ہے، پھر مصنفؒ نے مفسدات صوم کا ذکر فرمایا؛ چناں چہ روزے کو توڑنے والی تین چیزیں ہیں:

الف-اکل (کھانا) ب-شرب (پینا)

ج-جماع (ہم بستری کرنا)(۱)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۰۹)

روزے کی حالت میں پان، تمباکو (Betel, Tobacco) کے استعمال کا حکم

اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں پان، تمباکو کا استعمال کرے تو چوں کہ لعاب کے ذریعہ اس کے اجزاء معدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہوگا(۲)۔

---

(۱) هو الإمساك نهارًا عن إدخال شيء عمدًا أو خطئًا بطنًا أو ماله حكم الباطن وعن شهوة الفرج بنية من أهله. (نور الإيضاح: ص۱۳۶)

(۲) وإن أكل ورق الشجر فإن كان مما يؤكل كورق الكرم، فعليه القضاء والكفارة.

(الفتاوى الهندية: ۲۰۵/۱، الباب الرابع فيما يفسد،

محقق و مدلل جدید مسائل: ۲۲۰/۱، جدید فقہی مسائل: ۱۹۰/۱)

طريقة الإنطباق

یہاں مَـا یُتَغَذّٰی (غذا کے طور پر کھائی جانے والی چیز) کے معنی کا جاننا ضروری ہے، اور وہ ہر ایسی چیز ہے جس کے کھانے کے لیے طبیعت کا میلان ہو، اور اس کے ذریعہ پیٹ کی شہوت (چاہت) پوری ہوجائے(۱)، یہ معنی پان اور تمباکو میں موجود ہے کیوں کہ اس کے کھانے والوں کی طبیعت اس کے کھانے کی طرف مائل بھی ہوتی ہے، اور پان تمباکو کے استعمال میں اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ اس کے اجزا لعابِ دہن کے ساتھ معدہ تک پہنچ جائیں، اور غذائی شیٔ کے اجزا کا معدہ تک پہنچ جانا مفسدِ صوم ہے، اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، کیوں کہ پان اور تمباکو کے ''اکل'' میں ''صفتِ عمد'' کا معنی ہوتا ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۲۱۰)

سگریٹ نوشی (Smoking) سے روزہ کا حکم

سگریٹ (Cigrate) پینے سے سگریٹ کا دھواں منہ کے ذریعہ حلق کے اندر چلا جاتا ہے، جو فسادِ صوم کا سبب ہے؛ لہٰذا سگریٹ نوشی مفطر صوم ہے، جس میں قضا کے

---

(۱) اختلفوا هي معنى التغذي قال بعضهم هو أن يميل الطبع إلى أكله وتنقضي به شهوة البطن.
(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۹)

(۲) وعلى هذا الورق الحبشي والحشيشة والقطاط إذا أكله فعلى القول الأول تجب (الكفارة) لأن الطبع يميل إليه، وتنقضي به شهوة البطن، قلت وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان إذا شربه في لزوم الكفارة. (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ص۳٦۵، باب ما يفسد به الصوم)

ساتھ کفارہ لازم ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (۲۱۱)

روزہ کی حالت میں حقہ (Hubblebubble) پینے سے روزہ کا حکم

اگر کوئی روزہ دار بحالت روزہ حقہ پیتا ہے تو اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا، جس میں قضا کے ساتھ کفارہ لازم ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (۲۱۲)

آٹے کا غبار روزہ دار کے حلق میں چلے جانے سے روزہ کا حکم

بسا اوقات آٹا نکالتے ہوئے یا پیستے ہوئے بلا اختیار آٹے کا غبار حلق میں چلا جاتا ہے تو شرعاً اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) قال علاؤ الدين: و لو دخل الغبار أو الرائحة في حلقه لم يفطره، وإن أدخله حلقه متعمدًا، روي عن أبي يوسف أنه إن تعمد عليه القضاء. (بدائع الصنائع: ۲/ ۶۰۰، فصل أركان الصيام)

قال الشامي تحت قوله (لو أدخل حلقه الدخان) أي بأي صورة كان الإدخال وبه علم حكم شرب الدخان. (ردالمحتار: ۳/۳۶۶، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۲۸، فتاوى حقانيه: ۴/۱۸۵)

(۲) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عودا أو غيرًا لو ذاكرًا لإمكان التحرز عنه. (الدر المختار مع ردالمحتار:۳/۳۶۶، باب مايفسد الصوم وما لا يفسد، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۳۸)

(۳) أودخل حلقه غبار ولو كان غبار دقيق من الطاحون، أو دخل حلقه ذباب أو دخل أثر طعم الأدوية فيه أي في حلقه، لأنه لايمكن الإحتراز عنها، فلا يفسد الصوم بدخولها وهو ذاكر لصوم.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۶۶۰، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۴۰)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ کے انطباق کے لیے ایک اصول کا سمجھ لینا ضروری ہے؛ تاکہ انطباق آسان ہو جائے۔ جن چیزوں سے بچنے میں حرج ہے، ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور جن سے بچنا ممکن ہو ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں فسادِ صوم اور عدمِ فسادِ صوم کی وجہ واضح ہوگئی۔ پان تمباکو کے کھانے اور سگریٹ نوشی کرنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ ان سے بچنا ممکن ہے(۱)، اور چوں کہ ان چیزوں کے کھانے پینے میں عمد واختیار کا دخل ہے، اسی لیے قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا(۲)، اور آٹے کے غبار سے بچنا ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے اگر بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) ومفاده إنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر، أي دخان كان ولو عودا أو عنبرا لو ذاكرا لإمكان التحرز عنه، قال الشامي تحت قوله (لو أدخل الخ) أي بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر بخور فآواه إلى نفسه و اشتمه ذاكرا لصومه أفطر لإمكان لتحرز عنه. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣٦٦/٣)

(۲) إذا فعل الصائم شيئًا منها طائعًا متعمدًا غير مضطر لزمه القضاء وا لكفارة. (نورالإيضاح: ص١٤٤)

(۳) أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان ولو ذاكرًا استحسانًا لعدم إمكان التحرز عنه. (رد المحتار: ٣٦٦/٣)

﴿غیر مفسداتِ صوم کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۰۱

فَإِنْ نَامَ فَاحْتَلَمَ أَوْ نَظَرَ إِلَى اِمْرَأَتِهِ فَأَنْزَلَ أَوِ ادَّهَنَ أَوِ احْتَجَمَ أَوِ اكْتَحَلَ أَوْ قَبَّلَ لَمْ يُفْطِرْ فَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: پس اگر سو جائے اور احتلام ہو جائے یا اپنی بیوی کو دیکھے پھر انزال ہو جائے یا تیل لگائے یا فصد لگوائے یا سرمہ لگائے یا بوسہ لیوے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ پس اگر انزال ہو جائے بوسہ لینے سے یا چھونے سے تو اس پر قضا واجب ہوگی نہ کہ کفارہ۔

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزے کی حالت میں سوتے ہوئے خواب میں احتلام ہو جائے یا حسین عورت کو دیکھا اور پھر انزال ہو جائے، یا اپنی بیوی کو بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا ہو۔ تو ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ ان تینوں صورتوں میں نہ تو صورتاً جماع (مرد کے ذکر کا عورت کے فرج میں داخل ہو جانا) پایا گیا اور نہ ہی معناً جماع (مباشرتِ فاحشہ سے انزال ہو جانا) پایا گیا؛ البتہ اگر بوسہ لینے سے انزال ہو گیا تو معنیٰ جماع کے پائے جانے کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا(۱)۔

(۱) لقوله عليه الصلاة والسلام "ثلاث لا يفطرن الصائم القيء والحجامة و الاحتلام، ولأنه لم يوجد صورة الجماع ولا معناه وهو الإنزال عن شهوة بالمباشرة". (الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۵)

اسی طرح سر میں تیل لگانے سے یا فصد لگانے سے (جس میں بدن سے خراب خون نکالا جاتا ہے) یا سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؛ کیوں کہ ان امور ثلاثہ میں فسادِ صوم کی علت (غذائی یا دوائی شئ کا منافذ اصلیہ میں داخل ہو جانا) نہیں پایا گیا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

(أو نظر إلى امرأته)

رقم المسئلة (۲۱۳)

روزے کی حالت میں کسی عورت کا فوٹو (Photo) دیکھنا مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

محض کسی عورت یا فوٹو کے دیکھنے سے یا کسی کا خیال اپنے دل میں جما لینے اور تفکر کرنے سے اگر احتلام ہو جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد نہ ہوگا (۲)؛ البتہ یہ فعل ناجائز وحرام ہے، خصوصاً روزہ کی حالت میں (۳)۔

---

(۱) الفطر مما دخل وليس مما خرج. (السنن الكبرى للبيهقي: ۴/ ۲۶۱، باب الإفطار بالطعام)

ومن أكل أو شرب ما يتغذي به أو يتداوي به فعليه القضاء والكفارة. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۲) أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل لأنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه، وهو الإنزال عن مباشرة، ولا يلزم من الحرمة الإفطار.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۶۵۸، الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۰۴، فتح القدير: ۲/ ۳۳۳)

(۳) قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم. (النور: ۳۰)

(فتاوى رحيميه: ۷/ ۲۶۲، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۰۶)

طريقة الإنطباق

یہاں روزہ کے معنی کا جاننا ضروری ہے اور وہ صائم کا اکل، شرب، جماع سے وقتِ صوم میں اپنے آپ کو روکنا ہے(۱)؛ پس معلوم ہوا کہ روزہ کا فساد صورتاً یا معناً جماع پر موقوف ہے، اور عورت کے فوٹو کو دیکھنے سے منی کے نکلنے کی صورت میں نہ تو صورتاً جماع کا معنی پایا گیا اور نہ ہی معناً جماع کا معنی پایا گیا؛ اسی وجہ سے اس صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (٢١٤)

(أو ادهن)

وِکس (Vicks) وغیرہ کے سونگھنے سے روزہ کا حکم

وِکس (Vicks) جھنڈو بام، عطر یا اور کوئی سونگھی جانے والی چیز کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس کے اجزاء حلق میں نہ جائیں(۳)۔

---

(١) الصوم هو الإمساك عن الأكل والشرب، والجماع نهارًا مع النية. (المختصر القدوري:ص٥٢)

(٢) أو أنزل بنظر إلى فرج امرأته لم يفسد أو فكر، وإن أدام النظر والفكر حتى أنزل، لأنه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه، وهو الإنزال من مباشرة. (الفتاوى الهندية: ١/ ٢٠٤)

(٣) ولا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحو مما لا يكون جوهرًا متصلاً كالدخان.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص ٥٤٣)

وكذا إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه لا يفسد صومه.

(فتاوى قاضي خان على هامش الهندية: ١/ ٢٠٨، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/ ٢٠٧)

رقم المسئلة (٢١٥)

حالت صوم میں چہرے پر کریم (Cream) لگانے کا حکم

اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں چہرے یا جسم پر کریم لگائے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٢١٦)

پان کی سرخی (Redness of Betel Leaf) کا منہ میں رہ جانے کی صورت میں روزہ کا حکم

اگر پان (Pan) کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کرلیا، کہ منہ میں پان کے اجزاء باقی نہ ہوں، لیکن تھوک کی سرخی نہ گئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر اس سرخی کے اثرات تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ کو مصنف کی عبادت "أو ادهن "پر منطبق کرنے کے لیے

---

(١) أو ادهن ...... لم يفطر.

(المختصر القدوري: ٥٢، نور الإيضاح: ص ١٤٣، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/٢٢٩)

(٢) أو بقي بلل بعد المضمضة فابتلعه مع البزاق لم يفطره.

(الفتاوى الهندية: ١/٢٠٣، الفتاوى البزازية: ٤/١٠٠)

قال الشامي تحت قوله (وإن وجد طعمه في حلقه) أي طعم الكحل أو الدهن كما في السراج وكذا لو بزق فوجد لونه في الأصح. (ردالمحتار: ٣/٣٦٧، كتاب المسائل: ٢/١٥٧)

ایک اصول کا جاننا ضروری ہے ''کوئی چیز پیٹ یا دماغ میں منفذِ اصلی سے پہنچے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے(۱)، محض کسی چیز کے اثر کا پیٹ یا دماغ میں جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا(۲)، اور وکس(Vicks) جھنڈو بام وغیرہ کے سونگھنے، یا پان کی سرخی کا منہ میں رہ جانے کی صورت میں محض اثر شئ پیٹ یا دماغ میں جاتی ہے جو مفسدِ صوم نہیں ہے، اور کریم کے چہرے پر لگانے کی صورت میں نہ تو اجزاء شئ کے دخول کا دخل ہے اور نہ ہی اثر شئ کے دخول کا، اس لیے وہ بھی مفسد صوم نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا مسائل ثلاثہ میں فسادِ صوم کی علت مفقود ہے، اور یہ بات مسلّم ہے کہ علت کے فقدان سے حکم کا فقدان ہو جاتا ہے(۳)۔

رقم المسئلة (۲۱۷)

(أو احتجم)

روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ (Blood Test) کرانا

روزہ کی حالت میں خون نکال کر ٹیسٹ کرانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا(۴)۔

---

(۱) هو الإمساك نهاراً عن إدخال شيء عمدًا أو خطئًا بطنًا أو ما له حكم الباطن. (نورالإيضاح: ص۱۳۶)

(۲) قال الشامي قال في القهستاني طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط. (ردالمحتار:۳/۳۶۷)

(۳)إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة:۲/۶۱۶، الرقم:۱۱۸)

(٤) ثلث لا يفطرن الصائم الحجامة والقيء والإحتلام. (السنن للترمذي: ۱/۱۵۲، أبواب الصوم)

أو ادهن أو احتجم. (المختصر القدوري ص/۱۵۲)

ولا بأس بالحجامة إن أمن على نفسه الضعف، أما إذا خاف فإنه يكره.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۱۹۹، محقق ومدلل جديدمسائل: ۱/٤۲۱، كتاب المسائل: ۲/۱۵۳)

رقم المسئلة (۲۱۸)

نکسیر (Hemorrhage) سے روزہ کا حکم

اگر کسی روزہ دار کی نکسیر پھوٹ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا(۱)؛ البتہ نکسیر کا خون حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں (۲)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنفؒ کی عبارت "احتجم" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے۔ روزہ معدے یا دماغ میں کسی شئ کے داخل کرنے سے ٹوٹتا ہے، بدن سے کسی شئ کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور خون ٹیسٹ (Blood Test) یا نکسیر کی صورت میں بدن انسانی سے خون نکلتا ہے، جیسے حجامہ (پچھنہ) میں سینگی کے ذریعہ بدن سے خراب خون کو کھینچ لیتے ہیں اور اصول ہے کہ بدن سے کسی شئ کے اخراج سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اس لیے خون ٹیسٹ اور نکسیر سے روزہ فاسد نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) أو ادهن أو احتجم. (المختصر القدوري: ص ۵۲)

(۲) ولو دخل معه أو عرق جبهته أو دم رعافه حلقه فسد صومه.

(فتاوی قاضي خان على هامش الهندية: ۲۱۱/۱،

محقق ومدلل جدید مسائل: ۲۲۹/۱، أحسن الفتاوى: ۴۳۸/۴)

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الفطر مما دخل وليس ممّا خرج.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۲۶۱/۴، باب الإفطار بالطعام)

رقم المسئلة (۲۱۹)

(أو اكتحل)

روزے کی حالت میں روزہ دار کا آنکھوں میں دوا(Eye drop)ڈالنا

روزے کی حالت میں آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اگر چہ اس دوا کا اثر حلق کے اندر محسوس ہو(۱)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت "أو اكتحل" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جاننا ضروری ہے۔روزے کے فساد کے لیے کسی شی کا منافذِ اصلیہ (پیٹ، دماغ) میں پہنچنا ضروری ہے(۲)، اور جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنکھ، دماغ اور معدے کے درمیان کوئی منفذ (گذرگاہ) نہیں ہے(۳)، کہ آنکھوں کے راستے سے دوا،

---

(۱) وأما إذا اكتحل أو أقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفسد صومه عندنا، و إن وجد طعمه ذلك في حلقه. (المحيط البرهاني: ۲/۵۵٦، الفصل الرابع)

قال الشامي تحت قوله (أو اكتحل) أي طعم الكحل أو الدهن، لأن الموجود في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن، و المفطر هو الداخل من المنافذ للاتفاق.

(رد المحتار: ۳/۳٦۷، المسائل المهمهة: ۴/۹٦، فتاوى حقانيه: ۴/۱۷۰، فتاوى فريديه: ۴/۱۲۳)

(۲) المفطر هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار: ۳/ ۳٦۷)

(۳) قطرة العين إنه يفطر وهو مذهب الحنفية و الشافعية ويستدلون بأنه لا منفذ بين العين والجوف، قطرة العين ليست مفطرة. قال ابن باز وابن عثيمين وغيرهما و استدلوا بأن قطرة العين الواحدة من =

دماغ یا معدے میں پہنچ جائے، اس لیے آنکھوں میں دوا ڈالنے یا سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (٢٢٠)

(أو قبل)

بحالتِ روزہ بیوی سے دل لگی (Fore play) کرنا

روزہ میں اپنی بیوی سے دل لگی کرنا جس میں انزال کا خطرہ نہ ہو جائز ودرست ہے۔ اور اگر دل لگی (Fore play) سے انزال کا خطرہ ہوتو شرعاً مکروہ ہے(۱)، اور انزال ہو جانے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں (۲)۔

طریقۃ الإنطباق

مسئلۂ مذکورہ کو مصنفؒ کی عبارت "أو قبل" پر منطبق کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ روزے کو توڑنے والی اشیا تین ہیں، اکل، شرب، جماع خواہ صورتاً (مرد کے آلہ کا عورت کے شرم گاہ میں داخل ہو جانا) ہو یا معناً (مباشرت سے شہوت کے ساتھ منی کا

= السنتيميتر المعكب، وهذا المقدار لن يصل إلى المعدة، فإن هذه القطرة أثناء مرورها بالقناة الدمعية، فإنها تمتص جميعًا ولا تصل إلى البلعوم، وإذا قلنا أنه سيصل إلى المعدة شيء فهو يسير والشيء اليسير يعفى عنه. (المفطرات المعاصرة: ص ٧)

(١) ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه، ويكره إن لم يأمن. (المختصر القدوري:ص ٥٢)

وكره قبلة ومس ومعانقة ومباشرة فاحشة إن لم يأمن المفسد وإن أمن لا بأس. (الدر المختار:٣٩٦/٣)

(٢) فإن إنزال بقبلة أو لمس فعليه القضاء ولا كفارة عليه.

(المختصر القدوري:ص ٥٢، كتاب المسائل:١٧٤/٢)

نکلنا) ہو، اور دل لگی بوسہ کی طرح ہے، کیوں کہ دونوں کا مقصود بیوی سے محبت کا اظہار ہے، اس لیے بوسہ یا دل لگی میں اگر انزال نہ ہوا ہو، تو صورتاً و معناً جماع کے نہ پائے جانے کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا(۱)، اور اگر انزال ہو جائے تو چوں کہ فسادِ صوم کی علت (معنیٰ جماع) پایا گیا، اس لیے روزہ فاسد ہو جائے گا(۲)، اور قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا کیوں کہ جنایت کامل نہیں ہے(۳)۔

﴿قئے (Vomatting) کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۰۲

وَ إِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ لَمْ يُفْطِرْ وَ إِنِ اسْتَقَاءَ عَامِدًا مِلْأَ فَمِهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ.

ترجمہ: اور اگر کسی کو الٹی ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر الٹی کرے جان بوجھ کر منہ بھر کر تو اس پر قضا واجب ہوگی۔

---

(۱) أو قبل لم يفطر يعني إذا لم ينزل لعدم المنافي صورة و معنًى و يعني بالمعنى الإنزال.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۵)

إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة:۲/۶۱۶)

(۲) فإن انزل بقبلة أو لمس فعليه القضاء والكفارة لوجود معنى الجماع وهو الإنزال عن شهوة بالمباشرة. (الجواهرة النيرة :۱/۳۳۵)

إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة:۲/۶۱۶)

(۳) وأما الكفارة فتفتقر إلى كمال الجناية، لأنها عقوبة فلا يعاقب إلا بعد بلوغ الجناية نهايتها.

(الجواهرة النيرة : ۱/۳۳۵)

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوریؒ حالتِ صوم میں قئے کا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر قئے خود بخود آئے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا، خواہ قئے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم (۱)، اور اگر جان بوجھ کر قئے کی جائے اور وہ منہ بھر کر ہو تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے (۲)؛ البتہ قئے کے عود (لوٹ جانے) اور اعادہ (لوٹا لینا) کے اعتبار سے مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں جن میں صاحبین کے مابین قدرِ اختلاف ہے۔

فسادِ صوم میں امام ابو یوسفؒ "منہ بھر" کا اعتبار کرتے ہیں خواہ عود ہو یا اعادہ، اور حضرت امام محمدؒ "اعادہ" کا اعتبار کرتے ہیں خواہ قئے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم (۳)۔

(الف) اگر قئے منہ بھر سے کم ہو اور خود ہی لوٹ جائے تو بالاتفاق مفسدِ صوم نہیں ہے، کیوں کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھر سے کم قئے کو حکم خارج حاصل نہیں ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک لوٹ جانے میں صائم کا فعل نہیں پایا گیا (۴)۔

(ب) اگر قئے منہ بھر کر ہو اور صائم اس کو منہ میں خود اپنے فعل سے لوٹا لے تو

---

(۱) وإن ذرعه القيء لم يفطر أي سبقه بغير صنعه سواء كان ملء الفم أو أكثر بالإجماع.

(الجوهرة النيرة: ۳۳۶/۱)

(۲) وإن استقاء أي طلب القيء عامدا أي متذاكر الصومه إن كان ملء الفم فسد بالإجماع مطلقاً أي سواء عاد أو أعاده. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۹۳/۳)

(۳) فأبو يوسف يعتبر ملء الفم ومحمد يعتبر الصنع. (الجوهرة النيرة: ۳۳۶/۱)

(٤) إحداها: إذا كان أقل من ملء الفم وعاد أو شيء منه لا يفطر إجماعًا أما عند أبي يوسف فلأ نه ليس بخارج لأنه أقل من ملء الفم، وعند محمد لاصنع له في الإدخال. (الجوهرة النيرة: ۳۳۷/۱)

بالاتفاق مفسد صوم ہے، عندابی یوسف منہ بھر قئے کا تحقق ہوگیا جس کو حکم خارج حاصل ہے، اور عند محمد فعلِ صائم پایا گیا(۱)۔

(ج) اگر قئے منہ بھر سے کم ہو، اور روزے دار خود اپنے فعل سے اس کو منہ میں لوٹالے تو امام محمدؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہوجائے گا؛ کیوں کہ اعادہ پایا گیا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ منہ بھر سے کم پائی گئی جس کو حکم خارج حاصل نہیں ہے(۲)۔

(د) اگر قئے منہ بھر کر ہو اور وہ خود بخود منہ میں لوٹ جائے تو عندابی یوسفؒ روزہ ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ منہ بھر کر قئے پائی گئی جس کو خارج کا حکم حاصل ہے، اور خارج یعنی منہ کے باہر سے کسی شئ کا منہ میں داخل کرنا یا داخل ہوجانا ہے جو مفسد صوم ہے، اور عند محمد روزہ نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ اعادہ (فعلِ صائم) نہیں پایا گیا(۳)۔

نوٹ: مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں سے پہلی (عود، أقل من ملء الفم) اور دوسری (اعادہ، ملء الفم) صورت متفق علیہ ہے؛ لیکن صورت ثالثہ (اعادہ، أقل

---

(۱) الثانية: إن كان ملء الفم وأعاده أو شيئاً منه أفطر إجماعًا، أما عند أبي يوسفؒ فلأن ملء الفم يعد خارجًا، وما كان خارجًا إذا أدخله جوفه أفطر، ومحمد يقول قد وجد منه الصنع.

(الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۷)

(۲) والثالثة: إذا كان أقل من ملء الفم وأعاده أو شيئا منه أفطر عند محمدؒ لوجود الصنع وهو الإدخال، وعند أبي يوسفؒ لا يفطر لعدم الملء. (الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۷)

(۳) والرابعة: إذا كان ملء الفم وعاد بنفسه أو شيء منه أفطر عند أبي يوسف لوجود الملء، وعند محمد لا يفطر لعدم الصنع وهو الصحيح. (الجوهرة النيرة: ۱/۳۳۷)

من ملء الفم) مختلف فیہ ہے جس میں قول ابی یوسفؒ (عدم فساد) پر فتویٰ ہے(۱)؛ اور صورت رابعہ (عود ، ملء الفم) بھی مختلف فیہ ہے جس میں قولِ محمدؒ (عدمِ فساد) پر فتویٰ ہے؛ کیوں کہ منہ بھر کے قئے سے بچنا ممکن نہیں ہے(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٢١)

روزہ کی حالت میں ڈکار (Eructation) کا حکم

اگر رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو صبح صادق کے بعد ڈکاریں آتی ہوں، اور اس کے ساتھ پانی بھی آتا ہو اور وہ پانی کو تھوک دے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے(۳)؛ لیکن اگر وہ پانی حلق میں خود لے لے، تو پانی کے منہ بھر کر ہونے کی صورت میں روزہ فاسد ہوجائے گا(۴)، اور منہ بھر سے کم ہونے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں

---

(١) وإن كان أقل من ملء الفم فعاد لم يفسد بالاتفاق، و إن أعاده لم يفسد عند أبي يوسف رحمه الله وهو المختار لعدم الخروج شرعًا. (فتح القدير: ٢/ ٣٣٩ ، كتاب الصوم)

وإن أعاده أفطر إجماعاً إن ملأ الفم و إلا لا هو المختار ، قال الشامي تحت قوله "هو المختار" هو الصحيح و صححه كثير من العلماء. (الدر المختار مع رد المحتار:٣ /٣٩٣ ، كتاب الصوم)

(٢) إذا كان ملء الفم و عاد بنفسه أو شيء منه كالحمصة فصاعدًا أفطر عند أبي يوسف لوجود الملء لا عند محمد لعدم الصنع و هو الصحيح. (ردالمحتار: ٣/ ٣٩٢ ، الجوهرة النيرة: ١/ ٣٣٧ ، فتح القدير: ٢/٣٣٩)

(٣) وإن ذرعه القيء وخرج ولم يعد لا يفطر مطلقًا ملأ أولا... وهذا كله قيء طعام أو ماء أو مرة أودم. (الدرالمختار: ٣/٣٩٣ ، فتح القدير:٢/٣٣٩)

(٤) والثانية إن كان مل الفم وأعاده أو شيئًا منه أفطر إجماعًا.

(الجوهرة النيرة: ١/٣٣٧ ، الدرالمختار:٣/٣٩٢)

ہوگا(۱)،اور اگر وہ پانی خود بخود حلق میں اتر جائے جس میں روزہ دار کا کوئی دخل نہ ہو، تو روزہ مطلقاً فاسد نہیں ہوگا، خواہ پانی منہ بھر کر ہو(۲)، یا منہ بھر سے کم(۳)۔

طريقة الإنطباق

یہاں قئے کی تعریف کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق کا سمجھنا آسان ہو جائے، قئی کہتے ہیں کھانے، پانی، پت وغیرہ کا منہ سے باہر پھینکنا(۴)؛ پس معلوم ہوگیا کہ ڈکار میں نکلنے والے پانی پر بھی قئی کی تعریف صادق آتی ہے، تو ڈکار کے پانی کا بھی حکم قئے کی طرح ہوگا، جو اوپر ذکر کردہ مسئلہ میں بیان ہوا(۵)۔

رقم المتن - ۱۰۳

وَمَنِ ابْتَلَعَ الْحَصَاةَ أَوِ الْحَدِيْدَ أَوِ النَّوَاةَ أَفْطَرَ وَقَضٰى.

ترجمہ: کوئی شخص کنکری یا لوہا یا گٹھلی نگل گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور وہ قضا کرے گا۔

---

(۱) وإن أعاده أفطر إجماعا إن ملأ الفم وإلا لا هو المختار، قال الشامي تحت قوله (هو المختار) هو الصحيح وصححه كثير من العلماء. (الدرالمختار مع درالمحتار: ۳۹۳/۳)

(۲) إذا كان ملء الفم وعاد بنفسه أو شيء منه كالحمصة فصاعدا أفطر عند أبي يوسف لوجود الملء لا عند محمد لعدم الصنع وهو الصحيح. (الدرالمختار: ۳۹۲/۳ ، فتح القدير: ۳۳۹/۲)

(۳) و إن كان أقل من ملء الفم فعاد لم يفسد بالإتفاق.

(فتح القدير: ۳۳۹/۲ ، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱٤۲/۲)

(٤) القيء هو مصدر بمعنى قذف الطعام وغيره من الفم ويطلق على المقذوف.

(التعريفات الفقهية: ص٤۳۷)

(٥) إذا قاء أو استقاء ملء الفم هكذا في النهر الفائق وهذا كله إذا كان القيء طعامًا أو ماء أو مرة.

(الفتاوى الهندية: ۲۰٤/۱)

توضیح المسئلة

اگر کسی شخص نے کنکری یا لوہا یا گٹھلی نگل لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضا واجب ہوگی، کیوں کہ صورتاً افطار کا معنی (منہ میں کوئی شئ لے کر حلق میں اُتارنا) پایا گیا، البتہ کفارہ واجب نہیں ہوگا کیوں کہ معناً افطار کے معنی (ایسی چیز کا معدے تک پہنچانا جس میں بدن کے درستی کی صلاحیت ہو) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جنایت ناقص ہے (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۲۲)

روزے کی حالت میں مٹی (Soil) کھانے کا حکم

اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ایسی مٹی کھالے جس کے ذریعے سر دھویا جاتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی، اور اگر کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہو جیسے حاملہ عورتیں ملتانی مٹی (بھنی ہوئی مٹی) کھاتی ہیں، تو اس پر فسادِ صوم کی وجہ سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (۲)۔

---

(۱) قال الشامي تحت قوله (أو ابتلع الخ) فيجب القضاء لوجود صورة الفطر ولا كفارة لعدم وجود معناه وهو إيصال ما فيه نفع البدن إلى الجوف سواء كان مما يتغذي به أو يتداوى فقصرت الجناية فانتفت الكفارة. (رد المحتار:۳/۳۷۶، مطلب في حكم الإستمناء)

(۲) ولو أكل الطين الذي يغسل به الرأس فسد صومه، وإن كان يعتاد أكل هذا الطين فعليه القضاء و الكفارة هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية:۱/۲۰۲، الباب الرابع فيما يفسد، محقق ومدلل جديد مسائل:۱/۲۳۵)

رقم المسئلة (٢٢٣)

روزہ کی حالت میں لعاب (Saliva) نگلنے کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ پر اس طرح بوسہ لے کہ بیوی کا لعاب مرد کے لعاب میں مل جائے، اور مرد اپنے لعاب کے ساتھ بیوی کے لعاب کو بھی نگل لے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس صورت میں قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے (۱)۔

رقم المسئلة (٢٢٤)

چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ کا روزے دار کے منہ میں چلے جانے کا حکم

چند روزے دار کھیل میں مشغول ہوں، یا یوں ہی گولیوں سے (جو بچے کھاتے ہیں) مثلاً چنے یا سینگ پھلی کے دانوں سے کھیل رہے ہوں، اور ایک نے دوسرے کی طرف دانہ اچھالا اور وہ اس کے منہ میں چلا گیا، دراں حالیکہ اس کو اپنا روزہ بھی معلوم تھا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس پر قضا واجب ہوگی (۲)۔

---

(۱) و كذا لو خرج البزاق من فمه ثم إبتلعه، و كذا بزاق غيره، لأنه مما يعاف منه و لو بزاق حبيبه أو صديقه كما ذكره الحلواني لإنه لا يعافه.

(ردالمحتار: ٣/٣٨٧، محقق و مدلل جديد مسائل: ١/٢٣٦)

(۲) و من ابتلع الحصاة أو الحديد أو النواة أفطر وقضى. (المختصر القدوري:ص ٥٢)

لوأن رجلا رمى إلى رجل حبة عنب فدخلت حلقه وهو ذاكر لصومه يفسد صومه.

(البحرالرائق:٢/٤٧٥، باب مايفسد الصوم، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/٢٣٩)

طريقة الإنطباق

یہاں عبارت "ومن ابتلع الخ" پر مسائلِ ثلاثہ کے انطباق سے پہلے ایک اصول کا سمجھنا ضروری ہے، فسادِ صوم کے سلسلہ میں قضا و کفارہ دونوں کا تعلق اس فطر سے ہے جو صورتاً و معناً دونوں اعتبار سے فطر ہو (صورتاً فطر نگلنے کو کہتے ہیں، اور معنیٰ فطر عادتاً کھائی جانے والی چیز کا بغرض غذا یا دوا یا تلذّذ کے کھانا) اور اگر صرف صورتاً فطر ہو، جیسے کنکری کا نگلنا یا صرف معناً فطر ہو، جیسے حقنہ کرانا تو ایسی صورت میں فسادِ صوم کے ساتھ صرف قضا متعلق ہوگی کفارہ نہیں۔

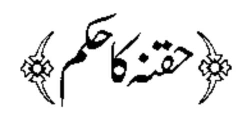
مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں جب ہم نے مسائلِ ثلاثہ (مٹی کا کھانا، لعاب کا نگلنا، چاکلیٹ کا منہ میں چلے جانا) میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ تینوں مسئلوں میں صورتاً فطر کا معنیٰ موجود ہے، کیوں کہ تینوں میں نگلنے کے معنیٰ موجود ہیں، جو صورتاً فطر ہے۔

مثلاً اگر مٹی عادت کے خلاف کھایا تو معنیٰ تلذّذ و غذا کے نہ پائے جانے کی وجہ سے صورتاً فطر ہے، اسی لیے صرف قضا واجب ہوگی، اور مٹی عادت کے موافق کھایا یا بیوی کا لعاب اپنے لعاب کے ساتھ ملا کر نگل گیا تو معنیٰ تلذذ و غذا کے پائے جانے کی وجہ سے صورتاً و معناً دونوں اعتبار سے افطار ہے اسی لیے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوگا۔

اور چاکلیٹ کھیلتے ہوئے خطاءً حلق سے اتر گئی تو معنیٰ عمد کے نہ ہونے کی وجہ سے صورتاً افطار ہے؛ اسی لیے صرف قضا واجب ہوگی، البتہ مسائلِ ثلاثہ میں صورتاً فطر کا معنیٰ موجود ہے اسی لیے فسادِ صوم کا حکم تینوں سے متعلق ہوگا(1)۔

---

(1) ذكروا أن الكفارة لاتجب إلا بالفطر صورةً ومعنًى ففي الأكل الفطر صورة وهو إبتلاع، والمعنى=



رقم المتن - ١٠٤

وَ مَنِ احْتَقَنَ أَوِ اسْتَعَطَ أَوْ أَقْطَرَ فِيْ أُذُنِهٖ أَوْ دَاوَى جَائِفَةً أَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ رَطْبٍ فَوَصَلَ إِلٰى جَوْفِهٖ أَوْ دِمَاغِهٖ أَفْطَرَ.

ترجمہ: اور جس نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی، یا گیلی دوا لگائی پیٹ یا سر کے زخم میں جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

توضیح المسئلہ

اگر بحالتِ روزہ پائخانہ کے راستے سے دوا اندر پہنچائی (جس کو انیمہ کہتے ہیں) یا ناک کان میں دوا وغیرہ ڈالا گیا، اور وہ دماغ تک پہنچ گیا، یا سر یا پیٹ کے زخم پر گیلی (Liquid) دوا وغیرہ لگائی گئی، اور اس کی تری معدہ یا دماغ میں پہنچ گئی تو روزہ ان تمام صورتوں میں فاسد ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ کسی غذائی یا دوائی شئ کا منافذِ اصلیہ (معدے، دماغ) میں پہنچ جانا مفسدِ صوم ہے خواہ وہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔

= كونه مما يصلح به البدن من غذاء أو دواء، فلا تجب في إبتلاع نحو الحصاة لوجود الصورة فقط، ولا في نحو الإحتقان لوجود المعنى فقط كما في الهداية وغيرها. (ردالمحتار:٣٨٧/٣)

ويظهر من ذلك إن مرادهم مما يتغذى به ما يكون فيه صلاح البدن بأن كان مما يؤكل عادةً على قصد التغذي أو التداوي أو التلذذ. (رد المحتار: ٣٨٧/٣)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٢٥)

روزہ کی حالت میں بواسیر کے مریض (Piles patient) کو پائپ (Pipe) سے دوا پہنچوانے کی صورت میں روزے کا حکم

اگر کسی روزہ دار بواسیر کے مریض کو پائپ کے ذریعہ پیچھے کے راستے سے دوا اندر پہنچائی گئی اور وہ دوا معدے تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا(۱)؛ لیکن اگر صرف بواسیری مسّوں پر یا اوپری سطح پر مرہم لگایا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا(۲)۔

رقم المسئلة (٢٢٦)

اِن ڈوز کاپی (Indoors copy) کے داخل کرنے کی صورت میں روزے کا حکم

اِن ڈوز کاپی (Indoors copy) ایک پتلی سی نلکی ہوتی ہے، جس کو پیچھے کی راہ سے داخل کر کے اندرونی امراض کا معائنہ کیا جاتا ہے، اس کے داخل کرنے سے روزہ نہیں

---

(١) ومن احتقن ...... أو أقطر في أذنه أو داوي جائفة أو آمة بدواء رطب فوصل إلى جوفه أو دماغه أفطر. (المختصر القدوري: ص٥٢)

(٢) وأطلق الدواء فشمل الرطب واليابس، لأن العبرة للوصول، لا لكونه رطبًا أو يابسًا، و إنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد.

(البحر الرائق: ٢ / ٤٨٧ ، باب ما يفسد الصوم ، محقق و مدلل جديد مسائل :١/ ٢٠٩)

ٹوٹے گا بشرطیکہ اس پر کوئی سیال (Liquid) یا غیر سیال دوا نہ لگائی گئی ہو(۱)۔

رقم المسئلة (۲۲۷)

بحالتِ روزہ امراضِ معدہ (Venter ailment) میں آلات داخل کرنا

امراضِ معدہ کی تحقیق کے لیے بعض جدید آلات مثلاً (Gastros copy) معدہ میں منہ کے راستے سے داخل کیے جاتے ہیں، اوران پر عامتاً سیال مادّہ (Liquid) وغیرہ لگایا جاتا ہے، جس سے آلے کا داخل ہونا آسان ہوجاتا ہے، تو اس آلے پر لگے لکویڈ کے معدے میں داخل ہونے کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجائے گا(۲)۔

رقم المسئلة (۲۲۸)

روزے کی حالت میں پلاسٹک سرجری (Plastic surgery) کروانا

روزہ کی حالت میں پلاسٹک سرجری کسی ایسے عضو کی' کی جائے کہ جہاں معدہ یا دماغ تک دوا پہنچنے کا منفذ (راستہ) نہ ہو، مثلاً ہاتھ پیر وغیرہ کی سرجری ہو تو روزہ نہیں

---

(۱) أو أدخل إصبعه مبلولة بماءٍ أو دهن في دبره.

(نور الإيضاح:ص۱٤۸، باب ما يفسد الصوم من غير كفارة)

ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد و هو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن ، فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن ، هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۰٤ ، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۱۲)

(۲) مفاد ما ذكرنا متنًا و شرحًا و هو أن ما دخل في الجوف ، إن غاب فيه فسد ، و هو المراد بالاستقرار.

(ردالمحتار:۳/۳٦۹ ، جديد فقهى مسائل: ۱/۱۸٦ ، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۲۱۸)

ٹوٹے گا، اور اگر کان، آنکھ، ناک وغیرہ کی سرجری کی جائے اور دوا نہ ڈالی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا (۱)، ہاں اگر دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا (۲)۔

رقم المسئلة (۲۲۹)

روزہ کی حالت میں دانت (Teeth) اکھڑوانا

روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر خون تھوک کے ساتھ نگل گیا، اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی استحساناً روزہ ٹوٹ جائے گا (۳)۔

طريقة الإنطباق

انطباق کے لیے ایک اصول ذہن نشین رکھنا چاہیے تاکہ متن پر ذکر کردہ پانچوں مسئلوں کا انطباق آسان ہو جائیں، مفسدِ صوم اشیاء کا جوفِ معدہ یا دماغ تک پہنچ جانا روزے کو فاسد کر دیتا ہے (۴)، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو، اسی لیے صاحبِ قدوری رقم

---

(۱) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار:۳/۳٦۷)

(۲) وما وصل إلى جوف الرأس والبطن من الأذن والأنف والدبر، فهو مفطر بالإجماع، وهي مسائل الإقطار في الأذن والسعوط والوجور الحقنة.

(خلاصة الفتاوى: ۱/۲۵۳، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۲۱۱)

(۳) الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقهٗ إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره، وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه، وإن كانا سواء أفسد أيضا استحسانا. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۳، رد المحتار: ۳/۳٦۸، كتاب الفتاوى: ۳/۲۹۹، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/۲۰۸)

(٤) المفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ۳/۳٦۷)

طراز ہیں:"داوي جائفه أو آمة بدواء رطب فوصل إلى جوفه أو دماغه أفطر".

یعنی سر یا پیٹ کے زخم پر لگی ہوئی دوا اگر معدے یا دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

پس مذکورہ اصول کی روشنی میں مسائلِ خمسہ میں سے ہر اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا، جہاں دوا وغیرہ ناک، کان، دبر کے ذریعہ منافذ اصلیہ (معدے، دماغ) میں پہنچ جائے(۱)، اور جن صورتوں میں دوا (معدہ، دماغ) تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (۲۳۰)

روزے میں انہیلر (Spray asthma) یا گیس پمپ (Gas pump) کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس (سانس) کا مرض ہوتا ہے، انہیں بعض اوقات انہیلر (Spray asthma) یا گیس پمپ (Gas pump) استعمال کرنا پڑتا ہے، جس کے ذریعہ ہوا اور اس کے ساتھ دوا جو غالباً سفوف کی شکل میں ہوتی ہے'' کا نہایت مختصر جزء

---

(۱) وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن و الدبر بأن استعط أو احتقن أو اقطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۶۰۶، فصل في أركان الصيام)

(۲) و إنما شرطه القدوري لأن الرطب هو الذي يصل إلى الجوف عادة حتى لو علم أن الرطب لم يصل لم يفسد. (البحر الرائق: ۲/ ۴۸۷)

پھیپھڑے تک پہنچ جاتا ہے'' یہ حلق ہی کے راستہ سے جاتا ہے، لیکن معدہ میں نہیں جاتا، اگر چہ یہ بات جدید تحقیق سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ سفوف کا یہ جزء معدہ تک نہیں پہنچتا تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ ہمارے نزدیک قصدًا و ارادةً دھویں یا غبار کو حلق میں داخل کرنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے؛ جب کہ یہ دھواں بھی معدہ تک نہیں پہنچتا(۱)۔

رقم المسئلة (۲۳۱)

روزے میں بھپارا (Whiff) لیا جا سکتا ہے یا نہیں

بعض دوائیں بھاپ کے ذریعہ اندر لی جاتی ہیں، اس کا ایک سادہ طریقہ تو وہی ہے جو زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے کہ ابلتے ہوئے گرم پانی میں دوا ڈال دی جاتی ہے، اور اس سے نکلنے والی بھاپ کو ناک کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے، آج کل اس کے لیے مشینی طریقے ایجاد ہوئے ہیں، اس طرح بھاپ لینا روزہ کو فاسد کر دے گا(۲)۔

---

(۱) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ومفاد ما ذكرنا متنا وشرحاً وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد وهو المراد بالإستقرار.

(ردالمحتار: ۳/۳٦٦-۳٦۹، کتاب الفتاوی ۳/ ۳۹٤، فتاوی محمودیه ۱۰/ ۱٥٤،

فتاوی حقانیه: ٤/ ۱۷۰، محقق و مدلل جدید مسائل: ۱/ ۲۱٥)

(۲) ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر، قال الشامي أي بأي صورة كان الإدخال حتى لو تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتمه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عنه، وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس.

(رد المحتار: ۳/ ۳٦٦، الفقه الإسلامي و أدلته: ۲/ ٦٥۷، محقق و مدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۱٦)

رقم المسئلة (۲۳۲)

بحالت صوم ٹرانس وتجینل سونوگرافی (Trans Vaginal Sonography) کا حکم

آج کل جدید میڈیکل سائنس نے حیران کن ترقیات کرلی ہیں، جس میں سے ٹرانس وتجینل سونوگرافی (Trans Vaginal Sonography) ہے، جس کے ذریعہ حاملہ عورت کے آگے کے راستے سے ایک آلہ داخل کر کے حمل (بچہ) کی پوزیشن (حالت) چیک کی جاتی ہے، جس پر ایک قسم کا لکویڈ (Liquid) لگایا جاتا ہے تاکہ آلہ آسانی سے اندر چلا جائے، اگر کسی عورت نے روزہ کی حالت میں ٹرانس وتجینل سونوگرافی کروائی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، کیوں کہ آلہ پر لگی ہوئی لکویڈ اندر چلی گئی(۱)۔

رقم المسئلة (۲۳۳)

عورت کی شرمگاہ میں بحالت صوم سیال یا جامد (Solid of medicine) دوا رکھنا

بعض دفعہ عورت کے آگے کے راستے میں اِنفکشن (Infection) ہو جاتا ہے

---

(۱) ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لايفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية: ١ / ٢٠٤ ، البحرالرائق: ٢ / ٤٨٧)

وأما في قبلها فمفسد إجماعا لأنه كالحقنة ، قال الشامي قلت الأقرب التخلص بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف ، إذ لاحاجز بينهما وبينه فهما في حكمه. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣ /٣٧٢)

جس کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ میں سیال یا جامد دوا رکھی جاتی ہے، اگر کسی عورت نے روزے کی حالت میں یہ دوا اپنی شرمگاہ میں رکھی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا(۱)۔

رقم المسئلة (٢٣٤)

لیڈیز ڈاکٹر (Ladies Doctor) کا روزہ دار عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالنا

حمل کے ابتدائی ایام میں لیڈیز ڈاکٹر بعض مرتبہ دستانہ پہن کر اور بعض مرتبہ دستانے کے بغیر حاملہ عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر لیڈیز ڈاکٹر خشک دستانہ پہن کر یا خشک انگلی داخل کر کے معائنہ کرتی ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر گیلا دستانہ یا گیلی انگلی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے، یا ایک مرتبہ خشک دستانہ یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد جب اس پر رطوبت لگ جائے نکال کر دوبارہ داخل کرتی ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں(۲)۔

---

(١) وفي الإقطار في إقبال النساء يفسد بلا خلاف وهو الصحيح هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهنديه: ١/ ٢٠٤ ، البحر الرائق ٢/٤٨٨ ، خلاصة الفتاوى: ١/٢٥٣)

بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف إذ لا حاجز بينهما وبينه فهما في حكمه.

(رد المحتار:٣/ ٣٧٢، فتاوى حقانيه ٤/١٦٨ ، فتاوى رحيميه: ٧/٢٥٦ ، محقق ومدلل مسائل: ١/٢٢٥)

(٢) ولو أدخل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد وهو المختار إلا إذا كانت مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن هكذا في الظهيرية.

(الفتاوى الهندية:١/٢٠٤ ، البحرالرائق:٢/٤٨٧ ، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/٢٢٧)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائلِ خمسہ کے انطباق کے لیے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے، ایک اصول کا، دوسرے شریعت کے مزاج کا۔

(الف) اصول: یہ بات اب مخفی نہیں رہی کہ منافذِ اصلیہ معدے یا دماغ میں کسی شیٔ کا چلے جانا مفسدِ صوم ہے(۱)۔

(ب) مزاج شریعت: شریعت کا یہ عام مزاج ہے کہ جب کسی حکم کی علت مخفی ہوتی ہے تو شریعت کسی ظاہری چیز کو اس کے قائم مقام گردانتی ہے اور حکم کا مدار اسی ظاہری شیٔ پر رکھ دیتی ہے۔

مثلاً: سفر میں نمازوں میں قصر کی علت مشقت ہے؛ مگر یہ ایک مخفی بات ہے، اس کا ادراک بہت مشکل ہے، اس لیے نفس سفر کو (جو ایک ظاہری شیٔ ہے) مشقت کے قائم مقام کر دیا، اسی طرح وضو ٹوٹنے کی علت ریح کا نکلنا ہے؛ مگر سونے والے کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لیے نیند کو (جو ایک ظاہری شیٔ ہے) خروج ریح کے قائم مقام کر دیا؛ اسی طرح وجوبِ غسل کی علت انزال ہے؛ مگر کبھی انزال کا ادراک نہیں ہوتا، اس لیے التقائے ختانین کو (جو ایک ظاہری شیٔ ہے) انزال کے قائم مقام کر دیا، اور حکم کا مدار اب اسی ظاہری شیٔ پر ہوگا حقیقت کی طرف نظر نہیں کی جائے گی (۲)۔

مذکورہ بالا بحث کے ذریعہ مسائلِ خمسہ کا انطباق واضح ہو گیا کہ بحالت روزہ خواہ

---

(۱) المفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ۳/۳٦۷)

(۲) تحفة الألمعي. (۱/۳۷۹)

انہیلر کا استعمال کرے یا بھپارا لے یا سونوگرافی کروائے اور اس کے آلے پر لکویڈ لگی ہو، یا عورت کی شرمگاہ میں کوئی دوا وغیرہ رکھے یا گیلا دستانہ پہن کر شرمگاہ میں داخل کرے، ان تمام صورتوں میں دوائی کے اجزاء کا معدے میں پہنچنے کا احتمال ہے، اور ایسے محلِ احتمال میں جہاں علت مخفی ہو، حکم کا مدار سببِ ظاہر پر رکھا جاتا ہے، اور یہاں سببِ ظاہر منہ اور شرمگاہ میں دوائی اجزا کا داخل کرنا ہے۔ اور منہ اور معدے کے مابین منفذ ہے، اسی طرح شرمگاہ اور معدے کے مابین بھی منفذ ہے(۱)؛ اسی وجہ سے دوائی اجزاء کا محض منہ میں یا شرمگاہ میں رکھنا ہی مفسد صوم ہوگا(۲)؛ کیوں کہ یہ ایک ظاہری شئ ہے جس کا شرع میں اعتبار ہے۔

رقم المسئلة (٢٣٥)

روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کا آپریشن (Operation) کروانا

روزے کی حالت میں دل یا پیٹ کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے جب کہ دل یا پیٹ کے آپریشن سے معدہ میں کوئی چیز نہیں جاتی ہے(۳)۔

---

(۱) بأن الدبر والفرج الداخل من الجوف إذ لا حاجز بينهما و بينه فهما في حكم. (ردالمحتار:۳/۳۷۲)

(۲) و مفاد ما ذكرنا متناً و شرحًا وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد، وهو المراد بالاستقرار. (ردالمحتار:۳/۳٦۹)

(۳) و كذا لو ابتلع خشبة أو خيطا ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء، ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد، قال الشامي أي مفاد ما ذكرنا وشرحا وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد، وهو المراد بالاستقرار، وإن لم يغب بل بقي طرف منه في الخارج، أو كان متصلا بشيء خارج لايفسد لعدم استقراره. (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۳٦۹، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/۲۱۰)

رقم المسئلة (٢٣٦)

روزے کی حالت میں دوا (Tablet) زبان کے نیچے رکھنا

امراضِ قلب سے متعلق وہ دوائیں (Medicins) جنہیں نگلا نہیں جاتا، بل کہ زبان کے نیچے دبا کر رکھا جاتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں اس دوا کو اس طریقے پر استعمال کیا جائے کہ دوا یا لعاب مل جانے والے دوا کے اجزا کو نگلنے سے بچا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(١)۔

رقم المسئلة (٢٣٧)

روزے کی حالت میں آپریشن (Operation) کے ذریعہ چربی نکلوانا

بسا اوقات خون کی نالی میں چربی جم جانے کی صورت میں آپریشن کیا جاتا ہے جس کو اِنجیوگرافی (Angiography) اور انجیو بلاسٹ (Angioblast) کہتے ہیں، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے(٢)۔

رقم المسئلة (٢٣٨)

روزہ کی حالت میں ڈائیلسس (Dialysis) کروانا

اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں ڈائیلسس (گردہ کی دھلائی) کروائے تو اس

---

(١) قال الشامي (كطعم أدوية) أي لو دق دواء فوجد طعمه في حلقه زيلعي وغيره، وفي القهستاني طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد في حلقه لم يفطر كما في المحيط.

(رد المحتار: ٣/ ٣٦٧، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/ ٢١٤)

(٢) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار: ٣/ ٣٦٧، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/ ٢٦١)

سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (٢٣٩)

روزہ کی حالت میں آکسیجن (Oxygen) لینا

روزے میں اگر آکسیجن کے ذریعہ سانس لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا (۲)۔

رقم المسئلة (٢٤٠)

بحالتِ روزہ انجکشن (Injection) اور گلوکوز (Glucose) کا حکم

بسا اوقات انسان بیمار ہوجاتا ہے، جس میں ڈاکٹر حضرات اسے انجکشن یا گلوکوز لگانے کا حکم دیتے ہیں تو روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے یا گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے (۳)۔

طريقة الإنطباق

حضرات فقہانے قرآن وحدیث کے تمام نصوص کو سامنے رکھ کر روزہ ٹوٹنے کا مدار دو چیزوں پر رکھا ہے۔

---

(١) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار :٣٦٧/٣، كتاب المسائل:١٥٤/٢)

(٢) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (رد المحتار: ٣٦٧/٣ ، كتاب المسائل: ١٥٤/٢)

(٣) والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ. (ردالمحتار :٣٦٧/٣)

والداخل من المسام لا ينافي كما لو اغتسل بالماء البارد.

(الهداية: ٢١٧/١ ، كتاب المسائل: ٥٤/٢ ، فتاوىٰ دارالعلوم زكريا: ٢٩٠/٣)

(الف) صورتِ افطار: یعنی منہ سے کوئی چیز قصداً یا خطاءً نگل لینا، خواہ وہ کیسی ہی چیز ہو، مفید ہو یا غیر مفید، یا قصداً جماع کرنا۔

(ب) معنیٰ افطار: یعنی جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ تک پہنچنے والے طبعی، غیر طبعی راستوں کے ذریعہ کسی طبعی یا عرفی مفید چیز کا جوف تک بالقصد پہنچ جانا یا قصداً انزال کر دینا(۱)۔

صورتِ افطار و معنیٰ افطار کے علاوہ اگر کوئی چیز مسامات یا رگوں کے ذریعے پہنچ جائے تو وہ مفسد نہیں ہے(۲)۔

مذکور بالا بحث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ ذکر کردہ چھ مسئلوں میں سے مفسد صوم کی دونوں علتوں (صورتِ افطار، معنیٰ افطار) میں سے کوئی علت نہیں ہے، اسی لیے ان مسائل میں روزہ نہیں ٹوٹے گا(۳)، مثلاً ''دل یا پیٹ کا آپریشن کروانا'' تو آپریشن میں معدے کے اندر کوئی چیز نہیں جاتی ہے، اسی طرح ''دوا زبان کے نیچے رکھنا'' اس میں بھی اس بات کی کوشش ہوتی ہے اور یقین ہوتا ہے کہ دوا کا کوئی جز معدے تک نہ پہنچے، اور مریض کو دوا کے اثر سے افاقہ ہوتا ہے اور محض اثر مفسدِ صوم نہیں ہے۔ نیز ''بذریعہ آپریشن چربی نکلوانا'' تو اس آپریشن میں بھی کوئی چیز معدہ میں داخل نہیں کی جاتی ہے محض

---

(۱) ذكروا أن الكفارة لا تجب إلا بالفطر صورة ومعنى ففي الأكل الفطر صورة هو الإبتلاع، والمعنى كونه مما يصلح به البدن من غذاء أو دواء. (ردالمحتار: ۳/۳۸۷)

(۲) والداخل من المسام لا ينافي كما لو اغتسل بالماء البارد. (الهداية: ۱/۲۱۷ باب ما يوجب القضا)

(۳) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة: ۲/۶۱۶)

خون کی نالی میں جمی ہوئی چربی کو نکالا جاتا ہے، اور روزہ داخل کرنے سے ٹوٹتا ہے، خارج کرنے سے نہیں؛ اسی طرح ''ڈائیلسیس'' اس کا تعلق صرف خون کی صفائی سے ہے، اور براہ راست جوف معدہ میں اس کے سبب کوئی چیز داخل نہیں ہوتی ہے، اور جہاں تک تعلق ''آکسیجن'' کا ہے، تو محض اس میں صاف ستھری ہوا ہوتی ہے، اور صرف ہوا کا بدن میں جانا مفسد صوم نہیں ہے، اور رہی بات ''انجکشن'' اور ''گلوکوز'' تو ان کے ذریعہ جو دوا انسان کے بدن میں پہنچائی جاتی ہے وہ رگوں میں پہنچائی جاتی ہے معدے میں نہیں، اور رگوں میں کسی شیٔ کا پہنچ جانا مفسدِ صوم نہیں ہے۔

رقم المتن - ۱۰۵

وَإِنْ أَقْطَرَ فِيْ إِحْلِيْلِهِ لَمْ يُفْطِرْ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٍ وَ قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ يُفْطِرُ.

ترجمہ: اور اگر دوا ٹپکالے اپنے ذکر کے سوراخ میں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

توضیح المسئلة

اگر کوئی شخص اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا وغیرہ ٹپکالے تو آیا روزہ فاسد ہوگا یا نہیں، اس سلسلہ میں حضراتِ طرفینؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، عند طرفین روزہ نہیں ٹوٹے گا اور یہی قول مفتی بہ ہے(۱)، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ٹوٹ جائے گا۔

---

(۱) قال الحصكفي أو أقطر في إحليله ماء أو دهنا و إن وصل إلى المثانة على المذهب ..... لم يفطر.
قال الشامي تحت قوله (على المذهب) أي قول أبي حنيفة و محمد معه في الأظهر و قال أبو يوسف =

قولِ مفتی بہ کی وجہ ودلیل

یادرکھنا چاہیے کہ یہ اختلاف ازقبیلِ فقہ نہیں ہے، بل کہ اس کا تمام تر انحصار طب (میڈیکل تحقیق) پر ہے، طرفین کے نظریے کے موافق مثانہ اور جوف (یعنی آنتوں یا معدہ) کے درمیان کوئی منفذ (سوراخ) نہیں ہے؛ پس معلوم ہوا کہ "إقطار في الإحليل" (ذکر کے سوراخ میں دواوغیرہ ٹپکانا) سے مثانہ میں کوئی چیز پہنچ کر وہ اس منفذ کے ذریعے آنت یا معدہ میں نہیں پہنچتی ہے، اسی وجہ سے وہ مفسدِ صوم نہیں ہے، جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ وجوف کے درمیان منفذ ہے، جو فسادِ صوم کا سبب بنے گا۔ مضمون بالا سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ اختلاف مذکور کی بنیاد فقہی اصول کی بجائے طب پر ہے، جیسا کہ اما م زیلعیؒ نے فرمایا: كذا يقول الأطباء۔

الغرض! جب طب ہی بنیاد ٹھہری تو واضح رہے کہ طب، مذہب طرفین کی مؤید ہے، نیز اختلافِ مذکور اُس دور میں تھا، جب ''طب'' میں انسانی جسم کی چیر پھاڑ (آپریشن) نہیں ہوتی تھی، اور اب جدید طب نے میڈیکل سرجری (Medical surgery) کے وجود میں آنے پر یہ اختلاف برسوں قبل ختم کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نظریے کی تصحیح و تصویب کردی ہے؛ چناں چہ موجودہ میڈیکل کے مستند ومعتبر مآخذ سے اس کی تحقیق ذیل میں مذکور ہے۔

= يفطر ثم ذكر مع مر من عبارة الزيلعي أن هذا الاختلاف مبني على أنه هل بين المثانه والجوف منفذ أم لا والأظهر أنه لامنفذ له. (الدر المختار مع رد المحتار:۳/۴۷۲)

والمتون المعتبرة على قول الطرفين. (المختار:۱/۱۴۱)

جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مثانہ اور آنتوں (معدے) کا آپس میں اس طرح کا کوئی تعلق نہیں ہے، جس سے کوئی چیز مثانہ میں پہنچ کر پھر آنتوں یا معدے میں سرایت کر جائے، بل کہ آنتوں کا نظام بالکل الگ ہے، اور مثانے کا نظام بالکل علاحدہ، اس کی وضاحت کے لیے آنتوں اور معدے سے متعلق ''نظامِ انہضام'' اور پیشاب ''گردوں کے نظام'' کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

نظامِ انہضام (Digestive system)

اس نظام کا کام خوراک کو حاصل کرنا، خوراک کو اس کے بنیادی اجزاء میں توڑنا، ہضم کرنا، ضروری اجزا کو جذب کرنا، اور فاضل اجزا کو پاخانے کی صورت میں آنتوں سے باہر نکالنا ہے، یہ نظام اجمالاً مندرجہ ذیل اعضا پر مشتمل ہے:

(۱) منہ (Oral cavity)

(۲) خوراک کو منہ سے معدے تک لے جانے والی نالی

(Pharynx & Esophagus)

(۳) معدہ (Stomach)

(۴) چھوٹی آنت (Small intestine)

(۵) بڑی آنت (Large intestine)

(۶) بڑی آنت کا آخری حصہ (Rectum)

(۷) مقعد (Anus)

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اس نظام میں خوراک منہ سے بالترتیب مقعد تک آتی

ہے، اور منہ سے لے کر مقعد تک کوئی ایسا واسطہ نہیں ہے جس کے ذریعہ خوراک اس نظام سے نکل کر دوسرے نظام (پیشاب کے نظام) میں داخل ہو۔

گردوں کا نظام (Renal System)

اس نظام کا کام خون سے پیشاب بنانا، پیشاب میں موجود ضروری اجزاء کو واپس خون میں شامل کرنا، اور باقی ماندہ پیشاب کو مثانے اور پیشاب کی نالیوں کے ذریعہ جسم سے باہر نکالنا ہے۔ یہ نظام اجمالاً مندرجہ ذیل اعضا پر مشتمل ہے:

(۱) گردے (Kidneys)

(۲) گردے اور پیشاب کی نالی کے درمیان واسطے کی بڑی نالی (Pelvis)

(۳) گردوں سے مثانے تک پیشاب لے جانے والی نالیاں (Ureters)

(۴) مثانہ (Urinary Bladder)

(۵) مثانے سے احلیل تک پیشاب لے جانے والی نالی (Urethra)

Urethra مزید تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۶) عضوِ تناسل (Penis)

اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ جسم میں صاف خون دل سے مختلف شریانوں (Arteries) کے ذریعہ جسم کے اعضا کو پہنچایا جاتا ہے، اسی طرح ایک مخصوص قسم کی شریان (Renal Artery) کے ذریعہ خون گردوں میں داخل ہوتا ہے، اور گردے بے شمار چھوٹی چھوٹی نالیوں (Nephrons) پر مشتمل ہوتے ہیں، جن کا کام خون سے پیشاب بنانا ہے، اور ضروری اجزاء کو دوبارہ خون میں شامل کرنا ہے۔

پیشاب بننے کے بعد یہ پیشاب گردوں سے پیشاب کی نالی کے درمیان کا واسطہ (Pelvis) کے ذریعہ پیشاب کی نالیوں (Ureters) سے ہوتا ہوا مثانے میں جمع ہوتا ہے، اور Ureters کے ذریعہ عضوِ تناسل سے ہوتا ہوا احلیل کے راستے سے باہر ہوجاتا ہے، چناں چہ اس نظام کے تمام اعضاء باہم یوں مربوط ہیں کہ ان اعضاء کا کسی دوسرے نظام (نظامِ انہضام) کے اعضاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے(۱)۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گردوں کے نظام (R,S) اور نظام انہضام (D,S) کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دونوں الگ الگ نظام ہیں، اس سے یہ بات اوضح من الشمس ہوگئی کہ احلیل (ذکر کے سوراخ) کے ذریعہ مثانے میں ڈالی جانے والی کسی بھی چیز یا دوائی کا کسی واسطے (منفذ وغیرہ) سے آنتوں یا معدے تک پہنچنا ممکن ہی نہیں، اسی لیے حضراتِ طرفین کے قول کو مفتی بہ قرار دیتے ہوئے اقطار فی الاحلیل کو مفسدِ صوم قرار نہیں دیا جاسکتا(۲)۔

---

(۱) القول الصواب في مسائل الكتاب :ص ۱۹۲، ۱۹۳

(۲) قوله (إن أقطر في إحليله لا) أي لايفطر سواء أقطر فيه الماء أوالدهن، وهذا عند أبي حنيفة وقال أبويوسف :يفطره وهورواية عن أبي حنيفة ومحمد توقف فيه، وقيل والأظهر أنه مع أبي حنيفة، وهذا الاختلاف مبني على أنه هل بين المثانة والجوف منفذ أم لا، وهو ليس باختلاف على التحقيق، والأظهرأنه لامنفذ له إنمايجتمع البول فيها بالترشح كذا يقول الأطباء. (تبيين الحقائق: ۱/ ۳۳۰)

أو أقطر في إحليله ماء أودهنا، وإن وصل إلى المثانة على المذهب، لم يفطر قال الشامي تحت قوله (على المذهب) أي قول أبي حنيفة ومحمد معه في الأظهر. (الدر المختار مع ردالمحتار ۳/ ٤٢٧)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤١)

بحالت صوم پیشاب رک جانے کی وجہ سے مرد کے اِحلیل میں نلکی (Urophero Scope) داخل کرنا

اگر مرد کے آگے کے راستے میں نلکی ڈالی جائے، اور اس پر کوئی لکویڈ (liquid) وغیرہ لگی ہو تو حضرات طرفین کے مفتی بہ قول کے مطابق روزہ فاسد نہیں ہوگا(۱)، اور قولِ ابی یوسفؒ کے اعتبار سے روزہ فاسد ہو جائے گا(۲)، لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب یہ دوا مثانے تک پہنچ جائے، اور اگر دوا صرف ذکر کے سوراخ میں ہی ہو مثانے تک نہ پہنچی ہو تو بالاجماع روزہ فاسد نہیں ہوگا(۳)۔

طريقة الإنطباق

حضرات طرفینؒ اور امام یوسفؒ کے مابین جو اختلاف ہے، اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مثانہ اور جوف کے درمیان منفذ ہے یا نہیں، حضراتِ طرفینؒ اس کے قائل ہیں کہ ان

---

(١) أو أقطر في إحليله ماء أو دهنا وإن وصل إلى المثانة على المذهب ...... لم يفطر قال الشامي تحت قوله (على المذهب) أي قول أبي حنيفة ومحمد معه في الأظهر. (الدرالمختار مع رد المحتار: ٤٢٧/٣)

(٢) و إن أقطر في إحليله ...... قال أبو يوسف يفطر. (المختصر القدوري:ص ٥٢)

(٣) و إذا أقطر في إحليله لا يفسد صومه عند أبي حنيفة ومحمد (رحمهما الله) وهذا الإختلاف فيما إذا وصل المثانة، وأما إذا لم يصل بأن كان في قصبة الذكر بعد لا يفطر بالإجماع.

(الفتاوى الهنديه: ٢٠٤/١، كتاب النوزل: ٣٦٨/٦)

دونوں کے مابین کوئی راستہ نہیں ہے، اسی لیے ان کے نزدیک "إقطار في الإحليل" سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ مثانہ اور جوف کے مابین منفذ (راستہ) کے قائل ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے(۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ مثانہ اور جوف کے مابین واقعی کوئی منفذ (راستہ) ہے یا نہیں تو یاد رکھنا چاہیے اس کا تعلق (مثانہ اور جوف کے مابین منفذ ہے یا نہیں) بابِ فقہ سے نہیں ہے، بل کہ طب (میڈیکل تحقیق) پر ہے۔ اور فی زماننا ہذا جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات بالکل منکشف ہو چکی ہے کہ مثانہ اور جوف کے مابین کوئی منفذ نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے توضیح المسئلہ کے ذیل میں اس کی مکمل وضاحت کی ہے، تو معلوم ہوا کہ جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق حضرات طرفینؒ کے قول کی مؤید ہے؛ اسی وجہ سے اگر بحالتِ روزہ پیشاب کے بند ہونے کی صورت میں اگر لکویڈ (Liquid) لگی ہوئی نلکی ذکر کے سوراخ میں داخل کی جاتی ہے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا(۲)۔

---

(۱) ولو أقطر في إحليله لم يفطر عند أبي حنيفة وقال أبو يوسف يفطر، وقول محمد مضطرب فيه، فكأنه وقع عند أبي يوسف أن بينه وبين الجوف منفذا، ولهذا يخرج منه البول ووقع عند أبي حنيفة أن المثانة بينهما حائل، والبول يترشح منه وهذا ليس من باب الفقه.

(الهداية: ۱/ ۲۲۰، كتاب الصوم، مايوجب القضاء والكفارة)

(۲) نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کی فیصلے، ص ۸۶

﴿بحالتِ صوم چکھنے (Taste) کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۰۶

وَ مَنْ ذَاقَ شَيْئًا بِفَمِهٖ لَمْ يُفْطِرْ وَيُكْرَهُ لَهٗ ذٰلِكَ.

ترجمہ: اور جس نے اپنے منہ سے کوئی چیز چکھی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے یہ فعل مکروہ ہوگا۔

توضيح المسئلة

اگر کسی شخص نے بحالت صوم کوئی چیز چکھ لی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ نہ تو صورتاً افطار پایا گیا اور نہ ہی معناً، البتہ یہ فعل مکروہ ہوگا کیوں کہ ایسا کرنے میں روزے کو فساد پر محمول کرنا پایا گیا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲٤۲)

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth Paste) کا حکم

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے لیکن اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا(۲)۔

---

(۱) ومن ذاق شيئًا بفمه لم يفطر لعدم الفطر صورةً ومعنًى، ويكره له ذلك لما فيه من تعريض الصوم على الفساد. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۳٤۱)

(۲) ومن ذاق شيئا بفمه لم يفطر ويكره له ذلك.

(المختصر القدوري: ص ۵۳، كتاب الفتاوى: ۳/ ٤۰۱، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۲۰۳)

رقم المسئلة (٢٤٣)

روزہ دار شخص کا ''گل'' سے دانت صاف کرنے کا حکم

روزے کے دوران تمبا کو کا پتّا جلا کر گل بنا کر دانت صاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے اجزا حلق میں نہ پہنچے(۱)۔

طريقة الإنطباق

ذوق (چکھنا) کی تعریف زبان کے ذریعہ کسی شیٔ کے مزہ کو معلوم کرنا(۲)۔
شریعت نے بحالتِ صوم کسی شیٔ کو چکھنے سے منع فرمایا ہے، یہ فعل مکروہ ہے، اور ٹوتھ پیسٹ، گل وغیرہ میں بھی ذوق (چکھنے) کا معنیٰ پایا جاتا ہے، اسی لیے روزے کے حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور گل کرنا مکروہ ہوگا؛ البتہ روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں نہ تو صورتاً افطار (نگلنا) پایا گیا، اور نہ ہی معناً افطار (کسی غذائی یا دوائی شیٔ کا جوف میں پہنچانا) جو فسادِ صوم کی علت ہے(۳)۔

---

(۱) ومن ذاق شيئا بفمه لم يفطر ويكره له ذلك. (المختصر القدوري: ص٥٣)
وكره له ذوق شيء وكذا مضغه بلا عذر، وكره مضغ علك ممضوغ ملتئم وإلا فيفطر.
(الدرالمختار مع ردالمحتار: ٣/٣٥٢، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/٢٠٣)

(٢) الذوق هو التعرف عن طعم الشيء باللسان واللهاة. (التعريفات الفقهية: ص٣٠٠)

(٣) ومن ذاق شيئا بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورة ومعنى) إما صورة فلأنه لم يصل إلى الجوف شيء من المنفذ المعهود، وإما معنى فلأنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه. (البناية شرح الهداية: ٣/٦٧٥)
الحكم يدور مع علته عدمًا ووجودًا. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/٧١٦، الرقم: ١١٨)

﴿ گوند (Gum) چبانے کا حکم ﴾

رقم المتن - ۱۰۷

وَمَضْغُ الْعِلْكِ لَا يَفْطُرُ الصَّائِمُ وَيُكْرَهُ.

ترجمہ: اور گوند چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے۔

توضیح المسئلة

اگر روزے دار گوند چبالے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیوں کہ گوند اپنی چپکاہٹ کی وجہ سے دانتوں سے چپکا رہے گا، جوف تک نہیں پہنچے گا، اور جو چیز جوف تک نہ پہنچے وہ روزے کو فاسد نہیں کرتی ہے، اور فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ گوند اگر ملا ہوا نہ ہو بل کہ باریک باریک ریزے ہوں، تو اس کو چبانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں گوند کے بعض اجزا جوف میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض حضرات فقہا نے کہا کہ گوند اگر سیاہ رنگ کا ہو تو اس کو چبانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، اگر چہ وہ باہم ملا ہوا ہو کیوں کہ سیاہ رنگ کا گوند ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، اور ریزہ ریزہ ہونے کی وجہ سے اس کے بعض اجزا جوف تک پہنچ جاتے ہیں۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ اصل فسادِ صوم کی علت گوند کے اجزا کا جوف تک پہنچ جانا ہے، پس جس گوند کے چبانے سے گوند کے اجزا جوف تک پہنچ جاتے ہوں، اس میں روزہ فاسد ہو جائے گا، اور جس گوند میں اس کے چبانے کی وجہ سے اجزا جوف تک نہ پہنچتے ہوں اس میں

روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ ہر دو صورت میں بحالتِ صوم گوند کا چبانا مکروہ ہوگا، کیوں کہ اس کو چبانے میں روزہ کو فساد پر محمول کرنا پایا جاتا ہے(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٤)

بحالت صوم چیونگ گم (Chewing gum) چبانے کا حکم

اگر کوئی روزہ دار چیونگ گم چبائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

محض کسی شیٔ کو چبانا مفسد صوم نہیں ہے، بل کہ اصل روزہ کے فاسد ہونے کی علت کسی شیٔ کے اجزا کا جوف تک پہنچ جانا ہے، اسی لیے فقہا نے اس گوند کے چبانے کو مفسدِ صوم قرار نہیں دیا ہے جو دانتوں میں چپک جاتا ہے؛ کیوں کہ اس کے اجزا جوف میں نہیں جاتے، اور ایسے گوند کو مفسدِ صوم قرار دیا ہے جس کے باریک باریک پرزے ہوں؛ کیوں کہ اس کے اجزا جوف میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کا مزہ بھی حلق میں محسوس ہوتا ہے،

اور چیونگم (Chewing gum) بھی ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس کو چبانے کی وجہ سے اس کے اجزا لعاب میں مل کر حلق میں اتر جاتے ہیں، اور اس کا باقاعدہ مزہ حلق میں

---

(۱) ومضغ العلك لا يفطر الصائم، لأنه لا يصل إلى جوفه، وقيل إذ لم يكن ملتئما يفسد، لأنه يصل إليه بعض أجزائه، وقيل إذا كان أسود يفسد وإن كان ملتئما، لأنه يتفتت إلا أنه يكره للصائم لما فيه من تعريض الصوم للفساد، ولأنه يتهم بالإفطار. (الهداية: ١/ ٢٢٠، كتاب الصوم)

(٢) وإن تناولها الخارج إن مضغها لا يفسد صومه إلا أن يجد طعمه في حلقه، وفي الفتاوى العتابية لو مضغ يفسد ولا كفارة. (الفتاوى التاتارخانية: ٢/ ١٠٤، محقق ومدلل مسائل: ١/ ٢١٣)

محسوس ہوتا ہے؛ اسی وجہ سے چیونگم میں فسادِ صوم کی علت کے پائے جانے کی وجہ سے اسکو مفسدِ صوم قرار دیا گیا ہے(۱)۔

﴿روزے میں عذرِ شرعی کا حکم﴾

رقم المتن – ۱۰۸

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا فِي رَمَضَانَ فَخَافَ إِنْ صَامَ إِزْدَادَ مَرَضُهُ أَفْطَرَ وَقَضَى.

ترجمہ: اور جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور ڈر ہو کہ اگر روزہ رکھا تو بیماری بڑھ جائے گی تو روزہ نہ رکھے اور قضا کرے۔

توضيح المسئلة

اب تک روزے کے مسائل کا بیان تھا، اب ان اعذار کو بیان کریں گے جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، ان ہی اعذار میں سے بیماری ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھنے کا خطرہ ہے لہٰذا فی الحال روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا لازم ہوگی۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲٤٥)

ٹی بی کے مریض (TB Stricken pateint) کے لیے روزے کا حکم

اگر ٹی بی کے مریض کو روزہ رکھنے کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور ماہر ڈاکٹر

(۱) الحكم يدور مع علته عدمًا وجودًا. (جمهرة القواعد الفقهية: ۲/۷۱٦)

یا حکیم روزہ رکھنے کو منع کرے تو روزہ نہ رکھے، جب تندرست ہو جائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو فوت شدہ روزوں کی قضا کرے، اور اگر موت تک صحت کی توقع نہیں ہے تو فدیہ دیدے، ایک روزے کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے، اور اگر یہ فدیہ دینے کے بعد تندرست ہو جائے تو فدیہ کا حکم باطل ہو جائے گا اور فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی (۱)۔

طريق الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلے کو مصنف کی عبارت "ومن كان مريضاالخ" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا جان لینا ضروری ہے، تا کہ انطباق سہل ہو جائے۔ ہر ایسا مرض جس

---

(۱) فمن كا ن منكم مريضا أوعلى سفر فعدة من أيام أخر وعلى الذين يطيقو نه فدية طعام مسكين.

(سورة البقرة :۸٤)

(فمن كام منكم مريضا أوعلى سفر) مجازا بالحذف تقديره من كان مريضا فأفطر، أوعلى سفر فأفطر (فعدة من أيام أخر) أما المسافر والمريض مرضًا شديدا يشق معه الصوم، فيباح لهما الإ فطار وعليهما القضاء في أيام أخر ثبت بالأسانيد عن ابن عباس أن أية (وعلي الذين يطيقو نه فدية طعام مسكين) ليست منسوخة، وإنها محكمة في حق من لا يقدر علي الصيام ..... وأجمع العلماء علي أن الواجب علي الشيخ الهرم الفدية ومثله المريض الذي لا يرجى برء ه، ومقدارالفدية عند أبي حنيفة نصف صاع (مدان) من بر، أوصاع من غير كالتمر أوالشعير، ومد من الطعام من غالب قوة البلد عن كل يوم عند الجمهور. (التفسير المنير: ۱/٤٩٤ -٥٠٦)

المريض إذا خاف علي نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط، ثم معرفة ذالك باجتهاد المريض ....أو باخبار طبيب مسلم غير ظاهر الفسق كذا في فتح القدير، والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كا لمريض هكذا في التبيين ....ولو قدر علي الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه حتي يجب عليه الصوم هكذا في النهاية. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۰۷، محقق ومدلل جديد مسائل: ۱/ ۲٤۱)

میں روزہ رکھنا مریض کے لیے نقصان کا سبب بنے اس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے(۱)، لہٰذا اگر ٹی وی کے مریض کو روزہ رکھنے سے نقصان کا اندیشہ ہو، اور اس بات کی خبر ماہر مسلمان ڈاکٹر نے دی ہو، یا اس کو اس سے پہلے نقصان کا تجربہ ہو گیا ہو، اور اس مرتبہ بھی روزہ رکھنے میں نقصان کا ظنِ غالب ہو(۲)، تو اس کے لیے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں فی الحال روزہ نہ رکھنے کی شرعاً اجازت ہوگی، اور اگر وہ اپنی موت تک روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو، تو ہر روزہ کی طرف سے فدیہ دے دے؛ کیوں کہ جوازِ فدیہ کے لیے اس کا موت تک روزہ رکھنے پر عدمِ قدرت شرط ہے(۳)۔

---

(۱) (فمن كان منكم مريضًا) هذه الآية أصل في أن كل ما يضر بالإنسان ويجهده ويجلب له مرضًا أو يزيد في مرضه أنه غير مكلف به. (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۲۷۰)

(لمن خاف زيادة المرض الفطر) لقوله تعالى فمن كان منكم مريضًا ...... فعدة من أيام أخر، فإنه أباح الفطر لكل مريض لكن القطع بأن شرعية الفطر فيه إنما هو لدفع الحرج. (البحر الرائق: ۲/۴۹۲)

(۲) والخوف المعتبر ما كان مستند الغلبة الظن بتجربة أو اخبار طبيب مسلم حاذق عدل.

(نور الإيضاح: ص۱۵۰، فصل في العوارض)

(۳) ويجوز الفطر لشيخ فان وعجوز فانية سمّى فانيا ...... تلزمها الفدية ...... بشرط دوام عجز الفاني، والفانية إلى الموت. (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح: ص۶۸۸)

﴿روزے میں حیض ونفاس کا حکم﴾

رقم المتن - ١٠٩

وَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ أَوْ نَفِسَتْ أَفْطَرَتْ وَ قَضَتْ إِذَا طَهُرَتْ.

ترجمہ: اور جب کوئی عورت حائضہ یا نفاس والی ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور قضا کرے جب وہ پاک ہوجائے۔

توضيح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے روزے کا حکم بیان فرمایا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ روزے کے صحیح ہونے کے لیے حیض ونفاس سے پاک ہونا ضروری ہے(۱)، اسی وجہ سے اگر کسی عورت کو درمیانِ روزہ حیض یا نفاس آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس کو بعد میں جب وہ پاک ہوگی اس روزے کی قضا کرنی ہوگی(۲)۔

---

(۱) ويشترط لصحة أدائه ثلاثة، النية والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس و عما يفسده.

(نور الإيضاح: ص١٣٧)

(۲) والحيض يسقط عن الحائض الصلاة و يحرم عليها الصوم و تقضي الصوم ولا تقضي الصلاة.

(المختصر القدوري: ص١٤)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٦)

روزہ رکھنے کے لیے ممسکِ حیض (Menstruation stop pills) دوا کے استعمال کا حکم

اگر کوئی عورت روزہ رکھنے کے لیے ممسکِ حیض (حیض کو روکنے والی) دوا استعمال کرتی ہے، اوراس کے استعمال سے کوئی نقصان نہ ہو، اور خونِ حیض بھی بند ہو جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اوراس سے شرعی احکام متاثر نہیں ہوں گے، یعنی حیض نہ آنے پر روزہ اور نماز کی ادائیگی ضروری ہوگی (۱)؛ لیکن اگر اس دوا کا استعمال عورت کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو تو ایسا کرنے سے احتراز بہتر ہے (۲)۔

طريقة الإنطباق

حیض نام ہے اس ماہواری خون کا جو بچہ دانی سے عورت کو ہر مہینہ آتا ہے (۳)، اور حیض کی حالت میں روزہ حرام ہے (۴)، ظاہری بات ہے کہ اگر کوئی عورت ممسکِ حیض دوا کھا کر خونِ حیض کو روک لیتی ہے تو حیض کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ طاہرہ شمار ہوگی، اور

---

(۱) و يشرط لصحة أدائه ثلاثة، النية والخلو عما ينافيه من حيض ونفاس و عما يفسده.

(نورالإيضاح: ص ۱۳۷)

(۲) لاتلقوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ١٩٥)

(فتاوی حقانیہ: ۲/۱۵۸، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۲۷۸، محقق ومدلل جدید مسائل: ۱/۲۰۵)

(۳) فالحيض دم ينفضه رحم إمراة بالغة. (نورالإيضاح: ص ۵۰)

(٤) يحرم بالحيض والنفاس ...... الصلاة والصوم. (نورالإيضاح: ص ۵۰)

اس پر نماز روزہ فرض ہوگا، کیوں کہ جو چیز نماز وروزہ کے لیے مانع تھی وہ نہیں ہے (۱)۔

﴿سحری کے وقت میں ظنِ غالب اور شک کا حکم﴾

رقم المتن – ۱۱۰

وَ مَنْ تَسَحَّرَ وَ هُوَ يَظُنُّ أَنَّ الْفَجْرَ لَمْ يَطْلُعْ أَوْ أَفْطَرَ وَ هُوَ يَرَى أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَرُبَتْ ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّ الْفَجْرَ كَانَ قَدْ طَلَعَ وَ أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَغْرُبْ قَضَى ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اور جس شخص نے سحری کھائی، حال یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ فجر طلوع نہیں ہوئی، یا روزہ افطار کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا، پھر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی، یا یہ کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو اس دن کی قضا کرے اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔

توضیح المسئلة

اگر کسی شخص کی آنکھ دیر سے کھلی اور اس کو ظنِ غالب (یقین کے قریب) کے درجہ میں ایسا خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے، اس گمان پر سحری کھالی، بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی، تو روزہ نہیں ہوا، بعد میں قضا کرے کفارہ واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر سورج غروب ہونے کے گمانِ غالب سے روزہ کھولا، پھر سورج نکل آیا، تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بعد میں قضا کرے کفارہ لازم نہیں۔

---

(۱) إذا زال المانع عاد الممنوع. (درر الحكام: ۱/ ۳۹، الرقم: ۲٤)

نوٹ: "یظن" ظنِ غالب سے مراد یقین سے قریب ہے، اگر شک کے درجے میں ایسا کیا تو قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو جائے گا(۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٧)

بوقتِ سحر سائرن (Siren) بجتے وقت کھانے پینے کا حکم

اکثر علاقوں میں وقتِ سحر کے ختم ہونے کی اطلاع سائرن بجا کر دی جاتی ہے، جو عموماً وقتِ سحر سے ایک دو منٹ پہلے بجائی جاتی ہے، اگر کوئی شخص سائرن کے بجنے کے دوران وقتِ سحر کے ختم ہونے سے پہلے کچھ کھاتا پیتا ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے؛ البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سائرن بجنے سے پہلے کھانا پینا بند کر دے(۲)۔

لیکن اگر کسی علاقہ میں عین سحر کے وقت کے ختم ہونے پر سائرن بجایا جاتا ہو، تو سائرن کے بجنے کے دوران کھانا صحیح نہیں ہوگا اور کھالینے سے روزہ نہیں ہوگا(۳)۔

---

(١) يظن ظنًا غالبًا قريبًا من اليقين حتى لو كان شاكًا، أو أكثر رأيه أنه لم تغرب الشمس تجب الكفارة. (المعتصر الضروري :ص٢٢٨)

(٢) و إن أراد أن يتسحر بصوت الطبل السحري، فإن كثر ذلك الصوت من كل جانب و في جميع أطراف البلدة فلا بأس به، و إن كان يسمع صوتا واحدا فإن علم عدالته يعتمد عليه، وإن لم يعرف حاله يحتاط ولا يأكل. (الفتاوى الهندية:١/١٩٥، كتاب الصوم، الباب الأول)

(٣) إذا شك في الفجر فالأفضل أن يدع الأكل، ولو أكل فصومه تام ما لم يتيقن أنه أكل بعد الفجر فيقضي حينئذ كذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية: ١/١٩٤، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٤/٥٥٣)

طريقة الإنطباق

وقتِ سحر کے ختم ہونے کا وقت متعین ہے، اور وہ صبح صادق کا طلوع ہے(۱)، سائرن محض اس کے لیے ایک علامت ہے، اصل نہیں ہے، اس لیے جن علاقوں میں سائرن احتیاطاً صبح صادق سے ایک دو منٹ پہلے بجایا جاتا ہے، وہاں کھانے پینے کی گنجائش ہوگی، کیوں کہ ابھی وقتِ سحر باقی ہے(۲)، اور جن علاقوں میں عین صبح صادق پر سائرن بجایا جاتا ہے، وہاں سائرن کے بجنے کے درمیان کھانے پینے کی اجازت نہیں ہوگی، کیوں کہ یقینی طور پر وقتِ سحر ختم ہونے کا علم ہو چکا ہے(۳)۔

---

(۱) التسحر مستحب و وقته آخر الليل، قال الفقيه أبو الليث هو السدس الأخير.

(الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۰)

(۲) كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر. (البقرة:۱۸۷)

(۳) تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع وهو طالع قضاه. (الفتح الهندية:۱/۱۹٤)

باب الإعتكاف

اعتکاف کی تعریف مع حکم

رقم المتن - ۱۱۱

الِاعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ وَهُوَ اللُّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الصَّوْمِ وَنِيَّةِ الِاعْتِكَافِ.

ترجمہ: اعتکاف کرنا مستحب ہے اور وہ ٹھہرنا ہے مسجد میں روزہ کے ساتھ اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ۔

توضیح المسئلة

امام قدوریؒ مذکورہ بالا عبارت میں فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مستحب ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، کیوں کہ فقہائے کرام نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(الف) واجب: یہ نذر (منت) کا اعتکاف ہوتا ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ روزہ رکھنا بھی لازم ہوتا ہے۔

(ب) سنت: یہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کے ساتھ خاص ہے، یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی محلّہ کی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کرلیں گے، تو پورے محلّہ کی طرف سے ذمے داری ادا ہو جاتی ہے، اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو پورے

محلّہ پر ترکِ سنت مؤکدہ کا گناہ لازم ہوگا، اور اس کے ساتھ بھی روزہ شرط ہے، اور یہ اعتکاف بیس رمضان کو سورج ڈوبنے سے شروع ہو جاتا ہے اور عید کے چاند تک رہتا ہے۔

(ج) مستحب: اس اعتکاف کے ساتھ کوئی زمانہ خاص نہیں ہے، یعنی پورا دن شرط نہیں ہے، جتنا چاہے حسبِ استطاعت رکھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ روزہ رکھنا بھی فرض نہیں ہے(۱)۔

اس کے بعد مصنفؒ نے اعتکاف کی لغوی وشرعی تعریف بیان کی ہے۔

اعتکاف کے لغوی معنی: رُکنا اور قیام کرنا ہے۔

اعتکاف کے اصطلاحی معنی: ثواب کی نیت سے ایسی مسجد میں رکنا جس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہو(۲)۔

---

(۱) وهو ثلاثة أقسام، واجب بالنذر بلسانه، وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين، فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ومستحب في غيره من الأزمنة، وشرط الصوم لصحة الأول اتفاقا أي النذر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۴۳۰)

(۲) الاعتكاف في اللغة مشتق من العكوف، وهو الملازمة و الحبس والمنع، و منه قوله تعالى والهدى معكوفا أن يبلغ محله أي ممنوعا عن أن يبلغ محله، و هو الحرم موضع نحره وفي الشرع، هو اللبث والقرار في المسجد مع نية الإعتكاف. (الجوهرة النيرة: ۱/۳۵۱)

وشرعًا (لبث) بفتح اللام وتضم المكث (ذكرا) ولو مميزا في (مسجد جماعة) هو ما له إمام ومؤذن أديت فيه الخمس أو لا، و عن الإمام اشتراط أداء الخمس فيه وصححه بعضهم.

(تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۳/۴۲۸)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٤٨)

ایک محلّہ میں متعدد مساجد ہونے کی صورت میں اعتکاف کا حکم

اعتکاف محلّہ کی ہر مسجد میں ضروری ہے، یا محلّہ کی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینا کافی ہے؟ اس سلسلہ میں اعتکاف کی نسبت سے کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ جیسے اعتکاف سنتِ کفایہ ہے، اسی طرح مسجد میں تراویح کی جماعت بھی سنت کفایہ ہے (۱)، اور تراویح کے بارے میں فقہا نے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ پورے شہر میں کسی بھی ایک مسجد میں تراویح کی جماعت کر لینا سنیتِ تراویح کے لیے کافی ہے، یا ہر محلّہ میں؟ فقہا کے یہاں اس سلسلہ میں تین اقوال موجود ہیں:

(الف) علامہ طحطاویؒ نے شہر کی ایک مسجد میں کافی قرار دیا ہے۔

(ب) علامہ علاؤالدین حصکفیؒ نے ہر مسجد کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔

(ج) خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ نے محلے کی ایک مسجد میں تراویح کی ادائیگی کافی سمجھا ہے، اور اس سلسلہ میں فقہا کی بعض عبارتوں سے اپنے نقطۂ نظر کی تائید وتوثیق بھی نقل کی ہے۔ علامہ شامیؒ ہی کا قول زیادہ درست اور مبنی بر اعتدال معلوم ہوتا ہے: پس جو حکم تراویح کا ہے وہی حکم اعتکاف کا بھی ہونا چاہیے، یعنی اگر ایک محلّہ میں کئی مسجدیں ہوں تو

---

(۱) والإعتكاف سنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان، و في الشامي قوله سنة كفاية نظيرها إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين، فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلاعذر. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣/ ٤٣٠، باب الإعتكاف)

بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو، لیکن اگر ان میں سے ایک مسجد میں بھی اعتکاف کرلیا جائے تو پورے محلّہ کے لوگ ترکِ سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہو جائیں گے(۱)۔

طریقة الإنطباق

ذکر کردہ مسئلے کو مصنف کی عبارت "الإعتکاف مستحب" پر منطبق کرنے کے لیے اعتکاف کی شرعی حیثیت کا جاننا ضروری ہے، اور اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر محلّہ یا گاؤں والوں میں سے بعض نے ادا کرلیا تو سب کی طرف سے یہ عبادت ساقط ہو جائے گی (۲)۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر محلّہ میں متعدد مساجد ہوں تو کسی بھی ایک مسجد میں اعتکاف کرنا کافی ہوگا؛ کیوں کہ یہ ساری مساجد محلّہ میں ہونے کی وجہ سے محلّہ کے تابع ہیں، یعنی جو حکم اہلِ محلّہ کا ہوگا وہی حکم مساجدِ محلّہ کا بھی ہوگا، اور محلّہ کے بعض لوگوں کے اعتکاف کرلینے سے دیگر اہلِ محلّہ سے اعتکاف ساقط ہو جاتا ہے، تو ایسے ہی ایک مسجد میں اعتکاف کرلینے سے دیگر مساجدِ محلّہ کا بھی اعتکاف ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ جو چیز تابع ہوتی ہے، وہ تابع ہی بن کر رہتی ہے، اس کا مستقل الگ

---

(۱) والجماعة فیها سنة علی الکفایة، أفاد أن أصل التراویح سنة عین، فلو ترکها واحد کره بخلاف صلاتها بالجماعة، فإنها سنة کفایة فلو ترکها الکل أساؤوا ...... و هل المراد أنها سنة کفایة لأهل کل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة؟ ظاهر کلام الشارح الأول واستظهر الطحطاوي الثاني ویظهر لي الثالث. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۹۵/۳، کتاب الصلاة، مبحث صلاة التراویح، کتاب الفتاوی: ۴۵۳/۳، فتاوی دارالعلوم زکریا: ۳۲۸/۳)

(۲) الإعتکاف سنة مؤکدة في العشر الأخیر من رمضان أي سنة کفایة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقین، فلم یأثموا بالمواظبة علی الترك بلا عذر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۳۰/۳)

سے حکم نہیں لگایا جاتا ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٢٤٩)

کئی منزلہ والی مساجد میں اعتکاف کا حکم

اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہے جو کئی منزلہ ہو، تو اس کے لیے ہر منزل میں اعتکاف کرنا شرعاً جائز ہے، اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جاسکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کی اندر ہی ہو، مسجد کی حدود سے باہر نہ ہو(۲)، اگر مسجد کی حدود سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو اب اوپر جانا جائز نہیں ہوگا(۳)۔

طريقة الإنطباق

یہاں مسئلہ کے انطباق کے لیے ''حدودِ مسجد'' کو سمجھنا ضروری ہے۔ ویسے تو مسجد کے تمام احاطہ کو عرف میں ''مسجد'' کہتے ہیں، لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے، اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کی گئی ہو(۴)، اس کو

---

(١) التابع تابع لايفرد بالحكم. (قواعد الفقه: ص٦٧)

(٢) كره الوطئ فوق المسجد ...... لأن سطح المسجد له حكم المسجد حتى يصح الإقتداء منه بمن تحته ولايبطل الإعتكاف بالصود إليه.

(البحر الرائق: ٢/ ٦٠، كتاب الصلاة، فصل لما فرغ من بيان الكراهة في الصلاة)

(٣) و لو خرج من المسجد ساعة بغيرعذر فسد إعتكافه عند أبي حنيفة رحمه الله.

(المختصر القدوري: ص ٥٤، اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص٣٨٤)

(٤) اتفق الفقهاء على أن المراد بالمسجد الذي يصح فيه الإعتكاف ما كان بناء معدا للصلاة فيه، أما =

دوسرے عنوان سے یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد میں جس جگہ پر وضو کرنا منع ہے، جنابت کی حالت میں وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے، وہ جگہ مراد ہے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں بات سمجھ میں آ گئی کہ مسجد کا منزلہ بھی نماز ہی کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، اس لیے معتکف وہاں جا سکتا ہے؛ کیوں کہ مسجد کا منزلہ اور چھت کو بھی مسجد کا ہی حکم حاصل ہے؛ البتہ ایسی سیڑھی سے جائے جو مسجد کے حدود میں ہو، تاکہ خروجِ مسجد لازم نہ آئے، اور اگر سیڑھی مسجد کے حدود سے باہر ہے تو معتکف بلا عذرِ شدید اس سیڑھی سے اوپر نہ جائے، کیوں کہ خروجِ مسجد مفسدِ اعتکاف ہے۔

= رحبة المسجد و هي ساحته التي زيدت بالقرب من المسجد لتوسعته، و كانت محجرا عليها فالذي يفهم من كلام الحنفية و المالكية و الحنابلة في الصحيح من المذهب أنها ليست من المسجد، و مقابل الصحيح عندهم، أنها من المسجد و جمع أبو يعلى بين الروايتين بأن الرحبة المحوطة و عليها باب هي من المسجد، و ذهب الشافعية إلى أن رحبة المسجد من المسجد فلو اعتكف فيها صح اعتكافه، و أما سطح المسجد فقد قال ابن قدامة يجوز للمعتكف صعود سطح المسجد و لا نعلم فيه خلافا، و أما المنارة فإن كانت من المسجد أو بابها فيه فهي من المسجد عند الحنفية و الشافعية و الحنابلة، و إن كان بابها خارج المسجد فيجوز أذان المعتكف فيها سواء أ كان مؤذنًا أم غيره عند الحنفية، و أما عند الشافعية فقد فرقوا بين المؤذن الراتب و غيره، فيجوز للراتب الأذان فيها و هو معتكف دون غيره، قال النووي هو الأصح. (الموسوعة الفقهية:۵/۲۲۳)

﴿حوائجِ ثلاثہ کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۱۲

وَ لَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوْ لِلْجُمُعَةِ ...... وَ لَوْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ سَاعَةً بِغَيْرِ عُذْرٍ فَسَدَ اِعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَ قَالَا لَا يَفْسُدُ حَتّٰى يَكُوْنَ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ.

ترجمہ: اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر انسانی ضرورت سے یا جمعہ کے لیے، اور اگر معتکف مسجد سے بلا عذر نکل جائے تھوڑی دیر کے لیے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا فاسد نہیں ہوگا یہاں تک کہ باہر رہے آدھے دن سے زیادہ۔

توضیح المسئلة

معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کے لیے جو حاجتیں اور ضرورتیں پیش آتی ہیں وہ تین قسم پر ہیں:

(الف) حاجتِ شرعیہ: جن کی ادائیگی شرعاً فرض اور واجب ہو، اور اعتکاف کی جگہ میں معتکف ان چیزوں کو ادا نہ کر سکے، ان کو حاجتِ شرعیہ کہتے ہیں، مثلاً جمعہ کی نماز۔

(ب) حاجتِ طبعیہ: ایسے کام جن کے کرنے پر انسان مجبور ہے، اور وہ مسجد میں نہیں ہو سکتے، ان کو حاجتِ طبعیہ کہتے ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجا، جنابت کا غسل وغیرہ۔

تنبیہ: ان دونوں حاجتوں کی صورت میں معتکف کا مسجد سے نکلنا مفسدِ اعتکاف نہیں (۱)۔

---

(۱) ولا يخرج المعتكف من المسجد إلّا لحاجة الإنسان أو للجمعة. (المختصر القدوري: ص ٥٤)

(ج) حاجتِ ضروریہ: معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اسے اعتکاف والی مسجد سے نکلنا پڑے۔

نوٹ: حاجتِ ضروریہ کی صورت میں اگر معتکف مسجد سے نکل کر فوراً کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کر لے، تو استحساناً اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، ورنہ فاسد ہو جائے گا(۱)۔

فائدۂ مہمہ

مذکورہ بالا متن میں معتکف کے بلا کسی عذر کے مسجد سے نکلنے کی صورت میں اعتکاف کے فساد و عدمِ فساد میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف ذکر کیا گیا ہے، امام کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جائے گا جب کہ صاحبین عدمِ فساد کے قائل ہیں، اس میں قولِ امام کو فقہا نے مفتی بہ قرار دیا ہے(۲)۔

---

(۱) (وأما مفسداته فمنها الخروج من المسجد) فإن خرج من المسجد بعذر بأن انهدم المسجد، أو أخرج مكرها فدخل مسجدًا آخر من ساعته لم يفسد اعتكافه استحسانًا، هكذا في البدائع.

(الفتاوى الهندية:۱/۱۱۲، الباب السابع في الإعتكاف)

(۲) عن عائشة أنها قالت السنة على المعتكف أن لا يعود مريضًا، ولا يشهد جنازة، ولا يمس امرأة، ولا يباشرها، ولا يخرج لحاجة إلا لما لا بد منه. (السنن لابي داؤد:۱/۳۳۵، الرقم:۲۴۷۵، باب المعتكف)

قال شيخ الإسلام المرغيناني ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكا فه عند أبي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس، وقالا لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم وهو الاستحسان، لأن في القليل ضرورة.

قال ابن الهمام ولو خرج من المسجد ساعة من ليل أو نهار، وتقييد ه في الكتاب الفساد بما إذا كان الخروج بغير عذر يفيد أنه إذا كان لعذر لا يفسد، ثم رجع قو له ردا على دليلهما، فقال تحت قوله (وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه، لأنه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان، ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف –إلى أن قال– ولا يتم مبني هذا الاستحسان،=

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٠)

علاج ومعالجہ (Medication) کے لیے اعتکاف سے نکلنے کا حکم

اگر کوئی شخص بحالت اعتکاف بیمار ہوجائے، اور صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں علاج معالجہ کے لیے مجبوراً خارجِ مسجد ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے، یا بقائے مرض کے ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو، جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوجائے گا (۱)، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی (۲)؛ البتہ اس صورت میں کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا (۳)۔

= فإن الضرورة التي يناط بها التخفيف هي الضرورةاللازمة أو الغالبة الموقوع، ومجرد عروض ما هو ملجئي ليس بذلك. (فتح القدير: ٤٠١/٢، القول الصواب في مسائل الكتاب: ١٩٩/١)

(١) وكذا إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه.

(الفتاوي الهندية: ٢١٢/١، الباب التاسع في الإعتكاف)

أما المرض الشديد الذي يتعذر معه البقاء في المسجد،أولا يمكن البقاء معه في المسجد بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب، فقد ذهب الحنفية إلي أن خروجه مفسد لإعتكافه.

(الموسوعة الفقهية: ٢٢٣/٥)

(٢) أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لإستقلال كل يوم بنفسه ...... والحاصل أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي، لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية، وإن كان المسنون هوالإعتكاف العشر بتمامه .

(ردالمحتار :٣٨٤/٣ باب الإعتكاف، فتاویٰ محموديه: ٢٢٠/١٠،
فتاویٰ عثمانی: ٢/ ١٩٥، محقق مدلل جديد مسائل:١ / ٢٦٧)

(٣) فالظاهر أن العذر الذی لايغلب مسقط للإ ثم لاللبطلان. (فتح القدير: ٤٠١/٢)

رقم المسئلة (٢٥١)

معتکف کا کورٹ (Court) میں جانے کا حکم

اگر معتکف کو پولس یا اور کوئی شخص کسی مقدمے میں جبراً پکڑ کر لے جائے، اور دو تین گھنٹہ کے بعد چھوڑ دے، یا معتکف کو پیشی کے لیے یا ادائے شہادت کے لیے کورٹ جانا پڑے، تو ان تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا(۱)، اور اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی (۲)؛ البتہ کوئی گناہ نہیں ہوگا(۳)۔

---

(١) اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لايفسد الإعتكاف قبل تمام الإعتكاف، إلاأن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لايفسد الإعتكاف إذا دخل المعتكف مسجداً آخر من ساعته و هذا إستحباب منهم، أماإذا لم يدخل مسجدًا آخر، فيبقى الحكم على أصل القياس و هو البطلان .

(المو سو عة الفقهية:٥/٢٢٣)

ذهب الحنفية و المالكية إلى أن الخروج لاجل الشهادة مفسد للإعتكاف.

(المو سو عة الفقهية:٥/٢٢٣)

أن الخروج عامدًا أو ناسيًا أو مكرهًا، بأن خرجه السلطان، أو الغريم أو خروج للبول فحبسه الغريم، ساعة، أو لعذرالمرض مفسد عند الإمام. (النهرالفائق: ٢/٤٦، باب الإعتكاف)

(٢) اما على قول غيره فيقضى اليوم الذي أفسده لإستقلال كل يوم بنفسه ...... والحاصل أن الوجه يقتضى لزوم كل يوم شرع فيماعندهما بناء علي لزوم وصومه، بخلاف الباقى لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هوالإعتكاف العشربتمامه.

(ردالمحتار:٣/٣٨٤، فتاوىٰ محموديه: ١٠/٢٨٠، محقق ومدلل جديد مسائل: ١/٢٦٩)

(٣) فالظاهر أن العذرالذى لايغلب مسقط للإثم لا للبطلان. (فتح القدير: ٢/٤٠١)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت "ولا يخرج المتعكف الخ" پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا سمجھنا بہت ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہوجائے۔ "العبرة للغالب الشائع لا للنادر" (۱)، یعنی احکام شرعیہ میں غالب وعام کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ نادر وکم یاب کا۔

اعتکاف کا رکن، لبث فی المسجد (مسجد میں ٹھہرنا) ہے (۲)، اور خروج اس کی ضد ہے جو اس رکنِ عبادت کو ختم کردینے والا ہے، اسی وجہ سے شریعت نے معتکف کا بلا عذرِ شرعی مسجد سے نکلنا ممنوع قرار دیا ہے؛ البتہ وہ اعذار جن کا وقوع غالب ہے مثلاً حاجتِ طبعیہ (بول وبراز) یا حاجتِ شرعیہ (جمعہ وغیرہ) ان میں نکلنے کی اجازت دی ہے (۳)؛ کیوں کہ قاعدۂ فقہیہ ہے کہ احکامِ شرعیہ میں غالب (جو اکثر وبیشتر پیش آتے رہتے ہیں) کا اعتبار ہوتا ہے؛ لیکن علاج ومعالجہ کے لیے نکلنا کورٹ میں پیشی کے لیے نکلنا وغیرہ، یہ ایسے اعذار ہیں جن کا وقوع نادر ہے، اور شریعت امرِ نادر کا اعتبار نہیں کرتی ہے، اسی وجہ سے ان اعذار کی وجہ سے معتکف کو نکلنے کی اجازت نہیں ہے (۴)۔

---

(١) اللعبرة للغالب الشائع لا للنادر. (دررالحكام: ١/ ٥٠، المادة:ص ٤١)

(٢) (فـالـلبث هو الركن) فيه أن هذ احقيقته اللغوية أما حقيقة الشرعية فهي اللبث المخصوص أي في المسجد تأمل. (الدرالمختار مع رد المحتار: ٣ / ٤٣٠، باب الاعتكاف)

(٣) و لا يخرج المعتكف من المسجد إلالحاجة إلا نسان أو للجمعة. (المختصر القدوري: ص ٥٤)

(٤) قال ابن الهمام ولو خرج من المسجد ساعة من ليل أو نهار، وتقييده في الكتاب الفسادبما إذا كان الخروج بغير عذر يفيد أنه إذا كان لعذر لا يفسد ثم رجع قوله ردًا على دليلهما، فقا ل تحت قوله (وهو الاستحسان) يقتضي ترجيحه، لأنه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على =

رقم المسئلة (٢٥٢)

معتکف کا سگریٹ (Cigarette) پینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا

بیڑی سگریٹ اور گٹکھا استعمال کرنا عام حالات میں بھی کراہت سے خالی نہیں (١)؛ تاہم اگر ایسا عادی ہو چکا ہو کہ اس کے استعمال کے بغیر چین نہ آتا ہو تو جس وقت استنجاء اور وضو کے لیے نکلے اس وقت بیڑی سگریٹ کی حاجت پوری کر لے، پھر اچھی طرح منہ صاف کر کے مسجد میں آئے، کیوں کہ بد بودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ہے (٢)؛ خاص بیڑی، سگریٹ پینے کے لیے نہ نکلے ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا (٣)؛ لیکن جب مجبور ہو جائے اور طبیعت خراب ہونے کا ڈر ہو تو اس کے لیے بھی نکل سکتا ہے کہ ایسی اضطراری حالت کے وقت یہ طبعی ضرورت میں شمار ہوگا، اور اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا (٤)۔

= الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف ...... إلى أن قال ...... ولا يتم مبنى هذا الاستحسان، فان الضرورة التي يناط بها التخفيف هي الضرورة اللازمة، أو الغالبة الوقوع، و مجرد عروض ما هو ملجئ ليس بذالك. (فتح القدير: ٢/٤٠١)

(١) ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ١٩٥)

(٢) من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذي كما يتأذى منه الإنس. (مشكاة المصابيح: ١/٦٨، باب المساجد و مواضع السجود)

قال ابن عابدين الشاميؒ تحت قوله (وأكل نحو ثوم أي كبصل و نحوه ماله رائحة كريهة للحديث الصحيح النهى عن قربان آكل الثوم والبصل، قال العيني قلت علة النهى أذي الملائكة واذى المسلمين. (ردالمحتار: ٢/٤٣٥ باب مايفسد الصلاة)

(٣) ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة. (المختصر القدوري: ٥٤)

(٤) وحرم عليه.... الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط وغسل لو احتلم، ولايمكنه =

طريقة الإنطباق

معتکف کے لیے خروج من المسجد (مسجد سے باہر نکلنا) کی اجازت صرف دو صورتوں میں ہے: (الف) حاجتِ طبعیہ (ب) حاجتِ شرعیہ(۱)۔

اور عام حالت میں سگریٹ پینے کی عادت ہونے کی صورت میں یہ نہ تو انسان کی طبعی ضرورت میں سے ہے، اور نہ ہی شرعی، بل کہ شرع شریف میں ایسی چیزوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے جو حفظانِ صحت کے لیے مضر ہوں (۲)، اس لیے معتکف خاص سگریٹ پینے کے لیے مسجد سے نہیں نکل سکتا، اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا(۳)، اگر کوئی شخص سگریٹ کا ایسا عادی ہو اگر بر وقت نہیں پئے گا تو طبیعت کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو اوّلاً بول و براز کے لیے نکل کر اس امر کو پورا کر لے، اگر اس وقت بول و براز کا تقاضہ نہ ہو تب بھی یہ شخص نکل کر سگریٹ پی سکتا ہے، کیوں کہ یہ اضطراری حالت ہے، جس کی وجہ سے

= الإغتسال في المسجد، قال الشامي تحت قوله (وغسل) عده من الطبيعية تبعًا للاختيار والنهر وغيرهما وهو موافق لما علمته من تفسرها، وعن هذا إعتراض بعض الشراح تفسير الكنز لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة، ومقدماتها ليدخل الإستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الإحتياج، وعدم الجواز في المسجد فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ٤۳٥، باب الإعتكاف، كتاب الفتاوى: ۳/ ٤٥٧، كتاب المسائل: ۲/ ۱۸٦، اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص ۲٦۳)

(۱) ولا يخرج المعتكف من المسجد إلا لحاجة الإنسان أو للجمعة. (المختصر القدوري: ص ٥٤)

وحرم عليه... الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط... أو شرعية كالجمعة.

(الدر المختار: ۳/ ٤۳٤)

(۲) ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة. (البقرة: ۱۹٥)

(۳) ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة. (المختصر القدوري: ص ٥٤)

یہ عادت طبعی حاجت میں شمار ہوگی (۱)؛ کیوں کہ حاجتِ طبعی کہتے ہی ہے ایسے کام کو جن کے کرنے پر انسان مجبور ہو، اور وہ فعل مسجد میں انجام نہ دیئے جاسکتے ہوں (۲)، ظاہری بات ہے اضطراری حالت کے وقت انسان سگریٹ پینے پر مجبور ہوجاتا ہے، او ر اس فعل (سگریٹ پینا) کو مسجد کے اندر انجام نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے سگریٹ نوشی کی اضطراروالی صورت کو حاجتِ طبعیہ میں شمار کرکے اس کی رخصت دے دی جائے گی۔

﴿مسجد میں بیع وشرا کا حکم﴾

رقم المتن - ١١٣

وَ لَا بَأْسَ بِأَنَّ يَبِيْعَ وَ يَبْتَاعَ فِيْ الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَحْضُرَ السِّلْعَةَ.

ترجمہ: اورکوئی حرج نہیں ہے خرید وفروخت میں مسجد کے اندر بغیر سامان کو لائے ہوئے۔

توضیح المسئلة

معتکف کے لیے مسجد میں سامانِ تجارت کو لاکر خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ معتکف امورِ دنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اب اس کے لیے یہ

---

(١) إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول وغائط وغسل لو احتلم، ولا يمكنه الاغتسال في المسجد قال الشامي في تحت قوله (وغسل) عده من الطبيعية تبعا للإختيار والنهر وغيرهما، وهو موافق لما علمته من تفسيرها، وعن هذا اعترض بعض الشراح تفسير الكنزلها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة ومقدماتها ليدخل الإستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الاحتياج، وعدم الجواز في المسجد فافهم. (الدر المختارمع رد المحتار: ٣/ ٤٣٥)

(٢) الحاجة الطبعية في الإعتكاف ما لا بد منها ولا يقضي في المسجد. (التعريفات الفقهية: ص٣٣)

بات کیسے زیبا ہوگی کہ وہ مبیعات کو لاکر امورِ دنیا میں مشغول ہو جائے (۱)، نیز اس میں مسجد کو حقوق العباد میں مشغول کرنا پایا جا رہا ہے، اس لیے یہ امر ناجائز ہوگا (۲)؛ البتہ بعض مرتبہ آدمی کو اپنے اور اہل وعیال کے لیے تجارت کو سنبھالنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ ضرورت مبیعات کو مسجد میں لائے بغیر بھی پوری ہوسکتی ہے، تو شرعاً اس کی اجازت ہے (۳)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۲۵۳)

معتکف ڈاکٹر (Doctor) کا مسجد میں مریض دیکھنے کا حکم

اگر کوئی ڈاکٹر معتکف ہو اور اتفاقاً اس سے کوئی مریض ملنے آجائے، اور وہ اسے دیکھ کر کوئی دوا وغیرہ لکھ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (۴)؛ لیکن اگر یہ معتکف ڈاکٹر بحالتِ اعتکاف مسجد کو اپنا مطب (دواخانہ) بنالے کہ وہاں مریضوں کی باقاعدہ بھیڑ لگنے لگے تو یہ فعل ناجائز ہوگا (۵)۔

---

(۱) ويكره عقد ما كان للتجارة لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلايشتغل بأمور الدنيا.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ٦۳۳، الباب الثالث)

(۲) يكره إحضار السلعة لأن المسجد منزه عن حقوق العباد. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۱۷۷، باب الإعتكاف)

(۳) أما عقد البيع لما يحتاج لنفسه أو لعياله بدون إحضار السلعة فجائز.

(كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/٤۹۸، كتاب الإعتكاف)

(٤) لابأس بأن يبيع و يبتاع في المسجد من غير أن يحضر السلعة. (المختصر القدوري: ص٥٤)

(٥) ويكره ما كان للتجارة، لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلا يشتغل بأمور الدنيا.

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/٦۲۳، كتاب المسائل: ۲/۱۹٥)

طریقہ الإنطباق

یہاں ایک قاعدۂ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تا کہ انطباق آسان ہوجائے۔شئ اس وقت تک معتبر ہوتی ہے جب تک کہ وہ اپنے موضوع (مقصود) پر نقض وابطال کے ساتھ نہ لوٹے (۱)، اب ہمیں اعتکاف کا مقصد جاننا ہوگا۔اور اعتکاف کا مقصد یہ ہے کہ معتکف مسجد میں محصور ہوکر، ہر طرف سے یکسو ہوکر، اللہ کا قرب حاصل کرے (۲)، چناں چہ اگر ڈاکٹر کسی مریض کو اتفاقی طور پر دیکھ کر کوئی دوا لکھ دیتا ہے،تو اس سے مقصودِ اعتکاف پر کوئی زد نہیں پڑتی؛ کیوں کہ ڈاکٹر نے علاج ومعالجے کو بحالتِ اعتکاف اپنا پیشہ نہیں بنایا ہے، اور یکسوئی جو مقصودِ اعتکاف ہے وہ علاج ومعالجہ کو پیشہ بنانے سے ہی ختم ہوتی ہے، اتفاقی طور پر کسی مریض کو دیکھنے سے نہیں۔ اسی لیے فقہا نے بغیر مبیع کو حاضر کیے خرید وفروخت کی اجازت دی ہے، کیوں کہ یہ چیز یکسوئی کے منافی نہیں ہے (۳)۔

لیکن اگر ڈاکٹر بحالتِ اعتکاف اپنے سارے آلات کے ساتھ مسجد کو اپنا مطب (دواخانہ) بنالے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیز یقیناً اس کے مقصودِ اعتکاف (تفریغ القلب) کے منافی ہے، اور قاعدہ ہے کہ شئ کا اعتبار اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ اپنے مقصود کے خلاف نہ ہو، اور یہ صورت اپنے مقصود (یکسوئی) کے منافی ہے، اس لیے شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہا نے احضارِ مبیع کے ساتھ

---

(۱) الأصل أن الشيء يعتبر ما لم يعد على موضوعه بالنقض والإبطال. (قواعد الفقه: ص ۱۷)

(۲) وفي الإعتكاف تفريغ القلب عن أمور الدنيا و تسليم النفس إلى بارئها، والتحصن بحصن حصين و ملازمة بيت الله تعالى. (المبسوط للسرخسي: ۳/ ۱۱۵، باب الاعتكاف)

(۳) ولا بأس بأن يبيع ويبتاع في المسجد من غير أن يحضر السلعة. (المختصر القدوري: ص ٥٤)

بیع کو اسی لیے ممنوع قرار دیا ہے کہ احضارِ مبیع معتکف کے یکسوئی کو ختم کر دیتی ہے(۱)۔

﴿بحالتِ اعتکاف بات (Talk) کرنے کا حکم﴾

رقم المتن - ١١٤

وَ لَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ وَ يُكْرَهُ لَهُ الصَّمْتُ.

ترجمہ: اور معتکف بات نہ کرے مگر خیر (بھلی) کی اور معتکف کے لیے بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے۔

توضيح المسئلة

مسجد میں تو ہر شخص کے لیے بری بات کرنا درست نہیں ہے، مگر معتکف کے لیے زیادہ بری بات ہے کہ وہ بحالتِ اعتکاف بری باتیں کرے(۲)، اور معتکف کا بالکل خاموش رہنا خاموشی کو عبادت سمجھ کر مکروہ ہے(۳)، البتہ بھلی اور خیر کی باتیں معتکف کر سکتا ہے۔

---

(١) ويكره عقد ما كان للتجارة، لأن المعتكف منقطع إلى الله تعالى فلا يشتغل بأمور الدنيا.

(الفقه الإسلامي أدلته: ٢/ ٦٢٣)

(٢) لايتكلم إلا بخير هذا يتناول المعتكف وغيره إلا أنه في المعتكف أشد. (الجوهرة النيرة:١/٣٥٥)

(٣) ويكره له الصمت يعني صمتًا يعتقده عبادة، كما كانت تفعله الأمم المتقدمة، فإنه ليس بقربة في شريعتنا. (الجوهرة النيرة:١/٣٥٥)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٤)

معتکف کا جمعہ وغیرہ میں بیان (Speech) کرنے کا حکم

اگر معتکف اپنی مسجد میں جہاں اس نے اعتکاف کیا ہوا ہے، جمعہ وغیرہ میں وعظ و بیان کرتا ہے، تو یہ شرعاً جائز و درست ہے (١)۔

طريقة الإنطباق

اعتکاف میں ہر کارِ خیر کی شرعاً اجازت ہے (٢)، اور خیر کے معنی ہیں ہر وہ کام جس میں گناہ نہ ہو اور ضرورت کے وقت وہ مباح ہو (٣)، اور ظاہری بات ہے جمعہ وغیرہ میں بیان و وعظ کرنا تو امورِ دین سے متعلق ہے، اس لیے اس کی تو بدرجۂ اولیٰ اجازت ہوگی (۴)۔

---

(١) ولا يتكلم إلا بخير. (المختصر القدوري:ص ٥٤)

ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدريسه وسير النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الصالحين وكتابة أمور الدين.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٢١٢، الباب السابع في الاعتكاف، اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص ٧٤)

(٢) ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدريسه وسير النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الصالحين وكتابة أمور الدين. (الفتاوى الهندية: ١/ ٢١٢، الباب السابع في الاعتكاف)

(٣) وتكلم إلا بخير وهو ما لا إثم فيه، ومنه المباح عند الحاجة إليه، لا عند عدمها.

(الدر المختار: ١/ ٤٤١)

(٤) وتكلم إلا بخير كقراءة قرآن وحديث وعلم وتدريس في سير الرسول صلى الله عليه وسلم وقصص الأنبياء عليهم السلام وحكاية الصالحين وكتابة أمور الدين. (الدر المختار: ٣/ ٤٤٢)

رقم المسئلة (٢٥٥)

معتکف کا مسجد میں موبائل (Mobile) پر بات کرنا

معتکف جس طرح آمنے سامنے کسی سے ضروری بات کرسکتا ہے، اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لیے مباح ہے(١)، البتہ بلا وجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے معتکف کے لیے بچنا بہتر ہے(٢)۔

طريقة الإنطباق

"ولا يتكلم إلا بخير" عبارت میں معتکف کو جو خیر کی گفتگو کی اجازت ہے، اس میں صرف امورِ دینی کی گفتگو مراد نہیں ہے؛ بل کہ امورِ دینی کے ساتھ امورِ دنیوی کی گفتگو بھی شامل ہے جو مباح ہو(٣)، اس لیے معتکف موبائل پر وہ ساری گفتگو کرسکتا ہے جو اس کی ضرورت میں داخل ہے، خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے، کیوں کہ موبائل پر گفتگو عام گفتگو کی طرح ہے، لیکن بلا وجہ و بلا ضرورت موبائل پر گفتگو میں وقت ضائع کرنا مقصودِ اعتکاف کے خلاف ہے اس لیے اس امر سے اجتناب کرنا چاہیے۔

---

(١) ويكره تحريما (صمت)....وتكلم إلا بخير وهو مالا إثم فيه ومنه المباح عند الحاجة إليه.

(الدر المختار :٣/ ٤٤١)

(٢) ولا يتكلم إلا بخير يعني أن التكلم بالشر في المعتكف أشد حرمة منه في غيره.

(البحر الرائق :٢/ ٣٠٤، كتاب المسائل :٢/ ١٩٥)

(٣) وتكلم إلا بخير و هو ما لا إثم فيه ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها.

(الدرالمختار :٣/ ٤٤١)


وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ



كتاب الحج

﴿حج فرض ہونے کی شرطیں﴾

رقم المتن – ١١٥

الْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَالِغِيْنَ الْعُقَلَاءِ الْأَصِحَّاءِ إِذَا قَدَرُوْا عَلَى الزَّادِ وَ الرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ عَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهِ إِلَى حِيْنَ عَوْدِهٖ وَ كَانَ الطَّرِيْقُ امِنًا.

ترجمہ: حج واجب ہے آزاد، مسلمان، بالغ، عاقل، تندرست پر جب کہ قادر ہوں یہ لوگ توشہ اور سواری پر جو زائد ہو رہنے کے گھر، ضروریات کی چیزوں، اور بال بچوں کے خرچ سے واپس آنے تک اور راستہ پر امن ہو۔

توضيح المسئلة

امام قدوریؒ نے حج کو واجب کہا، واجب سے مراد اصطلاحی واجب نہیں ہے، بل کہ بمعنی ثبوت اور لزوم ہے، یعنی حج ثابت اور لازم ہے اس صورت میں یہ لفظ فرض کو بھی شامل ہوگا، جاننا چاہیے کہ حج کے فرض ہونے کے لیے انسان کے اندر چار شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہے:

(الف) آزاد ہونا لہٰذا غلام باندی پر حج فرض نہیں ہے۔

(ب) مسلمان ہونا چناں چہ حج غیر مسلم پر فرض نہیں۔

(ج) مکلّف ہونا لہٰذا نابالغ، مجنون وغیرہ پر حج فرض نہیں۔

(د) مستطیع ہونا یعنی حج ایسے مال دار پر واجب ہوتا ہے جس کو اللہ نے اتنی دولت عطا فرمائی ہے کہ جس سے وہ اپنے وطن سے مکۃ المکرّمۃ تک آنے جانے اور وہاں کے اخراجات پر قادر ہو اور اپنے بال بچوں کے مصارف بھی واپس آنے تک بآسانی برداشت کرسکتا ہو، اور راستہ کی ساری رکاوٹیں بھی ختم ہوں، مثلاً حکومت کی طرف سے سفر کی منظوری، ویزا اور سواری ٹکٹ کی فراہمی اور دشمن وغیرہ کے خطرات سے مامون ہونا، اور خود کا لنگڑا اور اپاہج نہ ہونا۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٥٦)

(الأصحاء)

دمہ کے مریض (Asthma Pateint) پر حج

جس شخص کو دمہ کا مرض لاحق ہو کہ تھوڑا چلنے سے سانس پھولنے لگتی ہو، یا نزلہ زکام کا مسلسل مریض ہو کہ ذرا سی ٹھنڈک بھی برداشت نہ ہو، اس کے لیے بھی (بشرطِ استطاعت) پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، گویا کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً ضرورت کے کپڑے، دوائیں اور اسباب وغیرہ کا انتظام کرکے اسے فریضۂ حج ادا کرنا چاہیے(۱)۔

---

(١) يمشي قليلا فيضيق نفسه فيحتاج إلى الاستراحة، ثم يمشي قليلا فلا يقدر إلا بعد الاستراحة هكذا وله زاد وراحلةلا يجوز له تاخير الحج، وكذا إذا كان يضره الهواء البارد وينجمد بلغمه ويضيق نفسه.

(غنية الناسك في بغية المناسك: ص ١٠، كتاب المسائل:٣/٧٨، المسائل المهمة:٩/١٣٣)

رقم المسئلة (٢٥٧)

بی پی (B.P) یا شوگر (Sugar) کے مریض پر حج

جو شخص ہائی بلڈ پریشر (BP) یا شوگر (Sugar) کا مریض ہو، اور تھوڑا سا چلنے سے دل گھبرانے لگتا ہو، اس کے لیے بھی پہلی فرصت میں حج کی ادائیگی لازم ہے، مذکورہ امراض اس کے لیے عذر نہیں بن سکتے، لہٰذا اسے چاہیے کہ مناسب سفری انتظامات مثلاً دوائیں اور اسباب وغیرہ کا انتظام کرکے حج ادا کرلے (۱)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت "الحج واجب على الأصحاء" پر منطبق کرنے کے لیے صحت کی مراد کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہو جائے "الأصحاء" سے مراد بدنِ انسانی کا ان آفات (امراض) سے محفوظ ہونا، جو اس کو امورِ ضروریہ میں کھڑے ہونے سے روک دیں، اسی وجہ سے اپاہج وغیرہ پر حج فرض نہیں، اور ظاہری بات ہے کہ دمہ کا مریض، بلڈ پریشر یا شوگر کا مریض قیام پر قادر ہوتا ہے، اس لیے ایسے مریضوں پر حج فرض ہوگا اور ان پر لازم ہوگا کہ وہ سارے انتظامات کے ساتھ حج کریں (۲)۔

---

(١) يمشي قليلا فيضيق نفسه فيحتاج إلى الاستراحة، ثم يمشي قليلا فلا يقدر إلا بعد الاستراحة هكذا وله زاد وراحلة لا يجوز له تاخير الحج، وكذا إذا كان يضره الهواء البارد وينجمد بلغمه ويضيق نفسه.

(غنية الناسك في بغية المناسك: ص١٠، كتاب المسائل:٣/٧٨، المسائل المهمة:٩/١٣٤)

(٢) وأما شرائط وجوب الاداء فخمسة على الأصح، الأول الصحة، وهي سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج هذا عندهما، أما ظاهر المذهب عند أبي حنيفة رحمه الله فهي شرط الوجوب فلا يجب الحج على المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين أو اليدين أو الرجل الواحدة. (غنية الناسك: ص٢٦، ردالمحتار:٣/٤٥٧)

رقم المسئلة (٢٥٨)

(إذاقدروا على الزاد والراحلة)

مکان بنانے کے لیے پیسہ رکھا تھا کہ حج کا وقت آ گیا

ایک شخص کو مکان بنانے کی ضرورت ہے، اور اس نے اس کے لیے پیسہ روک رکھا تھا، ابھی یہ رقم مکان میں خرچ نہیں کی تھی کہ حج کو جانے کا زمانہ آ گیا، اور یہ رقم اس قدر ہے کہ اس کے لیے حج کے تمام اخراجات کی کفالت کرسکتی ہے، تو ایسے شخص پر حج کو جانا فرض ہے، البتہ اگر حج کے وقت سے پہلے ہی مکان وغیرہ میں خرچ کر دیا تو اب اس پر حج فرض نہیں (۱)۔

رقم المسئلة (٢٥٩)

لڑکی کی شادی کے لیے رکھے ہوئے پیسے سے حج کرے یا شادی

اگر کسی شخص پر حج فرض ہو، اور اس کا وقت بھی موجود ہو اور لڑکی کی حفاظت کا انتظام بھی ہو، تو ایسے شخص پر اولاً حج کرنا لازم ہوگا؛ البتہ اگر حج کے وقت میں دیر ہو اور شادی کی ضرورت ہو تو شادی کرنے کو ترجیح دی جائے گی (۲)۔

---

(١) وإن لم يكن له مسكن ولاشيء من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج أو تبلغ ثمن مسكن وخادم و طعام وقوت وجب عليه الحج، وإن جعلها في غيره أثم، لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرح به في اللباب، أما قبله فيشتري به ماشاء لأنه قبل الوجوب.

(رد المحتار:٣/٤٦١، الفتاوى الهندية: ١/٢١٧، كتاب المسائل:٣/٨٦)

(٢) له ألف وخاف العزوبة إن كان قبل خروج أهل بلده فله التزوج ولو وقته لزمه الحج.

(غنية الناسك: ص٢٢، كتاب المسائل:٣/٨٦، فتاوى محموديه:١٥/٣٥٦)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت "إذا قدروا على الزاد الخ" پر منطبق کرنے کے لیے ایک ضابطۂ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے، سونے چاندی اور روپے پیسے میں (نفقہ کے سوا) ضرورت کا اعتبار نہیں ہے۔

پس اگر کسی نے اپنی اولاد کی شادی کے لیے یا گھر بنانے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے لیے رقم جمع کر رکھی ہو اور اگر حج کے زمانے میں یہ رقم علی حالہ باقی ہو تو اس پر حج فرض ہوگا(۱)؛ کیوں کہ ضابطہ ہے کہ ثمنِ اصلی (سونا چاندی) اور ثمنِ فرعی (کرنسی) میں ضرورت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، پس قدرت علی الزاد پایا گیا(۲) لیکن اگر اس نے زمانۂ حج کے آنے سے پہلے رکھا ہوا روپیہ مذکورہ ضروریات میں خرچ کرلیا ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا؛ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو، کیوں کہ یہاں حج کے وقتِ وجوب سے پہلے ہی مال ختم ہو چکا ہے(۳)۔

---

(۱) و إن لم يكن له مسكن و لا شيء من ذالك وعنده دراهم تبلغ به الحج و تبلغ ثمن مسكن و خادم وطعام وقوة وجب عليه الحج، وان وجعلها في غيره اثم لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرحوا به في اللباب، أما قبله فيشترى به ما شاء لأنه قبل الوجوب.

(ردالمحتار: ٣/٤٦١، فقهي ضوابط: ١/١٢٩)

(٢) الحج واجب ...... إذاقدروا على الزادوالراحلة. (المختصر القدوري: ص٥٦)

(٣) أما قبله فيشترى به ما شاء لأنه قبل الوجوب. (ردالمحتار: ٣/٤٦١، فقهي ضوابط: ١/١٢٩)

رقم المسئلة (٢٦٠)

(والراحلة)

حج کا ویزا (Visa for Hajj) نہ ملنا مانعِ وجوب ادا ہے یا نہیں؟

سعودی حکومت کی طرف سے حج کے انتظامات کے پیشِ نظر ہر ملک میں مسلم آبادی کے تناسب سے حج کے لیے ویزوں کا کوٹہ مقرر ہے، اس مقررہ تعداد سے زیادہ ویزے نہیں دیے جاتے، اسی طرح ویزے کے اجرا کے لیے دیگر شرائط بھی لازم کردی گئی ہیں، جن کو پورا کیے بغیر ویزا ملنا مشکل ہوتا ہے، بریں بنا اگر کوئی شخص صاحبِ استطاعت ہو اور تندرست بھی ہو، لیکن کوشش کے باوجود اسے حج کا ویزا نہ مل پائے، تو اس کے حق میں وجوب ادا کی شرط نہیں پائی گئی (۱)، اور اس بنا پر حج میں تاخیر کا گناہ اسے نہ ہوگا، تاہم اس پر لازم ہے کہ وہ ہر سال ویزے کی کوشش کرتا رہے، اور زندگی سے مایوس ہونے کے وقت اپنی طرف سے حج کی وصیت کرے (۲)۔

طريقة الإنطباق

ذکرکردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت **"والراحلة"** پر منطبق کرنے کے یہاں ایک قاعدہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہوجائے، جب کسی شیٔ کے وجود کے لیے کوئی

---

(١) الحج واجب ...... إذا قدروا على الزاد والراحلة. (المختصر القدوري: ص ٥٦)

(٢) وأما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح ...... الثاني عدم الحبس والمنع والخوف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج ...... فالمحبوس والخائف من السلطان كالمريض لايجب عليهما أداء الحج بأنفسهما، ولكن يجب عليهما الاحجاج أو الإيصاء به عند الموت عندهما. (غنية الناسك: ص ٢٨)

چیز شرط ہوتو اسی شئ کے پائے جانے کے لیے اس شئ کے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔

پس حج کی ادائیگی کے واجب ہونے کے لیے جیسے زاد (سفرِ خرچ) پر قدرت شرط ہے کہ اگر کوئی شخص سفرخرچ پر قادر ہے تو حج فرض ہے، اور اگر قادر نہیں تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج فرض نہیں ایسے ہی راحلہ (سواری) پر بھی قدرت شرط ہے (۱)، اور فی زماننا ھذا بغیر ویزے کے کوئی شخص سواری (ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر) پر قدرت حاصل نہیں کرسکتا، اس لیے ویزا بھی شرائطِ وجوب ادا میں داخل ہوکر شرط ہوگا، پس اگر کوئی شخص حج کی درخواست دے اور اسے ویزہ نہ ملے تو شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس پر اس سال حج واجب نہیں ہوگا (۲)، وہ ہر سال کوشش کرتا رہے، جس سال ویزا مل جائے اس سال شرط (قدرت علی الراحلة) کے پائے جانے کی وجہ سے حج فرض ہوگا (۳)۔

رقم المسئلة (٢٦١)

(فاضلا عن المسكن و ما لا بد منه)

زائد از ضرورت پلاٹ (Plot) کے ہوتے ہوئے حج کا حکم

اگر کسی شخص کے پاس متعدد مکانات یا اتنی زرعی زمینیں ہوں کہ اس کی کچھ مقدار فروخت کر کے حج کے لیے ضروری اخراجات مہیا کر سکے، اور واپس آکر مابقیہ مکانات اور

---

(١) الحج واجب ...... إذا قدروا على الزاد والراحلة. (المختصر القدوري:ص ٥٦)

وإنما تشترط الراحلة في حق من بينه و بين مكة ثلاثة أيام فصاعدًا. (الجوهرة النيرة: ١/ ٣٦٠)

(٢) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/ ٦٢٣، الرقم ١٧٨)

(٣) شرط الشيء يتبعه فيثبت بثبوته. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/ ٧٦)

زرعی زمینوں سے اپنا گزر بسر کر سکے، تو ایسے شخص پر مصارفِ حج کے بقدر مکان یا زرعی زمین کا فروخت کر کے حج کرنا لازم ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (٢٦٢)

ضرورت سے زائد قیمتی گاڑیوں (Costly cars) کے ہوتے ہوئے حج کا حکم

بعض لوگوں کے پاس استعمال کے لیے متعدد گاڑیاں ہوتی ہیں، جنہیں وہ شوقیہ طور پر اپنے پاس رکھتے ہیں، جب کہ انہیں فی الفوران ساری گاڑیوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اگر زائد از ضرورت گاڑیوں کی قیمت مصارفِ حج کو کافی ہو، تو ایسے شخص پر انہیں بیچ کر حج کرنا لازم ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا دونوں مسئلوں کو مصنف کی عبارت "فَاضلا عن المسكن و ما لابد منه" پر منطبق کرنے کے لیے حاجت اصلیہ کی تعریف کا جاننا ضروری ہے، حاجتِ اصلیہ ان

---

(۱) وإن كان له من الضياع مالوباع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة يبقى بعد رجوعه من ضيعته قدر ما يعيش بغلته الباقي يفترض عليه الحج.

(غنية الناسك: ص ۲۲، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۸، كتاب المسائل: ۳/۸٦)

(۲) وإن كان له مسكن فاضل لا يسكنه، أو عبد لا يستخدمه، أو متاع لا يمتهنه، أو كتب لايحتاج إلى استعمالها وهي من العلوم الشرعية و ما يتبعها من الآلات العربية، أو ثياب لا يحتاج إلى لبسها، أو أرض لا يحتاج إلى غلتها، أو كرم زائد على قدر التفكه بها، أو حوانيت أو نحو ذالك مما لايحتاج إليها يجب بيعها إن كان به وفاء بالحج. (غنية الناسك: ص ۲۳، كتاب المسائل: ۳/ ۸۷)

اشیائے ضروریہ کو کہتے ہیں جن کا نہ ہونا انسان کو یا تو حقیقتاً ہلاکت تک پہنچادے، مثلاً نفقہ، رہائش کا مکان، کمائی کے آلات وغیرہ یا پھر تقدیراً ہلاکت تک پہنچادے، مثلاً قرض (۱)۔

مصنفؒ نے (فاضلا عن المسكن وما لا بد منه) عبارت میں حاجتِ اصلیہ مراد لی ہے، یعنی مصارفِ حج (زاد وراحلہ) کا حوائج اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے، تب حج فرض ہوگا ورنہ نہیں، اور مذکورہ بالا دونوں مسائل میں زائد پلاٹ اور زائد گاڑیوں پر حاجت اصلیہ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے کہ فرضیت حج کے لیے مانع ہوں، اس لیے ایسے شخص پر ان زائد سامان کا فروخت کر کے حج کرنا فرض ہوگا (۲)۔

﴿عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟﴾

رقم المتن - ١١٦

وَ يُعْتَبَرُ فِيْ حَقِّ الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُوْنَ لَهَا مَحْرَمٌ يَحُجُّ بِهَا أَوْ زَوْجٌ وَلَا يَجُوْزُ لَهَا أَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا إِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا.

ترجمہ: اور عورت کے حق میں اعتبار کیا جائے گا اس کا کوئی محرم جس کے ساتھ وہ حج کرے یا

---

(١) الحاجة الأصليه وهي مايدفع الهلاك عن الإنسان تحقيقا، كالنفقة ودور السكنى، وآلات الحرب الثياب المحتاج إليها لدفع الحر والبرد، أو تقديرا كالدين، فإن المديون محتاج إلى قضائه كما في يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذي هو كالهلاك. (التعريفات الفقهية: ص ٣٣)

(٢) قال الشامي تحت قوله (ومنه المسكن) أي الذي يسكنه هو أو من يجب عليه مسكنه، بخلاف الفاضل عنه من مسكن أو عبد أو متاع أو كتب شرعية أو آلية كعربية، أو نحو الطب والنجوم وأمثالها من الكتب الرياضية فتثبت بها الاستطاعة، وإن احتاج إليها كما في شرح اللباب عن التاتارخانية. (رد المحتار: ٣/٤٦١)

اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو، اور جائز نہیں ہے عورت کے لیے حج کرنا ان دونوں کے علاوہ کے ساتھ جب کہ اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت ہو۔

توضیح المسئلة

عورتوں پر حج فرض ہونے کے لیے ذاتی خرچ کے علاوہ ساتھ میں جانے والے محرم کا پورا سفر خرچ بھی مہیا ہونا لازم ہے، ورنہ عورت پر حج فرض نہیں ہوگا(۱)۔

نوٹ : یہاں محرم سے مراد وہ محارم ہیں جن کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے، مثلاً باپ، دادا، بیٹا، بھائی وغیرہ(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٦٣)

جدہ ایئر پورٹ (Jeddah airport) پر محرم موجود ہونے کی صورت میں عورت کا تنہا سفر کرنا

ایک شخص سعودی میں مقیم ہے اور اس کی بیوی ہندوستان میں ہے، اگر بیوی کو ہندوستان میں کوئی محرم ایئر پورٹ تک پہنچا دے، پھر سعودی ایئر پورٹ سے شوہر اپنے ساتھ لے کر حج کرائے تو شرعاً بیوی کا اس طرح سفر کرنا جائز نہیں ہے(۳)، حتی الامکان کسی

---

(١) ومع زوج أو محرم...... مع وجوب النفقة لمحرمها عليها، لأنه محبوس عليها.

(رد المحتار: ٣/٤٦٤)

(٢) والمحرم من لا يجوز منا كحتها على التابيد بقرابة أو رضاعة أو صهرية. (رد المحتار: ٣/٤٦٤)

(٣) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم =

محرم کا انتظام کر کے سفر کرے ورنہ گنہگار ہوگی، البتہ حج ادا ہو جائے گا(۱)۔

طريقة الإنطباق

حدیث میں صاف طور پر عورتوں کو بغیر محرمِ شرعی کے مسافتِ سفر سے منع کیا گیا ہے(۲)، اور مسئلہ مذکورہ میں محض دونوں جانب (ہندوستان اور سعودی کے ایئرپورٹ) پر محرم کا ہونا کافی نہیں ہے؛ کیوں کہ اصل سفر تو درمیان کی مسافت کا طے کرنا ہے، جس پر سفر کی تعریف صادق آتی ہے(۳)، اور وہاں عورت کے ساتھ کوئی محرم نہیں ہے، اس لیے عورت کا اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں ہوگا(۴)، بل کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس عورت کے لیے محرم کو ساتھ لے جانا ممکن نہ ہو تو شریعت نے اس کے لیے حج کی وصیت کا حکم دیا ہے(۵)۔

= و لا يدخل عليها رجل إلا و معها محرم، فقال رجل يا رسول الله إني أريد أن أخرج في جيش كذا و كذا وامرأتي تريد الحج فقال اخرج معها. (الصحيح للبخاري: ١/ ٢٥، كتاب جزاء الجيد، باب حج النساء)

ولايجوز لها أن يحج بغير هما إذا كان بينها و بين مكة مسيرة ثلثة أيام فصاعدًا.

(المختصر القدوري: ص٥٦)

(١) فإن حجت بغير محرم أو زوج جاز حجها مع الكراهة. (الجوهر النيرة: ١/ ١٤٥)

(٢) لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا فوق ثلثة أيام فصاعدًا إلا ومعها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها. (السنن لأبي داؤد: ١/ ٢٤٨، كتاب الحج، باب المرأة تحج بغير محرم)

(٣) السفر لغة قطع المسافة، و شرعا هو الخروج من عمارة موضع الإقامة على قصد مسيرة ثلاثة أيام فما فوقها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة. (التعريفات الفقهية: ص٣٢٢)

(٤) ولايجوز لها أن يحج بغير هما إذا كان بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة أيام فصاعدًا.

(المختصر القدوري: ص٥٦)

(٥) قال الشامي تحت قوله (قولان) هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم =

رقم المسئلة (٢٦٤)

عورت کا اپنے داماد (Son of law) کے ساتھ سفر حج پر جانا

داماد شرعی طور پر محرم ہوتا ہے(۱)، اگرچہ لڑکی کا انتقال کیوں نہ ہو جائے اس لیے عورت اپنے داماد کے ساتھ سفر حج پر جا سکتی ہے(۲)؛ البتہ اگر داماد اور ساس کے عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہو، اور ان کے اخلاق وعادات قابلِ اطمینان نہ ہوں، اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا(۳)۔

طريقة الإنطباق

شریعت نے عورت کے لیے سفر حج کے لیے جس محرم کی شرط لگائی ہے اس سے مراد وہ ہے جس سے بر سبیل تابید نکاح حرام ہو(۴)، اور داماد اور ساس کے درمیان بھی حرمت ابدی ہے(۵)، اس لیے داماد کے ساتھ سفرِ حج پر جانا عورت کے لیے شرعاً جائز ہوگا، لیکن اگر داماد فاسق وفاجر ہو اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسے داماد کے ساتھ سفر حج پر جانا درست

= شرط و جوب أداء، والذي اختاره في الفتح أنه مع الصحة و أمن الطريق شرط وجوب الأداء، فيجب الإيصاء ان منع المرض وخوف الطريق أو لم يوجد زوج ولا محرم. (رد المحتار: ٣/ ٤٦٥)

(١) وأمهات نسائكم. (النساء: ٢٣)

(٢) ولها أن تخرج مع كل محرم على التابيد بنسب أو رضاع أو مصاهرة.

(تبيين الحقائق: ٢/ ٢٤٣، كتاب الحج، الفتاوى الهندية: ١/ ٢٨٢، البحر الرائق: ٢/ ٥٥١، فتاوى قاسميه: ١٢/ ١٣٣، كتاب الفتاوى: ٤/ ٤٢)

(٣) ويشترط أن يكون المحرم أو الزوج ماموناً عاقلاً بالغاً غير فاسق ماجن لايبالي. (غنية الناسك: ص ٣١)

(٤) والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (ردالمحتار: ٣/ ٤٦٤)

(٥) حرمت عليكم أمهاتكم .... وأمهات نسائكم. (النساء: ٢٣)

نہیں ہوگا کیوں کہ محرم کا مامون ہونا بھی شرط ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٢٦٥)

کیا عورت اپنے دیور (Brother in law) کے ساتھ سفرِ حج پر جاسکتی ہے؟

دیور محرم شرعی نہیں ہے اس لیے عورت کا اپنے دیور کے ساتھ سفرِ حج پر جانا شرعاً جائز نہیں ہے(۲)۔

رقم المسئلة (٢٦٦)

چچی (Aunt) کا بھتیجے (Nephew) کے ساتھ حج پر جانا

چچی بھتیجے کے لیے محرم شرعی نہیں ہے اس لیے چچی کا بھتیجے کے ساتھ سفرِ حج پر جانا شرعاً درست نہیں ہے(۳)۔

---

(١)ويشترط أن يكون المحرم أو الزوج مامونًا عاقلا بالغًا غير فاسق ماجن لا يبالی، ونقل أبو السعود عن البزازية لاتسافر بأخيها رضاعا في زماننا، قال في ردالمحتار أي لفساد الزمان ويؤيده كراهة الخلوة بها كالصهرة الشابة، فينبغي استثناء الصهرة الشابة هنا أيضا، لأن السفرة كالخلوة. (غنية الناسك: ص ٣١)

(٢) ويعتبر في المرأة أن يكون لها محرم تحج به، أو زوج، و لا يجوز لها أن تحج بغيرهما إذاكان بينها وبين مكة ثلاثة أيام. (المختصر القدوري :ص٥٦، فتاوى قاسميه :١٢ /١٤٣)

(٣) عن أبي أمامة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تسافر امرأة سفرا ثلاثة أيام أو تحج إلا معها زوجها. (سنن الدار قطني :٢/ ١٩٩، الرقم:٢٤١٩)

والمحرم الزوج ومن لا يجوز له مناكحتها على التابيد برضاع أو صهرية.

(الفتاوى التاتار خانيه :٣/ ٤٧٥، فتاوى قاسميه :١٢ /١٤٥)

طريقة الإنطباق

عورت کے لیے سفرِ حج پر جانے کے لیے شریعت نے جس محرم کو شرط قرار دیا ہے، وہ ایسا محرم ہے جس سے بر سبیل تابید (ہمیشہ کے لیے) نکاح حرام ہو، اور مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں دیور، اور بھتیجہ ایسے محرم ہیں جن میں حرمتِ نکاح کا معنی بر سبیل تاقیت (ایک وقت تک کے لیے) ہے (۱)؛ پس محرمِ شرعی کی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے عورت کے لیے ان حضرات (دیور، بھتیجہ) کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

---

(١) وأحل لكم ما وراء ذالكم. (النساء:٢٤)

وأحل لكم ماوراء ذالكم يعني ماسوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة.

(التفسير المظهري:٢/٦٦)

(٢) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية:٢/٦٢٣)

﴿مواقیت کا بیان﴾

رقم المتن - ١١٧

وَالْمَوَاقِيتُ الَّتِي لَا يَجُوزُ أَنْ يَتَجَاوَزَهَا الْإِنْسَانُ إِلَّا مُحْرِمًا لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتُ عِرْقٍ وَ لِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ النَّجْدِ قَرْنٌ، وَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَم، فَإِنْ قَدَّمَ الْإِحْرَامَ عَلَى هٰذِهِ الْمَوَاقِيتِ جَازَ، وَ مَنْ كَانَ بَعْدَ الْمَوَاقِيتِ فَمِيقَاتُهُ الْحِلُّ، وَ مَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَمِيقَاتُهُ فِي الْحَجِّ الْحَرَمُ وَ فِي الْعُمْرَةِ الْحِلُّ.

ترجمہ: اور وہ مواقیت کہ جن سے گزرنا، انسان کے لیے احرام باندھے بغیر جائز نہیں ہے، اہلِ مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ ہے اور اہلِ عراق کے لیے ذاتِ عرق ہے، اور اہلِ شام کے لیے جحفہ ہے، اور اہلِ نجد کے لیے قرن ہے، اور اہلِ یمن کے لیے یلملم ہے؛ چناں چہ اگر احرام کو ان مواقیت سے مقدم کر دیا تب بھی جائز ہے، اور جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو اس کا میقات حل ہے، اور جو شخص مکہ میں رہتا ہو اس کا میقات حج میں حرم ہے اور عمرہ میں حل۔

توضيح المسئلة

مصنفؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں مواقیت کا بیان فرمایا ہے جاننا چاہیے کہ حرم بیت اللہ کے اردگرد مخصوص جگہ کا نام ہے، جس کو نشان لگا کر نشان دہی کر دی گئی ہے جو مدینہ کی جانب تین میل، عراق کی جانب سات میل، جعرانہ کی جانب نو میل، اور جدہ کی جانب

دس میل ہے(۱)۔

حل: حرم سے باھر اور میقات کے اندر کی جگہ حل کہلاتی ہے (۲)۔

مواقیت کل پانچ ہیں:

(الف) ذوالحلیفہ: یہ اہلِ مدینہ، تبوک، اردن، (جارڈن) سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ب) ذات عرق: یہ اہلِ عراق، ایران، خراسان، روس وچین وغیرہ سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ج) جحفۃ: یہ اہلِ شام، مصر، سوڈان وغیرہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(د) قرن: اہلِ نجد اور خلیجی ممالک کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔

(ہ) یلملم: اہلِ یمن، مسقط، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما وغیرہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ہے (۳)۔

---

(۱) وسمی حرما لتحریم اللّٰہ تعالی فیه کثیرا مما لیس بمحرم في غیره من المواضع، وحده من طریق المدینة علی ثلاثة أمیال، و من العراق علی سبعة، ومن الجعرانه علی تسعة، ومن جدة علی عشرة.

(حاشیه بخاری: ۱/۲۱۶، الرقم: ٤)

(۲) الحل معناه الذي بین المواقیت وبین الحرم. (الهدایه: ۱/۲۳٦، کتاب الحج)

(۳) عن زید بن جبیر انه اتی عبد اللّٰہ بن عمر في منزله، وله فسطاط وسرادق، فسألته من این یجوز أن اعتمر قال فرضها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لأهل نجد من قرن، ولأهل المدینة ذا الحلیفة، ولأهل الشام الجحفة. (الصحیح للبخاری: ۱/۲۰٦، باب فرض مواقیت الحج) =

اب حج اور عمرہ کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(الف) مکی: وہ شخص جو مکہ کا باشندہ ہو اور مکہ سے مراد حرم یعنی بیت اللہ کے اردگرد کی وہ جگہ جس کی نشان دہی، نشان لگا کر کردی گئی ہے، یہ مکی شخص کے لیے حج کا میقات حرم ہے اور عمرہ کا میقات حل ہے، کیوں کہ عمرہ تو مسجدِ حرام میں ہوتا ہے، اس لیے احرام حل سے بندھوایا تا کہ ایک قسم کا سفر متحقق ہو جائے، اور حج تو عرفہ میں ہوتا ہے جو حل میں ہے، اس لیے حج کا احرام حرم سے بندھوایا گیا(۱)۔

(ب) حِلّی: یہ وہ شخص ہے جو حرم سے باہر اور مواقیتِ خمسہ کے اندرون حدود میں رہتا ہو، اس کے لیے احرام باندھنے کی جگہ حل (خارجِ حرم) ہے، کیوں کہ حج یا عمرہ کرنے والے شخص کا اپنے وطن سے احرام باندھنا جائز ہے اور یہ حل کی جگہ حلّی کا وطن ہے، اس لیے اس کے لیے یہی میقات ہے(۲)۔

(ج) آفاقی: یہ وہ شخص ہے جو مواقیت خمسہ کے باہر کا رہنے والا ہو اس کے لیے یہی مواقیتِ خمسہ احرام باندھنے کے لیے میقات ہے(۳)۔

- عن عائشة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقت لأهل العراق ذات عرق.

(السنن لأبي داؤد: ۱/۲۴۳، كتاب المناسك باب في المواقيت)

(۱) ومن كان بمكة فوقته في الحج الحرم، وفي العمرة الحل، لأن أداء الحج في عرفة وهي في الحل فيكون الإحرام من الحرم، ليتحقق نوع سفر، وأداء العمرة في الحرم فيكون الإحرام من الحل.

(الهداية: ۱/۲۳۶، كتاب الحج)

(۲) ومن كان داخل الميقات فوقته الحل، معناه الحل الذي بين المواقيت وبين الحرم، لأنه يجوز إحرامه من دويرة أهله وماوراء الميقات إلى الحرم مكان واحد. (الهداية: ۱/۲۳۵، كتاب الحج)

(۳) ثم الآفاقي إذا إنتهى إليها على قصد دخول مكة أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا =

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٦٧)

مکہ کا باشندہ جب سال چھ مہینے میں کسی دوسرے ملک جا کر واپس آئے تو اس کے احرام باندھنے کا حکم

اگر کوئی مکی (مکہ کا باشندہ) شخص سال چھ مہینے کے لیے مواقیتِ خمسہ سے باہر کسی دوسرے ملک میں رہ کر مکہ واپس آئے تو مواقیتِ خمسہ میں سے جس سمت سے آئے گا، اسی میقات پر احرام باندھنا لازم ہوگا(۱)، بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوگا تو دم لازم ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

ذکر کردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت "والمواقيت الخ" پر منطبق کرنے کے لیے ایک ضابطہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق سہل ہو جائے، اور وہ یہ ہے کہ انسان کی حالت کے متغیر ہونے سے میقات کا بھی حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مکی شخص مکہ سے نکل کر میقات کے باہر کسی ملک میں اقامت کرلے، تو اس کا حکم اہلِ آفاق کی طرح ہو جاتا ہے، یا کوئی آفاقی شخص زمانۂ حج سے پہلے مکہ میں مقیم ہو جائے تو اس کا حکم اہلِ مکہ کی طرح ہو جاتا

= لقوله عليه السلام لا يجاوز احد الميقات إلا محرما. (الهداية: ١/٢٣٥، كتاب الحج)

(١) المكي إذا خرج منها وجاوز الميقات لايحل له العود بلا إحرام لكن إحرامه من الميقات.

(ردالمحتار:٣ / ٤٨٤)

(٢) من جاوزوقته غير محرم ثم أحرم أولا فعليه العود إلى وقت، وإن لم يعد فعليه دم.

(غنية الناسك: ص ٧٥، فتاوى قاسميه :١٢/١٨٤)

ہے(۱)۔اس ضابطہ کی روشنی میں بات صاف ہوگئی کہ جب مکی شخص نے سال چھ مہینہ کسی دوسرے ملک میں اقامت اختیار کرلی، تو اس کے اس اقامت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کا حکم شخص آفاقی کی طرح ہوگیا، اور آفاقی شخص کسی بھی حال میں میقات پر احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا ہے ورنہ دم واجب ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (٢٦٨)

مکہ کے تاجر (Business man) کا ہر مرتبہ احرام کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا لازم ہے

اگر کوئی مکہ کا باشندہ تاجر ہو، اور اسے تجارت کی غرض سے بار بار دوسرے ممالک (مواقیت کے باہر) کا سفر کرنا پڑتا ہو، تو ایسے شخص کا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا شرعاً جائز ہے(۳)۔

---

(١) قد يتغير الميقات بتغير الحال فالآفاقي إذا دخل البستان أو المكي إذا خرج إليه فأراد أحد النسكين فحكمه حكم أهل البستان، و كذا البستاني أو المكي إذا خرج إلى الآفاق صار حكمه حكم أهل الآفاق، لاتجوز له مجاوزة ميقات أهل الآفاق، وهو يريد مكة أو الحرم إلا محرما، و كذا الآفاقي أو البستاني إذا دخل مكة أو الحرم فهو وقته للحج و الحل للعمرة. (غنية الناسك :ص٧٣)

(٢) المكي إذا خرج من الحرم لحاجة له أن يدخل مكة بغير إحرام بشرط أن لايكون جاوز الميقات كالآفاقي، فإن جاوزه فليس له أن يدخل مكة من غير احرام لأنه صار آفاقيا. (البحر الرائق :٢/ ٥٦٠)

(٣) عن ابن عباس رضي الله عنه قال لايدخل مكة أحد بغير إحرام إلا الحطابون والعمالون و أصحاب منافعها. (المصنف لابن أبي شيبه: ٨/ ٢٢٧، الرقم ١٣٦٩١)

و من كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته، لأنه يكثر دخوله مكة، وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بيّن، فصار كأهل مكة حيث يباح لهم الخروج منها، ثم دخولها بغير إحرام لحاجتهم. (الهداية: ١/ ٢٣٥، كتاب الحج، فتاوى قاسميه: ١٢/ ١٨٥)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو مصنف کی عبارت "والمواقیت الخ" پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے، شریعت جس حکمِ شرعی میں بندے کے لیے حرج دیکھتی ہے تو دفعِ حرج کی غرض سے اس حکم میں بندے کے لیے تخفیف کر دیتی ہے(۱)۔

اب مواقیتِ خمسہ کے سلسلہ میں حکمِ شرع یہ ہے کہ جو شخص مواقیت خمسہ کے باہر سے مکہ آئے (خواہ وہ آنے والا شخص مکی ہو، اور کسی بھی غرض سے آئے) اس پر مواقیت پر احرام کا باندھنا لازم ہے(۲)، اگر ہم مکی تاجر پر بھی یہ حکم لازم کرتے ہیں تو اس کے لیے دخولِ مکہ کے لیے ہر بار احرام کا باندھنا سخت مشکل کا باعث ہوگا، اور شریعت حرج ومشکل صورت میں حکم میں تخفیف کر دیتی ہے، اس لیے ایسے مکی شخص پر دفعِ حرج کی غرض سے مواقیت پر احرام کا باندھنا شرعاً لازم نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) ما جعل عليكم في الدين من حرج. (الحج:۷۸)

الحرج مدفوع. (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۰۷/۵)

(۲) المكي إذا خرج منها وجاوز الميقات لايحل له العود بلا إحرام لكن إحرامه من الميقات.

(ردالمحتار:۴۸۴/۳)

(۳) ومن كان داخل الميقات له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته، لأنه يكثر دخول مكة وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين. (الهداية:۲۳۵/۱، كتاب الحج)

رقم المسئلة (٢٦٩)

ہندوستانی شخص کا جدہ ایئرپورٹ (Jeddah airport) پر احرام باندھنے کا حکم

ہندوستان سے جو لوگ مکہ مکرمہ جانے کے لیے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں، ان کو ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل احرام باندھ لینا چاہیے، جدہ تک احرام مؤخر کرنا جائز نہیں، اگر مؤخر کریں گے تو گناہ بھی ہوگا اور دَم بھی لازم ہوگا(۱)؛ البتہ اگر یہ شخص جدہ سے کسی میقات پر لوٹ کر احرام پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو واجب شدہ دم ساقط ہو جائے گا(۲)۔

طريقة الإنطباق

ممالک مشرقیہ سے سارے ہوائی جہاز کا راستہ عموماً خشکی کے اوپر سے براہِ قرن المنازل ہوتا ہے، ہوائی جہاز قرن منازل اور ذات عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے

---

(١) من تجاوز وقته أي ميقاته الذي وصل إليه سواء كان ميقاته الموضع المعين له شرعا أم لا غير محرم ثم أحرم أي بعد المجاوزة أو لا أي لم يحرم بعدها، فعليه العود أي فيجب عليه الرجوع إلى وقت أي إلى ميقات من المواقيت، وان لم يعد فعليه دم لمجاوزة الوقت، فلو أحرم آفاقي داخل الوقت أي في داخل الميقات واهل الحرم أي احرموا من الحل للحج......فعليهم العود الى وقت اى ميقات شرعى لهم لارتفاع الحرمة وسقوط الكفارة وان لم يعودوا فعليهم الدم والإثم لازم لهم، فان عاد قبل شروعه في طواف أو وقوف سقط الدم. (اللباب مع شرحه: ١/٩٤)

(٢) وان عاد الي ميقات آخر سوى الميقات التي جاوز قبل أن يصل احرامه بالفعل يسقط عنه الدم عندنا وعوده إلى هذا الميقات أو إلى ميقات آخر سواء. (الفتاوي التاتارخانية:٣/٥٥٣، فتاوى دارالعلوم زكريا :٣/٣٩٨، فتاوى رحيميه: ٨/٧٣، جديد فقهى مسائل:١/٢٣٩)

گزرتے ہوئے اول حل میں داخل ہوجاتے ہیں، پھر جدہ پہنچتے ہیں اس لیے ہوائی سفر میں تو قرن المنازل کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا لازم و واجب ہے(۱)، اور چوں کہ ہوائی جہازوں میں اس کا پتہ چلنا تقریباً ناممکن ہے کہ کس وقت اور کب یہ جہاز قرن المنازل کے اوپر سے گزرے گا، اس لیے اہلِ ہندوستان کے لیے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہی احرام باندھ لیں تاکہ عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے(۲)، نیز احرام کو میقات سے پہلے باندھنا تو سب کے نزدیک افضل ہے(۳)، اگر بغیر احرام باندھے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعہ جدہ پہنچ گئے تو ان کے ذمے دم یعنی ایک بکرے کی قربانی واجب ہوگی(۴)۔

البتہ اگر جدہ سے کسی میقات پر لوٹ کر احرام پہن کر تلبیہ پڑھ لے تو واجب شدہ دم ساقط ہوجائے گا، کیوں کہ اس صورت میں امرِ ممنوع (مجاوزۃ میقات) کی تلافی ہو گئی(۵)۔

---

(۱) والمواقیت التي لا یجوز أن یتجاوزها الإنسان إلا محرما. (المختصر القدوري: ص۵۶)

(۲) الإحتیاط في حقوق اللّٰہ تعالٰی جائز. (قواعد الفقہ: ص۵۴)

(۳) فإن قدم الإحرام علی هذه المواقیت جاز. (المختصر القدوري: ص ۵۶)

(۴) من جاوز وقتہ غیر محرم ثم أحرم أولا فعلیہ العود إلی وقت و إلی و إن لم یعد فعلیہ دم.

(غنیة الناسك: ۳/۷۵)

(۵) وإن عاد إلی میقات آخر سوی المیقات التي جاوز قبل أن یصل إحرامه بالفعل یسقط عنه الدم عندنا.

(الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۵۵۳، فتاوی رحیمیه: ۸/۷۴)

رقم المسئلة (٢٧٠)

ہندوستانی (Indian) کا مدینہ ہوکر مکہ جانے کی صورت میں احرام کا حکم

ہندوستان سے جو حجاجِ کرام پہلے مدینہ جائیں، تو ان کے لیے اپنے وطن سے احرام باندھنا لازم نہیں ہے، البتہ جب وہ مدینہ سے مکہ آئیں، اور ان کا گزر ذوالحلیفہ پر ہو تو وہاں احرام باندھ لیں(۱)۔

طريقة الإنطباق

یہاں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق آسان ہوجائے:

(الف) میقات سے گزرتے وقت اگر حرم شریف کا قصد نہ ہو تو میقات پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے، لزومِ احرام تو مکہ معظّمہ کی تعظیم کے پیشِ نظر ہے(۲)۔

(ب) میقات انسان کی حالت کے بدل جانے سے بدل جاتی ہے، یعنی اگر آفاقی شخص سفر کر کے پہلے کسی دوسری جگہ جائے، اور وہاں سے دخولِ مکہ کا ارادہ کرے تو

---

(۱) ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة، عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لايجاوز أحد الميقات إلا محرما، و لأن وجوب الإحرام لتعظيم هذة البقعة الشريفة فيستوي فيه الحاج والمعتمر و غيرهما.

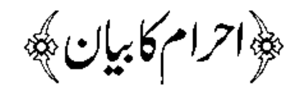
(الهداية: ١ / ٢٣٥، كتاب الحج، فتاوى دارالعلوم زكريا: ٣ / ٣٩٦، جديد فقهي مسائل: ١ / ٢٣٩)

(٢) قال الشامي: قال في الهداية ثم الآفاقي إذا انتهى إلى المواقيت على قصد دخول مكة، عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة عندنا أو لم يقصد لقوله صلى الله عليه وسلم لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما ولو لتجارة، ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوي فيه التاجر والمعتمر وغيرهما.

(رد المحتار: ٣/٤٥٢)

اب اس کی میقات فی الحال وہ ہوگی جہاں وہ مقیم ہے(۱)۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں کی روشنی میں انطباق آسان ہوگیا، جو حجاجِ کرام پہلے مدینہ جاتے ہیں ان کے لیے دخولِ مکہ کا قصد نہ ہونے کی وجہ سے احرام بھی لازم نہیں ہوگا، اور جب وہ مدینہ پہنچ گئے، تو ان کا حکم بھی اہل مدینہ کا ہوگیا، اب مدینہ والے دخولِ مکہ کے ارادے سے احرام ذوالحلیفہ یا جحفہ (رابغ) پر باندھتے ہیں، تو یہ شخص بھی وہیں سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوگا۔



رقم المتن - ١١٨

وَ إِذَا أَرَادَ الْإِحْرَامَ اِغْتَسَلَ أَوْ تَوَضَّأَ، وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ وَ لَبِسَ ثَوْبَيْنِ جَدِيْدَيْنِ، أَوْ غَسِيْلَيْنِ إِزَارًا وَ رِدَاءً، وَ مَسَّ طِيْبًا إِنْ كَانَ لَهُ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ عَقِيْبَ صَلَاتِهٖ.

ترجمہ: اور جب محرم احرام باندھنے کا ارادہ کرے، تو غسل کرے یا وضو، اور غسل کرنا افضل ہے، اور دو کپڑے (تہبند اور چادر) پہنے جو نئے ہوں، یا دھلے ہوئے ہوں، اور خوشبو

(۱) وقد يتغير الميقات بتغير الحال، فالآفاقي إذا دخل البستان، أو المكي إذا خرج إليه فأراد أحد النسكين فحكمه حكم أهل البستان ...... والضابط ان كل من وصل إلى مكان على وجه مشروع قاصدا له لحاجة صار حكمه حكم أهله في الميقات. (غنية الناسك :ص٧٣، ٧٤)

لگائے اگر ہو، اور دو رکعت نماز پڑھے اور کہے یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما، پھر نماز کے بعد تلبیہ پڑھے۔

توضيح المسئلة

احرام ایک مخصوص حالت اور مخصوص لباس کے ساتھ حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھنے کا نام ہے، صاحبِ قدوری احرام کا طریقہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو وہ پہلے غسل کرے یا وضو، لیکن غسل کرنا افضل ہے، احرام کے دو کپڑوں میں سے لنگی کی جگہ ازار کو باندھ لے جو کم از کم ناف سے لے کر گھٹنے تک ہونی چاہیے تاکہ ستر اچھی طرح ڈھک جائے، اور رداء یعنی چادر ایسی لمبی ہونی چاہیے جو (اضطباع کے وقت) داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر سہولت سے آجائے (۱)۔

احرام کے یہ دونوں کپڑے نئے ہوں تو زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ نیا کپڑا طہارت سے زیادہ قریب ہوتا ہے ورنہ دھلا ہوا بھی جائز ہے، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگا لے کیوں کہ خوشبو کی ممانعت احرام کے بعد ہے (۲)، اور پھر نماز پڑھے اور تلبیہ کہہ کر حج کی نیت کر لے اب یہ شخص محرم ہو گیا (۳)۔

---

(۱) ویستحب لبس إزار من السرة إلى الركبة ورداء على ظهره، و يسن أن يدخله تحت يمينه و يلقيه على كتفه الايسر هذا يسمى اضطباعا. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳ /٤٨٨)

(۲) ووجه المشهور حديث عائشة قالت كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم لإحرامه قبل أن يحرم، و لأن الممنوع عنه التطيب بعد الإحرام، والباقي كالتابع له لا تصاله به بخلاف الثوب، لإنه مباين عنه. (الهداية: ۱/۲۳٦، باب الإحرام)

(۳) وإذا لبيت ناويا فقد أحرم. (نورالإيضاح: ص ۱۷۱)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٧١)

احرام باندھنے سے پہلے سر میں خوشبودار تیل (Fragrant oil) لگانے کا حکم

اگر کوئی شخص غسل کے بعد سر اور داڑھی میں خوشبودار تیل لگائے تو شرعاً جائز و درست ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

احرام باندھنے کے لیے غسل کرنے کے بعد بدن میں خوشبو کا استعمال مسنون ہے، اور سر اور داڑھی بھی بدن کا حصہ ہے، اور تیل بھی ایک خوشبودار شئ ہے جو خوشبو کے قائم مقام ہے، اس لیے سر اور داڑھی میں خوشبودار تیل کا لگانا جائز و درست ہے (۲)۔

رقم المسئلة (٢٧٢)

احرام میں گرم کپڑا (Warm Cloth) کا استعمال کرنا

اگر کوئی شخص ٹھنڈی سے بچنے کے لیے احرام میں گرم کپڑا استعمال کرے تو شرعاً درست ہے (۳)۔

---

(۱) ويستحب أن يسرح رأسه عقيب الغسل، وأن يدهنه بأي دهن كان مطيبا كان أو غير مطيب وكذا لحيته. (غنية الناسك: ص۸۹، الفتاوى الهندية: ۱/۲۲۲، كتاب النوازل: ۷/۳٤۹)

(۲) ويسن بعد الغسل أن يستعمل الطيب في بدنه إن كان عنده وإلا فلا يطلبه. (غنية الناسك: ص۸۸)

(۳) ولبس ثوبين جديدين أو غسيلين إزارًا و رداءً لأنه عليه السلام إئتزر وارتدى عند إحرامه و لأنه =

طريقة الإنطباق

انطباق کے لیے احرام کا معنی جاننا ضروری ہے۔ احرام دراصل نیت اور تلبیہ کے اجتماع سے عبارت ہے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام شروع ہو جاتا ہے، خاص کپڑوں یا ہیئت کا نام احرام نہیں ہے(۱)، اسی لیے جیسے محرم کے لیے سترِ عورت ضروری ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے حصہ کو چھپائے، خواہ وہ کسی بھی کپڑے سے ہو، ایسے ہی محرم کی ضرورت گرمی و سردی سے بچنا ہے، جو احرام کے ان دو کپڑوں سے حاصل ہے، اب اگر یہ دونوں کپڑے گرم ہوں تو یہ احرام کے لیے مضر نہیں ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۲۷۳)

احرام میں رنگین کپڑوں (Clourful Garments) کا استعمال

اگر کسی شخص نے سفید کے علاوہ کوئی دوسرے رنگ کا احرام باندھ لیا تو بھی درست ہے(۳)؛ البتہ احرام میں مردوں کے لیے سفید کپڑا افضل ہے(۴)۔

= ممنوع عن لبس المخيط. (الهداية: ۱/۲۳٦، باب الإحرام، كتاب النوازل: ۷/۳۵۰)

(۱) الإحرام شرعًا: الدخول في حرمات مخصوصة أي التزامها غير أن التزامها لا يتحقق شرعا إلا بالنية مع الذكر أو الخصوصية. (غنية الناسك: ص۸۲)

وكذا لا يشترط أي لصحته زمان ولا مكان ولا هيئة ولا حالة. (غنية الناسك: ص۸۳)

(۲) ولبس ثوبين جديدين أو غسيلين إزارًا و رداءً ...... و لابد من ستر العورة ودفع الحر والبرد وذلك فيما عيناه. (الهداية: ۱/۲۳٦، باب الإحرام)

(۳) و في أسودين و كذا في أخضرين وأرزقين و في مرقعة. (غنية الناسك: ص۹۰)

(٤) والأفضل أن يكون الإزار والرداء أبيضين لما روي عن ابن عباس رضي الله عليه وسلم أن النبي=

طريقة الإنطباق

ذکر کردہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت "و لبس ثوبين" پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے، فعلِ احسان کو ترک کرنا باعثِ گناہ نہیں ہے (۱)، یعنی ہر وہ عمل جو مستحب ہو اس کا عمل میں لانا لازم نہیں ہے؛ البتہ اللہ تعالیٰ اَمر مستحب کو بجالانے والوں کو پسند کرتا ہے، و اللّٰه يحب المحسنين، اس لیے بندہ کو ہر وہ کام کر لینا چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہے، اور احرام کا سفید رنگ کا ہونا بھی مستحب ہے (۲)، اور قاعدہ ہے کہ عملِ مستحب کو عمل میں لانا لازم نہیں ہے اس لیے احرام میں رنگین کپڑے کا استعمال جائز ہوگا؛ البتہ احرام کا سفید رنگ ہونا اولیٰ و افضل ہے، اس لیے سفید رنگ کے کپڑے کا استعمال باعثِ ثواب ہونے کی وجہ سے بہتر ہوگا۔

= صلى اللّٰه عليه وسلم قال ألبسوا من ثيابكم البياض فإنها خير ثيابكم و كفنوا فيها موتاكم.

(البحر العميق: ٢/ ٦٣٥، الفصل الأول، الجامع للترمذي: ١/ ١٩٣، أبواب الجنائز)

ويلبس الرجل إزارا و رداء جديدين أو غسيلين والجديد الأبيض أفضل.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ٧٣٣،

كتاب المسائل: ٣/ ١٣٦، المسائل المهمة: ٣/ ١٩٧)

(١) ترك الإحسان لا يكون إساءة. (قواعد الفقه: ص ٧٠، رقم القواعد: ٨٢)

(٢) و الجديد الأبيض أفضل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ٧٣٣)

﴿ممنوعات احرام کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۱۹

وَلَا يَلْبِسُ قَمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ وَلَا عَمَامَةً وَ لَا قَلَنْسُوَةً وَ لَا قُبَّاءً وَ لَا خُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ: اور مُحرم نہ قمیص پہنے نہ پائجامہ اور نہ عمامہ اور نہ موزے مگر یہ کہ جوتیاں نہ پائے تو ان کو کعبین کے نیچے سے کاٹ دے۔

توضيح المسئلة

مسئلہ یہ ہے کہ مرد کے لیے احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے مثلاً کرتہ پائجامہ، عمامہ، ٹوپی، موزے، وغیرہ، ہاں اگر مُحرم کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو اس کو ایسے موزے پہننے کی اجازت ہے جن کے کعبین سے نیچے کے حصہ کو کاٹ دیا گیا ہو، اور یاد رکھا جائے یہاں کعب سے مراد ٹخنہ نہیں ہے بل کہ وسطِ قدم کی ہڈی مراد ہے(۱)۔

---

(۱) وخفين إلا أن لا يجد نعلين فيقطعهما أسفل من الكعبين عند معقد الشراك، وهو المفصل الذي في وسط القدم كذا روى هشام عن محمد، بخلافه الوضوء فإنه العظم الناتي أي المرتفع.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/ ۵۰۰)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٧٤)

احرام کی حالت میں شیروانی، کوٹ، صدری وغیرہ پہننا

احرام کی حالت میں مرد حضرات کو شیروانی، کوٹ، صدری کا پہننا شرعاً منع ہے(۱)، اگر مکمل ایک روز پہنا ہو تو دم واجب ہوگا، اور ایک روز سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا(۲)۔

نوٹ: دم سے مراد ایک بکری ہے اور صدقہ سے مراد نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو وغیرہ ہے(۳)۔

رقم المسئلة (٢٧٥)

حالتِ احرام میں سوئیٹر (Sweater) جیکٹ (Jacket) وغیرہ پہننے کا حکم

اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کے لیے جائے، اور مکہ مکرمہ میں سردی ہو تو وہ بحالتِ احرام سوئیٹر، جیکٹ وغیرہ کا استعمال نہیں کرسکتا ہے(۴)، البتہ احرام کی دو چادروں کے

---

(١) ولا يلبس قميصاً ولا سراويل ولا عمامة ولا قلنسوة ولا قباء. (المختصر القدوري: ص ٥٧)

(٢) أو لبس ثوبًا مخيطًا أو غطى رأسه يومًا كاملاً فعليه دم وإن كان أقل من ذلك فعليه صدقة.
(المختصر القدوري: ص ٦٤، رد المحتار: ٣/ ٥٠٠)

(٣) وحيث ما أطلق الدم فالمراد الشاة وهي تجزىء في كل موضع ...... وحيث ما أطلق الصدقة في جناية الإحرام فهي نصف صاع من بر أو صاع من غيره. (غنية الناسك: ص٣٠٩، المسائل المهمة: ٩/ ١٤٧)

(٤) ولا يلبس قميصًا ولا سراويل ولا عمامة ولا خفين لما روى أن النبي عليه الصلاة والسلام نهى أن يلبس المحرم هذه الأشياء. (الهداية: ١/ ٢٣٩، باب الإحرام)

علاوہ محرم چادر یا لحاف استعمال کرسکتا ہے، لیکن چادر یا لحاف سے سر نہ ڈھانکے (۱)۔

رقم المسئلة (۲۷٦)

حالت احرام کی حالت میں نیکر اور انڈرویئر (Nacker & Underwear) پہننے کا حکم

اگر کوئی مُحرم احرام کے نیچے نیکر یا انڈرویئر (Underwear) پہنے تو حسبِ قواعد جزا لازم ہوگی، یعنی مکمل ایک روز پہننے کی وجہ سے دَم اور ایک روز سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسائل کے انطباق کے لیے ایک فقہی ضابطہ کا جاننا ضروری ہے، ہر وہ کپڑا جو بدن کی ساخت اور ہیئت پر سلا گیا ہو، محرم اس کو نہیں پہن سکتا ہے (۳)۔

---

(۱) ويكره كب وجهه على وسادة بخلاف خديه، وكذا وضع رأسه عليها، فإنه و إن لزم منه تغطية بعض وجهه أو رأسه إلا أنه رفع تكليفه لدفع الحرج، فإنه الهيئة المستحبة في النوم بخلاف كب الوجه لا ستر سائر بدنه سوى الرأس والوجه، فإنه لا شيء عليه لو عصبه، ويكره إن كان لغير عذر لأنه نوع عبث فجاز تغطية اللحية ما دون الذقن وأذنيه وقفاه وهو وراء العنق، وكذا تغطية كفيه وقدميه ما فوق مقعد الشراك بما لايكون لبسا كتغطيتهما بمنديل ونحوه.

(غنية الناسك: ص۱۱۲، فصل في محرمات الإحرام ومحظوراته، المسائل المهمة:۹/ ۱۵۰)

(۲) إذا لبس المحرم المخيط على الوجه المعتاد يوما إلى الليل فعليه دم. (الفتاوى الهنديه:۱/ ۲٤۳)

أمّا لو لبسهما قبل القطع يوما فعليه دم وفي أقل صدقه. (رد المحتار:۳/ ۵۰۰، كتاب المسائل: ۳/ ۱۷۸)

(۳) ولبس قميص و سراويل أي كل معمول على قدر بدن أو بعضه كذردية وبرنس، قال الشامي =

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں انطباق آسان ہوگیا کہ جیسے قمیص، پائجامہ وغیرہ انسانی بدن کی وضع وہیئت پر سلے جاتے ہیں، تو ان کا محرم کے لیے پہننا ممنوع ہے، ایسے ہی شیروانی، کوٹ، جیکٹ وغیرہ بھی انسانی ساخت پر ناپ لے کر سلے جاتے ہیں اس لیے ان کا بھی محرم کے لیے پہننا ممنوع ہوگا۔

رقم المسئلة (٢٧٧)

احرام میں چپل (Slipper) یا جوتا (Shoes) پہننے کا حکم

احرام کی حالت میں مردوں کے لیے جوتا پہننا ممنوع ہے، کیوں کہ جوتے سے قدم کی اوپر ابھری ہوئی ہڈی ڈھک جاتی ہے (١)، البتہ چپل اگر ایسی ہو جس سے ہڈی اور ٹخنے کھلے رہتے ہوں تو اس کو بحالتِ احرام پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے (٢)۔

= تحت قوله (كل معمول) المراد المنع عن لبس المخيط، و في البحر عن مناسك ابن أمير حاج الحلبي أن ضابطه لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يحيط به بخياطة أو تلزيق بعضه ببعض أو غيرهما، و يستمسك عليه بنفس لبس مثله.

(الدر المختار مع ردالمحتار: ٣/٤٩٩، فقهي ضوابط: ١/١٣١)

(١) ولا خفين إلا أن لا يجد نعلين فيقطعهما من أسفل الكعبين. (المختصر القدوری: ص٥٧)

و لبس الخفين والجوربين إلا أن لايجد نعلين فليقطعهما حتى يكونا أسفل من الكعبين كما في الصحيح.

(غنية الناسك: ص١٠٩، فصل محرمات الإحرام ومحظوراته)

(٢) و لبس كل شيء في رجله لايغطي الكعب الذي في وسط القدم سر موزة كان أو مداسا.

(غنية الناسك: ص١١٨، البحر الرائق: ٢/٥٦٧، كتاب المسائل: ٣/١٣٨، فتاوى قاسميه: ١٢/٢٠٦)

طريقة الإنطباق

مردوں کے لیے من جملہ ممنوعاتِ احرام میں سے یہ بھی ہے کہ پیروں میں ایسی چیزیں پہنی جائے جو وسطِ قدم کی اُبھری ہوئی ہڈی اور ٹخنے کو چھپا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی زمانناہذا جو جوتے بنائے جاتے ہیں اس میں عامتاً وسطِ قدم کی ہڈی ڈھک جاتی ہے، اس لیے ایسے جوتے کا حالتِ احرام میں پہننا بھی ممنوع ہوگا(۱)، البتہ چپل میں یہ بات نہیں ہوتی ہے یعنی اس کو پہننے کی صورت میں نہ تو وسطِ قدم کی ہڈی چھپتی ہے اور نہ ہی ٹخنے ڈھکتے ہیں، اس لیے بحالتِ احرام ایسی چپلوں کا پہننا جائز ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (٢٧٨)

احرام کی چادر (Sheet) کو لنگی کی طرح سینے کا حکم

احرام کے کپڑوں میں بہتر یہی ہے کہ وہ بالکل سلے ہوئے نہ ہوں، لیکن اگر کسی کو ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو چادر کے ایک کونے کو دوسرے سے ملا کر لنگی کی طرح سینے کی گنجائش ہے، البتہ بلا ضرورت سینا مکروہ ہے، اور اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی(۳)۔

---

(١) و لبس كل شيء في رجله يواري الكعب. (غنية الناسك: ص١١٠، فصل في محرمات الإحرام)

(٢) ولبس كل شيء في رجله لا يغطّي الكعب الذي في وسط القدم سرموزة كان أو مداسا.

(غنية الناسك :ص١١٨)

(٣) والأفضل أن لا يكون فيه خياطة أصلاً، و إن زر أحدهما أو خلله بخلال أو ميلة أوعقده بأن ربط طرفه بطرفه الآخر أوشدّه على نفسه بحبل و نحوه أساء، ولا شيء عليه، وإنما أساء لشبهه حينئذ بالمخيط من جهة أنه لا يحتاج إلى حفظه.

(غنية الناسك :ص٩٠، فتاوى رحيميه: ٧٥/٨، كتاب المسائل: ١٧٦/٣)

طريقة الإنطباق

مذکورہ مسئلہ کو مصنف کی عبارت "و لا يلبس قميصا" پر منطبق کرنے کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا سمجھنا ضروری ہے، ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں(۱)، بحالتِ احرام ہر ایسا کپڑا پہننا ممنوع ہے جس کو انسان کے بدن کی ساخت وہیئت پر سلا گیا ہو، اسی لیے احرام کی چادروں کو بھی لنگی کی طرح سلنا درست نہیں ہوگا، لیکن اگر کشفِ ستر کا اندیشہ ہو تو ستر پوشی کی ضرورت کے پیشِ نظر سینے کی گنجائش دی گئی؛ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ امرِ ممنوع کو ضرورت مباح کردیتی ہے؛ اسی لیے جہاں کشفِ ستر کا اندیشہ نہ ہو وہاں ضرورت کے نہ ہونے کی وجہ سے سینے کو مکروہ قرار دیا گیا، البتہ بلا ضرورت سینے کی وجہ سے صرف گناہ ہوگا دم لازم نہیں ہوگا(۲)؛ کیوں کہ سینا بحیثیتِ لباس نہیں ہے، محض سلے ہوئے لباس کے مشابہ ہے(۳)۔

رقم المسئلة (۲۷۹)

سلے ہوئے بیگ (Bag) اور سلی ہوئی چادر (Sheet) کا بحالتِ احرام استعمال کرنے کا حکم

اگر محرم شخص سوتے وقت پیروں اور ہاتھوں کو چادر سے ڈھانک لے یا سلا ہوا بیگ استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے(۴)۔

---

(۱) الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر لابن نجيم: ص۳۰۷)

(۲) إن زرر أحدهما ...... أو شدّه على نفسه بحبل ونحوه أساء ولا شيء عليه. (غنية الناسك: ص۹۰)

(۳) وإنما أساء لشبهه بالمخيط من جهة أنه لا يحتاج إلى حفظه. (غنية الناسك: ص۹۰)

(٤) ولو ارتدى بالقميص أو اتشح به أو اتزر به أو بالسراويل فلا بأس به، لأنه لم يلبسه لبس المخيط.

(غنية الناسك: ص۱۰۸، كتاب المسائل: ۱۷۵/۳، جديد فقهى مسائل: ۲۵۰/۱)

طريقة الانطباق

انطباق سے پہلے ایک فقہی ضابطہ کا سمجھنا ضروری ہے۔ جن اعضا کا ڈھانکنا ممنوع ہے، ان میں ہر وہ ڈھانکنا ناجائز ہے جو لوگوں کے نزدیک بحیثیتِ لباس کے ہو، اور جو ایسا نہ ہو وہ جائز ہے(۱)۔

مذکورہ ضابطہ کی روشنی میں انطباق واضح ہو گیا کہ نہ تو سلے ہوئے بیگ کا استعمال بحیثیتِ لباس ہوتا ہے، اور نہ ہی سلی ہوئی چادر کے بدن پر اوڑھنے کو عرف میں لباس کی حیثیت حاصل ہے، اور ممنوع بحیثیتِ لباس اوڑھنا ہے جو یہاں مفقود ہے، اس لیے سلے ہوئے بیگ اور سلی ہوئی چادر کا استعمال جائز ہوگا۔

رقم المتن - ۱۲۰

وَلَا يُغَطِّي رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ وَلَا يَمُسُّ طِيبًا وَ لَا يَحْلِقُ رَأْسَهُ وَلَا شَعْرَ بَدَنِهِ وَلَا يَقُصُّ مِنْ لِحْيَتِهِ وَلَا مِنْ ظُفُرِهِ.

ترجمہ: اور اپنا سر اور چہرہ نہ چھپائے اور خوشبو نہ لگائے، اور نہ مونڈے اپنا سر، اور نہ اپنے بدن کے بال، اور نہ کاٹے اپنی داڑھی کے بال اور نہ اپنے ناخن تراشے۔

توضيح المسئلة

حالتِ احرام میں مرد کے لیے سر چھپانا جائز نہیں، اسی طرح چہرہ کا چھپانا بھی جائز نہیں۔ امام قدوریؒ فرماتے ہیں حالتِ احرام میں خوشبو لگانا ممنوع ہے، مرد و عورت

---

(۱) لو حمل المحرم على رأسه شيئا يلبسه الناس يكون لا بسا، وإن كان لا يلبسه الناس كالإجانة و نحوها فلا. (ردالمحتار: ۴۹۸/۳، فقهي ضوابط: ۱۳۲/۱)

دونوں کا حکم یکساں ہے، اور ایسے ہی مُحرم اپنے سر اور بدن کے بال بھی نہ مونڈے اور اپنی داڑھی بھی نہ کترے اور نہ ہی ناخن تراشے۔

نوٹ: عورت کے لیے وہی پابندیاں ہیں جو مردوں کے لیے ہیں، البتہ عورت سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے، اسی طرح حسبِ دستور سر ڈھانپ سکتی ہے لیکن چہرے کو اس طرح رکھے کہ اس پر کپڑا نہ لگنے پائے (۱)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٨٠)

(ولا يغطي رأسه)

احرام کی حالت میں ٹوپی (Cap) پہننا

احرام کی حالت میں مردوں کے لیے ٹوپی پہننا تا کہ دھوپ سے حفاظت ہو جائے شرعاً ممنوع ہے (۲)، اگر ایک دن مکمل ٹوپی لگائے رہا تو دَم واجب ہوگا، ورنہ صدقہ واجب ہوگا (۳)۔

---

(١) هي فيه كالرجل غير أنها لا تكشف رأسها وتكشف وجهها، والمراد بكشف الوجه عدم مماسة شيء له وتلبس من المخيط ما بدا لها كالدرع والقميص والسراويل والخفين والقفازين.

(غنية الناسك: ص ١٢٠)

(٢) ولا يغطي رأسه. (المختصر القدوري: ص٥٧)

ولنا قوله عليه السلام لاتخمروا وجهه ولا رأسه فإنه يبعث يوم القيامة ملبيا. (الهداية: ١/٢٣٩)

(٣) أو لبس ثوبا مخيطا أو غطى رأسه يوما كاملا فعليه دم، وإن كان أقل من ذلك فما زاد فعليه صدقة.

(المختصر القدوري: ص٦٤)

رقم المسئلة (٢٨١)

(ولا وجهه)

احرام کی حالت میں عورتوں کا برقع (Curtain) پہننا

عورتوں کے لیے حالتِ احرام میں ایسا برقع پہننا جس میں چہرہ ڈھک جائے جائز نہیں ہے(۱)، لیکن اگر برقع ایسا ہو جس میں چہرہ کھلا رہتا ہو تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (٢٨٢)

احرام کی حالت میں ماسک (Mask) پہننے کا حکم

حالتِ احرام میں محرم کے لیے چہرے پر ماسک وغیرہ پہننا درست نہیں ہے (۳)، لیکن اگر کوئی شخص اس کے باوجود پہن لے تو اگر ایک دن یا ایک رات مکمل ماسک پہنا رہا، تو اس پر دم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم پہنا رہے تو نصف صاع، یعنی ایک کلو پانچ سو نوّے گرام گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا (۴)۔

---

(١) ولا يغطي رأسه ولا وجهه. (المختصر القدوري: ص٥٧)

وتغطية الرأس والوجه كله أو بعضه. (غنية الناسك: ص١١١، فصل في محرمات الإحرام و محظوراته)

(٢) وتلبس من المخيط ما بدالها كالدرع و القميص و القفازين. (غنية الناسك: ص١٢٠)

(٣) ولا وجهه. (المختصر القدوري: ص٥٧)

(٤) الجناية هي على قسمين، جناية على الإحرام، وجناية على الحرم ...... وجناية المحرم على أقسام، منها ما يوجب دما، ومنها ما يوجب صدقة هي نصف صاع من بر، ومنها ما يوجب دون ذلك ومنها ما يوجب القيمة وهي جزاء الصيد ...... فالتي توجب دما هي ما لوطيب محرم بالغ عضوًا، أو خضب رأسه بحناء، أو ادهن بزيت ونحوه، أو لبس مخيطا، أو ستر رأسه يوما كاملاً ...... والتي توجب الصدقة =

طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں مردوں کے لیے سر کا ڈھانکنا(۱)، اور مردوں اور عورتوں کے لیے چہرے کا ڈھانکنا شرعاً ممنوع ہے(۲)، اور مذکورہ بالامسائلِ ثلاثہ میں سے ہر ایک صورت میں یہ امرِ ممنوع کا وجود ہو رہا ہے، اس لیے حالتِ احرام میں ٹوپی، برقع، ماسک کا پہننا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (٢٨٣)

(ولا يمس طيبًا)

حالتِ احرام میں بالوں میں شیمپو(Shampoo) لگانے کا حکم

بالوں کی صفائی کا شیمپو عموماً خوشبودار ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی محرم اس طرح کا شیمپو لگا کر سر کے بال دھوئے، تو اس پر دم واجب ہوگا(۳)، اور اگر وہ شیمپو خوشبودار نہیں ہے تو پھر

= بنصف صاع من بر أو قيمته هي ما لو طيب أقل من عضو او لبس مخيطا أو غطى رأسه أقل من يوم.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:ص ٧٤١، ٧٤٢، باب الجنايات، الدرالمختار مع الشامية: ٤٣٩/٣، مطلب فيما يحرم بالإحرام، اللباب في شرح الكتاب: ١/ ٨١، المسائل المهمة:٣ / ١٩٨)

(١) ولا يغطي رأسه. (المختصر القدوري:ص٥٧)

(٢) ولا وجهه. (المختصر القدوري:ص٥٧)

هي فيه كالرجل غير أنها لاتكشف رأسها. (غنية الناسك :ص ١٠٩)

(٣) ولا يمس طيبا ...... فإن تطيب عضوًا كاملًا فما زاد فعليه دم. (المختصر القدوري: ٥٧، ٦٤)

و أما المطيب منهما وهو ما أبقى فيه الأنوار كدهن البنفسج، والياسمين، والورد، والبان، والخيري، وما أشبه ذلك، فإذ ادهن به عضوًا كبيرًا كاملًا فعليه دم بالإجماع.

(غنية الناسك:ص ٣٢٠، مطلب في لادهان، إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري:ص ٤٤١، بدائع الصنائع: ٢١٨/٣، المسائل المهمة: ٩/ ١٥٤)

دم لازم نہیں ہوگا(۱)۔

رقم المسئلة (۲۸٤)

حالتِ احرام میں ویسلین (Vaslin) یا کریم (Cream) کا استعمال

اگر محرم بحالتِ احرام خشکی دور کرنے کے لیے ویسلین یا کوئی کریم کا استعمال کرے، جس میں خوشبو نہ ہو تو اس سے کوئی جزا یعنی دم یا صدقہ لازم نہیں ہوگا، اور اگر خوشبو والی ویسلین یا کریم کا استعمال کیا، تو جزا یعنی دم یا صدقہ واجب ہوگا، یعنی اگر کامل عضو، مثلاً سر، چہرہ، پنڈلی وغیرہ پر لگایا تو دَم واجب ہوگا، اور اگر کامل عضو کے بعض حصے پر یا کسی چھوٹے عضو پر، مثلاً ناک کان اور انگلی وغیرہ پر لگایا، تو اس پر صدقہ لازم ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (۲۸۵)

حلق یا قصر کے وقت بالوں میں کریم (Cream) لگانے کا حکم

اگر محرم حلق یا قصر کے وقت بالوں کو نرم کرنے کے لیے کوئی ایسا کریم لگوائے، جس میں خوشبو غالب ہو تو اس کو پورے سر پر لگانے کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

---

(۱) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ۳/۱۲٤٤)

(۲) ولو ادهن بدهن فإن كان الدهن مطيبا كدهن البنفسج والورد، والزئبق، والبان، والخيري، و سائر الأدهان، التي فيها الطيب، فعليه دم إذا بلغ عضوا كاملا. (بدائع الصنائع:۳/۲۱۸)

فإن طيب عضوًا كبيرًا كاملًا من أعضائه فما زاد كالرأس والوجه واللحية والفم والساق والفخذ والعضد واليد والكف ونحو ذلك فعليه دم، و إن غسله من ساعته، و في أقله ولو أكثره صدقة، كذا في المتون و في حكم أقله العضو الصغير كالأنف والأذن والعين والإصبع والشارب.

(غنية الناسك: ص ۳۱٤، المسائل المهمة:۹/۱۵٦)

کے نزدیک اس محرم پر دَم واجب ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں خوشبودار اشیاء کا بدن میں استعمال موجب جزا ہے، خواہ لگانے سے خوشبو کا قصد وارادہ ہو یا نہ ہو، اور مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ میں سے ہر ایک صورت میں خوشبو کا وجود ہے، اس لیے حالتِ احرام میں شیمپو، ویسلین، کریم وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہوگا اور کر لینے کی صورت میں جزا واجب ہوگی (۲)۔

رقم المسئلة (٢٨٦)

پکے ہوئے کھانے میں ملی ہوئی خوشبو کا حکم

اگر محرم نے خوشبو کھانے میں ملا کر کھائی ہے، اس طور پر کہ خوشبو کھانے میں پکا دی گئی ہے، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے اس سے پکنے کے بعد بھی خوشبو کیوں نہ آتی ہو(۳)۔

---

(١) و لو غسل رأسه بالخطمي فعليه دم عند أبي حنيفة و قالا صدقة.

(غنية الناسك: ص ٣٢١، مطلب في غسل يده أو رأسه بالطيب، الفتاوى التاتارخانية: ٥٩٢/٣، فتح القدير: ٢٥/٣، باب الجنايات، المسائل المهمة: ١٥٣/٩، كتاب المسائل: ١٦٣/٣)

(٢) ولو مسّ طيبا فلزق به مقدار عضو كامل وجب الدم سواء قصد التطيب أو لم يقصد.

(الفتاوى الهندية: ٢٤١/١)

(٣) فلو جعله في الطعام وطبخه فلا بأس بأكله، لأنه خرج من حكم الطيب و صار طعاما، و كذلك كل ما غيرته النار من الطيب فلا بأس بأكله، ولو كان ريح الطيب يوجد منه. (غنيه الناسك: ص٣١٧، مطلب في أكل الطيب وشربه، الفتاوى الهندية: ٢٤١/١، كتاب المسائل: ١٦٨/٣)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت "ولا يمس طيبًا" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے، اگر کسی خالص خوشبودار شئ کو پکا لیا جائے تو وہ خوشبو کے حکم میں نہیں رہتی ہے، اسی لیے ہر خوشبودار شئ، مثلاً زعفران، زنجبیل (سونٹھ)، دارچینی وغیرہ اگر کھانے میں ملا کر پکا دیا جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا، اگرچہ پکانے کے بعد خوشبو کیوں نہ آئے، کیوں کہ پکانے کے بعد اب وہ خوشبو کے حکم میں نہیں ہے، اور ممنوع خوشبو کا استعمال ہے جو یہاں نہیں ہے(۱)۔

رقم المسئلة (٢٨٧)

حالتِ احرام میں شربت، روح افزا وغیرہ پینے کا حکم

اگر کسی محرم نے شربت، روح افزا، یا اور کوئی خوشبودار شربت پی لیا کہ اس کی خوشبو مہک رہی ہو، تو ایسے شربت کو پینے سے دم واجب ہوگا(۲)۔

---

(١) فإن جعله في طعام قد طبخ كالزعفران والأفاويه من الزنجبيل والدارصيني يجعل في الطعام فلا شيء عليه، فعن ابن عمر أنه كان يأكل السكباج الاصفر وهو محرم، ...... وحاصله أنه إذا خلط الطيب بطعام مطبوخ، فالحكم للطعام لا للطيب فلا شيء عليه سواء كان الطيب غالبًا أو مغلوبًا.

(غنية الناسك: ص٣١٧، فتح القدير: ٢٥/٣، جديد فقهى مسائل: ٢٤٦/١)

(٢) ولو خلطه بمشروب وهو غالب ففيه الدم.

(غنية الناسك ص٣١٨، مطلب في أكل الطيب وشربه،

در المختار ٥٧٦/٣، كتاب المسائل: ١٦٩/٣)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالامسئلہ کو عبارت "لا یمس طیبًا" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصولی بات کا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی خوشبودار شئ کسی مشروب میں ڈالی گئی ہو، تو وہ گو مقدار و اَجزا کے اعتبار سے مغلوب ہو، پھر بھی بار بار پینے میں دَم واجب ہوگا۔

ذکر کردہ اصول سے انطباق آسان ہوگیا کہ روح اَفزا کو مشروب پانی میں ملایا جاتا ہے اور مشروب میں ملائی ہوئی خوشبو میں مطلقاً جزا واجب ہوتی ہے، خواہ خوشبو مغلوب ہو یا غالب، البتہ اگر خوشبو غالب ہو (جیسے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں خوشبو کی مہک خوشبو کے غالب ہونے کی علامت ہے) تو ایک بار پی لینے سے دم واجب ہوجائے گا، اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو بار بار پینے کی وجہ سے دم واجب ہوگا، اور ایک بار پینے سے صدقہ واجب ہوگا (۱)۔

رقم المسئلة (٢٨٨)

احرام کی حالت میں خوشبودار پان (Betal Leaf) کھانے کا حکم

اگر کوئی شخص پان کھانے کا عادی ہو اور وہ حالتِ احرام میں پان کھالے، تو چوں کہ پان میں خوشبو مغلوب ہوتی ہے، اس لیے پان کھانے سے دم تو لازم نہیں ہوگا، البتہ کراہت سے خالی نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں پان میں خوشبودار چیز کا استعمال نہ کیا جائے (۲)۔

---

(١) و إن خلطه بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره أو لا غير أنه في غلبة الطيب يجب الدم وفي غلبة الغير تجب الصدقة، إلا أن يشرب مرارا فيجب الدم.

(ردالمحتار:٣/٥٧٦، باب الجنايات، جديد فقهى مسائل:١/٢٤٧)

(٢) و إن خلطه بما يؤكل بلا طبخ فإن كان مغلوبًا فلاشيء عليه غير أنه إن وجدت معه الرائحة كره =

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت "لا يمس طيبًا" پر منطبق کرنے کے لیے ایک اصول کا سمجھنا ضروری ہے۔

اگر کسی خوشبودار شئ کو کسی چیز کے ساتھ محض ملا کر بغیر پکائے کھایا جائے تو اس میں غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر خوشبودار شئ غالب ہو تو دم واجب ہوگا، اور اگر خوشبو دار شئ مغلوب ہو؛ لیکن خوشبو موجود ہو تو کراہت کے ساتھ کھانا جائز ہوگا، اور اگر خوشبو ختم ہوگئی ہو تو بلا کراہت کھانا جائز ہوگا، اور پان میں؛ چوں کہ خوشبودار شئ کی خوشبو عامتاً مغلوب ہوتی ہے؛ البتہ معمولی خوشبو باقی رہتی ہے؛ اس لیے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ایسے خوشبودار پان کا کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہوگا، کیوں کہ خوشبو موجود تو ہے؛ لیکن مغلوب ہے، اور دم تو خوشبو کے غالب ہونے کی صورت میں لازم ہوتا ہے(۱)۔

= وإن كان غالبًا وجب الجزاء. (الفتاوى الهندية: ١/٢٤١، الباب الثامن في الجنايات)

وإن لم يطبخ بل خلطه بما يؤكل بلا طبخ كالملح وغيره، فإن كانت رائحته موجودة كره، ولا شيء عليه إذا كان مغلوبا فإنه المستهلك.

(فتح القدير: ٣/٢٥، فتاوى حقانيه: ٤/٢٧٢، إمداد الفتاوى: ٢/١٦٢)

(١) قال الشامي إعلم إن خلط الطيب بغيره على وجوه، لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ...... وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم وان لم يظهر رائحته كما في الفتح وإلا فلا شيء عليه غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره.

(ردالمحتار: ٣/٥٧٦، كتاب الحج، باب الجنايات، جديد فقهى مسائل: ١/٢٤٦)

رقم المسئلة (٢٨٩)

احرام کی حالت میں وِکس (vicks) استعمال کرنے کا حکم

محرم شخص کے لیے وِکس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، اگر محرم نے استعمال کرلیا تو کفارہ لازم ہوگا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر محرم نے ایک عضو یا اس کے بقدر استعمال کیا تو دم بھی واجب ہوگا، اور اگر ایک عضو سے کم استعمال کیا تو صدقہ لازم ہوگا (۱)۔

طريقة الإنطباق

وِکس (Vicks) میں ۵۲ رفیصد کافور ہوتا ہے، جو خوشبو کے غالب ہونے کی علامت ہے، اور جب خوشبودار شئ کو کسی چیز کے ساتھ ملا دیا جائے تو وہاں غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے، اور کافور کا ۵۲ رفیصد ہونا خوشبو کے غالب ہونے کو بتلاتا ہے، اسی لیے وِکس کا حکم خوشبو کا ہی ہوگا اور اس کو لگانے کی اجازت نہیں ہوگی (۲)۔

---

(١) و لو تداوي بالطيب أي المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أي غالب ولم يكن مطبوخًا فالتصق أي الدواء على جراحته تصدق، أي إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضوًا أو أكثر، إلا أن يفعل ذلك مرارافيلزمه دم، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب.

(شرح لباب المناسك مع ارشاد الساري: ص ٣٥٣، فصل في التداوي بالطيب)

فإذا استعمل الطيب فان كان كثيرا فاحشا ففيه الدم، وإن كان قليلا ففيه الصدقة حتى تطيب به عضوا كاملا يكون كثيرا يلزمه دم وفيما دونه صدقة.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٢٤٠، فتاوى دارالعلوم زكريا: ٣/ ٤٤٩)

(٢) اعلم أن خلط الطيب بغيره على وجوه لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أولا، ففي الثاني الحكم للغلبه إن غلب الطيب وجب الدم. (ردالمحتار: ٣/ ٥٧٦، كتاب الحج، باب الجنايات)

رقم المسئلة (٢٩٠)

حالت احرام میں صابن (Soap) کے استعمال کا حکم

احرام کی حالت میں بغیر خوشبو کے صابن کا استعمال کرنے سے کوئی جزا لازم نہیں ہوتی (۱)؛ البتہ اگر صابن خوشبودار ہے اور اس سے ایک یا دو بار سر یا ہاتھ دھویا، تو صرف صدقہ واجب ہوگا، اور اگر بار بار دھوئے تو دم واجب ہوگا (۲)۔

طريقة الإنطباق

یہاں مسئلہ مذکورہ کو عبارت "ولا يمس طيبًا" پر منطبق کرنے سے پہلے ایک اصولی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے تا کہ انطباق بے غبار ہو جائے۔

وہ اشیاء جو خوشبو تو نہیں لیکن اس کے ذریعے خوشبو بنائی جاتی ہے جیسے زیتون وغیرہ تو ان میں نیت وقصد کا اعتبار ہوگا، اگر خوشبو کی غرض سے استعمال کیا ہے تو جزا لازم ہوگی، اور اگر محض غذا یا دوا یا کسی اور مقصد سے استعمال کیا ہے تو جزا لازم نہیں ہوگی (۳)۔

---

(١) ولو غسل رأسه بالحرض والصابون والسدر ونحوه إلى مما لا رائحة فيه لا شيء عليه أي بالإجماع.
(شرح لباب المناسك مع إرشاد الباري: ص٣٢٣)

(٢) ولو غسل رأسه أو يده بأشنان فيه الطيب فإن كان من رآه سماه أشنانا فعليه صدقة إلّا أن يغسل مرارًا فدم.
(غنية الناسك: ص٣٢١، كتاب المسائل:٣/١٦٢، فتاوى دار العلوم زكريا:٣/٤٤٨، المسائل المهمة:٩/١٥٥)

(٣) ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه أصل الطيب، يستعمل على وجه الطيب، ويستعمل على وجه الإدام كالزيت والشيرج فيعتبر فيه الاستعمال، فإن استعمل استعمال الإدهان في البدن يعطى له حكم الطيب، وإن استعمل في ما كول أوشقاق رجل لايعطى له حكم الطيب كالشحم.
(بدائع الصنائع: ٣/٢٢٠، فصل فيما يرجع إلى الطيب)

مذکورہ بات سے انطباق آسان ہوگیا کیوں کہ صابون کے ذریعہ ہاتھوں کی صفائی مقصود ہوتی ہے، خوشبو مقصود نہیں ہوتی، نیز اس کو دیکھنے والا طیب اور خوشبو نہیں سمجھتا؛ بل کہ صفائی کا ذریعہ سمجھتا ہے، اور اس میں خوشبو کے اجزا قلیل اور صفائی کے اجزا زیادہ ہوتے ہیں، اسی لیے صابون کے استعمال سے دم واجب نہیں ہوگا؛ البتہ صدقہ واجب ہوگا، کیوں کہ اس میں خوشبو موجود ہے، اور بار بار لگانے سے دم واجب ہوگا(۱)؛ کیوں کہ زیادہ لگانے سے خوشبو کی کثرت ہوجائے گی جو موجبِ دم ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۱)

حالتِ احرام میں درد کا مرہم (Omni Gel) لگانے کا حکم

اگر کسی محرم کو ہڈیوں یا نسوں کا درد ابھر جائے، اور وہ درد کے لیے بنائے گئے مرہموں میں سے مثلاً اومنی جیل (Omni Gel) وغیرہ کا استعمال کرے تو شرعاً اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اور اس کے لیے ایسے مرہم کا استعمال جائز ہوگا(۳)۔

---

(۱) و لو غسل رأسه أو يده بأشنان فيه الطيب فإن كان من رآه سماه أشنانا فعليه صدقة إلّا أن يغسل مرارا فدم. (غنية الناسك: ص ۳۲۱، مطلب في غسل يده أو رأسه بالطيب)

(۲) إلا أن يفعل ذلك مرارًا فيلزمه دم لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب.

(شرح لباب المناسك :ص۳۵۳، فصل في التداوي الطيب)

(۳) و الظاهر أنّ هذه الحلوى غير مطبوخة أنّ طيبها غالب ليوافق ما تقدم، وإلّا فالمطبوخ لا جزاء فيه كما تقدم. (غنية الناسك: ص ۳۱۹، مطلب في أكل الطيب و شربه)

و إن ادهن بشحم و سمن فلا شيء عليه، لانه ليس بطيب في نفسه، و لا أصل للطيب بدليل انه لا يطيب بالقاء الطيب فيه، و لا يصير طيبًا بوجه.

(بدائع الصنائع: ۳/ ۲۲۰، فصل فيما يرجع إلى الطيب، كتاب المسائل : ۳/ ۱۷۱)

طريقة الإنطباق

حالت احرام میں ایسی دوا لگانا ممنوع ہے جس میں خوشبو ہو، اور خوشبو غالب ہو، اور اس کو پکایا نہ گیا ہو(۱)۔

اور آج کی فارمَسِس (Pharmaceutics) تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ سارے مرہم جنہیں بدنِ انسانی کے ظاہری حصہ پر لگایا جاتا ہے، اس میں اولاً کوئی خوشبو نہیں ڈالی جاتی۔ ثانیاً ایسے مرہموں کو پکا کر ہی بنایا جاتا ہے جیسا کہ مندرجۂ ذیل عبارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

Flavouring / Sweetening agents

Flavouring and sweetening agents are only included in pharmaceutical gels that are designed for administration into the oral cavity for example for the treatment of infection inflammation or ulceration choice of sweetener / flavouring agents is dependent on the required teste the type and concentration selected to make the taste of the drug subtance officiently. (Pharmaceutices - 1/253)

چناں چہ جب تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بدنِ انسانی کے ظاہر پر لگائے

---

(۱) و لو تداوی بالطیب أو بدواء فیه طیب غالب و لم یکن مطبوخا فألزقه بجراحته یلزمه صدقة.

(غنیة الناسك: ص۳۱۹، مطلب في التداوي بالطیب)

جانے والے مرہموں میں نہ تو خوشبوڈالی جاتی ہے، اور نہ ہی انہیں بغیر پکائے بنایا جاتا ہے، اور خوشبو نہ ہونے کی صورت میں ایسے مرہم لگانا جائز ہے(۱)؛ کیوں کہ امرِ ممنوع خوشبو ہے جو اس میں نہیں ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ اس میں خوشبو ہے تو اسے پکا کر بنایا جاتا ہے، اور پکائی ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے، گرچہ اس میں خوشبو کیوں نہ آتی ہو(۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۲)

(ولا يحلق رأسه ولا شعر بدنه)

حالتِ احرام میں بال صفا کریم(Hair removal cream) سے بال صاف کرنے کا حکم

اگر کوئی محرم بال صفا کریم یا پاوڈر سے بال صاف کرے، یا چمٹی سے اکھیڑ لے، یا دانت سے توڑ دے، تو ان سب صورتوں کا حکم مونڈنے کے ہی مانند ہے، پس جو جزا مونڈنے اور قینچی سے کتروانے کی صورت میں ہے وہی جزا یہاں بھی حسبِ تفصیل واجب ہوگی(۳)۔

---

(۱) وإن ادهن بشحم أو سمن فلا شيء عليه، لأنه ليس بطيب في نفسه والأصل للطيب بدليل أنه لا يطيب بإلقاء الطيب فيه، ولا يصير طيبا بوجه. (بدائع الصنائع: ۳/ ۲۲۰، فصل فيما يرجع إلى الطيب)

(۲) وإلا فالمبطوخ لا جزاء فيه. (غنية الناسك: ص۱۳۹، مطلب في أكل الطيب وشربه)

(۳) والنتف والقص والإطلاء بالنورة والقلع بالأسنان والسقوط بالمس ونحو ذلك كالحلق.

(غنية الناسك: ص ۳۳۲، الفصل الرابع في الحلق وإزالة الشعر، الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۴۴، البحر الرائق: ۲/ ۶۰۶، باب الإحرام، كتاب المسائل: ۳/ ۱۸۴)

طريقة الإنطباق

مذکورہ بالا مسئلہ کو عبارت "لا یحلق رأسه" پر منطبق کرنے کے لیے حلق کی ممانعت کی وجہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الحاج الشعث التفل" یعنی حاجی پراگندہ، غبار آلود بالوں والا ہے، اور حلق کرنے کی وجہ سے یہ پراگندگی ختم ہو جاتی ہے، اس لیے محرم کے لیے بدن کے بالوں کو مونڈنے کی اجازت نہیں ہے(۱)، اب انطباق بے غبار اور واضح ہو گیا اور وہ اس طرح کہ جیسے حلق اور مونڈنے سے پراگندگی کے ختم ہونے کی وجہ سے بالوں کا مونڈھنا ممنوع ہے، ایسے ہی اگر کریم یا پاؤڈر لگا کر بالوں کو صاف کیا جائے تب بھی پراگندگی اور آلودگی دور ہو جاتی ہے، اس لیے کریم یا پاؤڈر سے بالوں کو صاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا(۲)۔

رقم المسئلة (۲۹۳)

حالتِ احرام میں بیماری کی وجہ سے بال ٹوٹنے کی صورت میں حکم

اگر کسی شخص کو بال جھڑنے کا مرض ہو، تو حالتِ احرام میں ایسے شخص کے بدن سے اگر بال ٹوٹ جائیں تو اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوگی(۳)۔

---

(۱) لقوله عليه السلام الحاج الشعث التفل ...... ولا يحلق رأسه ولا شعر بدنه ...... ولأن فيه إزالة الشعث وقضاء التفث. (الهداية: ۱/۲۳۹، باب الإحرام)

(۲) الحكم يدور ما دامت علته. (موسوعة القواعد الفقهية: ۳/۵۸)

(۳) فلو أزاله بالنورة أو نتف لحيته أو احترق شعره بخبزه أو مسه بيده و سقط فهو كالحلق بخلاف ما إذا تناثر بالمرض أو النار. (ردالمحتار: ۳/۵۷۹، باب الجنايات)

بخلاف ما إذا تناثر شعره بالمرض أو النار فلا شيء عليه.

(غنية الناسك: ص ۳۳۲، الفصل الرابع في الحلق، كتاب النوازل: ۷/۳۷۸)

طریقه الإنطباق

حلق یعنی بالوں کو مونڈنا حالتِ اختیار میں ممنوع ہے، اور بیماری کی وجہ سے بالوں کا خود بخود گرنا یہ بندے کے اختیار سے نہیں ہے(۱)، نیز حلق کے ممنوع ہونے کی وجہ زینت ہے کہ حلق سے انسان زینت اختیار کرنے والا شمار ہوتا ہے اور بیماری کی وجہ سے بالوں کا گرنا عیب ہے جو زینت کی ضد ہے(۲)؛ اسی لیے بیماری کی وجہ سے بال کے ٹوٹنے پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی؛ کیوں کہ جس علت (زینت) کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے(۳)۔

﴿خوشبودار لباس (Foragrant dress) کا حکم﴾

رقم المتن - ۱۲۱

وَ لَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا بِوَرِسٍ وَ لَا بِزَعْفَرَانٍ وَ لَا بِعُصْفُرٍ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ غَسِيْلًا وَ لَا يَنْفُضُ الصَّبْغُ.

ترجمہ: اور نہ پہنے ورس زعفران اور قسم سے رنگا ہوا کپڑا مگر یہ کہ دھلا ہوا ہو اور رنگ نہ جھڑتا ہو۔

---

(۱) ولو تناثر شعره بالمرض فلاشيء عليه فإنه ليس بإختياره و كسبه.

(شرح لباب المناسك ملا علي قاري:ص ٣٦٤)

(۲) بخلاف ما إذا تناثر شعره بالمرض أو النار فلاشيء عليه لأنه ليس للزينة فإنما هو شين.

(البحر الرائق:٣/١٥، باب الجنايات)

(٣) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ٣/١٢٤٤)

توضيح المسئلة

مُحرم کے لیے ایسا کپڑا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جسے کسی خوشبودار شئ سے رنگ دیا گیا ہو، مثلاً زعفران، ورس، کسم وغیرہ، اگر مکمل ایک دن پہنا رہا تو دَم واجب ہوگا، اور ایک دن سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا (۱)، لیکن اگر خوشبودار شئ سے رنگنے کے بعد ایسا صاف کردیا کہ خوشبو نہ آئے تو اب اس کا محرم کے لیے پہننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٢٩٤)

عود وغیرہ کی دھونی دیئے ہوئے کپڑے (Fumigated garments) کا استعمال

اگر کسی محرم نے کپڑے میں عود کی دھونی دی، اور اس میں صرف عود کی خوشبو آرہی ہو، عود کا کوئی جز کپڑے پر لگا ہوا نہ ہو، تو ایسے کپڑے کو پہننے کی وجہ سے کوئی جزاء واجب نہیں ہوگی، البتہ یہ عمل مکروہ ہوگا (۲)۔

---

(١) ولو لبس مصبوغا بعصفر أو ورس، أو زعفران مشبعا يوما فعليه دم وفي أقله صدقة.

(غنية الناسك :ص ٣١٦، مطلب في تطييب الثوب)

(٢) ولو أجمر ثيابه قبل الإحرام ولبسها ثم أحرام لا شيء عليه، وإن كان يكره التطيب في الثوب اتفاقا.

(غنية الناسك :ص ٣١٧، مطلب في تطييب الثوب)

وإن لم يعلق به شيء فلاشيء عليه. (الفتاوى الهندية : ١/ ٢٤١، كتاب المسائل :٣/ ١٦٧)

رقم المسئلة (٢٩٥)

خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے تکیہ (Pillow) کا استعمال

محرم کے لیے ایسا تکیہ استعمال کرنا مکروہ ہے جس کو کسی خوشبودار شئ میں رنگ دیا گیا ہو، لیکن اس کے استعمال سے جزاء لازم نہیں ہوگی (۱)۔

رقم المسئلة (٢٩٦)

خوشبودار فرش (Smelly carpet) پر لیٹنے بیٹھنے کا حکم

مُحرِم کا خوشبودار شئ مثلاً زعفران، کُسُم وغیرہ میں رنگے ہوئے قالین چادر وغیرہ استعمال کرنا مکروہ ہے، مگر اس کی وجہ سے جزا لازم نہیں ہوگی (۲)۔

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ حالتِ احرام میں محرم شخص کا خوشبو کا لگانا ممنوع ہے، محض سونگنا ممنوع نہیں ہے، خوشبو لگانے سے مراد کسی جسم والے خوشبودار شئ کو جسم یا کپڑے پر پوت دینا ہے (۳)۔

---

(١) لو شم الطيب لا يلزمه شيء وإن كان مكروها كما لو توسد ثوبا مصبوغا بزعفران.

(غنية الناسك :ص ٣١٧، مطلب في تطيب الثوب، كتاب المسائل : ٣/١٦٧)

(٢) لا ينبغي للمحرم أن يتوسد ثوبا مصبوغا بالزعفران ولا الورس، ولا ينام عليه لأنه يصير مستعملا للطيب، فكان كاللبس لو شم الطيب لا يلزمه شيء وإن كان مكروها.

(غنية الناسك :ص ٣١٧، باب الجنايات، كتاب المسائل :٣/١٦٧)

(٣) وأما التطيب فهو إلصاق الطيب ببدنه أو ثوبه أو فراشه ...... والمراد بالإلصاق اللصوق.

(غنية الناسك :ص ٣١٣، الفصل الأول في الطيب) =

اب انطباق آسان ہوگیا، وہ اس طرح کے مذکورہ بالا مسائلِ ثلاثہ میں سے ہر ایک میں محض شمِ طیب (خوشبو سونگھنا) کا معنی ہے، تطیب (خوشبو لگانا) کا معنی نہیں ہے کہ جزا واجب ہو، وہ اس طرح کہ عود کی دھونی دینے میں پوتنے کے معنی نہیں پائے گئے، محض دھوئیں کا اتصال کپڑے سے ہوا ہے جس پر تطیب کی تعریف صادق نہیں آتی؛ اسی طرح خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے تکئے، کہ محرم اس کو ایک سببِ خارجی کے طور پر استعمال کرتا ہے جس میں وہ اس تکیے سے محض شمِ طیب کا ہی فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح خوشبودار فرش پر بیٹھنا اس میں بھی محرم کا خوشبودار فرش کا استعمال کرنا ایک خارجی سبب کے طور ہے، جس میں محض شمِ طیب کے معنی ہے، تطیب کا نہیں، اسی لیے ان تینوں صورتوں میں محرم پر جزا (دَم) لازم نہیں ہوگی، البتہ ان میں استفادۂ طیب (خوشبو سے فائدہ اٹھانے) کا معنی موجود ہے، اسی وجہ سے یہ عمل مکروہ ہوگا (۱)۔

= قال ابن الهمام تحت قوله (وإذا تطيب) يفيد مفهوم شرطه أنه إذا شم الطيب لا كفارة عليه إذ ليس تطيبا.

(فتح القدير: ۲۲/۳، باب الجنايات)

قال الشامي تحت قوله (إن طيب) والطيب جسم له رائحة مستلذة كالزعفران والبنفسج والياسمين ونحو ذلك، وعلم من مفهوم شرطه أنه لو شم طيبا أو ثمارا طيبة لا كفارة عليه وإن كره.

(ردالمحتار: ۵۷۳/۳، باب الجنايات)

(۱) فلا يجب بشم الطيب والفواكة الطيبة قصدا وإن كان مكروها لعدم الإلصاق.

(غنية الناسك :ص ۳۱۳، مطلب في تطيب الثوب)

﴿مباحات احرام کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۲۲

وَ لَا بَأْسَ بِأَنْ يَغْتَسِلَ وَ يَدْخُلَ الْحَمَّامَ وَ يَسْتَظِلَّ بِالْبَيْتِ وَ الْمَحْمِلِ وَيَشُدَّ فِيْ وَسْطِ الْهِمْيَانِ.

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے غسل کرنے اور حمام میں داخل ہونے میں اور سایہ حاصل کرنے میں کسی گھر یا کجاوہ کا، اور اپنے کمر سے ہمیان (وہ پیٹی جو بٹوے یا تھیلی کا کام دے) باندھ سکتا ہے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوری نے مباحاتِ احرام کا بیان کیا ہے، حضرات حنفیہ کے نزدیک حالتِ احرام میں غسل کرنا، اور گرم پانی سے غسل کرنے کے لیے حمام میں داخل ہونا، اور کسی چیز کا اس طرح سایہ حاصل کرنا کہ وہ شیٔ بدن سے جدا ہو: مثلاً کسی گھر یا کجاوہ کا سایہ حاصل کرنا، اور کمر میں کوئی تھیلی یا پاکٹ باندھنا جائز و درست ہے۔

تفریع من المسائل العصریة

رقم المسئلة (۲۹۷)

حالت احرام میں کمر پر بٹوہ (Wallet) باندھنے کا حکم

محرم شخص کے لیے روپے پیسے کی حفاظت کے لیے کمر پر پرس وغیرہ باندھنا

بلا کراہت جائز ودرست ہے(۱)۔

طریقة الإنطباق

حالتِ احرام میں ایسا سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے جو بدن کی ساخت اور ہیئت پر سلا گیا ہو(۲)، اور کمر میں پرس وغیرہ باندھنا ''لُبسِ مخیط'' (سلے ہوئے کپڑے) کے معنی میں نہیں ہے، کیوں کہ وہ بدن کی ساخت وہیئت پر نہیں سلا جاتا ہے، اس لیے محرم کا اپنی کمر پر پرس وغیرہ باندھنا جائز ودرست ہوگا(۳)۔

رقم المسئلة (۲۹۸)

احرام کی چادر کو کوپن (Coupon) سے منسلک کرنے کا حکم

احرام کا اوپری حصہ اکثر کندھوں سے نیچے گرتا رہتا ہے، اس لیے اگر کوئی محرم شخص اسٹیل کا کوپن (Coupon) لگالے تا کہ چادر بار بار نہ گرے مناسب نہیں ہے؛ لیکن اگر لگا ہی لیا تو کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوگا(۴)۔

---

(۱) ولا بأس ...... بأن يشد في وسط الهميان. (المختصر القدوري :ص۵۷)

وشد الهميان في وسطه سواء كانت النفقة له أو لغيره، وسواء كان فوق الإزار أو تحته، لأنه لم يقصد به حفظ الإزار. (غنية الناسك :ص۱۱۶، فصل في مباحات الإحرام، كتاب المسائل :۳/۱۳۷)

(۲) ولبس قميص وسراويل أي كل معمول على قدر بدن أو بعضه كذردية وبرنس، قال الشامي تحت قوله (كل معمول) المراد المنع عن لبس المخيط. (الدر المختار مع رد المحتار:۳/۴۹۹)

(۳) ولا باس أن يشد في وسطه الهميان ...... ولنا أنه ليس في معني لبس المخيط.

(الهداية: ۱/ ۲۴۰، باب الإحرام)

(۴) بخلاف الرداء فإنه إذا اتزربه لا ينبغي أن يعقده بحبل أو غيره ومع هذا لو فعل لا شيء عليه.

(البحر الرائق :۳/ ۱۱، كتاب الحج، باب الجنايات) =

طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے اور ''لُبسِ مخیط'' (سلے ہوئے کپڑے) کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کپڑا بدن سے چپکا ہوا ہو اور بدن کا احاطہ کر لے(۱)، اور کو پن میں لُبسِ مخیط کا یہ معنی موجود نہیں ہے نہ تو وہ سلا ہوا ہوتا ہے، اور نہ ہی وہ بدن سے چپک کر بدن کا احاطہ کرتا ہے اس لیے کو پن لگانے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوگی (۲)؛ البتہ کو پن کے لگانے میں ایک گونہ لُبسِ مخیط کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اس لیے یہ فعل مکروہ ہوگا۔

رقم المسئلة (۲۹۹)

حالت احرام میں چھتری (Umbrella) سے سایہ حاصل کرنے کا حکم

اگر کوئی مُحرِم شخص دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے چھتری (Umbrella) سے سایہ حاصل کرے تو یہ بلا کراہت جائز و درست ہے (۳)۔

= وأن يخلله بخلال أو يشده بحبل ونحوه.

(غنية الناسك :ص ١١٥، فصل في مكروهات الإحرام، كتاب الفتاوي :٤/٣٥)

(١) (أو لبس مخيطا) قال ابن نجم المصري وحقيقة لبس المخيط أن يحصل بواسطة الخياطة اشتمال على البدن واستمساك. (البحر الرائق :٣/١١، باب الجنايات)

(٢) بخلاف الرداء فإنه إذا إتزر به لا ينبغي أن يعقده بحبل أوغيره، ومع هذا لو فعل لا شيء عليه، لأنه لم يلبسه لبس المخيط لعدم الاشتمال. (البحر الرائق :٣/١١، باب الجنايات، كتاب الفتاوى:٤/٣٦)

(٣) ولابأس ...... بأن يستظل بالبيت والمحمل. (المختصر القدوري: ص٥٧، كتاب الحج)

ولابأس بأن يستظل بالبيت والمحمل ولنا أن عثمان كان يضرب له فسطاط في إحرامه، ولأنه لايمس بدنه فأشبه البيت. (الهداية: ١/٢٣٩، باب الإحرام)

طريقة الإنطباق

حالتِ احرام میں سر کو اس طرح سے ڈھانکنا منع ہے کہ جس شئ سے ڈھانکا جا رہا ہے وہ شئ بدن سے مس ہو جائے (۱)، اور اگر وہ شئ بدن سے مس نہ ہو تو یہ استظلال (سایہ حاصل کرنا) ہے جو جائز و درست ہے (۲)، اور چھتری میں بھی استظلال کے ہی معنی ہیں اس لیے محرم کا چھتری سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے۔

﴿طواف قدوم کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۲۳

فَإِذَا عَايَنَ الْبَيْتَ كَبَّرَ وَ هَلَّلَ ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَاسْتَقْبَلَهُ وَ كَبَّرَ وَ هَلَّلَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرِ وَ اسْتَلَمَهُ وَ قَبَّلَهُ إِنِ اسْتَطَاعَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا ثُمَّ أَخَذَ عَنْ يَمِينِهِ مَا يَلِي الْبَابَ وَ قَدِ اضْطَبَعَ رِدَاءَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَ يَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيمِ وَ يَرْمُلُ فِي الْأَشْوَاطِ الثَّلٰثِ الْأُوَلِ وَ يَمْشِيْ فِيْ مَا بَقِيَ عَلٰى هِيْنَتِهِ.

ترجمہ: پھر جب بیت اللہ کو دیکھے تو تکبیر و تہلیل کہے، پھر حجرِ اسود سے شروع کرے پہلے اس

---

(۱) قال ابن الهمام تحت قوله (إن كان لايصيب رأسه ولا وجهه) لأن التغطية بالمماسة.

(فتح القدير: ٢/ ٤٥٣، كتاب الحج)

(٢) ولو دخل تحت أستار الكعبة حتي غطته، إن كان لايصيب رأسه ولا وجهه فلا بأس به لأنه استظلال.

(الهداية: ١/ ٢٤٠، باب الإحرام)

کا استقبال کرے اور تکبیر وتہلیل کہے، اور دونوں ہاتھ اٹھائے تکبیر کے ساتھ اور حجرِ اسود کا استلام کرے اور چومے اگر ہو سکے کسی مسلمان کو تکلیف دیئے بغیر، پھر شروع کرے اپنی داہنی طرف سے جہاں سے بیت اللہ کا دروازہ ہے حال یہ ہے کہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہے، پھر بیت اللہ کو چاروں طرف سے سات چکر لگائے اور طواف حطیم کے ماوراء سے کرے، اور پہلے تین چکروں میں اکڑتا ہوا چلے، اور باقی چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔

توضیح المسئلة

مذکورہ بالا عبارت میں امام قدوریؒ نے طوافِ قدوم کا ذکر کیا ہے، لغت میں طواف کے معنیٰ گھومنے اور چکّر لگانے کے آتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں طواف کا اطلاق بنیتِ طواف بیت اللہ کے کم ازکم چار چکر سے لے کر سات چکر لگانے پر ہوتا ہے(۱)، حج میں اس کے علاوہ دو طواف اور ہوتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف) طوافِ قدوم: آفاقی مفرد بالحج اور قارن کے لیے طوافِ قدوم مسنون ہے، مفرد بالحج مکہ معظّمہ آتے ہی پہلے طوافِ قدوم کرے گا، اور قارن شخص عمرہ کا طواف وسعی کرنے کے بعد کرے گا، اور اس طواف کا وقت مکہ معظّمہ میں داخلہ سے لیکر وقوفِ عرفہ تک رہتا ہے، اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے(۲)۔

---

(۱) الطواف هو الدور أن حول الكعبة أربعة أشواط أو أكثر إلى تمام السبعة كيف ماحصل.

(غنية الناسك: ص۱۳۹، في ماهية الطواف)

(۲) هو سنة للآفاقي المفرد بالحج والقارن ...... وأول وقت أدائه حين دخول مكة وآخره وقوفه بعرفة فإذا وقف فقد فات وقته. (غنية الناسك: ص۱۳۸، فصل في أحكام طواف القدوم)

(ب) طوافِ زیارت: یہ طواف ہر حاجی پر فرض ہے، جسے وقوفِ عرفہ کے بعد ادا کیا جانا ضروری ہے، اور اس طواف کے بغیر ازدواجی تعلقات حلال ہونے کی کوئی شکل نہیں ہے(۱)۔

(ج) طوافِ صدر: اسے طوافِ وداع بھی کہتے ہیں، حج کے تمام ارکان و مناسک کی ادائیگی کے بعد اس طواف کا کرنا واجب ہے، اور بہتر ہے کہ واپسی کے وقت اسے ادا کیا جائے، اور یہ طواف حیض ونفاس والی عورتوں سے ساقط ہے، نیز اہلِ مکہ اور اہلِ حل پر بھی طوافِ صدر نہیں ہے(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۰۰)

ہیلی کاپٹر (Helicopter) میں بیٹھ کر طواف کرنا

اگر کوئی حاجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر طواف کرے تو اگر ہیلی کاپٹر مسجد حرام کی حدود میں داخل ہوکر چکر لگائے تو اس پر سوار ہوکر طواف صحیح ہوجائے گا(۳)؛ البتہ عذر کے بغیر ایسا

---

(۱) والحج فرضه ثلاثة، الإحرام، والوقوف بعرفة، وطواف الزيارة، وهما ركنان. (الدر المختار: ۳/۴۶۹)

(۲) طواف الصدر هو واجب على كل حاج آفاقي مفرد أو قارن أو متمتع بشرط كونه مدركا مكلفا غير معذور فلا يجب على معتمر ...... والحائض والنفساء. (غنية الناسك: ص۲۴۶، باب طواف الصدر)

(۳) مكانه حول البيت لا فيه داخل المسجد أي سواء كان قريبا من البيت أو بعيدًا عنه بعد أن يكون في المسجد، و يجوز أي الطواف في المسجد أي في جميع أجزائه و لو من وراء السواري أي الأسطوانات و زمزم وكذا المقامات، ولو طاف على سطح المسجد و لو مرتفعا عن البيت أي من جدرانه لأنه كما صرح به صاحب الغاية جاز لأن حقيقة البيت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهواء.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري: ص۱۶۵، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل في مكان الطواف)

کرنے سے دم واجب ہوگا(۱)، اور اگر ہیلی کاپٹر مسجدِ حرام کے حدود سے باہر رہے تو اس پر سوار ہوکر طواف کرنے سے طواف صحیح نہیں ہوگا، اتر کر دوبارہ مسجد کی حدود میں آکر طواف کرنا لازم ہوگا(۲)۔

طريقة الإنطباق

طواف کے معنی شریعت میں بنیت طواف بیت اللہ کے اردگرد گھومنا ہے(۳)، اور واضح رہے کہ تحت الثریٰ (زمین) سے لے کر آسمان تک بیت اللہ ہے، پس خانۂ کعبہ کی عمارت سے بلند ہوکر اس کے چاروں طرف گھومنے سے طواف ادا ہو جائے گا؛ اسی طرح اگر کوئی شخص عذرِ شرعی کی وجہ سے ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر بیت اللہ کے حد میں داخل ہوکر بیت اللہ کا چکر لگائے تو اس کا طواف صحیح ہو جائے گا، کیوں کہ جیسے بیت اللہ زمین پر ہے اور زمین پر طواف کرنے سے طواف درست ہو جاتا ہے، ایسے ہی بیت اللہ عنانِ سماء تک ہے، اس لیے اگر

---

(۱) المشي فيه للقادر فلو طاف للزيارة أو العمرة راكبا أو محمولا أو زحفا بلا عذر فعليه الإعادة أو الدم وإن كان بعذر لا شيء عليه. (غنية الناسك: ص١٤٧، فصل في واجبات الطواف)

(۲) وأما مكان الطواف، فمكانه حول البيت لقوله تعالى "وليطوفوا بالبيت العتيق" والطواف بالبيت هو الطواف حوله، فيجوز الطواف في المسجد الحرام...... حتى لو طاف حول المسجد وبينه وبين البيت حيطان المسجد لم يجز، لأن حيطان المسجد حاجزة فلم يطف بالبيت لعدم الطواف حوله، بل طاف بالمسجد لوجود الطواف حوله لا حول البيت، ولأنه لو جاز الطواف حول المسجد مع حيلولة حيطان المسجد لجاز حول مكة والحرم وذا لا يجوز كذا هذا.

(بدائع الصنائع ٣/٧٦، كتاب الحج فصل مكان الطواف، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ٤/٣٢٧)

(۳) الطواف هو الدوران حول الكعبة أربعة أشواط أو أكثر إلى تمام السبعة كيف ما حصل.

(غنية الناسك: ص١٣٩)

کوئی شخص ہوا میں ہی بیت اللہ کے حد کے اندر طواف کرے تو اس کا طواف صحیح ہو جائے گا(۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۱)

وہیل چیئر (Wheel chair) پر طواف کا حکم

تندرست آدمی کے لیے پیدل چل کر طواف کرنا واجب ہے(۲)، اگر تندرست آدمی نے عذر کے بغیر سوار ہو کر، یا وہیل چیئر پر بیٹھ کر طوافِ زیارت یا عمرہ کا طواف کر لیا تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے اس طواف کو دوبارہ کرنا واجب ہوگا، اور اگر طواف دوبارہ کئے بغیر گھر واپس آ گیا، تو حرم کے حدود میں ایک دم دینا لازم ہوگا(۳)، لیکن اگر کوئی معذور شخص وہیل چیئر پر طواف کرے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا(۴)۔

طريقه الإنطباق

انطباق کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تا کہ انطباق واضح ہو جائے

(۱) لأن الكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء عندنا. (الهداية: ۱/۱۸۵، باب الصلاة في الكعبة)

(۲) واجبات الطواف وهي سبعة ..... الخامس المشي فيه للقادر. (غنية الناسك :ص۱٤۷)

(۳) أن يطوف ماشيا لا راكبا من عذر فلو طاف راكبا من غير عذر فعليه الإعادة مادام بمكة، وإن عاد إلى أهله يلزمه دم، لقوله تعالى "وليطوفو ابالبيت العتيق" والراكب ليس بطائف حقيقة فأوجب ذلك نقصا فيه، فوجب جبره بالدم. (الفقه الإسلامي وأدلته:۳/۱۵۳، الباب الخامس، غنية الناسك:ص۱٤۷، الفتاوى التاتارخانية :۳/٦۰٤، كتاب الحج، الفصل السابع)

(٤) وإن كان بعذر لاشيء عليه. (غنية الناسك : ص۱٤۷)

ولوطاف راكبا أو محمولا وسعى بين الصفا والمروة راكبا، أو محمولا إن كان ذلك من عذر يجوز، ولا يلزمه شيء.

(الفتاوى التاتارخانية:۳/٦۰۳، كتاب الحج ، الفصل السابع، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:٤/۳۱۵)

،تمام احکاماتِ شریعہ بندے کی طاقت ووسعت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں، یعنی اگر بندے کے بس میں ہوتو حکمِ شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہوجاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہوتو شریعت وہ حکم اس بندے سے ہٹالیتی ہے؛ پس جو حاجی چل کر طواف پر قادر ہو اس کے لیے چل کر طواف کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ یہ شخص چل کر طواف کرنے پر قادر ہے اسی لیے اگر بلا عذر تندرست شخص وہیل چیئر پر بیٹھ کر طواف کرے تو ترکِ واجب کی وجہ سے دم لازم ہوجاتا ہے؛ البتہ اگر کوئی حاجی چلنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وہیل چیئر پر بیٹھ کر طواف کرنا بلا کراہت ودم جائز ہوگا، کیوں کہ قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شریعت حکمِ شرعی کو ہٹالیتی ہے (۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۲)

طواف کے درمیان حیض (Menstruation) آنے کی صورت میں حکم

اگر کسی عورت کو طواف کرتے ہوئے حیض شروع ہوجائے تو فوراً طواف موقوف کردے، اور پاک ہونے کے بعد اس کی قضا کرے (۲)۔

طريقة الإنطباق

حالتِ حیض میں طواف اور دخولِ مسجد دونوں حرام ہیں، اسی وجہ سے اگر دورانِ

---

(۱) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/٣٠١)

(۲) وحيضها لا يمنع نسكا إلا الطواف فهو حرام من وجهين دخولها المسجد وترك واجب الطهارة.

(غنية الناسك :ص ۱۲۰، باب إحرام المرأة، كتاب المسائل :۳/۴۰۳)

طواف حیض آجائے تو عورت طواف موقوف کر کے پاکی کا انتظار کرے، اور پاک ہونے کے بعد طواف دوبارہ کرے(۱)۔

رقم المسئلة (۳۰۳)

طواف زیارت سے پہلے عورت کو حیض یا نفاس آجائے

طواف زیارت سے قبل اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے، اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو کر طوافِ زیارت کر سکے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے، تاکہ وہ پاک ہو کر طوافِ زیارت ادا کرنے کے بعد وہ اپنے گھر واپس جا سکے، لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہو جائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ طوافِ زیارت ادا کر سکتی ہے، یہ طوافِ زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائے گی، لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دَمِ جنایت حدودِ حرم میں لازم ہوگی (۲)۔

---

(۱) وتحرم بالحيض والنفاس ثمانية أشياء ...... دخول مسجد والطواف.

(نور الإيضاح :ص ٥٠، باب الحيض)

و لا تدخل المسجد و كذا الجنب لقوله عليه السلام فإني لا أحل المسجد لحائض ...... و لا تطوف بالبيت لأن الطواف في المسجد. (الهداية :١/ ٦٤)

(٢) ولو طاف طواف الزيارة محدثا فعليه شاة، لأنه أدخل النقص في الركن فكان أفحش من الأول فيجبر بالدم و إن كان جنبا فعليه بدنة، و كذا إذا طاف أكثره جنبا أو محدثا، لأن أكثر الشيء له حكم كله.

(الهداية:١/ ٢٧٢، كتاب الحج، باب الجنايات)=

طريقة الإنطباق

شریعت حرج اور عُسر کو دفع کرتی ہے(۱)، حتیٰ کہ اسی مشقت ودشواری کی وجہ سے بسا اوقات امرِ ممنوع بھی بندے کے لیے مباح ہوجاتے ہیں(۲)؛ پس شریعت کے اس مزاج کی روشنی میں بات بے غبار ہوگئی کہ ایسی عورت جس کو طوافِ زیارت سے پہلے حیض آگیا، اور اس کے انتھک کوشش کے بعد بھی اس کے ویزا اور ٹکٹ میں تبدیلی نہ ہوسکے تو ایسی عورت کے لیے مجبوری کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں ہی طواف زیارت کرلینے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ طوافِ زیارت رکن ہے اور دوبارہ اس کا وطن سے واپس آکر طواف کرنا دشوار ہے، اور جب تک وہ طواف نہ کرلے اپنے شوہر کے لیے حرام ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ عورت مجبور اور مشقت کی شکار ہوگئی ہے، اور شریعت جہاں مشقت ودشواری دیکھتی ہے، وہاں تخفیف پیدا کردیتی ہے، اس لیے ایسی عورت کے لیے حالتِ حیض میں طواف کرنے کی گنجائش ہوگی؛ البتہ بطور دم کے بدنہ واجب ہوگا تاکہ نقصان کی تلافی ہوجائے(۳)۔

= ولو طافت المرأة لزيارة حيضا فهو كطواف الجنب سواء. (فتح القدير :۴۸/۳، كتاب الحج، المسائل المهمة :۱۶۰/۹، بدائع الصنائع:۳۰۷/۲، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص۴۶)

(۱) وما جعل عليكم في الدين من حرج. (الحج:۷۸)

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر. (البقرة:۱۸۵)

(۲) الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر لابن نجيم :ص۳۰۷)

(۳) (وبدنة لو جنبا) أي يجب بدنة لو طاف للركن جنبا ،لأن الجناية أغلظ فيجب جبر نقصانها في البدنة إظهار للتفاوت بينهما والحيض والنفاس كالجنابة.

(البحر الرائق :۳۲/۳، باب الجنايات، حج وعمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں:ص ۱۴۱)

رقم المسئلة (٣٠٤)

طواف یا سعی میں موبائل (Mobile) پر گفتگو کرنے کا حکم

اگر کسی حاجی کو دورانِ طواف یا صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے بذریعۂ موبائل گفتگو کرنے کی ضرورت واقع ہوگئی، تو شرعاً اس کے لیے گفتگو کرنے کی اجازت ہے، موبائل پر ضروری گفتگو کرنے سے طواف یا سعی میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت کسی طرح کی گفتگو نہ کرے، اور طواف وسعی کے درمیان ذکر واذکار میں مشغول رہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

شریعت میں جو چیز مباح ہوتی ہے تو شرعاً اس کے کرنے کی اجازت بھی ہوتی ہے، البتہ اگر اس امرِ مباح سے عبادت میں خلل واقع ہو تو اس امرِ مباح کو ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے اور طواف وسعی میں شرعاً کلام مباح ہے، اس لیے اگر گفتگو کی ضرورت ہو تو شرعاً

---

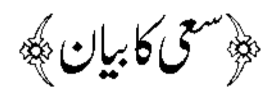
(١) عن يزيد بن أبي زياد قال: كان مجاهد و سعيد بن جبير و علي بن عبد الله بن العباس و الحسين بن الحسن و أبو جعفر يتكلمون و هم يطوفون بالبيت بين الصفا و المروة.

(المصنف لابن لأبي شيبة: ٨/ ٦٤، الرقم: ١٢٩٦٩، كتاب الحج)

صرح الحنفية بكراهة الكلام أثناء الطواف لكنه محمول علي ما لا حاجة فيه، لأن ذلك يشغله عن الدعاء. قال الترمذي العمل على هذا عند أكثر أهل العلم يستحبون أن لا يتكلم الرجل في الطواف إلا لحاجة أو بذكر الله تعالى أو من العلم و الكلام و المباح الذي يحتاج إليه لا بأس به. أما الكلام غير المحتاج إليه فإنه يكره لقول ابن عمر أقلو االكلام في الطواف فإنما أنتم في صلاة.

(الموسوعة الفقهية: ١١٩/٣٥، الكلام في الطواف، المسائل المهمة:٤/ ٩٩)

اس کی گنجائش ہوگی کیوں کہ جو کلام ضروری ہوتا ہے وہ کم ہوتا ہے اور اس سے عبادت میں کوئی خلل بھی واقع نہیں ہوتا ہے، البتہ غیر ضروری بات ہو تو اس سے احتراز اولیٰ ہے (۱)۔



رقم المتن - ١٢٤

ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا فَيَصْعَدُ عَلَيْهِ وَ يَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَ يُكَبِّرُ وَ يُهَلِّلُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَدْعُوْ اللّٰهَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ يَنْحَطُّ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَمْشِيْ عَلٰى هِيْنَتِهِ، فَإِذَا بَلَغَ إِلٰى بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ الْأَخْضَرَيْنِ سَعْيًا حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ، فَيَصْعَدُ عَلَيْهَا وَيَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا، وَهٰذَا شَوْطٌ، فَيَطُوْفُ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَبْتَدِئُ بِالصَّفَا وَ يَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ.

ترجمہ: پھر نکلے صفا پہاڑ کی طرف، اور اس پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تکبیر وتہلیل کہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اور اپنی ضرورت کے لیے اللہ سے دعا مانگے، پھر مروہ کی طرف اتر جائے، اور سکون کے ساتھ پُر وقار انداز میں چلے، پھر جب بطنِ وادی میں پہنچے تو دوڑے میلین اخضرین کے درمیان، یہاں تک کہ آئے مروہ پر، اور اس پر چڑھے اور کرے جس طرح صفا پر کیا تھا، اور یہ ایک چکر ہے، پھر طواف کرے سات چکر، شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر۔

---

(۱) وأما مباحات الطواف ...... ولا بأس بأن يتكلم فيه بكلام يحتاج إليه بقدر الحاجة ويشرب ويفعل كل مايحتاج إليه. (غنية الناسك :ص ١٦٣)

توضيح المسئلة

سعی کے لفظی معنی دوڑنے کے ہیں، اور شرعاً صفا ومروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سات چکر لگانے کو "سعی" کہتے ہیں (۱)۔

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کے ایک خاص عمل کی یادگار ہے (۲)، عمرہ اور حج دونوں میں یہ سعی کرنا واجب ہے (۳)۔

سعی کا طریقہ

جس طواف کے بعد سعی ہو، تو طواف سے فارغ ہوکر حجرِ اسود کا "استلام" کرے، جیسے طواف کے شروع میں اور طواف کے آخر میں استلام کیا تھا، دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کے برابر کر کے ان کو بوسہ دے، اور "بسم اللّٰہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللّٰہ" کہے، اور یہ استلام ایک مرتبہ سعی کرنے والوں کے لیے مستحب ہے، استلام کرنے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق باب الصفا سے صفا کی طرف آئے، اور

---

(۱) والسعي بين المروتين أي بين الصفا والمروة.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري :ص٩٤، باب فرائض الحج ، فصل في واجباته)

(۲) وجه السعين بين الصفاوالمروة غير ما في هذا الحديث وذلك قصة هاجرة،وكانت هاجرة تمشي من الصفا إلى الميل الأخضر وسعى من الميل إلى الميل الثاني بغيبوبة إسماعيل عن نظرها،ثم تمشي من الميل إلى المروة وجرت سنتها إلى قيام القيامة. (العرف الشذي للكشميري على سنن الترمذي: ١/١٧٩، أبواب الحج، باب ماجاء في السعي بين الصفا والمروة)

(۳) وأما واجباته فستة...... والسعي بين الصفا والمروة...... هو ركن عند الثلاثة وواجب عندنا.

(غنية الناسك :ص٥٦-١٦٦، واجبات الحج ،باب السعي بين الصفا والمروة)

اگر کسی دوسرے دروازے سے جائے تو بھی جائز ہے (باب الصفا حجرِ اسود کی سمت پر ہے)، پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ شریف بھی نظر آ سکے، اوپر چڑھتے وقت یہ پڑھے "أبدأ بما بدأ اللّٰه تعالیٰ به إن الصفا و المروة من شعائر اللّٰه" ۔موجودہ زمانہ میں چند ستون ہیں، ان میں سے مغربی ستون کے قریب سے کعبۃ اللہ واضح طور پر نظر آتا ہے(۱)۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہوکر سعی کی نیت اس طرح کہے کہ یا اللہ میں آپ کی رضا کے لیے صفا مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر کا ارادہ کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان بنائیں اور قبول فرمائیں، پھر دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے جیسے دعا میں اٹھاتے ہیں، نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت جس طرح ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں اس طرح نہ اٹھائے جیسے بہت سے ناواقف لوگ اٹھاتے ہیں یہ درست نہیں، اور بیت اللہ شریف کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی نہ کرے(۲)، پھر بلند آواز میں تین مرتبہ "اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر و للّٰه الحمد"

---

(۱) فإذا فرغ من الطواف أو نحوه كما ذكرنا، فالسنة أن يخرج السعي على فوره إن أراده، ويسن أن يبتدي بالحجر الأسود فيستلمه كما مر. ثم يخرج من باب الصفا ندبًا، فإن خرج من غيره لابأس به، ويقول عند خروجه بسم اللّٰه والصلاة والسلام على رسول اللّٰه، اللّٰهم اغفرلي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك، كما هو سنة عند الخروج من أي مسجد كان ......، و إذا دنى من الصفا يستحب أن يقول أبدأ بما بدأ اللّٰه به "إن الصفا والمروة من شعائر اللّٰه" ويصعد عليه حتى يرى البيت من الباب لا من فوق الجدار، إن أمكنه الصعود لرؤية البيت حقيقة أو محاذاة، و إلا فقدر ما يمكنه فالواجب هو البداءة بالصفاء...... وأما رؤية البيت فشرط الكمال.

(غنية الناسك:١٦٦، باب السعي بين الفصا والمروة، فصل في كيفية أداء السعي)

(۲) ويرفع يديه حذو منكبيه أي مقابلهما جاعلاً بطنهما نحو السماء، لأنها قبلة الدعاء، كما للدعاء أي كما يرفعهما لمطلق الدعاء في سائر الأمكنة والأزمنة على طبق ما وردت به السنة لا كما يفعله =

پڑھے، اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھے "لا إله إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير"۔

اس کے بعد اللہ کی حمد وثنا کرے اور یہ دعا پڑھے "سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا إله إلا اللّٰه واللّٰه أكبر ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه" اس کے بعد آہستہ آواز سے درود شریف پڑھے، پھر اپنے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے خوب خشوع وخضوع سے دعا مانگے؛ کیوں کہ یہ دعا قبول ہونے کی مقدس جگہ ہے، اور جو چاہے دعا مانگے اور دعا مانگنا سعی کے آداب میں سے ہے(۱)، اور اس کے بعد سعی شروع کردے۔

= الجهلة خصوصًا معلمي الغرباء من رفع أيديهم إلى آذانهم و أكتافهم ثلاثًا كل مرة مع تكبيرة، فإن السنة الثابتة بخلافه فيرفع يديه من غير إرسال إليه.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري :١٨٩، باب السعي بين الصفا والمروة)

(١) فكبر ثلاثًا كما رواه ابن المنذر بإسناد صحيح، وهلل رفع صوته بهما، و في حديث مسلم أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال هنا، لا إله إلا اللّٰه وحده اللّٰه أكبر، لا إله إلا اللّٰه وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شيء قدير، لا إله إلا اللّٰه وحده، أنجز وعده ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده، ثم دعا فعل ذلك ثلاث مرات ......، ثم خفض صوته فيحمد اللّٰه تعالى ويثني عليه ويصلي على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ويدعو بما شاء لنفسه وللمسلمين، ويكرر التكبير والتهليل والحمد والصلاة والدعاء ثلاث مرات حتى يكون التكبير تسع مرات ......، ويأتي بالأدعية والأذكار ما أحب ويطيل المقام عليه بإطالة ذالك ولا يعجل ويجتهد في الدعاء، فإنه موضع إجابة.

(غنية الناسك:١٠٧، فصل في كيفية أداء السعي)

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (٣٠٥)

وہیل چیئر (Wheel chair) پر سعی حکم

اگر کوئی معذور شخص عذرِ شرعی کی وجہ سے وہیل چیئر پر سعی کرے تو شرعاً جائز و درست ہے(۱)، سعی کے دوران دونوں سبز بتیوں کے درمیان سواری تیز کر دے بشرطیکہ اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو اس عمل سے تکلیف نہ پہنچے (۲)، اور اگر بلا عذر وہیل چیئر پر سوار ہوکر سعی کرے گا تو حج ہو جائے گا، لیکن دَم دینا واجب ہوگا(۳)، البتہ پیدل سعی کا اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہو جائے گا(۴)۔

طريقة الإنطباق

انطباق کے لیے ایک قاعدۂ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو

---

(١) ولو بعذر فلا شيء عليه. (شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري :١٩٧، فصل في واجباته)

(٢) وإن كان على دابة أي لعذر فإن المشي في السعي واجب عندنا، حركها من غير أن يؤذي أحدا أي من الركبان والمشاة، وليتحرز أي كل الإحتراز عن أذى غيره أي بكل وجه من وجوهه، فإنه حرام مجمع عليه داخل تحت الفسوق المنهي عنه.

(شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري:ص١٩٢، باب السعي بين الصفا والمروة)

(٣) الثالث المشي فيه لمن لا عذر له فإن سعي راكبا أو زحفا بغير عذر فعليه دم.

(غنية الناسك:ص١٧٤، فصل في واجبات السعي)

(٤) و إذا أعاده سقط الدم. (شرح لباب المناسك مع إرشاد الساري:ص٣٩٣، باب الجنايات، فصل في الجناية في السعي، حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:٢/٤٥١)

جائے، تمام احکامِ شرعیہ کا مدار بندے کی طاقت و وسعت پر ہے، یعنی اگر بندے کے بس میں ہو تو حکمِ شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہو جاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہو، تو شریعت بندے سے وہ حکم ختم کر دیتی ہے؛ پس جو شخص پیدل چل کر سعی کرنے پر قادر ہو تو اس کے لیے چل کر سعی کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ پیدل چلنا اس کے بس میں ہے، اسی لیے بلا عذر شرعی سعی میں پیدل چلنے کو ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ سعی میں چلنا واجب ہے؛ البتہ اگر کوئی شخص چلنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے وہیل چیئر پر بیٹھ کر سعی کرنا بلا کراہت و دم جائز ہوگا، کیوں کہ پیدل چل کر سعی کرنا بندے کے بس میں نہیں ہے، اور جس حکمِ شرعی کا انجام دینا بندے کے بس کے باہر ہو وہ ساقط ہو جاتا ہے (۱)۔

رقم المسئلة (٣٠٦)

حیض (Menstruation) کی حالت میں سعی کرنے کا حکم

حیض کی حالت میں سعی نہیں کرنی چاہیے تاہم اگر حیض کی حالت میں سعی کر لی تو سعی ادا ہو جائے گی (۲)، دوبارہ سعی کرنا بہتر ہے لازم نہیں (۳)۔

طريقة الإنطباق

یہاں حج سے متعلق ایک اصول کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق واضح ہو جائے،

---

(١) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/ ٣٠١)

(٢) وإن سعي جنبا أو حائضا أو نفساء فسعيه صحيح.

(الفتاوى الهندية: ١/ ٢٤٧، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات)

(٣) والأفضل أن يعيد السعي لأنه تبع للطواف، و إن لم يعده فلا شيء عليه و هو الصحيح، لأن الطهارة ليست شرطا في السعي. (البحر الرائق: ٣/ ٣٩، باب الجنايات، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ٢/ ٢٤٦)

حج کے وہ امور جن کی ادائیگی مسجدِ حرام کے علاوہ کسی اور جگہ ہے، ان کے لیے طہارت شرط نہیں ہے، مثلاً رمی جمار، وقوفِ عرفہ، وقوفِ مزدلفہ وغیرہ، اور حج کے وہ احکام جن کی ادائیگی کا تعلق مسجدِ حرام سے ہے ان کے لیے طہارت شرط ہے، مثلاً طواف (۱)۔

مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ سعی ایک ایسا حکم ہے جس کی ادائیگی کا حکم مسجدِ حرام کے علاوہ دوسری جگہ سے ہے، اس لیے سعی کے لیے بھی حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

رقم المسئلة (۳۰۷)

جدید مسعیٰ کا حکم توسیع کے بعد

مسعیٰ (سعی کرنے کی جگہ) کی لمبائی (394.5) میٹر ہے، یہ پیمائش صفا کی بلندی پر دیوار سے شروع ہوکر مروہ کی بلندی پر دیوار تک ہے، مسعیٰ پٹی کا عرض (چوڑائی) بیس میٹر ہے، لیکن موجودہ دور میں سابقہ چوڑائی کی مقدار میں اضافہ کرکے ڈبل کردیا گیا ہے، اور مسجدِ حرام کی توسیع کے بعد صفا ومروہ مسجدِ حرام کے اندر آگیا ہے۔

تو اب یہ سوال ہے کہ کیا حائضہ اور نفاس والی عورتوں کا آج کے اس جدید مسعیٰ میں داخلہ جائز ہوگا؟ جب کہ وہ حصہ مسجدِ حرام کے اندر آگیا ہے۔

تو اس سلسلہ میں مجمع الفقہ الاسلامی کی تیسری قرارداد یہ ہے کہ صفا ومروہ اپنے

(۱) والأصل أن كل عبادة تؤدي لا في المسجد الحرام في أحكام المناسك، فالطهارة ليست بواجبة لها كالسعي والوقوف بعرفة والمزدلفة و رمي الجمار بخلاف الطواف، فإنه عبادة تؤدي في المسجد الحرام فكانت الطهارة واجبة فيه. (غنية الناسك: ص۱۷۵، قبيل فصل في السعي)

سابقہ حکم پر ہی باقی رہے گا، مسجدِ حرام کے حکم میں نہیں ہوگا، اور حائضہ وجنبی وغیرہ کا داخلہ ممنوع نہیں ہوگا(۱)۔

طريقة الإنطباق

دراصل صفاومروہ دونوں مستقل طور پر شعائرِ اسلام میں داخل ہیں، اس لیے ان کا حکم مستقل ہوگا، وہ حکم میں مسجدِ حرام کے تابع نہیں ہوں گے، گرچہ فی زماننا ہذا مسجدِ حرام کی توسیع کے بعد صفاومروہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے، اس لیے آج توسیع کے بعد بھی صفاو مروہ کے حدود میں حائضہ اور جنبی وغیرہ کا آنا شرعاً جائز ہوگا(۲)۔

---

(۱) القرار الثالث بشأن حكم المسعى بعد التوسعة السعودية ، هل تبقى له الأحكام السابقة أم يدخل حكمه ضمن حكم المسجد؟

الحمد لله والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا ونبينا محمد وعلى اله وصحبه وسلم. أما بعد! فإن مجلس المجمع الفقهي الإسلامي برابطة العالم الإسلامي في دورته الرابعة عشرة المنعقدة بمكة المكرمة التي بدأت يوم السبت ۲۰/من شعبان ۱٤۱٥هـ ۲۱/۱/۱۹۹٥ء قد نظر في هذا الموضوع فقرر بأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن مبنى مسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد ولا تشمله أحكامه لأنه مشعر مستقل يقول الله عز وجل" إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما". (البقرة:۱٥۸) وقد قال بذالك جمهور الفقهاء ومنهم الأئمة الأربعة وتجوز الصلاة فيه متابعة للإمام في المسجد الحرام كغيره من البقاع الطاهرة، ويجوز المكث فيه والسعي للحائض والجنب، وإن كان المستحب في السعي الطهارة. والله أعلم!

(مجلة المجمع الفقهي الإسلامي:ص ۲۹٥، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:٤/۹۸)

(۲) قد نظر في هذا الموضوع فقرر بأغلبية أن المسعى بعد دخوله ضمن مبنى مسجد الحرام لا يأخذ حكم المسجد، ولا تشمله أحكامه، لأنه مشعر مستقل يقول الله عز وجل "إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما". (مجلة المجمع الفقهي الإسلامي:ص۲۹٥)

﴿وقوف عرفہ کا بیان﴾

رقم المتن - ١٢٥

وَ عَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ إِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ وَ يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ...... وَ مَنِ اجْتَازَ بِعَرَفَةَ وَ هُوَ نَائِمٌ أَوْ مُغْمًى عَلَيْهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا عَرَفَاتٌ أَجْزَاهُ ذٰلِكَ عَنِ الْوُقُوفِ.

ترجمہ: یوم عرفہ کا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطنِ عُرنہ کے، اور امام کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی سواری پر عرفہ میں ٹھہرے، اور جو شخص عرفہ سے گزرا اس حال میں کہ وہ سویا ہوا ہے یا بے ہوش ہے یا نہ جانتا ہو کہ یہ عرفات ہے تو کافی ہوگا اس کو یہ وقوف عرفات سے۔

توضیح المسئلة

عربی لغت میں ''وقوف'' کے معنی ہیں، ٹھہرنا، اور حج کے احکام میں اس سے مراد ۹/ذی الحجہ کو زوال آفتاب سے ۱۰/ذی الحجہ کی صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے تک عرفات کے میدان کے کسی حصہ میں کسی وقت بھی قیام کرنا یہی وقوفِ عرفات، حج کا سب سے بڑا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا(۱)۔

---

(١) ومن أدرك الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يوم عرفة إلى طلوع الفجر من يوم النحر فقد أدرك الحج. (المختصر القدوري: ص/٦١)

وأما ركن الحج فشيئان احدهما الوقوف بعرفة وهو الركن الأصلي للحج ...... وأما زمانه فزمان الوقوف من حين تزول الشمس من يوم عرفة إلى الفجر الثاني من يوم النحر.

(بدائع الصنائع: ٣/٥٨-٦٢، فصل في ركن الحج)

وقوفِ عرفات میں صرف ایک چیز واجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو شخص ۹/ذی الحجہ کو دن میں زوالِ آفتاب کے بعد غروبِ آفتاب سے پہلے وقوف کرے اس کے لیے غروب آفتاب تک عرفات کی حدود کے اندر رہنا واجب ہے، اگر کوئی حاجی غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات کی حدود سے نکل جائے گا تو دم واجب ہوگا، ہاں اگر دوبارہ واپس آکر غروب آفتاب تک ٹھہر جائے تو دَم ساقط ہو جائے گا(۱)۔

نیز عرفات میں وقوف کے لیے کھڑا رہنا شرط اور واجب نہیں بل کہ مستحب ہے بیٹھ کر، لیٹ کر جس طرح ہو سکے سوتے جاگتے وقوف کرنا جائز ہے(۲)، یہاں تک کہ اگر سوتے ہوئے بھی گزر جائے تو وقوفِ عرفہ ادا ہو جاتا ہے۔

رقم المسئلة (۳۰۸)

ہیلی کاپڑ (Helicopter) میں بیٹھ کر وقوفِ عرفہ کرنا

اگر کوئی حاجی ہیلی کاپڑ میں بیٹھ کر عرفہ کا وقوف کرے تو اس کے عرفہ کا وقوف ادا نہیں ہوگا(۳)، اس کو مقررہ وقت میں ہیلی کاپڑ سے اتر کر میدان عرفات سے گزرنا یا

---

(۱) وأما القدر الواجب من الوقوف فمن حين تزول الشمس إلى أن تغرب فهذا القدر من الوقوف واجب عندنا ...... وإذا عرف أن الوقوف من حين زوال الشمس إلى غروبها واجب، فإن دفع منها قبل غروب الشمس فإن جاوز عرفة بعد الغروب فلاشيء عليه لأنه ما ترك الواجب، و إن جاوزها قبل الغروب فعليه دم عندنا لتركه الواجب، فيجب عليه الدم كما لو ترك غيره من الواجبات.

(بدائع الصنائع:۳/۶۵، فصل في ركن الحج)

(۲) و ليس القيام من شرطه ولامن واجباته حتى لو كان جالساجاز لأن الوقوف المفروض هو الكينونة فيه.

(البحر الرائق:۲/۵۹۴)

(۳) وشرطه شيئان أحدهما كونه في أرض عرفات الظاهر أن هذا ركنه لعدم تصوره بدونه و ليس =

وقوف کرنا لازم ہوگا ورنہ حج نہیں ہوگا؛ کیوں کہ عرفہ کا وقوف حج کا رکنِ عظیم ہے(١)۔

طريقة الإنطباق :

وقوفِ عرفہ کا تعلق ارض عرفہ سے ہے جو شرط ہے(٢)، یعنی عرفہ کے وقوف میں میدانِ عرفہ میں وقوف کرنا ضروری ہے، فضائے عرفہ کا وقوف، شرط (ارضِ عرفہ کا وقوف) کے مفقود ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں ہوگا(٣)، اور رکنیتِ حج (وقوفِ عرفہ) کے فوت ہونے کی وجہ سے حج نہیں ہوگا۔

= القيام من شرطه ولا من واجباته لو كان جالسا جاز لأن الوقوف المفروض هو الكينونة فيه.

(البحر الرائق : ٢/٥٩٤، كتاب الحج، باب الإحرام)

(١) اعلم أن الوقوف ركن من أركان الحج كما قدمناه وهو أعظم أركانه للحديث الصحيح الحج عرفة.

(البحر الرائق: ٢/٥٩٤، غنية الناسك: ص١٩٨، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ٤/٣٢٩)

(٢) وشرطه شيئان أحدهما كونه في أرضِ عرفات. (البحر الرائق:٢/٥٩٤)

والقيام والنية فيه أي الوقوف ليست بشرط ولا واجب ...... وذلك لإن الشرط الكينونة فيه أي في محل الوقوف المعلوم من المقام. (الدر المختار مع رد المحتار: ٣/٥٢٢)

(٣) إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها. (جمهرة القواعد الفقهية: ٣/١٢٤٤)

﴿رمی کا بیان﴾

رقم المتن - ۱۲٦

فَيَبْتَدِأُ بِجَمْـرَةِ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا مِنْ بَطَنِ الْوَادِيِّ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مِثْلَ حِصَاةِ الْخَذْفِ.

ترجمہ: اور شروع کرے جمرہ عقبہ سے، چناں چہ مارے اس پر بطن وادی سے سات کنکریاں ٹھیکری کی کنکریوں کی طرح۔

توضيح المسئلة

''رمی جمار'' کا معنی لغت میں چھوٹی کنکریوں کا پھینکنا ہے، اور شریعت کی زبان میں چھوٹی کنکریوں کا مخصوص زمانہ میں مخصوص جگہ پر مخصوص تعداد میں پھینکنا ہے(۱)۔

مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مُحرِم دس ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منی واپس آنے کے بعد پہلے اور دوسرے شیطان کو چھوڑ کر سیدھا تیسرے شیطان کے پاس آجائے (اس کو جمرۂ عقبہ کہتے ہیں) اس پر سات کنکریاں مارے(۲)، اور یہ تینوں دنوں کی رمی جمار واجب ہے

---

(۱) رمي الجمار في اللغة هو القذف بالأحجار الصغار وهي الحصي،إذا الجمار جمع جمرة ، والجمرة هي الحجر الصغير وهي الحصاة، وفي الشرع هو القذف بالحصي في زمان مخصوص ومكان مخصوص وعدد مخصوص. (الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/ ۱۹۲، الباب الخامس)

(۲) والمزدلفة كلها موقف إلا بطن محسر، ثم أفاض الإمام والناس معه قبل طلوع الشمس حتى =

ترک کرنے سے دم لازم ہوگا(۱)۔

اور رمی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آسانی سے ممکن ہو تو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکری پکڑ کر ہاتھ کو اونچا کرے اور " بسم اللّٰہ، اللّٰہ أکبر رغما للشیطن ورضي للرحمٰن " پڑھتے ہوئے ایک ایک کنکری مارے، اور اگر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑنا مشکل ہے تو جس طرح پکڑنا ممکن ہو اسی طرح پکڑ کر رمی کرے(۲)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۰۹)

غلیل (Catapult) سے جمرات کی رمی کا حکم

اگر کوئی شخص جمرات کی رمی غلیل وغیرہ سے کرے تو شرعاً جائز نہیں ہے، اور رمی درست نہیں ہوگی (۳)۔

= يأتوا منى فيبتدأ بجمرة العقبة فيرميها من بطن الوادي بسبع حصات مثل حصاة الخذف.

(المختصر القدوري: ص ٦٠، كتاب الحج)

(١) و من ترك رمي الجمار في الأيام كلها فعليه دم. (المختصر القدوري: ص ٦٥، باب الجنايات)

(٢) يأخذ الحصى بطرفي إبهامه وسبابته كانه عاقد ثلاثين و يرميها ...... أنه يكبر عند كل حصاة فيقول بسم اللّٰه، اللّٰه أكبر رغما للشيطن وحزبه ويقول اللّٰهم اجعل حجي مبرورًا و سعي مشكورا وذنبي مغفورا. (الفتاوى الهندية: ١/ ٢٣٤، كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)

(٣) ولا يجزئ الرمي بقوس وغيره. (البحر الرائق: ٢/ ٦٠٢)

قالوا إنه لا يجزئه الرمي عن القوس ولا الدفع بالرجل وكذا قال الحنيفة.

(هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك: ٣/ ١١٠٠،

المسائل المهمة: ٦/ ١٤٩، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ١/ ٣٤٥)

طریقة الإنطباق

دراصل رمی جمار کے شرائطِ عشرہ میں سے ایک شرط ہاتھ سے رمی کرنا ہے (١)، اور قاعدہ مشہور ہے کہ جب کسی حکمِ شرعی کی شرط مفقود ہو تو وہ حکم بھی کالعدم اور لا اعتبار ہو جاتا ہے (٢)، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص غلیل وغیرہ سے رمی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

رقم المسئلة (٣١٠)

ہیرے جواہرات (Diamonds, Gems) وغیرہ سے رمی کا حکم

اگر کوئی شخص ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور رمی ادا نہیں ہوگی (٣)۔

طریقة الإنطباق

رمی جمار کے شرائط میں سے ایک شرط فعلِ رمی ہے، اور رمی کہتے ہیں پھینکنے کو، جو پتھر کنکر وغیرہ میں تو پایا جاتا ہے، ہیرے جواہرات میں نہیں، کیوں کہ ان میں بکھیرنے کا

---

(١) شرائط الرمي وهي عشرة ...... الثاني الرمي باليد فلا يجزئ الرمي بالقوس ونحوه.

(غنية الناسك: ص ٢٤١، فصل في الشرائط الرمي)

(٢) إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/٦٢٣)

(٣) فيرميها من بطن الوادي بسبع حصيات مثل حصاة الخذف. (المختصر القدوري: ص ٦٠)

ولا يجوز بالذهب والفضة والحديد والعنبر واللؤلؤ والمرجان والجواهر وهي كبار اللؤلؤ والخشب والبعرة لأنها ليست من أجزاء الأرض. (غنية الناسك: ص ٢٤٤، كتاب المسائل: ٣/٣٢١)

معنی پایا جاتا ہے(۱)، نیز منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ رمی جنسِ ارض کے اشیاء سے ہو، اور ہیرے جواہرات جنسِ ارض سے متعلق نہیں ہیں (۲)، اور رمی جمار کا مقصد شیطان کی تذلیل ہے (۳)، جو پتھر کنکر سے رمی کرنے میں تو موجود ہے، لیکن ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنے میں شیطان کی اہانت نہیں ہوتی بل کہ تعظیم ہوتی ہے، جو مقصود کے خلاف ہے۔پس معلوم ہوا کہ ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنے کی صورت میں مقصودِ رمی (اہانتِ شیطان) کے مفقود ہونے کے ساتھ ساتھ رمی کے دو شرطوں (فعلِ رمی، اجزائے ارض) پر بھی زد پڑ رہی ہے، اس لیے ہیرے جواہرات وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ شرع میں خلافِ مقصود اور فقدانِ شرط کی صورت میں حکم شرعی کا وجود نہیں ہوتا ہے (۴)۔

---

(۱) شرائط الرمي و هي عشرة الأول أن يسمى رميا فلا يصح الوضع و لاما يسمى نثارا لا رميًا.

(غنية الناسك: ص ٢٤١، فصل في شرائط الرمي)

لأن المقصود فعل الرمي و ذلك يحصل بالطين كما يحصل بالحجر بخلاف ما إذا رمى با لذهب أو الفضة، لأنه يسمى نثرا لا رميا. (الهداية: ١/ ٢٥٠، باب الإحرام)

(٢) السابع أن يكون الحصى من جنس الأرض حجرا كان أو غيره ...... ولايجوز بالذهب والفضة والحديد والعنبر...... لأ نها ليست من أجزاء الأرض. (غنية الناسك: ص ٢٤٤، فصل في شرائط الرمي)

(٣) كون المرمي به يكون الرمي به استهانة شرط ...... إن الرمي رغما للشيطان. (فتح القدير: ٢/ ٥٠٠)

(٤) الشيء يعتبر مالم يعد على موضوعه بالنقض والإبطال. (موسوعة القواعد الفقهية: ٦/ ٢٠٠)

إذا فات الشرط فات المشروط. (جمهرة القواعد الفقهية: ٢/ ٦٢٣، ففهی ضوابط: ١/ ١٣٥)

رقم المسئلة (٣١١)

بونے شخص (Dwarf) کے رمی کا حکم

اگر بونا آدمی قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہجوم میں دب جاتا ہے، اور رمی نہیں کرسکتا تو اس کی طرف سے کسی اور کے لئے نائب بن کر رمی کرنا جائز ہوگا (١)، اور اگر خود رمی کرسکتا ہے تو کسی اور کے ذریعے رمی کرنا جائز نہیں ہوگا (٢)۔

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک فقہی قاعدہ کا جاننا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ حاجت ضرورت کا درجہ اختیار کرلیتی ہے، خواہ وہ عام ہو یا خاص، پس ہم نے اس قاعدے کی روشنی میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ بونا شخص اگر واقعتاً قد کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے رمی پر قادر نہ ہو، تو عدمِ قدرت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاص بونے کے حق میں رئ جمار کی حاجت کے پیشِ نظر نائب بنانے کی اجازت دے دی گئی، اور قادر ہونے کی صورت میں اس حاجت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں قدرت کے معنی کے پائے جانے کی وجہ سے حاجت کا وجود ہی نہیں ہے (٣)۔

---

(١) وتجوز عندالعذر. (غنية الناسك:ص٢٤٣، فصل في شرائط الرمي)

(٢) السادس أن يرمي بنفسه فلا تجوز النيابة فيه عند القدرة.

(غنية الناسك: ص٢٤٣، فصل في شرائط الرمي، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ١/٢٠٨)

(٣) الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة.

(الأشباه و النظائر لابن نجيم: ص٣٢٦، قواعد الفقه: ص ٧٥، فقهي ضوابط: ١/١٣٦)

﴿سر کے بالوں کے مونڈنے کا بیان﴾

رقم المتن - ١٢٧

ثُمَّ يُحَلِّقُ أَوْ يَقْصُرُ وَالْحَلَقُ أَفْضَلُ.

ترجمہ: پھر بال مونڈوائے یا کتروائے اور منڈوانا افضل ہے۔

توضيح المسئلة

حج سے فارغ ہونے کے بعد ایامِ نحر یعنی بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے حرم کی حدود میں مردوں کے لیے بال منڈوانا یا انگلیوں کے پوروں کے بقدر کاٹنا ضروری ہے البتہ حلق قصر سے اولیٰ وافضل ہے۔

حلق کی تعریف: یعنی استرے سے سر کے سارے بال اتار دیے جائیں۔

قصر کی تعریف: قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم انگلیوں کے پوروں کے بقدر کاٹ دینا(١)۔

جاننا چاہیے کہ حج اور عمرہ کا احرام کھولنے کے لیے چار صورتیں اختیار کی جاتی ہیں، اور ہر صورت کا حکم الگ الگ ہے۔

---

(١) ثم يحلق أو يقصر والحلق أفضل والتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس الشعر ربع الرأس مقدار الأنملة كذا في التبيين ثم الحلق مؤقت بأيام النحر هو الصحيح.

(الفتاوى الهنديه : ١/٢٣١ كتاب المناسك، الفصل الخامس في كيفية أداء الحج)

(الف) حلق کرایا جائے یعنی استرے سے سر کے سارے بال اتار دیئے جائیں یہ صورت سب سے افضل ہے (۱)۔

(ب) قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم پوروں کے برابر کاٹ دیئے جائیں یہ صورت بلا کراہت جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے (۲)۔

(ج) کم سے کم چوتھائی سر کے بال کاٹ دیئے جائیں اس سے احرام سے تو نکل جائے گا لیکن یہ صورت مکروہِ تحریمی ہے اور ناجائز ہے (۳)۔

(د) چند بال اِدھر سے اور چند بال اُدھر سے کاٹ دیئے جائیں جو چوتھائی سر سے کم ہوں، اس صورت میں احرام نہیں کھلے گا بلکہ یہ شخص بدستور احرام میں رہے گا (۴)۔

تفريع من المسائل العصرية

رقم المسئلة (۳۱۲)

حلق میں گنجے شخص (Bald) کا حکم

اگر کوئی شخص گنجا ہو، تو احرام سے نکلنے کے لیے شرعاً صرف استرہ پھیر لینا کافی ہوگا (۵)۔

---

(۱) الحلق أفضل لأنه روى أن رسول الله دعا للمحلقين ثلاثا.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۸، فصل في أحكام الحلق والتقصير)

(۲) فالحلق أو التقصير واجب عندنا ...... لكن الحلق أفضل لأنه روى أن رسول الله دعا للمحلقين ثلاثا وللمقصرين مرة واحدة. (بدائع الصنائع: ۳/ ۹۸)

(۳) وإن حلق ربع الرأس أجزاه ويكره، أما الجواز فلأن ربع الرأس يقوم مقام كله في القرب المتعلقة بالرأس كمسح ربع الرأس في باب الوضوء. (بدائع الصنائع: ۳/ ۱۰۱، فصل في مقدار الواجب في الحلق)

(٤) فإن حلق أقل من الربع لم يجزه. (بدائع الصنائع: ۳/ ۱۰۱)

(٥) وإذا جاء يوم النحر وليس على رأسه شعر أجرى الموسى على رأسه تشبها بمن يحلق لأنه وسع =

طريقة الإنطباق

انطباق سے پہلے ایک قاعدۂ فقہیہ کا جاننا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے، سارے احکاماتِ شرعیہ کا مدارِ تکلیف بندے کی طاقت سے ہے(۱)، یعنی اگر بندہ کے بس میں ہے تو وہ حکمِ شرعی کا انجام دینا بندے پر لازم ہوجاتا ہے، اور اگر بندے کے بس سے باہر ہو تو شریعت اس میں تخفیف کرکے بندے کے طاقت کے مطابق کوئی دوسرا حکم لاگو کردیتی ہے، جیسے اگر کوئی شخص مرض کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو اب شریعت اس کا بدل تیمّم کا بندے کو مکلّف بنادیتی ہے تاکہ بندہ آسانی سے حکمِ شرع پر عمل کرسکے(۲)۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں بھی گنجا شخص احرام سے نکلنے کے لیے حلق کے کرنے سے عاجز ہے؛ کیوں کہ اس کے سر پر بال ہی نہیں ہے، اس لیے شریعت نے اس کے قائم مقام حکم (محض سر پر استرے کا پھیر لینا) کا مکلّف بنادیا تاکہ بندہ آسانی سے عمل کرکے احرام سے نکل جائے۔

= مثله والتكليف بحسب الوسع.

(كتاب المبسوط للسرخسي:٤/ ٨٠، باب الحق، حج کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:١/١٨٥)

(١) الطاعة بحسب الطاقة. (موسوعة القواعد الفقهية:٦/ ٣٠١)

(٢) تخفيفات الشرع أنواع ...... تخفيف إبدال كإبدال الوضوء والغسل بالتيمم.

(الأشباه والنظائر لابن نجيم :ص ٣٠٠)

رقم المسئلة (٣١٣)

بال صفا کریم (Hair removal) سے سر کے بال صاف کرنے کا حکم

اگر کوئی شخص استرے سے سر نہ مونڈ کر بال صفا کریم یا پاؤڈر لگا کر سر کے بال ختم کردے، تو بھی حلق کا واجب ادا ہو جائے گا، اور وہ احرام سے حلال کہلائے گا، تاہم استرے سے مونڈنا افضل ہے(۱)۔

طريقة الإنطباق

انطباق کے لیے حلق وقصر کی تعریف کا جاننا ضروری ہے۔

حلق کی تعریف: استرے سے سر کے بال بالکل صاف کر دینا(۲)۔

قصر کی تعریف: قینچی یا مشین سے پورے سر کے بال کم سے کم انگلیوں کے پوروں کے بقدر کاٹ دینا(۳)۔

حلق اور قصر کی تعریف سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ دونوں کا مقصود سر سے بال کو ختم

---

(۱) ثم يحلق أو يقصر والحلق أفضل. (المختصر القدوري: ص ٦٠، كتاب الحج)

ويستحب الحلق بالموسى ولو أزال الشعرة بالنورة أو الحرق أو النتف بيده أو أسنانه بفعله أو بفعل غيره أجزأعن الحلق. (غنية الناسك: ص٢٢٦، فصل في الحلق، كتاب المسائل: ٣٣٧/٣)

(۲) حلق – أزال الشعر عنه فهو محلوق وحليق. (المعجم الوسيط: ١٩٢/١)

(۳) والتقصير أن يأخذ الرجل والمرأة من رؤوس الشعر ربع الرأس مقدار الأنملة.

(الفتاوى الهندية: ٢٣١/١ كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج)

کرنا ہے، اور بال صفا کریم (Hair removal) میں بھی ازالۂ شعر کا معنی موجود ہے، اس لیے بال صفا کریم سے بال ختم کرنے سے حلق کا واجب ادا ہو جائے گا(۱)، البتہ استرے سے مونڈنا افضل و مستحب ہے کیوں کہ نص میں حلق کرنے والوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا دینا ثابت ہے(۲)۔

رقم المسئلة (۳۱٤)

سر پر مصنوعی بال (Wig Hair) کی صورت میں حلق وقصر کا حکم

سرجری (Surgery) کے ذریعہ جوڑے جانے والے بال دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو بدن سے جدا نہیں کیے جا سکتے ہیں، اور دوسرے وہ جو بغیر مشقت کے بدن سے جدا کیے جا سکتے ہیں، تو اول کا حکم عضو اصلی کی طرح ہوگا یعنی انہیں بالوں کے اوپر سے پھیرنا کافی ہوگا(۳)، اور ثانی کا حکم عضو اصلی کی طرح نہیں ہے، یعنی بالوں کی جھلی کو اتار کر سر پر استرہ پھیرنا ضروری ہوگا(۴)۔

---

(۱) الحکم یدور مع علته عدما و وجودا. (جمهرة القواعد الفقهية: ۱/٤٤۳)

(۲) الحلق أفضل لأنه روی أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم دعا للمحلقین ثلاثا.

(بدائع الصنائع: ۲/۹۸، فصل في أحكام الحلق والتقصير)

(۳) ویجب إجراء موسی علی الأقرع وذوي قروح إن أمكنه هو المختار.

(غنية الناسك: ص۲۲٦، فصل في الحلق)

(٤) وإذا جاء یوم النحر ولیس علی رأسه شعر أجری الموسی علی رأسه تشبها بمن یحلق لأنه وسع مثله والتكليف بحسب الوسع. (المبسوط للسرخسي: ٤/۸۰، باب الحلق، كتاب المسائل: ۳/۳۳۸)

طريقة الإنطباق

یہاں ایک اصول سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ انطباق بے غبار ہو جائے جو شئ کسی شئ کے ساتھ متصل باتصال قرار کا درجہ اختیار کرلے، تو وہ شئ متصل اصل کا درجہ اختیار کر لیتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے زمین فروخت کی تو اس میں لگے ہوئے درخت بھی بیع میں داخل ہو جائیں گے، اگر چہ بیع میں ان کے فروخت کرنے کی صراحت نہ کی گئی ہو، کیوں کہ درخت کو زمین کے ساتھ اتصالِ قرار حاصل ہے (۱)، اور اگر شئ متصل کو اصلی شئ کے ساتھ اتصالِ قرار کا درجہ حاصل نہ ہو تو یہ متصل شئ حکم میں اصل کا درجہ نہیں رکھے گی، اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کھیتی کی زمین فروخت کی تو بیع میں کاشت یعنی کھیتی داخل نہیں ہوگی کیوں کہ کھیتی کو زمین کے ساتھ اتصال تو حاصل ہے لیکن اتصال قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے (۲)۔

پس مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں بات سمجھ میں آگئی کہ اگر بالوں کو سرجری کر کے ہمیشہ کے لیے سر میں جوڑ دیا گیا ہو تو چوں کہ وہ بال اتصالِ قرار کی وجہ سے اصل کا حکم لے چکے ہیں، اس لیے جیسے اصل بال کی موجودگی میں ان پر حلق یا قصر واجب ہے

---

(۱) و من باع أرضا دخل ما فيها من النخل والشجر في البيع و إن لم يسمه.

(المختصر القدوري:ص۷۳، كتاب البيوع)

ويدخل البناء و الشجر في بيع الأرض بلا ذكر لكونه متصلاً بها للقرار فيدخل تبعا.

(البحر الرائق:۵/۴۹۱، كتاب البيوع)

(۲) ولا يدخل الزرع في بيع الأرض إلا بالتسمية. (المختصر القدوري:ص۷۳)

التابع تابع لا يفرد بالحكم. (قواعد الفقه:ص۶۷)

ایسے ہی ان مصنوعی بالوں پر بھی حلق یا قصر واجب ہوگا، اس کی نظیر دانتوں کا وہ کیپ (Denture) ہے جسے ہمیشہ کے لیے دانتوں میں فکس کر دیا جاتا ہے، تو غسل میں محض اس کیپ کے اوپر سے ہی پانی کا بہالینا کافی ہوتا ہے کیوں کہ یہ کیپ اتصالِ قرار کی وجہ سے اصل کا درجہ اختیار کر گئے ہیں، ایسے ہی ان مصنوعی بالوں کا بھی حکم ہوگا (جنہیں ہمیشہ کے لیے سر میں فکس کر دیا گیا ہے) کہ بالوں پر ہی حلق کا عمل کرنا ضروری ہوگا، کیوں کہ یہاں بال بھی دانتوں کے کیپ کی طرح اتصال قرار کا درجہ اختیار کر گئے ہیں (۱)، اور اگر یہ بال ہمیشہ کے لیے سر میں نہ جوڑے گئے ہوں، اور انہیں آسانی سے نکالنا ممکن ہو، تو وہ اتصال قرار کے نہ ہونے کی وجہ سے اصل کے درجہ میں نہیں ہیں، اس لیے ان پر حلق یا قصر کافی نہیں ہوگا؛ بل کہ ان کو نکال کر سر پر حلق کا عمل کرنا ضروری ہوگا، اس کی نظیر عمامہ وغیرہ پر مسح کرنا ہے کہ جیسے عمامہ وغیرہ سر کے ساتھ پیوست نہیں ہوتا محض سر پر رکھا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہاں بھی اتصالِ قرار کا معنی نہیں ہے، اسی وجہ سے عمامہ وغیرہ پر مسح کافی نہیں ہوتا ہے، بل کہ انہیں اتار کر سر پر مسح کرنا ضروری ہوتا ہے (۲)، ایسے ہی یہاں ان مصنوعی بالوں کا بھی حکم ہوگا کہ ان کو اتار کر سر پر عملِ حلق کرنا ضروری ہوگا، کیوں کہ بالوں کو بھی عمامہ کی طرح اتصالِ قرار کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

---

(۱) وكذا الإناء المضبب بذهب أو فضة، قال الشامي الحكم فيه كالحكم في المفضض يقال باب مضبب أي مشدود بالضباب وهي الحديدة العريضة التي يضبب أسنانه بالفضة إذا شدها بها.

(ردالمحتار مع الدر المختار: ٩/ ٤٩٦، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ولا يجوز المسح على العمامة والقلنسوة والبرقع والقفازين.

(الهداية: ١/ ٦١، باب المسح على الخفين)

مراجع ومصادر

شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	مکتبہ
۱	التفسیر الجلالین	امام جلال الدین سیوطی	مؤسسہ الریان بیروت
۲	احکام القرآن للجصاص	امام ابوبکر بن رازی	شیخ الہند دیوبند
۳	التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۴	التفسیر المنیر	الدکتور وہبۃ الزحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۵	احکام القران للتھانوی	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	زکریا بک ڈپو دیوبند
۶	روح المعانی	سید محمود احمد آلوسی	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۷	احکام القران لابن العربی	ابوبکر محمد ابن عبداللہ	مکتبہ الریاض الحدیثیہ
۸	الجامع للاحکام القران	ابوعبداللہ محمد بن احمد الفاری قرطبی	مکتبہ الغزالی دمشق
۹	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۱۰	معارف القران	حضرت مولانا محمد شفیع صاحب	فرید بک ڈپو لمیٹڈ
		کتب احادیث	
۱۱	الصحیح للبخاری	امام ابوعبداللہ محمد ابن اسماعیل	دار السلام سہارن پور (یوپی)
۱۲	الصحیح لمسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	دار السلام سہارن پور (یوپی)
۱۳	السنن للترمذی	امام ابوعیسی محمد ابن عیسی ترمذی	دار السلام سہارن پور (یوپی)
۱۴	السنن لابی داود	امام ابوداود سجستانی	دار السلام سہارن پور (یوپی)
۱۵	السنن للنسائی	امام ابوعبدالرحمن بن شعیب بن علی نسائی	دار السلام سہارن پور (یوپی)

۱۶	السنن لابن ماجہ	امام ابن ماجہ	دار السلام سہارن پور (یوپی)
۱۷	المصنف لابن ابی شیبہ	امام ابوعبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۱۸	اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
۱۹	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۲۰	السنن الکبری للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	طبع بیروت
۲۱	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبہ الریاض
۲۲	الموطا لامام مالک	ابوعبداللہ مالک ابن انس بن مالک	مکتبہ دار السلام
۲۳	عون المعبود علی السنن ابی داؤد	ابوعبدالرحمٰن محمد اشرف صدیقی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۴	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	دار الحدیث القاہرۃ
۲۵	معارف السنن	شیخ محمد یوسف ابن محمد زکریا بنوری	سیج ایچ ایم کمپنی کراچی پاکستان
۲۶	اوجز المسالک	شیخ زکریا کاندھلوی	دار القاسم دمشق
۲۷	العرف الشذی	محدث انور شاہ کشمیری	دار الایمان سہارن پور (یوپی)
۲۸	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ بلوچستان
۲۹	سنن الدارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	دار الایمان سہارن پور
۳۰	سنن الدارقطنی	حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارنپور
۳۱	بذل المجہود	علامہ شیخ احمد سہارن پوری	دار البشائر الاسلامیہ بیروت
۳۲	مشکوۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی	مکتبہ رشیدیہ محلہ مبارک شاہ سہارنپور
۳۳	درس ترمذی	مفتی تقی عثمانی صاحب	مکتبہ دار العلوم کراچی
۳۴	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید صاحب پالنپوری	مکتبہ حجاز دیوبند
۳۵	موطا امام محمد	امام محمد	مکتبہ دار السلام سہارن پور
۳۶	شرح مختصر الطحاوی	بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل	

		کتب فقه وفتاوی	
۳۷	ردالمحتار	علامہ شیخ محمد امین ابن عابدین	عباس احمد الباز مکۃ المکرمہ
۳۸	الدر المختار	علامہ شیخ علاؤ الدین حصکفی	عباس احمد الباز مکۃ المکرمہ
۳۹	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاؤ الدین کاسانی	بیروت
۴۰	البحر الرائق	علامہ زین الدین	بیروت
۴۱	الفتاوی الہندیہ	شیخ نظام الدین و جماعت علمائے ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۴۲	فتح القدیر	کمال الدین معروف ابن ہمام	دار الکتب العلمیہ
۴۳	الفتاوی التاتارخانیہ	شیخ عالم ابن علاء دہلوی ہندی	مکتبہ زکریا دیوبند
۴۴	مجمع الانہر	شیخ عبد الرحمن بن محمد	دار الکتب العلمیہ
۴۵	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بن عبد العزیز بخاری	دار التراث العربی بیروت
۴۶	فتاوی قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	المکتبہ الحقانیہ پاکستان
۴۷	الدر المنتقی شرح الملتقی	شیخ محمد بن علی معروف بالعلماء حصکفی	دار الکتب العلمیہ
۴۸	الفقہ علی مذاہب الاربعۃ	عبد الرحمن بن محمد جزیری	دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۹	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	عبد الحمید طہماز	دار القلم دمشق
۵۰	فقہ الزکاۃ	الدکتور یوسف القرضاوی	منشوران مروان عیون دمشق
۵۱	الاختیار لتعلیل المختار	محدث عبد اللہ بن محمود موصلی	شرکۃ الرسالۃ العلمۃ دمشق
۵۲	اللباب فی شرح الکتاب	شیخ عبد الغنی الغنیمی المیدانی	قدیمی کتب خانہ ارام باغ کراچی
۵۳	بدایۃ المجتہد	محمد بن احمد بن محمد بن احمد رشد قرطبی	المکتبہ المدینہ دیوبند
۵۴	حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	علامہ شیخ احمد طحطاوی	المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند
۵۵	احکام مرض الایدز فی الفقہ الاسلامی	راشد بن مفرح سہری	مکتب المزینی طائف سعودیہ
۵۶	تحفۃ الفقہاء	علامہ علاؤ الدین سمرقندی	دار الکتب العلمیہ

۵۷	البنایہ فی شرح الہدایہ	ابومحمد محمود بن احمد عینی	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
۵۸	التجرید	امام ابوالحسین احمد بن محمد بن جعفر قدوری	مکتبہ محمودیہ ارگ بازار قندھار افغانستان
۵۹	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن حسین بن سغدی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
۶۰	الجوہرۃ النیرۃ	شیخ ابوبکر بن علی بن محمد الحدادیمنی	مکتبہ تھانوی دیوبند سہارن پور
۶۱	طرائق الحلم المتفق علیہا والمختلف فیہا فی الشریعۃ الاسلامیۃ	الدکتور سعید بن درویش زہرانی	مکتبہ دار الصیحہ
۶۲	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمانی بن علی	دار الکتب العلمیہ
۶۳	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ	کویت
۶۴	مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی	الاستاذ الدکتور الصدیق	المجمع الفقہ الاسلامی
۶۵	ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری	حسین بن محمد المکی الحنفی	دار الکتب العلمیہ
۶۶	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	محمد حسن شاہ المہاجر المکی	مکتبہ یادگار شیخ سہارن پور
۶۷	فقہ السنۃ	سید سابق	دار الفتح للاعلام العربی
۶۸	قضایا طبیہ معاصرہ	دکتور علی محی الدین	دار البشائر الاسلامیہ
۶۹	شرح المنیہ	بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل	
۷۰	التنقیح الضروری علی المختصر القدوری	شیخ نظام الدین کیرانوی	مکتبہ زکریا
۷۱	کشف الاسرار للبزدوی	امام علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد	دار الکتاب العربی
۷۲	النہر الفائق	امام سراج الدین عمر بن ابراہیم حنفی	مکتبہ دار الایمان سہارن پور
۷۳	ہدایۃ السالک	امام عز الدین بن جماعۃ کنانی	دار البشائر الاسلامیۃ
۷۴	البحر العمیق	امام ابی البقاء محمد بن احمد بن محمد بن ضیاء حنفی	بیروت لبنان
۷۵	شرح الوقایہ	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۷۶	ہدایہ	ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل مرغینانی	کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد دہلی

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۷۷	نورالایضاح	شیخ حسن بن علی شرنبلالی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۷۸	نورالانوار	مولانا احمد معروف ملاجیون حنفی صدیقی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۷۹	عمدۃ الرعایۃ علی ہامش شرح الوقایۃ	علامہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۸۰	عقد البیع لمصطفی احمد زرقاء	مصطفی احمد زرقاء	دارالقاسم دمشق
۸۱	مجمع البحرین وملتقی النیرین	امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۸۲	بزازیہ علی ہامش الہندیہ	امام محمد بن محمد بن شہاب الدین	زکریا بکڈپو دیوبند یوپی
۸۳	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین	دارالکتب العلمیہ بیروت
۸۴	الفقہ الحنفی وادلتہ	شیخ اسعد محمد سعید صاغرجی	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ پاکستان
۸۵	کتاب المبسوط للسرخی	ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخی حنفی	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۸۶	الفقہ الاسلامی وادلتہ	الاستاذ الدکتور وہبۃ الزحیلی	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
۸۷	الفتاوی الولوالجیۃ	امام ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ	مکتبہ دارالایمان سہارنپور یوپی
۸۸	خلاصۃ الفتاوی	شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
۸۹	مراقی الفلاح	امام شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۹۰	حلبی کبیر	شیخ ابراہیم حلبی حنفی	سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان
۹۱	السعایۃ	ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان
۹۲	منہل الواردین		
۹۳	المختصر الضروری	امام احمد بن محمد البغدادی	بیروت
۹۴	المفطرات المعاصرۃ		
۹۵	شرح النقایۃ	صدر الشریعہ عبیداللہ ابن مسعود	دارالارقم
۹۶	منیۃ المصلی	شیخ الاحد صاحب	یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
		اردو فتاوی	

٩٧	فتاوی دار العلوم زکریا	مفتی رضاء الحق	مجلس البحوث والافتاء
٩٨	فتاوی قاسمیہ	مفتی محمد شبیر قاسمی	مراد آباد شاہی
٩٩	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد	دار الاشاعت دیوبند
١٠٠	کفایۃ المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	دار الاشاعت دیوبند
١٠١	فتاوی دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دار العلوم دیوبند
١٠٢	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق
١٠٣	فتاوی عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
١٠٤	امداد الفتاوی	مولانا محمد اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
١٠٥	مسافت سفر کا آغاز ایک اہم مسئلہ	فقہ اکیڈمی انڈیا	
١٠٦	فتاوی محمودیہ	علامہ مفتی الحسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
١٠٧	فتاوی حقانیہ	مولانا مختار اللہ حقانی	جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ ضلع نوشہرہ
١٠٨	فتاوی دینیہ	مفتی اسماعیل کچھولوی	جامعہ حسینیہ سورت گجرات الہند
١٠٩	فتاوی رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب	دار الاشاعت اردو بازار کراچی
١١٠	کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
١١١	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	مکتبہ اسماعیل دیوبند
١١٢	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
١١٣	المسائل المہمہ	مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
١١٤	کتاب النوازل	مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	مکتبہ فیصل
١١٥	فقہی مقالات	مفتی تقی عثمانی صاحب	میمن اسلامک پبلیشرز کراچی
١١٦	فتاوی رشیدیہ	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی	جسیم بک ڈپو جامع مسجد دہلی
١١٧	فتاوی فریدیہ	مفتی محمد فرید مجددی زروبوی	دار العلوم صدیقیہ زروبی پاکستان

۱۱۸	جواہر الفقہ	مفتی شفیع صاحب	مکتبہ تفسیر القرآن جامع مسجد دہلی
۱۱۹	اثمار الہدایہ	مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی	ثاقب بک ڈپو دیوبند
۱۲۰	نوادر الفقہ	شیخ یونس صاحب جون پوری	ادارہ افادات اشرفیہ ہردوئی لکھنؤ
۱۲۱	امداد المفتیین	مفتی شفیع صاحب	زکریا بک ڈپو دیوبند سہارن پور
۱۲۲	فقہ السنہ	شیخ محمد عاصم حداد	فیصل اردو بازار لاہور
۱۲۳	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	ایفا پبلیکیشنز جامعہ نگر دہلی
۱۲۴	القول الصواب فی مسائل الکتاب	مولانا عبد القادر جیلانی	مکتبہ فاروق کراچی
۱۲۵	آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۲۶	زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۷	رزے کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۸	حج کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۲۹	اعتکاف کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا	مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی	بیت العمار کراچی
۱۳۰	حج وعمرہ موجودہ حالات کے پس منظر میں		ایفا پبلیکیشنز
۱۳۱	محقق ومدلل جدید مسائل اول دوم	مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
۱۳۲	ایضاح المسائل	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب	مکتبہ الاصلاح لال باغ مراد آباد
۱۳۳	مجموعہ رسائل اللکھنوی	مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند سہارن پور
۱۳۴	تسہیل الضروری	مولانا عاشق الہی صاحب	ادارہ تعلیمات اسلام دیوبند
۱۳۵	نجم الفتاوی		
		کتب قواعد وتعریفات	
۱۳۶	التعریفات	ابو الحسن علی بن محمد	دار الکتب العلمیہ
۱۳۷	درر الحکام	علی حیدر	دار الجیل بیروت

۱۳۸	قواطع الادلہ الاصول	ابو سہیل	دار ابن حزم
۱۳۹	قواعد الفقہ	مفتی محمد عمیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی الہند
۱۴۰	موسوعۃ القواعد الفقہیہ	شیخ ابو حارث عزی	دار الرسالۃ العالمیۃ دمشق
۱۴۱	ترتیب اللالی فی سلک الامالی	شیخ محمد سلیمان شہیر ناظر زادہ	مکتبہ الرشید ناشرون
۱۴۲	کشف الاسرار للبزدوی	امام علاؤ الدین عبد العزیز بن احمد بخاری	دار الکتاب العربی بیروت
۱۴۳	احسن الحواشی علی ہامش اصول الشاشی	شیخ محمد برکت اللہ لکھنوی	مکتبہ البشری کراچی پاکستان
۱۴۴	لغۃ الفقہاء	محمد رواس قلم جی ءحامد صادق قنیبی	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
۱۴۵	القواعد الفقہیہ	شیخ علی ندوی	دار القاسم دمشق
۱۴۶	جمہرۃ القواعد الفقہیہ	شیخ علی احمد الندوی	
۱۴۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامی	دار الکتاب دیوبند
۱۴۸	الاشباہ والنظائر	زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم	مکتبہ فقیہ الامت دیوبید
۱۴۹	التعریف الفقہیۃ	محمد عمیم الاحسان	اشرفی بکڈپو
۱۵۰	فقہی ضوابط	مفتی اسامہ پالن پوری	مکتبہ حجاز دیوبند
۱۵۱	المقاصد الشریعۃ	نور الدین بن مختار الخادمی	مکتبہ العبیکان ریاض
۱۵۲	اوزان شرعیہ	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۱۵۳	المعجم الوسیط		کتب خانہ حسینہ دیوبند

یادداشت

front Title

أفضل التطبيق العصري

على

مسائل القدوري

متنِ قدوری پر عصرِ حاضر کے مسائلِ جدیدہ کا عمدہ انطباق

(جلد اول)

تصحیح، نظر ثانی وزیرِ نگرانی
حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
صدر دار الافتاء جامعہ اکل کوا

تحریک وتحریض
حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی
ناظم تعلیمات جامعہ اکل کوا

مؤلف
مفتی محمد افضل اشاعتی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ناشر
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندوربار

Back title Metter

وضاحت

الحمدللہ! کتاب ہذا بنام "أفضل التطبيق العصري على مسائل القدوري" جلداول کا پہلا ایڈیشن منظرِ عام پر آیا، جو اہلِ علم کے ہاں مقبول ہوا اور انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا فجزاہم اللہ خیر الجزاء! یہ پہلی جلد ابوابِ عبادات پر مشتمل ہے، معاملات پر ابھی کام جاری ہے، ہماری اس کتاب سے متعلق یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ قدوری کی شرح نہیں ہے؛ بل کہ قدوری کے وہ متون جن پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکتا تھا، ان پر عصرِ حاضر کے جدید مسائل کو اصولوں وقواعد کی مکمل رعایت کرتے ہوئے محقق و مدلل انداز میں منطبق کیا گیا، اور اس کام کے لیے قدوری کو بنیاد بنانے کی دو وجہیں سامنے تھیں:

(۱) قدوری احناف کا وہ معتبر متن ہے، جو تمام مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے۔(۲) اس کی عبارت نہایت جامع ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہے۔

اگر چہ بعض مدارس میں قدوری کے ابواب عبادات نہیں پڑھائے جاتے ہیں، لیکن تمام کتبِ فقہ میں مسائل، الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یکساں ہوتے ہیں، اس لیے انشاء اللہ کتاب ہذا تمام فقہی کتابوں، مثلاً مالا بدمنہ، نور الایضاح، شرح الوقایہ، ہدایہ اولین وآخرین وغیرہ سے متعلق طلبہ واساتذہ کے لیے مفید ہے، نیز ان مفتیانِ کرام کے لیے بھی یہ ایک عظیم تحفہ ہے جو فتویٰ نویسی کے وقت دلائل کا اہتمام فرماتے ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ پاک بقیہ کام کے لیے ہمت وتوفیق کے ساتھ ساتھ سداد وصلاح بھی نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندور بار (مہاراشٹر)

فون نمبر: 9371321219

Under Side Front Cover

کتاب میں کل چار امور ہیں:

(۱) رقم المتن: اس کے تحت قدوری کا صرف وہی متن لایا گیا ہے جس پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہو سکے۔

(۲) توضیح المسئلة: اس کے تحت متن کی مختصر وضاحت لائی گئی ہے۔

(۳) تفریع من المسائل العصریة: اس کے تحت وہ مسائلِ جدیدہ لائے گئے ہیں جو ذکر کردہ متن پر منطبق ہو سکیں۔

(٤) طریقة الإنطباق: اس کے تحت جدید مسئلہ متن پر کس طرح منطبق ہوا ہے، اس کی وجہ اور دلیل کو ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: مسائلِ جدیدہ کے انطباق کے لیے بنیادی طور پر جو امورِ ثلاثہ (تصورِ نازلہ، تکییفِ نازلہ، تطبیقِ نازلہ) کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

Under Side Back Cover

کتاب کے عکس کے ساتھ

أفضل الراجي في حل السراجي، جو دنیائے میراث کی مختلف وادیوں میں سیر حاصل تفریح کرانے والی ایک منفرد کتاب ہے، یہ کتاب فن میراث سے واقفیت اور اس میں مہارت کے لیے انتہائی عمدہ و شاندار، محقق و مدلل، مبسوط و مفصل، معاون و مددگار ہے۔ اور یہ تالیف لطیف و دقیق، باب میراث میں موجود دیگر تالیفات میں بہ چند وجوہ ممتاز ہے: (۱) انداز عام فہم (۲) فنی خوبیاں اُجاگر (۳) ہر مسئلۂ مختلف فیہ مع بیان اختلاف و دلائل (۴) قولِ مفتی بہ کی تصحیح وتوضیح مع وجہ ترجیح (۵) تمام ابحاث کا خلاصہ مع نقشہ (٦) مغلق وپیچیدہ مقامات کا بہترین حل، جہاں عامتاً شارحین دامن بچا کر نکل جاتے ہیں (۷) تمرینی مشقیں اور مسائل بنانے کے طریقے (۸) علم حساب کے زرین اصول (۹) تقسیم میراث کے سنہرے اصول (۱۰) طویل فوائد، نادر نکتے اور وراثت سے متعلق انتہائی قیمتی معلومات۔